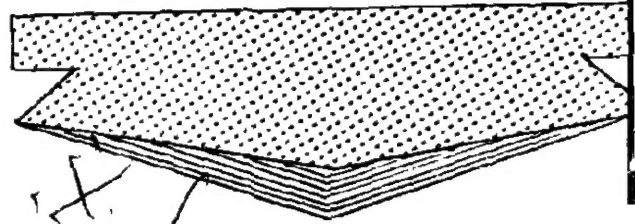




ہم محنت کش جگ والوں سے
جب اپنا حصہ مانگیں گے
ایک کھیت نہیں اکتا دیش نہیں
ہم ساری دنیا مانگیں گے



فیض احمد فیض



APR 26 1983
21.3

مغربی بنگال

یکم جنوری ۱۹۸۳ء

شرح خریداری

قیمت - بارہ پیسے فی پرچہ
سالاٹ - ۳ روپے

منصوب زر کا پستہ :-

بزنس مینجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

۲۳، آر۔ این۔ کھرجی روڈ
کلکتہ - ۷۰۰۰۱۱

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ ۷۰۰۰۱۱

مدیر اعلیٰ : دھیرندر ناتھ دت

مدیر معاون : محمد اعظم

جلد ۱۱۱ یکم جنوری ۱۹۸۲ء شماره ۱



رائٹس بلڈنگس، کلکتہ کے روٹنڈا
میں ۸ دسمبر ۱۹۸۲ء کو وزیر اعلیٰ مشری
جیوتی باسو کے زیر صدارت کل
پارٹی جلسہ -

مقدماتی از:

دھوسدن گھوش

مغربی بنگال میں

شہر کی امداد باہمی تحریک

— ہری داس مکھرجی (پیشینہ مغربی بنگال امداد باہمی کمیٹی) —

شہری امداد باہمی بنک تھے۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے مرکزی، شمالی، مشرقی اور شمالی مشرقی ریاستوں میں صورت حال تشفی بخش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کام کرنے کے سرمایہ اور سرمایہ تحویل کی تقریباً ۸۰ فی صد رقم صرف چار ریاستوں یعنی مہاراشٹر، گجرات، کرناٹک اور تلنگانہ میں ہے۔ اور عجیب ترین بات یہ ہے کہ سارے ہندوستان میں بسنے والے امداد باہمی (کوآپریٹو) بنک ہیں ان کا نصف صرف دو ریاستوں میں یعنی مہاراشٹر اور گجرات میں ہے اور ان کے پاس کل ڈیڑھ لاکھ (۱۵ لاکھ) روپے (پیشگی کی رقم) اور کام کرنے کے سرمایہ کی تین چوتھائی رقم ملانے کے علاوہ باقی سبھی سرمایہ صرف ایک شہر بنک تحریک صرف چند ہی ریاستوں میں مرکوز ہے اور جب ملک کے توازن نشوونما اور ترقی کے لیے سرمایہ کی سرمایہ اند مرکزی و ریاستی حکومتوں کی مرکز کو شش کی ضرورت ہے نہ تو اس وقت تک معاشی ترقی نہیں ہو سکے گی اور یہ روزگار کا مسئلہ بھی حل نہ ہوگا۔ اس معاملہ میں باغی خطرات ثابت ہو سکتی ہے۔ اور ہندوستان کی ترقی یافتہ ریاستوں میں غالبہ پیمانی سے یہ بات لیاں ہو جاتی ہے کیونکہ ان ریاستوں میں ناجائز کار سربوں کے اپنی ذاتی اور علاقائی مفادات کے پیش نظر ہندوستان سے الگ ہونے کی تحریک جاری کر دی ہے۔

۱۹۱۵ء میں امداد باہمی پریکٹس لین کمیٹی قائم کی گئی تھی کیونکہ اس زمانہ میں شہری امداد باہمی تحریک کی اہمیت کافی بڑھ چکی تھی، ایسے ملک حکومت سے مالی امداد کے بغیر خود کشیل ہو گئے تھے۔ اسی لیے مذکورہ کمیٹی اس بات کی طرف اضافہ کیا کہ عام طور پر بنکوں کے کام کا ناکام ہونے کے لیے اصلی اور دیہاتی شہری طبقہ کے لوگوں کو تربیت دینے میں شہری قرض سوسائٹیاں بہت ہی کامیاب ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس لیے بعد شہری امداد باہمی تحریک کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے حکومت ہند پور ریفرنس بنک آف انڈیا نے بہت ساری کمیٹیاں قائم کیں۔ ایسی سنٹرل بینکنگ

شہری امداد باہمی قرض سیکٹر کو امداد باہمی پریقین کرنے والے ہندوستانی شخص کی زندگی میں بہت ہی نمایاں مقام حاصل ہے جہاں تک سماج کے نسبتاً غریب لوگوں کو امداد کی فراہمی کا تعلق ہے یہ ہندوستانی بینک نظام کی بڑھتی ہوئی ہے۔ نیز دیہی اور چھوٹے پیمانہ کی صنعت کے فروغ، حیران امداد باہمی سوسائٹیوں کی سماجی معاشی حالت کو بہتری کے نقطہ نظر سے امداد باہمی سوسائٹیوں کی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان بنک کا موجودہ نظام تو برٹش نمونہ کا ہے اور اسے بڑے بڑے کاروباری اداروں اور چند مخصوص صنعتی اداروں کو ملنے والی فراہم کرنے کے سلسلے میں کافی اہمیت حاصل ہے۔

فرزندی قرض سوسائٹیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی تنخواہ کمانے والوں کی سوسائٹی اور شہری قرض سوسائٹی۔ تنخواہ کمانے والوں یا ملازمین کی قرض سوسائٹیاں مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت کے دفاتر، عوامی اداروں، کاروباری اداروں، تعلیمی اداروں اور کارخانوں میں قائم کیے جاتے ہیں۔ ان میں گریڈڈ طبقہ کے لیے سرمایہ، شادی، تعلیم اور بنیادی ضرورتوں کی خرید و فروک، لباس اور مکان وغیرہ کے لیے متوسط طبقہ کے لوگوں اور مزدور طبقہ کے لوگوں کی ضرورتیں کو پورا کرنے کے لیے مرکوز ہوتی ہیں۔ تنخواہ کمانے والے سوسائٹیاں خود کو بینک کہہ سکتی ہیں اور ان کا کاروبار پھیل جائے اور وہ غیر ممبروں سے روپے بطور تحویل قبول کریں اور بینکوں کی دیگر خدمات میں مصروف ہو جائیں۔

شہری قرض ادارہ اور خاص طور پر امداد باہمی بنک نظام نے ہندوستان کے مغربی بنگال میں اور چند جنوبی ریاستوں میں اور کچھ ملک مغربی بنگال میں اچھی خاصی ترقی کی۔ ۱۹۸۱ء تک مہاراشٹر میں ۲۱۲ شہری امداد باہمی بنک، گجرات میں ۲۸۳، کرناٹک میں ۱۸۸، تلنگانہ میں ۱۲۵، اتر پردیش میں ۵۲، گجرات میں ۲۸ اور مغربی بنگال میں صرف ۲۶

۱۹۸۳ء میں عوامی تعطیلات

حکومت مغربی بنگال نے ۱۹۸۳ء سال میں مندرجہ ذیل دنوں کو عوامی تعطیل کا دن قرار دیا ہے۔

یوم جمہوریہ۔ ۲۶ جنوری، شری پھمی۔ ۱۸ فروری، دول جاترا۔ ۲۸ مارچ، گندھ فریڈے یکم اپریل، بنگلہ بیک سال۔ ۱۵ اپریل، بینک اکاؤنٹس کی نصف سالہ بندی۔ ۳۰ جون، عید الفطر۔ ۱۲ جولائی، یوم آزادی۔ ۱۵ اگست، جنم اسٹی۔ ۳۱ اگست، بہالایہ۔ ۲ اکتوبر، درگا پوجا۔ سینٹی۔ ۱۳ اکتوبر، ۱۴ اکتوبر، نوئی۔ ۱۵ اکتوبر، محرم۔ ۱۶ اکتوبر، نکشی پوجا۔ ۲۱ اکتوبر، کالی پوجا۔ ۲۲ نومبر، بینک اکاؤنٹس کی سالانہ بندی۔ ۳۱ دسمبر۔

نوٹ:- (۱) این۔ آئی۔ ایکٹ کے تحت اتوار کے دن عوامی تعطیلات کے دن ہوتے ہیں۔

۲۱ مسلمانوں کا مذکورہ بالا کوئی بھی تہوار اگر اعلان کردہ دن میں نہ ہو تو انھیں اس دن کے ساتھ اس دن بھی شعبہ جاتی چھٹی دی جائے گی جس دن وہ اپنا تہوار منائیں گے۔

(۳) چونکہ ۱۹۸۳ء سال میں بنجابی کا جنم دن (۲۳ جنوری)، یوم مئی (یکم مئی)، عید الفطر (۱۸ ستمبر)، گاندھی جی کی پیدائش کا دن (۲ اکتوبر)، درگا پوجا کی دشمی (۱۵ اکتوبر)، گوردوناںک کا جنم دن اور پارنا ناٹھ رتھ جاترا (۲۰ نومبر)، میلاد النبی یعنی فاتحہ دوازدہم (۸ دسمبر)، کرسمس ڈے (۲۵ دسمبر)، اتوار کے دن ہیں اور یہ دن این۔ آئی۔ ایکٹ کے تحت تعطیل کے دن ہیں اس لئے انھیں عوامی تعطیلات کے دنوں میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔

ٹرنیوری اور سب ٹرنیوری کے علاوہ دیگر سرکاری دفاتر ۳۰ جون ۱۹۸۳ء اور ۳۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو کھلے رہیں گے حالانکہ ان دونوں دنوں کو این۔ آئی۔ ایکٹ کے علاوہ نمبر ۵۵-۱۱۵-ایف، مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۸۳ء کے ذریعہ عوامی تعطیلات کے دن قرار دے گئے ہیں۔

رجسٹرار آف ایشیورنس، کلکتہ اور کلکٹر آف اسٹامپس ایونیو، کلکتہ

کے دفاتر کے علاوہ حکومت مغربی بنگال کے دیگر دفاتر مندرجہ ذیل دنوں میں بند رہیں گے۔

راہندر ناٹھ ٹیگور کا جنم دن ۹ مئی، درگا پوجا۔ ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ اکتوبر۔

مختلف طبقوں کے سرکاری ملازمین کے لئے مندرجہ دنوں میں شعبہ جاتی تعطیل ہوگی۔

ایسٹیر سٹریٹس (صرف عیسائیوں کے لئے)، ۲ اپریل، بہادیر جینتی (صرف جینیوں کے لئے)، ۲۵ اپریل، بدھ پرنیا (صرف بدھ مت ماننے والوں کے لئے)، ۲۶ مئی، میا کھی (صرف کھوں کے لئے)، تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

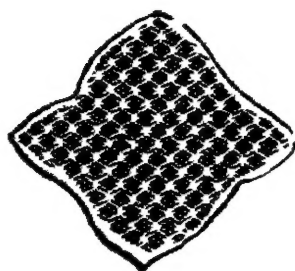
وزیر اعلیٰ کے امداد فنڈ میں عطیہ

شری نرمل بوس، وزیر اعلیٰ، مغربی بنگال نے ۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء کو امداد باہمی سوسائٹی لیمیٹڈ کے مغربی بنگال ریاستی فیلڈریشن کے ممبروں اور ملازمین کی طرف سے مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کو خشک سالی امداد کے لئے وزیر اعلیٰ کے امداد فنڈ میں ۶۰۰ روپے کا چیک بطور عطیہ پیش کیا۔

پانی کی سپلائی میں بہتری کے لئے

سی ایم ڈی اے کا عطیہ

سی ایم ڈی اے نے بانسٹریہ میونسپلٹی کو پانی کی سپلائی میں اضافہ کرنے کی اسکیم کی تکمیل کے لئے ۳۷ لاکھ روپے دینے کی منظوری دی۔



اپنے قول پر مختلف شروحوں پر سو دریا کرتیں۔

بینک آف انڈیا نے ان امداد پر بھی قرض سوسائٹیوں کو جس کے پاس ایک لاکھ روپے مجموعہ سرمایہ اندر ضرور دفن ہے اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ان قرض سوسائٹیوں کے ساتھ سہکتے ہیں۔ درحقیقت اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد ان سوسائٹیوں کے سرگرمیوں میں بنیادی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ۱۹۶۶ء سے قبل تک یہ سوسائٹیاں صرف رسمی مقاصد کے لیے زیادہ تر قرض دیا کرتیں اور معمولی مصروفیتوں کو برائے نام کچھ قرض دیتیں۔ ریڈر بینک آف انڈیا نے اس بات پر زور دیا کہ کوآپریٹو بنکوں کو اپنا جمع شدہ رقم کی ۱۰ فی صد رقم پیداواری مقاصد کے لیے سودی چاہیے اس اقدام سے روزگار کے نئے نئے مواقع فراہم ہوں گے۔ مغربی بینک آف انڈیا ۳۰ کوآپریٹو بینک ہیں لیکن ان میں سے چند ہی ایسے ہیں جو ریڈر بینک آف انڈیا کی ہدایت کو رد کر رہے ہیں۔ اس ریاست میں چند کوآپریٹو بینک ایسے ہیں جو بس برائے نام کچھ قرض انعام دیتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ معمولی مصروفیتوں کو دینے کے لیے ان کے پاس کافی رقم نہیں ہے۔ قرضہ ان کی باتیں کچھ حد تک صحیح ہیں تاہم اس بات کو بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ ایسے بنکوں کے ڈائریکٹران کا دوباروں کے لیے رجن کی اپنی اپنی دکانیں ہیں، روپیہ قرض دینے کے لیے آگے نہیں بڑھتے۔ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ چند کوآپریٹو بینک ایسے بھی ہیں جو ان لوگوں کو اپنا ممبر نہیں بناتے ہیں جو جائیداد کے مالک نہ ہوں۔ یہ اقدام صرف قانون کے خلاف ہے بلکہ یہ ان تاجروں پر دباؤ ڈالنے کا بہتر ذریعہ کو بینک کی سہولت سے محروم رکھتا ہے جو روسوں سے بینک کے علاقوں میں رہتے ہیں۔

یہ تو تسلیم شدہ بات ہے کہ خود کو زندہ رکھنے کے لیے کوآپریٹو بنکوں کو بہت زیادہ فنت و شفقت کی پڑتی ہے کیونکہ انہیں کرنشل بنکوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جن علاقوں میں کوآپریٹو بینک ہیں وہاں ان کا دوبارہ بنکوں نے اپنی شاخیں کھول دی ہیں۔ کاروبار کا بینک اپنے اپنے منہ پر جمع رکھنے والوں کو بہت ساری منافع بخش سہولتیں پیش کرتا ہے اس لیے عام لوگ ان کی طرف ہجرت کر دیتے ہیں اور ایسی سہولتیں چند ہی کوآپریٹو بینک فراہم کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ کوآپریٹو بنکوں کو ایک اچھی سہولت فراہم حاصل ہے اور وہ یہ کہ ان بنکوں کے ڈائریکٹریٹ کے آس پاس کے علاقوں کے لوگوں سے کچھ طرح واقف ہوتے ہیں اور جو منہ لوگوں سے ان کا رابطہ مضبوط قائم رہتا ہے اس لیے ان کی وجہ سے لوگ کوآپریٹو بنکوں میں زیادہ سے زیادہ روپے جمع کرتے ہیں لیکن جب تک ان قوم کو تجارت اور چھوٹے سامان کے مصروفیتوں کے لیے معارف میں لا جابائے اس وقت تک کہ وہ بنکوں میں بے کار پڑ رہے ہیں ان سے بنکوں کی بڑھتی ہوئی برائیاں بڑھنے لگیں گے اور ان کے وجود کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

اب کوآپریٹو بینک کرنشل بنکوں کو بہت ساری کارگزاریوں کو انجام دیتے ہیں جیسے نقد امداد اور دیگر ذرائع بنک کی طرف سے منہائی وغیرہ ہندوستان میں دو کوآپریٹو بینک

فرانسیسی زرعی امداد کا دوبارہ کرتے ہیں اگرچہ مغربی بینک ان میں بھی چند کوآپریٹو اس قسم کا دوبارہ کرتے ہیں لیکن ایسے کام اچھے نہیں ہوتے اس کی تربیت یا نئے افراد کو بھرتی کرنا نہیں رکھتا ہے۔

اس بات کے پیش نظر کہ کوآپریٹو بینک مذکورہ کام تیرہ دفعوں سے کر سکیں ریڈر بینک آف انڈیا نے چھوٹے میڈیٹو بنکوں کے ۲۲ بڑی بڑی یونٹوں کے لیے اڈس لائبریری کارکنان انتظام کیا ہے اس سلسلہ میں سود کی شرح بینک کی شرح سے ۳ فی صد کم ہے۔ اس سہولت سے مستفید ہونے کے لیے جہاں انٹر ڈسٹرکٹ کے کوآپریٹو بنکوں نے اپنے لیے کاروبار کو کافی بڑھا لیا ہے اور اس سے انہیں کافی فائدہ پہنچا رہا ہے۔ بد قسمتی سے مغربی بینک ریاستی کوآپریٹو بینک لینڈ سے سوتیلی ماں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے اور اس کے نتیجے میں مغربی بینک کے ایک بھی کوآپریٹو بینک کو چھوٹے میڈیٹو بنکوں میں سرمایہ کاری کے لیے یہ رعایتی مالی سہولت فراہم نہیں ہے اس کے ساتھ ہی ریاستی کوآپریٹو بینک کے حکام پر امریکی اربن انڈیا کی شہری کوآپریٹو بنکوں کو اپنے بینک کے ممبر کی اجازت نہیں دیتے اگرچہ ریڈر بینک آف انڈیا کی معاونت میں اس سلسلہ میں مثبت سفارش کی گئی۔ مغربی بینک شہری قرض فائدہ بخش بھی اپنی کوششوں میں ناکام رہا۔

مغربی بینک آف انڈیا میں شہری کوآپریٹو بینک حکومت مغربی بینک کی نفاذ امداد بھی اور ریڈر بینک آف انڈیا دونوں کے کنٹرول میں ہیں۔ اس کی وجہ سے ان بنکوں کے کام کاج میں بڑی دشواری ہو گئی ہے اگرچہ جوڈیٹل رجسٹرار کوآپریٹو بینک ایک نیا عہدہ قائم کیا گیا ہے تاہم اس ریاست میں شہری کوآپریٹو بنکوں کی بہتری اور ترقی کے لیے مثبتی امداد نہیں مل رہی ہے۔

شہری زمین (انتہائی محدود مضابطوں) ایکٹ ۱۹۷۶ء کوآپریٹو بنکوں کے فرائض کے انجام دہی کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے۔ اس میں صرف زیادہ وقت کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ خرچ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ایکتا جیو جیو کاروبار کا اپنے کاروبار کی ترقی کے لیے یا ایک خرچ کے آرڈر کی تکمیل کے لیے قرض کے سلسلہ میں مہینوں انتظار نہیں کر سکتا اس لیے کوآپریٹو بنکوں کے معاملہ میں اس ایکٹ کا اطلاق نہیں ہونا چاہیے۔

شہری کوآپریٹو بینک جیسا کہ نوپرز کر لیا گیا ہے چند جگہوں پر واقع ہیں اگلہ تہ میں ایک بھی کوآپریٹو بینک نہیں ہے لیکن بکس اور احمد آباد شہروں میں بہت سارے کوآپریٹو بینک ہیں۔ قرضہ امداد بھی تحریک بنیادی طور پر غیر سرکاری تحریک ہے تاہم بائیں محاذ حکومت کو ان علاقوں میں جہاں بینک نہیں ہیں نئے نئے بینک کھولنے کے لیے پھسل کر لیا جائے اس سے ایک فائدہ یہ ہو گا کہ جسے چھوٹے کاروباری ان کوآپریٹو بنکوں سے قرض لے سکیں گے۔ جب کہ بڑے کرنشل بنکوں سے بڑی بڑی صنعتیں قرض لیا کرتی ہیں۔

جہاں تک کوآپریٹو بنکوں کے اسٹاک کی تربیت کا سوال ہے تو مغربی بینک ان کی تربیت کے لیے کافی توجہ نہیں فراہم نہیں۔ مغربی بینک ریاستی کوآپریٹو یونین نے چھ تربیتی مراکز اور لیڈیوں میں تربیت کا نفاذ فرمایا ہے۔ یو۔ آئی۔ نے تربیت کی جو سہولتیں فراہم کی ہیں ان سے کوآپریٹو بنکوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔

زبانی روایات — افریقی تاریخ کا خزانہ —

ان دنوں کی بات ہے جب ریڈیو ٹرانسمیٹر ایکجا نہیں ہوا تھا۔ وہاں ایک بوڑھا رہتا تھا جس کی یادداشت روایتی حکایتوں اور قہی تاریخ کا خزانہ تھی وہ اور بوڑھی عورت جو اس گاؤں میں رہتی تھی پرانے وقتوں کی کہانیاں سن کر ایک اہم سماجی فریضہ ادا کر رہے تھے۔ ایسے دور میں جب مقامی لوگ کہانیاں کہیں دستیاب نہیں تھیں وہ ماضی کے محافظ کا کردار نبھا رہے تھے۔

جونہی رات ہوتی بچے آگ کے گرد جمع ہو کر دادی دادی سے کہانیاں سنتے جنہیں وہ خود یاد کر لیتے تاکہ آئندہ نسلوں کو سناسکیں۔ شادی ہو یا اچھی فصل کی خوشی کی تقریب لوگ اس دانشمند بوڑھے سے باتیں سننے کیلئے جمع ہو جاتے۔ وہ بوڑھا انہیں موقع اور محل کی مناسبت سے کئی بار لفظ ب لفظ پھر دہی قصے سناتا جو غالباً وہ کئی بار پہلے ہی سن چکے ہوتے لیکن یہ کہانیاں اس ثقافت کا اہم حصہ تھیں جن میں وہ بچہ جواں ہوئے تھے۔

ایک وقت تھا کہ جہاں کہیں بھی کوئی آبادی تھی ایسی کہانیاں سنانے کا رواج عام تھا لیکن وقت بدلتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ہی نئے کچر بننے اور پرانی ثقافتیں دھندلا جاتی ہیں اور بہت جلد تک آپہنچی ہے کہ آج بہت سے لوگ اپنی بہت سی بیش قیمت زبانی روایات ہمیشہ کیلئے بھول چکے ہیں۔

افریقہ میں اس بوڑھے شخص کا کردار اب بھی موجود ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سائے بڑا عظم میں ایسے بہت سے بوڑھے

مرد اور عورتیں دیکھنے کو ملیں گی جو بیتے دلائل کی دنیا کی باتیں سننے میں بہت رکھتے ہیں۔ مزید برآں جوں جوں حفظانِ محنت کی سہولتیں اور سماجی آسائشیں بڑھیں گی بوڑھے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا لیکن کیا بوڑھوں کی اس نئی پود کے ذہن میں ان کہانیوں کا ذخیرہ ہے؟ کیا انہیں دیہی کہانیاں اصل صورت میں یاد ہیں؟ کیا اس بدلتی ہوئی تہذیب میں ایسے سننے والے لوگ مل سکیں گے جو ان کی عقلندی کی تعریف کریں اور انہیں جو روایات اور تاریخ سنائی جا رہی ہے اس کا نگراں بننے کو تیار ہوں؟

یہ وہ مسئلہ ہے جو ان لوگوں کی تشویش کا باعث بن رہا ہے جو زندگی کے پرانے طریقوں اور روایات کے فوائد کے تحفظ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

ایک صحافی دوست نے ۱۹۷۹ء میں عیدری امین کے نڈال کے بعد یوگنڈا کا دورہ کیا۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے ملک کے کچھ تباہ شدہ علاقے دیکھے اجڑے ہوئے گھر فوجی گاڑیوں کا جلا ہوا حلیہ جنگ کی تباہ کاری کے نقش پائی صورت میں موجود تھا۔ لیکن اسے ایک ایسے گھر میں بھی لے جایا گیا جہاں ایک سو برس کا بوڑھا بیٹھا تھا۔ گاڑ نے صحافی سے کہا کہ اگر تم اس علاقے میں اس سے پہلے لڑی گئی لڑائی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہو تو میرے والد سے پوچھ سکتے ہو۔

بوڑھے نے جو کچھ کہا جب اس کا ترجمہ کیا گیا تو اس کا آج کے زمانے کے سپاہیوں کی فوجی غارتگری سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا۔ جو کچھ اس نے بتلایا وہ ایک نوجوان فوجی افسر کے طور پر اس کی اپنی ہم جوتی کی کہانی تھی جب ۱۹۷۸ء میں وہ نو آبادیاتی راج سے پہلے مقامی فوج میں کام کرتا تھا اس وقت ابھی لوگ یورپ سے آنے والے پہلے ہم جو لوگوں کے آگے بڑھنے کی افواہیں سن رہے تھے۔ سو برس کے اس شخص کی زندگی پہلے نو آباد کاری کی آمد سے قبل سے لیکن ان کی واپسی کے بعد تک سائے جدید یوگنڈا کی تاریخ پر بھلی ہوئی ہے۔ لیکن اس کا علم گذشتہ سو برس کی افریقی تاریخ سے کہیں گہرا تھا کیونکہ وہ ایسے وقت پر پیدا ہوا اور ایسے ماحول میں تعلیم پائی جب

بچوں کو ان کی آہ و احباب اور ان کی زبانی تاریخ پڑھائی جاتی تھی اور جب لمبی سے لمبی کہانی کو لفظ لفظ سناتے کی لیاقت ایک اہم سماجی طریقہ خیال کیا جاتا تھا۔ اس بزرگ کے اپنے بچوں کو ملک میں کھل رہے نئے سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے کئی کئی میل چل کر جانا پڑتا تھا۔ اس کے پوتوں کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کیلئے سمندر پار ملکوں میں جانا پڑا اور اس کے کئی پڑپوتوں نے ابھی وہ زبان ہی نہیں سیکھی جس میں اس بزرگ نے اپنا بیش قیمت علم جمع کر رکھا ہے۔ پھر روایات کے اس نگراں کی جگہ کون لے گا؟

کانگو کی ثانوی تعلیم کے ایک ماہر ہے۔ بی۔ ڈنگلا کو یقیناً ایسے سوال میں دلچسپی پیدا ہوئی ہوگی کیوں کہ اس نے افریقہ کے بزرگ لوگوں کے پاس جو ثقافتی دولت یادداشتوں کے طور پر موجود ہے اسے فائدہ مند طور پر استعمال کرنے کے طور طریقوں کا بالتفہیل مطالعہ کیا ہے۔

مرٹ ڈنگلانے یونیکو کے شعبہ تعلیم کو ایک مقالہ پیش کیا ہے جس میں پرزور دلیل دی ہے کہ اب بھی وقت ہے کہ ان بزرگوں کے مسلم سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی اسٹی تنہید کی ہے کہ وقت ہاتھ سے نکل رہا ہے اور جو لوگ افریقہ کی زبانی روایات کو جمع کرنے پر زور دے رہے ہیں ان کی حمایت کرتے ہوئے مرٹ ڈنگلانے تجویز پیش کی ہے کہ اس دراشت کے تحفظ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پرانی نسل کے لوگوں کا خواہ وہ تعلیم یافتہ ہوں یا نہ ہوں موجودہ تعلیمی نظام سے ربط قائم کیا جائے تاکہ ان کے علم کو نئی نسل کو منتقل کیا جاسکے۔ مرٹ ڈنگلا کا کہنا ہے کہ افریقہ میں پڑھے لکھے اور ان پڑھ لوگوں میں ایک مصنوعی حد بندی کھڑی کی گئی ہے ورنہ افریقہ میں ناخواندگی کا ثقافت یا علم کی کمی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس محقق کا کہنا ہے کہ جس پہانے سے افریقی ثقافتی پیداوار کو ناپا جاتا ہے اس کا پھر سے جائزہ لیا جانا چاہیے تاکہ یہ حیا دیورپا معیاروں پر منحصر نہ رہے۔ افریقہ کی زبانی ثقافت کو جمع کرنے کا کام کئی وجوہات کی بنا پر فوراً شروع کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ اگر تاریخ سازی کے عمل کی رفتار تیز ہو جائے تو یہ بات فراموش ہو جاتی

ہے کہ واقعات جن کی بہت زیادہ وقتی اہمیت ہوتی ہے مروجہ چند ماہ بعد ہی گنگامی میں چلے جاتے ہیں۔ مجموعی یادداشتیں یہ عمل اور بھی تیز ہوتا ہے جب ماحولیاتی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جب افریقہ کے باشندے امریکہ میں بسائیے جاتے ہیں تو ان میں افریقی روایات کا کیا اثر باقی رہ جاتا ہے؟

مرٹ ڈنگلانے زبانی روایات کے بہت سے فائدے بھی گنوائے ہیں جن کے بارے میں اس کی رائے ہیں کہ تحریری روایات کی نسبت زبانی سنائی گئی روایات میں حقائق کے متعلق کم تعصب ہوتا ہے کیوں کہ ان میں توسیع یا ترمیم کم کی جاتی ہے۔

افریقہ کے جو سماجی طبقے زبانی روایات پر عمل پیرا ہیں ان میں نہ صرف پرانی باتوں کو یاد رکھنے کی قوت انتہائی ترقی یافتہ اور قابل اعتماد ہے بلکہ زبانی بات چیت لوگوں میں باہمی ربط رکھتی ہے کیونکہ یہ سماجی اتحاد کو یقینی بناتی ہے۔ مرٹ ڈنگلانے زبانی اظہار خیال کی مختلف اشکال کی درجہ بندی کے بعد زبانی ادب کے ماخذ بھی بیان کئے ہیں۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ کمپیوٹروں کے اس دور میں کم لوگوں میں وہ صفات ہیں جس سے وہ ان بزرگ لوگوں کے ساتھ ایسے ڈھنگ اور سلیفے کے واسطے قائم کریں جن سے حوصلہ مند ہو کر وہ اپنے علم کا اظہار کر سکیں۔

آج بھی افریقہ کی زبانی روایات کے برسوں کے مطالعہ کے باوجود ایسے مواد کی کمی ہے جو اس دراشت کے مطالعہ کے لئے بنیاد کے طور پر استعمال کیا جاسکے جو ادب موجود ہے وہ عموماً ایسی خصوصی نوعیت کا ہے کہ اسے عام تعلیم کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر تعلیمی حکام تھوڑی سی کوشش بھی کریں تو روایات کو جدید تعلیم میں رائج کرنے کے طور طریقہ تلاش کئے جاسکتے ہیں۔

منہای زبانوں کا استعمال

مرٹ ڈنگلا کا کہنا ہے کہ ابتدا کے لئے بچوں کو اپنی زبانوں میں پڑھنا سکھنا سیکھنا چاہیے۔ ثانوی تعلیم میں اسکولوں کا نصاب لازماً افریقی نوعیت کا ہونا چاہیے۔ افریقی تہذیب کی خصوصیات

کے مطالعہ میں اس امر پر زور دیا جائے کہ افریقہ کی تاریخ کو یوں ہی کے انداز کے ادوار میں تقسیم نہ کیا جائے کہ یورپی طرز کے زمانہ وسطی کا افریقہ ایشیا یا قبل از کولمبیا امریکہ کے ساتھ کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔

سر ڈونگلا کا مطالبہ ہے کہ قدیم اور جدید ادواروں میں ربط قائم کیا جائے اور افریقہ میں قدیم روایات کی ایک اکاڈمی قائم کی جائے۔ ایک ہالیوڈ شخص کو جو کبھی اسکل نہیں گیا لیکن جسے قدرت مقامی حالات اور روایتی دانت مندی کا گراں قدر علم حاصل ہے بد قسمتی سے روزمرہ زندگی سے باہر رکھا جاتا ہے حالانکہ وہ بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ ڈونگلا کا کہنا ہے کہ ہر بزرگ جو دنیا سے جاتا ہے ایسی لائبریری ہے جو تباہ ہو گئی ہے جب تک اس لائبریری کو زبانی یاد نہ کیا جائے وہ اپنے آخری مالک کے ساتھ قبر میں دفن ہو جائے گی۔

نتیجہ: شہری امداد باہمی تحریک

کے اسٹان کو کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس مقصد کے لئے حکومت مغربی بنگال کو ایک تربیتی کالج کھولنا چاہیے جو نہ صرف چند کوارٹر شوبنگ مال کے لئے بلکہ ہر جو پڑھنا پسند کرنے والا یا جس تربیت حاصل کرنے کے لئے اپنے اسٹان کو بھیج سکتا ہو۔

حکومت مغربی بنگال نے مارچ ۱۹۷۷ء کو شہری کوآپریٹو بنوں کے کام کاج کی ادویہ بنوں کی لئے نئے کام میں جن پر شہری زین انتہائی مدد ضابطی ایکٹ ۱۹۷۷ء لاگو ہوتا ہے ان کے لئے اسکات کامنڈر لینے کے لئے ایک معاہدہ نیم نام کی تھی۔ اس نیم حکومت مغربی بنگال کوآپریٹو بنک یونڈونک آف انڈیا اور مغربی بنگال شہری بنک ترخونڈونک کے نمائندے شامل تھے اگرچہ اس نمائندہ بہت حسرت پسند اپنی پورٹ حکومت مغربی بنگال کے پاس داخل کر دی تاہم انھوں نے اس کی اشاعت نہیں کی تھی۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے سیاست میں کوآپریٹو بنک تحریک کی ترقی میں معاہدہ نیم لاہور سے کافی مدد ملے گی۔

نتیجہ: دودھ کا قحط اور سیلاب

ہی دودھ سوسائٹیوں کا بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن پیداوار اور کاروبار کے لحاظ سے دودھ سوسائٹیاں اہل خبر ہے۔ عمل خوراک کے لئے سے تقریباً لاکھ بڑی

کسانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ مضافاتی بنگال میں ڈیری کوآپریٹو ملازمت کے کافی امکانات پیدا کریں گے۔ اس طرح مغربی بنگال کے شہری اور مضافاتی علاقوں میں دودھ کی سپلائی میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں حکومت کی ہوتی ہیں لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔ حکومت ان سوسائٹیوں کی پس پردہ مدد کر سکتی ہے، لیکن کوآپریٹو اور اس کے کارکنان کو بذات خود اپنا کام کاج کرنا پڑتا ہے۔ عمل خوراک کے لئے تحت کسی بھی مرحلہ پر حکومت اپنی براہ راست مداخلت کو واپس لے سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں ریاستی سطح پر دودھ یونینوں کے نمائندوں پر مشتمل دودھ پیدا کرنے والوں کی فیڈریشن کی تنظیم کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ یہ فیڈریشن دودھ یونینوں کے ذریعہ اس ریاست میں لاکھوں ڈیری کلوں کو مالی وسائل اور دیگر سہولتیں فراہم کریگا۔

اتنے سارے اخراجات اور انتظامات کی وجہ سے اس ریاست میں دودھ کی پیداوار میں کافی اضافہ ہوگا اور ہم دودھ کا سیلاب دیکھیں گے۔ بد قسمتی سے ہم اس سلسلہ میں یقین دہانی نہیں کر سکتے۔ جب سب کے ان بذات خود امداد باہمی سوسائٹیاں قائم کریں گے اور امداد باہمی کے تحت کام کریں گے تو اسی وقت موشیوں کی پرورش و پرداخت میں اور دودھ کی پیداوار میں کافی بہتری ہوگی۔ اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ تمام کسان امداد باہمی سوسائٹیوں کی تنظیم اور انھیں نفع بخش طور پر چلانے کیلئے جو پیچیدگیاں ہیں انھیں سمجھیں، صحیح طریقہ سے حساب کتاب رکھیں اور اندرون باہر کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ حکومت تمام ممکن طریقہ سے ان کی مدد کرنا کو تیار ہے۔ الغرض ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تمام ابتدائی دودھ سوسائٹیوں دودھ یونینوں اور ریاستوں سطح کے دودھ فیڈریشن کے صحیح مالک کسان ہیں۔

نتیجہ: حالیہ

اختلاف کر کے انھیں وقتی اور عارضی سمجھا جائے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی اصلاحی تحریک نے انتہائی اہم کام انجام دیا ہے۔ ان کے اثرات کے بعد کے شعرا کی غزلوں میں صاف چمکا



عزیزانِ وطن

جہاں اسے ملکی اور قومی مسائل سے بھکا دوچار ہونا پڑا۔ اسے نئی کٹھن
 علامتیں، اشعار اور سلیس و پُر اثر زبان بخشی گئی جو کہ اس کے نازک
 مزاج کو جہل کرنا کچھ آسان نہ تھا اس لئے اس دور میں نئی غزل، غزل
 ترقی نہ کر سکی۔ اس کے مقبول نہ ہونے کا سبب بھی بہت سے لوگوں کی
 نزدیک مالی ہی تھے ان لوگوں کا کہنا تھا کہ مالی انگریزی طرز فکر کے
 مقتد اور مدارج تھے اس لئے اس طرز فکر کو مقبول بنانے میں انہوں نے
 معلومت پسندی سے بھی کام لیا۔ اور اس طرح غزل میں انگریزی طرز فکر
 کو داخل کرنا بھی مالی کی معلومت پسندی ہی تھی اس سلسلے میں سزاوارتہ جہل
 کا کہنا ہے۔

مالی جدید دلی تحریک کے بانی ہونے کے باوجود کیا اس
 رجوعت پرستی کا شکار تھے اور انہوں نے انگریزی آقاؤں سے سمجھوتہ
 کیا اور ان کے راگِ حنائے اے

اس معلومت پسندی کے باوجود مالی نے اردو غزل میں
 بیداری کا جو جذبہ پیدا کرنا چاہا، اسے بڑی قدر کی جگہ
 دیکھا گیا۔ غزل میں فطری تقاضوں کی تکمیل کی طرف لوگوں کی توجہ
 بھی مالی کے اس جذبے کی مرہونِ منت ہے جس کی وجہ سے غزل

مالی کے ان اشعار کا پس نظر پرانی علامتوں کے نئے
 استعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا لہجہ جہاں جدید ہے وہیں اس بنا
 نازکی بھی موجود ہے۔
 مالی کا دور اردو غزل کے لئے عجیب کشش رکھتا اور امتحان
 کا دور تھا اکثر لوگوں کو اس بات کا احساس تھا کہ اگر غزل
 نے اپنی پرانی ڈگر کو نہیں چھوڑا تو وہ ایک ملامت توڑ دے گی۔
 دوسری طرف مالی نے سیاسی، سماجی اور سماجی تحریک کے تحت
 غزل کو نظم سے اتنا قریب کر دیا تھا کہ لوگ اس خدشے میں مبتلا ہو گئے
 کہ یہیں غزل نظم میں ضم ہو جائے۔ پھر بھی مالی نے غزل کو جن عارضی
 تبدیلیوں کے احساس سے قریب کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا
 ہے کہ وہ غزل کو ایک ایسا نیا اور وسیع لب و لہجہ دینا چاہتے تھے
 وہ فارسی اور عربی لب لہجہ سے نزدیک ہو۔ اس کے لئے انہوں نے
 غزل کے فرسودہ اور بوسیدہ رجحانات پر جو اس میں مدد
 سے موجود تھے قناعت کرنے سے انکار کر دیا۔

انگریزی طرز فکر اور تربیت نے اردو غزل سے
 بالکل اور غزل اثرات کو کم کیا جس کے تحت اس میں ایسے جذبات
 و رجحانات کو داخل کیا گیا جس سے غزل اندک کی طرف سے باہر آئی اور

بھی احساسات کا اظہار تھا اور اس میں دل کی ڈھونڈنوں کے
 حساسات و ماحول کو بھی داخل کیا گیا۔ اور اس طرح
 میں پہلی بار ان عصری میلانات و رجحانات کو
 شامل کرنے کی کوشش کی گئی جو روح اثر تھے۔ اس سلسلے
 باغتر انعامی نے کہا ہے۔

”مائی کا سماجی اور اجتماعی احساس پیدا تھا وہ
 نئے زمانے کی تاریخی توقع اور بنیادی حقیقتوں سے واقف
 تھے۔“

مائی کو اپنی اس کاوش میں حسبِ شتہا کامیابی
 حاصل ہو سکی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دو اہم طبقہ غزل کی روایت پرستی
 بڑی طرح جکڑا ہوا تھا اور اسے عصری میلانات و رجحانات
 کو سمجھنے کی پہلے سے تربیت بھی نہیں دی گئی تھی۔ اسی لئے مائی کی
 تحریکات کو مغربی طرز فکر کی تقلید سمجھ کر قبول نہیں کیا گیا۔
 حالانکہ یہ رجحانات اور طرز فکر اتنی زود اثر تھے کہ اس سے
 ہر خاص و عام متاثر ہو گئے۔ نیز انہیں نہ سنا تھا۔ وہ مسک
 مغربی غزل فکر و ادبی نظریات میں حالات و واقعات
 کی درستی و غلطی میں بدلنے کی زیادہ ملاحظیت تھی۔
 اور اردو غزل چونکہ صرف حرفی اور فارسی کی طرف سے بنائے
 ہوئے تھے اور روایتی راستوں پر گامزن تھے اسی لئے اسے اپنی جگہ سے
 ذرا بھی ہٹنے دیا گیا اور اسے انتہائی محدود دائروں میں اس طرح جکڑ
 دیا گیا کہ اس کی تمام تر ترغیاں محدود ہو گئیں اور وہ محدود و مسک
 ہو کر رہے جس کا شمار ہو گئی۔ مائی نے غزل کی اس محدودیت پر کھیلے

وہ نئے دامن سے غور کیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اس میں
 نئی رجحانوں اور عمل و جبل کی فرسودہ داستان بیان نہ کا وقت
 نکلا گیا ہے۔ وہ بار بار اس احساس سے ٹپتپتے رہے کہ اردو غزل
 میں حالات کو سمجھنے کی توانت کیوں پیدا نہیں ہو رہی ہے؟ نیز وہ
 ۱۸۵۰ء کی بغاوت کے خمیدہ رومل کے باوجود قدیم بے جان روایتوں
 کی تقلید کرنے میں کیوں سہمکے ہے؟ اس احساس میں نے انہیں غزل کی
 نازک مزاج اور رولتی ایلانہ کا مخالف بنادیا۔ مائیکہ انہیں اس بات

ابھی اس بات کا بھی احساس نہ تھا کہ وہ اس اختلاف کے باوجود
 غزل میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں لاسکتے۔ اسی لئے انہوں نے غزل
 کے لئے یہ رائے قائم کی وہ حسن و عشق کے سائن کو پیش کرے گا
 درپہ نوچ سکتی ہے لیکن اس میں بدلے ہوئے حالات اور جدید طرز
 فکر کے ارتقا کی پہلوؤں کو بیان نہیں کیا جا سکتا اور اگر ایسا کیا بھی
 گا تو اس کا اثر غزل کی نازک مزاجی پر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ان
 کی اصلاحی تحریک تذبذب اور کشمکش کا شکار ہو گئی اور انہیں خود بھی غزل
 کے روحانی انداز کے قریب سے پھر گورنا پڑا جہاں بعض جگہ وہ الجھ کر رہ
 رہ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے غزل کے اس مزاج سے ایسا
 معاہدہ کر لینا چاہا جس سے اس میں داخلی مسائل کو بھی پیش
 کیا جاسکے اور اس میں روح عصر بھی شامل ہو سکے۔ ان کے اس
 تذبذب ہی نے انہیں کبھی اطمینان سے نہیں بیٹھے دیکھیں سے وہ
 ایک فن دان نظر بن گئے۔ کے شاعر بن گئے اور اس طرح ان کی اصلاحی
 تحریک میں دو فاصلے سے پڑا ایسا لہجہ پیدا ہو گیا جس کے ذریعہ وہ
 لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے رہے۔ اسی لئے ان کا ہجرت نیا ہونے کے
 باوجود لوگوں کے لئے ہزاروں کا سبب ہو گیا جس کا اثر ان کی غزلوں
 پر بھی پڑا اور وہ خشک و غیرہ ہو کر ہو گئیں۔ وہ غزل سے نفی دہی کا
 لینا چاہتے تھے جو انہوں نے مسدس سے پایا۔ لیکن مجموعی طور پر انہوں
 نے غزل کو اس کے روایتی انداز سے نجات دلائی۔ اور ان کی تحریک
 کی وجہ سے بقول عبدالحق خلیل۔

”ہماری غزل کے فن میں تو خیر لیکن غرضی نئے باب کا اضافہ
 جو اس غزل میں سرور سے اور دل خوش کرنے کی چیز نہیں رہی
 بلکہ لہجہ کا ایک طرف متوجہ کرنے کا وسیلہ بن گئی۔ افادیت کی جگہ لے لے
 مائی کے اس کارنامے کو سراہتے ہوئے آل احمد شہزاد
 نے کہا تھا

”ہندی شاعری دل والوں کی دنیا تھی۔ مائی نے مقررہ
 شعر و شاعری کے ذریعہ اسے ایک ذہنی دنیا بنا دی۔“
 مائی کی اصلاح پسندی یا تبلیغی مصلحت پسندی سے جڑا ہے

دودھ

لڑ:۔ سنجیبه باسو

قحط اور سیلاب

اٹل ایشیا کا سب سے بڑا دودھ کی کوآپریٹو سوسائٹی ہے یہ ملک ملک میں دودھ اور دودھ کی مصنوعات کا ایک سالانہ کوڈ روپے کا کاروبار کرتا ہے۔ اس رقم کا زیادہ تر حصہ ریاستوں سے حاصل ہوتا ہے جہاں دودھ کی پیداوار کم ہوتی ہے مشرقی اور شمال مشرقی ریاستوں میں دودھ کی پیداوار کم ہوتی ہے ہندوستان بہت بڑا ملک ہے، ورنہ نقد اس کاروبار کو معاشی استحصال قرار دیتے۔ ہلوگ گجرات اور دیگر ریاستوں کے شکور ہیں۔ وہ ہمارے یہاں دودھ اور دودھ کی مصنوعات بھیجتے ہیں اور انہیں ہم استعمال کرتے ہیں۔

امداد باہمی کے ذریعہ دودھ کی پیداوار میں اضافہ کرنے کیلئے ہندوستان میں روایتی کردار کے مالک ڈاکٹر دی۔ گنوتین نے ایک بار یہ کہا تھا "مغربی بنگال میں دودھ کی پیداوار کے امکانات بہت زیادہ روشن ہیں کیوں کہ یہاں عظیم ترین شہر کلکتہ ہے۔ اگر بمبئی نہیں ہوتا تو اٹل کو بھی بڑی پریٹ اینوں کا سامنا کرنا پڑتا۔" اگر کسی بھی طرح دودھ اور دودھ کی مصنوعات ہمارے پاس پہنچ جائیں تو ہم انہیں استعمال کرتے ہیں۔ شاید یہی بات دودھ کی پیداوار میں اضافہ کرنے کیلئے محک ثابت ہوئی ہے۔ جلد خراب ہونے والی چیزیں جیسے دودھ اس ریاست میں قبل از وقت فروخت ہو جاتی ہیں۔

آزادی کے بعد سے اور وہ بھی صرف چند ریاستوں میں دودھ کی پیداوار میں صرف ۵ فی صد اضافہ ہوا۔ اس عرصہ میں ہماری آبادی میں کافی اضافہ ہوا۔ ہندوستان میں ۱۹۴۷ء میں دودھ کی پیداوار

فی کس ۵۰ گرام تھی جو اب کم ہو کر فی کس ۱۱۰ گرام ہو گئی۔ ہماری ریاست میں دودھ کی پیداوار کل ہند اوسط کا نصف ہے۔ تغذیہ کے لحاظ سے فی کس ۱۱۵ گرام دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمیں کم سے کم ضرورت کی ایک چوتھائی فراہم ہے۔ گرچہ ڈاکٹر گنوتین کے کہنے کے مطابق ہمارے پاس وسیع امکانات ہیں لیکن درحقیقت ہم لوگ ابھی دودھ قحط میں مبتلا ہیں۔

ہم کیا کرنا چاہتے ہیں؟ انڈین ڈیری کارپوریشن (آئی ڈی سی) اور نیشنل ڈیری ڈیولپمنٹ بورڈ (این ڈی ڈی بی) نے گزشتہ دس برسوں

سے ملک ہندوستان میں امداد باہمی کے ذریعہ دودھ کی پیداوار میں اضافہ کرنے کیلئے جامع اسکیموں کو شروع کر دیا ہے۔ یہ اسکیمیں عالمی خوراک پروگرام (ڈبلیو ایف ایم) کے زیر سرپرستی برسر عمل لائی جا رہی ہیں اور ان اسکیموں کو "عمل خوراک" کہا جاتا ہے۔ یہاں خوراک سے مراد افراط دودھ ہے۔ اس عمل کا پہلا دور مکمل ہو چکا ہے۔ اب ہم دوسرے دور کو بنام "عمل خوراک"۔ ۲ گوا پائے تکمیل تک پہنچانے کیلئے تیار ہیں۔ فنڈنگ کی کمی نہیں ہے۔ ہمارا بجٹ ۵۳ کروڑ روپے سے شروع ہوتا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو انڈین ڈیری کارپوریشن اس سلسلہ میں ہماری مدد کر سکتا ہے۔

'عمل خوراک' کے تحت جسے اب عام طور پر "عمل خوراک" کہتے ہیں ہم نے چار کوآپریٹو دودھ یونین کے گھوٹالوں میں ۲۰۰ ابتدائی دودھ پیدا کرنے والی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کیں ضلع دارجلنگ

میں ہم لوگوں نے اٹھل کے طرز پر پہلے قائم کیا ہے۔ اسی طرح مرشد آباد میں
بہار کی کوآپرٹیو دودھ یونین، ندی میں کیشن دودھ یونین، منڈپور ضلع میں
منڈپور دودھ یونین مختلف علاقوں کی ابتدائی دودھ سوسائٹیوں کے ساتھ
قائم کی گئی۔ شاید بہت سارے لوگ اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ سرکاری
بلک پیسے ملک کے دودھ گاؤں کو جتنا دودھ سپلائی کیا جاتا ہے اس کا
تھوڑا بہت حصہ کوآپرٹیو سپلائی کرتے ہیں۔ فی الحال دودھ یونین تقریباً ۳۰
ہزار لٹرن روزانہ دودھ کا کارڈ ہار کرتے ہیں لیکن ان کے تحت ابتدائی دودھ
سوسائٹیاں روزانہ ایک لاکھ لٹرس سے زیادہ دودھ فراہم کرتی ہیں اور دودھ
کے بغیر سرکاری کارڈ باری کے دودھ خرید لیتے ہیں۔

دودھ کی پیداوار میں اضافہ کرنے کیلئے ہم کیوں کوآپرٹیو سوسائٹیوں
کو ایک ذریعہ منتخب کرتے ہیں؟ آئیے اس بات پر غور کریں کہ بذات خود
دودھ کی پیداوار کے یکدم بڑھنا ہر انسان میں ۵۰ کلوگرام فی دن اور ہر گائے میں ۱۵ لٹرس
کی پیداوار وسطاً پائی گئی ہے۔ دنیا میں بہت سے یہاں مویشیوں کی پرکھا
سب سے زیادہ ہے لیکن پیداوار سب سے کم ہے۔ دودھ کی پیداوار میں
جو کچھ اضافہ ہوا ہے وہ صرف مخلوط نسل کی ۶ لاکھ گائوں کے ذریعہ ہوا ہے۔
چنانچہ ہمیں مخلوط نسل کی اور بھی گائوں کی ضرورت ہے۔ دیسی گائوں کو
معتدلی طور پر حاملہ بنا کر کافی نسل بہتری ہوئی اور اب دودھ کی پیداوار
میں اضافہ کرنے کیلئے ایسا اگر نافذ ہو گیا ہے۔ مخلوط نسل کی گائے کو
ایسی خوراک مہیا کی جائے جس میں پروٹین کا جزو
زیادہ ہوتا ہے، ساتھ ہی انہیں متوازن خوراک کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔
ہوتے یہاں جو موسمی حالات ہیں ان کے پیش نظر مخلوط نسل کی گائیں بہت
ساری بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ہمیں وسیع پیمانہ پر طبی
انتظامات، مویشیوں کے علاج کے ڈاکٹر، ایمرولس گاڑیاں، مویشیوں کے
صحت کیلئے ہسپتال اور ادویہ وغیرہ کی ضرورت ہے۔ چونکہ دودھ بہت
جدید عاب ہو جاتا ہے اس لئے جلد از جلد حاصل کرنا چاہئے۔ پھر سے فوراً
مختلف مقامات میں بھیجا جائے، ساتھ ہی اسے سائنسی طریقہ سے اچھی
حالت میں برقرار رکھنا چاہئے۔ اگر گائوں کو دودھ کیلئے اچھی قیمت
دی جائے تو اس سے گائوں کو کافی فائدہ پہنچے گا۔

اس طرح دودھ کی پیداوار کے معنی بہت ساری سرگرمیاں

ہیں۔ کیا حکومت یا اس کے زیر انتظام کوئی ادارہ اس کام کو اتنی خوبی سے
انجام دے سکتا ہے؟ آپریٹیو کیٹیوں کو تو صرف اس بات سے دلچسپی ہوتی ہے
کہ اس کام کو انجام دیا جائے جس سے زیادہ نفع حاصل ہو۔ گجرات میں پہلے پہل تو
آپریٹیو کیٹیوں نے تقریباً کسانوں کا انتہائی استحصال کیا۔ اسی لئے نہ
دودھ کی پیداوار میں اضافہ ہوا اور نہ کسانوں کی آمدنی میں۔

تجربات شاید یہ ہیں کہ ایسی تمام سرگرمیاں بذات خود کسانوں کی ہونی
چاہئیں جو خود کو صرف اپنی تنظیموں کے ذریعہ منظم کر سکتے ہیں۔ اور یہیں دودھ
کو آپریٹیو کی بات ہوتی ہے۔ ایسی کوآپرٹیو سوسائٹیاں کسانوں کی ہونی چاہئے۔
دیہیوں کا انتظام اچھی کریں گے اور صارفین کو دودھ سپلائی کریں گے۔

دودھ کو آپریٹیو سوسائٹیوں کو چند مزید فوائد حاصل ہوں گے مغربی
طور پر کسان ہی اپنی گائے کے مالک ہوں گے۔ کوآپرٹیو سے انہیں صرف
سہولتیں فراہم کی جائیں گی، جیسے مویشیوں کا علاج، امداد اور دیکھا اس
دچارہ کی فراہمی، کاشتکاری اور مویشی خریدنے کیلئے قرض وغیرہ کی سہولتیں۔
بزرگ کوآپرٹیو سوسائٹیاں اس بات کا بھی خیال رکھیں گی کہ گائوں کو ان کے
دودھ کی اچھی قیمت ملے اس طرح دودھ کی پیداوار اور دودھ کو آپریٹیو
ایک دوسرے سے اتنے زیادہ متقرب ہو جائے ہیں کہ ان کے درمیان تفریق کرنا
مشکل ہے۔

دودھ کی پیداوار سے متعلق جو سرگرمیاں ہیں، انہیں دو حصوں
میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ہر حصہ میں دودھ کی لگ لگ کوآپرٹیو
سوسائٹیاں ہوں گی۔ کسان جو دودھ کی پیداوار سے براہ راست
واہستہ ہیں، دیہی سطح پر ابتدائی کوآپرٹیو کے نمبر نہیں گئے۔ سطح سطح کی
کوآپرٹیو ملک یونین کی ابتدائی دودھ کوآپرٹیو سوسائٹیاں نمبر ہوں گی سطح سطح
کی کوآپرٹیو کو بہت ہی مشکل فرائض انجام دینے ہوں گے اور انہیں کافی اخراجات
بھی برداشت کرنے ہوں گے۔ پراکری کوآپرٹیو، گھاس اور چارہ کی کاشت کیلئے
کسانوں کو زرعی قرض اور گائے خریدنے کیلئے زرعی قرض کی فراہمی کا انتظام
کرے گی۔ اسے مرکزی کوآپرٹیو بنکوں سے بہتر رقم بطور قرض ملے گی، ہنگامہ کوآپرٹیو
بنکوں کو ڈیری کوآپرٹیو کو مالی وسائل فراہم کرنے کیلئے ریزرو بینک آف
انڈیا سے کم شرح سود پر رقم فراہم کی جاتی ہیں۔

کسان اپنا پنا دودھ کوآپرٹیو کے اجتماعی بوتھ میں لے جائیں گے

مغربی بنگال میں

شہر کی مدد دہائی تحریک

— ہری داس مکھرجی (پیشینہ مغربی بنگال امداد دہائی کمیٹی) —

شہری امداد دہائی تحریک تھی۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے مرکزی، شمالی، مشرقی اور شمالی مشرقی ریاستوں میں صورت حال تشفی بخش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کام کرنے کے سرمایہ اور سرمایہ تحویل کی قدر بہت کم ہے۔ مندرجہ مرف چار ریاستوں یعنی مہاراشٹر، گجرات، اڑیسہ اور بنگال میں ہے۔ اور عجیب ترین بات یہ ہے کہ سارے ہندوستان میں جتنے امداد دہائی (کوآپریٹو) بینک ہیں ان کا نصف مرف دو ریاستوں میں یعنی مہاراشٹر اور گجرات میں ہے اور ان کے پاس کل ڈیپازٹ ۱۰۰ کروڑ روپے ہیں۔ اس کے علاوہ کام کرنے کے سرمایہ کی تین چوتھائی رقم قرضوں کے علاوہ ان کے برابر ہی ہے۔ یہی بات یہ ہے کہ شہری بینک تحریک مرف چند ہی ریاستوں میں مرکوز ہیں اور جب ملک کے متوازن نشوونما اور ترقی، جس کے لئے غیر سرکاری سرمایہ اور مرکزی ریاستی حکومتوں کی مرکوز کوشش کی ضرورت ہے، نہ ہو، اس وقت تک معاشی ترقی نہیں ہو سکے گی اور بے روزگاری کا مسئلہ بھی حل نہ ہوگا۔ اس معاملہ میں باخبر خطا کا ثابت ہو سکتی ہے۔ اور ہندوستان کی ترقی یافتہ ریاستوں میں غالباً بے چینی سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کیونکہ ان ریاستوں میں ناچوہ کار سربراہوں نے اپنی ذاتی اور علاقائی مفادات کے پیش نظر ہندوستان سے الگ ہونے کی تحریک جاری کر دی ہے۔

۱۹۱۵ء میں امداد دہائی بریک لیگ کمیٹی قائم کی گئی تھی، کیونکہ اس زمانہ میں شہری امداد دہائی تحریک کی اہمیت کافی بڑھ چکی تھی، ایسے بینک حکومت سے مالی امداد لئے بغیر خود کفیل بن گئے تھے۔ اسی لئے مذکورہ کمیٹی نے اس بات کا اصرار کیا کہ عام طور پر بینکوں کے کام کا بن کو سمجھنے کے لئے امداد دہائی شہری طبقہ کے لوگوں کو تربیت دینے میں شہری قرض سوسائٹیاں بہت ہی کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس کے بعد شہری امداد دہائی تحریک کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے حکومت ہند اور ریزرو بینک آف انڈیا نے بہت سی کمیٹیاں قائم کیں، جیسی سنٹرل بینک

شہری امداد دہائی قرض سوسائٹی کو امداد دہائی پر یقین کرنے والے ہندوستانی شخص کی زندگی میں بہت ہی نمایاں مقام حاصل ہے جہاں تک سماج کے نسبتاً غریب لوگوں کو امداد دہائی کا تعلق ہے، یہ ہندوستانی بینک نظام کی بڑی بڑی ہے۔ نیز وہی اور چوتھے میدان کی صنعت کے فروغ، مہران امداد دہائی سوسائٹیوں کی سماجی معاشی حالت کی بہتری کے نقطہ نظر سے امداد دہائی سوسائٹیوں کی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان بینک کا موجودہ نظام برٹش نمونہ کا ہے، اور اسے بڑے بڑے کامیابی اور چند مخصوص صنعتی اداروں کو مالی سہولت فراہم کرنے کے سلسلے میں کافی اہمیت حاصل ہے۔

فیروز قرض سوسائٹیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی خواہ کمانے والوں سوسائٹی اور شہری قرض سوسائٹی۔ خواہ کمانے والوں یا ملازمین کی قرض سوسائٹیاں مرکزی اہمیت یافتہ حکومت کے دفتر، عوامی اداروں، کاروباری اداروں، تعلیمی اداروں اور کارخانوں قائم کئے جاتے ہیں۔ ان سرگرمیوں کو ملکہ مقصدیہ سرمایہ، شادی، تعلیم اور بنیادی ضرورتوں کی خرید و فروش کے واسطے دیئے گئے۔ خواہ کمانے والی سوسائٹیاں خود کو بینک کہہ سکتی ہیں ان کا کاروبار پھیل جائے اور وہ غیر ممبروں سے روپے بطور تحویل قبول کریں اور بینکوں کی طرح خدمات میں مصروف ہو جائیں۔

شہری قرض ادارہ اور خاص طور پر امداد دہائی بینک نظام نے ہندوستان کے مغربی بنگال میں اور چند جنوبی ریاستوں میں اور کچھ ملک مغربی بنگال میں اچھی خاصی ترقی کی۔ ۱۹۸۱ء تک مہاراشٹر میں ۲۱۷ شہری امداد دہائی بینک، گجرات میں ۲۸۳، اڑیسہ میں ۶۱، بنگال میں ۱۷۵، آندھرا پردیش میں ۵۷، کیرلا میں ۲۸ اور مغربی بنگال میں صرف ۳۶

۱۹۸۳ء میں عوامی تعطیلات

حکومت مغربی بنگال نے ۱۹۸۳ء سال میں مندرجہ ذیل دنوں کو عوامی تعطیل کا دن قرار دیا ہے۔

یوم جمہوریہ۔ ۲۶ جنوری، شہری پنچمی۔ ۱۸ فروری، دول جاترا۔ ۲۸ مارچ، گندھ فریڈے، یکم اپریل، جنگلیہ سال۔ ۱۵ اپریل، بینک اکاؤنٹس کی نصف سال بندی۔ ۳۰ جون، عید الفطر۔ ۱۲ جولائی، یوم آزادی۔ ۱۵ اگست، جنم اسٹی۔ ۳۱ اگست، پہالا۔ ۶ اکتوبر، ورگاپوچا۔ سپتیمی۔ ۱۳ اکتوبر، انٹی ۱۴ اکتوبر، نوی۔ ۱۵ اکتوبر، محرم۔ ۱۶ اکتوبر، لکشی پوجا۔ ۲۱ اکتوبر، کالی پوجا۔ ۲۴ نومبر، بینک اکاؤنٹس کی سالانہ بندی۔ ۳۱ دسمبر۔ نوٹ۔ (۱) این۔ آئی۔ ایکٹ کے تحت اتوار کے دن عوامی تعطیلات کے دن ہوتے ہیں۔

(۲) مسلمانوں کا مذکورہ بالا کوئی بھی متواتر اعلان کردہ دن میں نہ ہو، تو انہیں اس دن کے ساتھ اس دن بھی شعبہ جاتی چھٹی دی جائے گی جس دن وہ اپنا متواتر منائیں گے۔

(۳) چونکہ ۱۹۸۳ء سال میں بنیادی کا جنم دن (۲۳ جنوری) یوم مسی (یکم مئی)، عید الفطر (۱۸ اکتوبر)، گاندھی جی کی پیدائش کا دن (۲ اکتوبر)، ورگاپوچا کی دسویں (۱۵ اکتوبر)، گورو نانک کا جنم دن اور پارس ناتھ رتھ جاترا (۲۰ نومبر)، میلاد النبی یعنی ناتھ ردازدہم (۸ دسمبر)، کرسمس ڈے (۲۵ دسمبر)، اتوار کے دن ہیں اور یہ دن این۔ آئی۔ ایکٹ کے تحت تعطیل کے دن ہیں، اس لئے انہیں عوامی تعطیلات کے دنوں میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔

ٹرنیورڈی اور سب ٹرنیورڈی کے علاوہ دیگر سرکاری دفاتر۔ ۳۰ جون ۱۹۸۳ء اور ۳۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو کھیلے جانے والے حالات ان دونوں دنوں کو این۔ آئی۔ ایکٹ کے احکامات نمبر ۱۱۵، ایف، حد فہ ۱۰ نومبر ۱۹۸۳ء کے ذریعہ عوامی تعطیلات کے دن قرار دے گئے ہیں۔

رجسٹر آف ایڈیٹر، کلکتہ اور کلکٹر آف اسٹامپ کا ایوینو، کلکتہ

کے دفاتر کے علاوہ حکومت مغربی بنگال کے دیگر دفاتر مندرجہ ذیل دنوں میں بند رہیں گے۔

راجندر ناتھ شیگور کا جنم دن ۹ مئی، ورگاپوچا۔ ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ اکتوبر۔

مختلف طبقوں کے سرکاری ملازمین کے لئے مندرجہ ذیل دنوں میں شعبہ جاتی تعطیل ہوگی۔

ایسٹر سڈے (صرف عیسائیوں کے لئے)۔ ۲۰ اپریل، ہمارا جینتی (صرف عیسائیوں کے لئے)۔ ۲۵ اپریل، ہمد پڑنیا (صرف بدھ مت ماننے والوں کے لئے)۔ ۲۶ مئی، جیا لکھی (صرف سکھوں کے لئے)۔ تارتا کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

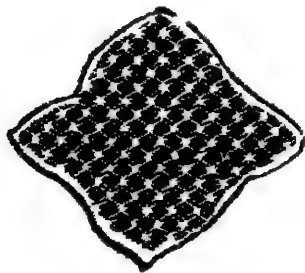
وزیر اعلیٰ کے امداد فنڈ میں عطیہ

شری نرمل بوس، وزیر ترقی و فن، مغربی بنگال نے ۲۵ نومبر ۱۹۸۲ء کو امداد باہمی سوسائٹی لیڈ کے مغربی بنگال ریاستی فیڈریشن کے نمبروں اور ملازمین کی طرف سے مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کو خوشگامی امداد کے لئے وزیر اعلیٰ کے امداد فنڈ میں ۶۰۰ روپے کا چیک بطور عطیہ پیش کیا۔

پانی کی سپلائی میں بہتری کے لئے

سی ایم ڈی کے عطیہ

سی ایم ڈی کے لئے بال سٹریٹ میونسپلٹی کو پانی کی سپلائی میں اضافہ کرنے کی اسکیم کی تکمیل کے لئے ۳۱ لاکھ روپے دینے کی منظوری دی۔



رائٹس بلڈنگس، کلکتہ میں ۸ دسمبر ۱۹۸۲ء کو ہندوستان
میں جرمن ڈیموکریٹک ریپبلک کے ہزار کسینسی مسٹر
ہنرہ مرز کی وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو سے ملاقات۔



خدمت عامہ - شری رام نارائن گو سوامی، وزیر
ریاست برائے صحت عامہ اور خاندانی رفہ
(صحت عامہ و صحت عامہ پروگرام، بورڈ گرام
پنجایت کے دفتر میں بچوں کو پولیو ویکسین (فالج
کی روک تھام کا ٹیکہ) دیتے ہوئے۔



شری بی. ڈی. پانڈے، گورنر مغربی بنگال نے ۲۲ دسمبر ۱۹۸۲ء کو کلکتہ کے جنوبی علاقہ میں گارڈن ریل پانی سپلائی اسکیم کے تحت پانی کی سپلائی کا افتتاح کیا۔ تصویریں مغربی بنگال کے گورنر کے وائس شری پرشانتو سورا وزیر برائے میونسپل خدمات اور شہری ترقیات اور بائیں طرف شری راجن سکر جی، وزیر ٹرانسپورٹ ہیں۔ تصویریں دائیں طرف گارڈن ریل ریلنگ ڈاکٹر کس ہے

فرنی بنگال

মেঘনা

২১.৩.০৭



شرح خریداری

قیمت :- بارہ پیسے فی پرچہ
سالانہ :- ۳ روپے

توسیل زر کا پستہ :-

بزنس منیجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

۲۳، آر۔ این۔ کھرچی روڈ

کلکتہ - ۷۰۰۰۱

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

مدیر اعلیٰ : دھیرنیدراناث دت

مدیر معاون : محمد اعظم

جلد ۳	۱۵ جنوری ۱۹۸۳ء	شمارہ ۲
-------	----------------	---------

ضیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کو رائلٹس بلڈنگس
کلکتہ میں ریاستی بجلی بورڈ کے ملازمین کی یونین
کی طرف سے یونین کے نمائندہ وزیر اعلیٰ امداد فنڈ
میں ۵۰ روپے کا پیسٹیشن کرتے ہوئے۔



کارل مارکس کا نام

صدیوں تک زندہ رہیگا اور اس کے ساتھ انکی تحریر بھی

ہنزہ سیر 7

کام صدیوں تک قائم و دائم رہے گا۔

کارل مارکس اور فریڈرک ایبلس غیر نانی بن چکے ہیں، ان لوگوں سے ان کی سماج، فطرت اور تفکر کی حرکت کے بنیادی قوانین دریافت کر کے سائنس یہ انقلاب برپا کر دیا۔ آج بھی ان کی زندگی کے ہر گوشہ میں اس زمین کے ہر گوشہ میں ان کی کارگزاریوں کی اہمیت نمایاں نظر آتی ہے، یہ حقیقت ہے کہ مارکس اور ان کے جرنی کے باندے تھے اور ہم جرنی باندوں کو اس حقیقت پر ناز ہے لیکن اگر اپنے وجود میں آنے کے بعد سے ہی کئی لحاظ سے عالمی اور بین الاقوامی بن چکا ہے اور اب بھی ہے۔

مارکس اور ایبلس کی سرگرمیاں اتنی ہی عالمی اور بین الاقوامی ہیں جتنی کہ تعلیمات، خواہ پرولتاریت کی بین الاقوامی طور پر تشکیل کردہ پہلی پارٹی کے یا پہلی بین الاقوامی (فرسٹ انٹرنیشنل) کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے بین الاقوامی محنت کش طبقہ کے نظریہ کے لئے، یا جرنی، فرانسیسی اور دیگر قومی مزدور پارٹی کے جنم کے موقع پر موزر سربراہ ہونے کی حیثیت سے یا جرنی انقلاب کی جے جے پیئر یا پیئر، برسلیس یا لندن میں ہابز جرنی کی حیثیت سے۔ ہر وقت ان کی زندگی استحصال، غلامی اور جنگ کے خلاف عالمگیر جدوجہد کے ساتھ ہزاروں دھماکوں سے بندھی ہوئی تھی۔

مارکس اور ایبلس نے اپنی ذاتی زندگی میں اس اہم حقیقت کا مظاہرہ کیا کہ پرولتاریہ بین الاقوامیت اور صحیح سوشلسٹ حب الوطنی ایک دوسرے کی مخالفت نہیں ہیں، بلکہ ایک سکہ کے دو رخ ہیں، اور یہ کہ اشتراکیت دسویں کیلئے جدوجہد میں امن کیلئے جدوجہد شامل ہے اور یہ کہ ان کی محبت سے مشترکہ جدوجہد کیونسن کو اپنا بہترین دوست پائیں گے۔ ایبلس کی مثال پسین کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان دوست تھے اور جنگ کی ٹوٹ کر لے کر لے، ان کے دل میں لافانی امن کی خواہش تھی اس صدمہ کے اختتام سے

سریندا ناٹھ پارک، کلکتہ میں ۱۹ دسمبر ۱۹۲۰ کو کارل مارکس، فریڈرک ایبلس کے حوجہ کی نقاب کشائی کی تقریب میں ہنر ایبلس سلیسی مسٹر ہنر ریچ جو عوامی جمہوریہ کے سینئر شریک تھے، اس موقع پر مسٹر ہنر ریچ نے تقریر کی جس کا متن درج ذیل ہے۔

ہلوگوں کو بڑی مسرت حاصل ہوئی ہے اور میں اس بات کا فخر بھی حاصل ہوا ہے کہ آج ہم کلکتہ میں موجود ہیں اور یہاں ہمیں مارکس، ایبلس کے محبوں کی نقاب کشائی کی تقریب کو دیکھنے کا موقع ملا، ہم لوگ حکومت ہند حکومت مغربی بنگال اور حکومت جڑت ان، جی ڈی آر دوسری سوسائٹی کے بے حد مشکوہ میں کہ انکی مشترکہ کوششوں نے ہند، جی ڈی آر دوسری کی اس یادگار کی سنگ بنیاد ڈالی اس لئے یہ بات حاسہ لئے باعث فکریہ ہے کہ ہمیں یہ دیکھنے کا موقع ملا کہ انکی زندگی میں کس طرح جوش و خروش کے ذیلیہ پودوں کی، ان کے محبوں کو کلکتہ کے ہنر میلن ایچ ای شہر کے دور، ان کی زندگی کے بالکل قریب رکھ کر، عزت افزائی کی یہ تقریب فریڈرک ایبلس کی یوم پیدائش سے تقریباً منطبق ہو جاتی ہے اور کارل مارکس کی سوویہ برسی اور ۱۹۵۵ء میں سالگرہ کے موقع پر منعقد ہوئی جب، ابارچ ۱۹۲۰ء میں ہائی گیٹ قبرستان، لندن میں کارل مارکس کو دفنایا گیا اس وقت ان کا بہت ہی قریبی دوست فریڈرک ایبلس جنہوں نے مارکس کے ساتھ چالیس برسوں تک کام کیا، سب سے بہت ہی مختصر تقریر کی ان کا مارکس کا نام صدیوں تک زندہ رہے گا۔ اور ان کی تصویریں بھی یہی باتیں کہہ کر انہوں نے اپنی تقریر ختم کی تھی لیکن اسکے بارہ سال بعد ایبلس اس دار فانی سے کوچ کیا کیونکہ ان کی قبر پر اس قسم کی تقریر نہیں کی، کیونکہ انہوں نے جیتے ہی اس کی مانیت کر دی تھی، انکی لاش کو نذر آتش کر دیا گیا اور انکے قریبی دوستوں نے انکی راکھ کو رودبار انگلستان میں بہا دیا گیا، اگر انکی لاش کے سوا کسی کوئی تقریر کرے گا تو مقرر ضرور یہی کہتا کہ "ایبلس کا نام اور

لچھ قلمی جیپ بولڈ میں بڑے بڑے سامراجی طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف جنگ پر اثر آجیں تو اس وقت ایجنسیاں نے مزدوروں کو انتخاب کیا تھا کہ وہ جنگ سے اپنی امیدیں وابستہ نہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں وہ یوں رقمطراز ہیں۔ کسی بھی سوشلسٹ کو اس بات کی خواہش نہیں کرنی چاہیے کہ بڑی یورپی طاقتوں میں سے کسی ایک کو اس جنگ میں فتح حاصل ہو۔ اس لئے تمام اشتراکیت پسند گمان کو سارے یورپی ممالک میں امن کی تائید کرنی چاہیے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ مجلس ہیئتہ جنہوں نے اشتراکی تحریک کی تاریخ میں پہلی بار تخفیف و نوح داسکھی کا جج تجویز پیش کی تھی۔ اس زمانہ میں ہی انہیں اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ اس سطح جات کی دوزخ جنگ کے خطرہ کی بڑھادی تھی ہے، نوح گردی کو مستحکم بنانی ہے اور اس سلسلہ قوموں کے لئے معاشی تباہی لاتی ہے۔

اب یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ بڑے بڑے امیر دیکھ لوگ ہی جنگ کا منصوبہ تیار کرتے ہیں اور پھر جنگ کی آگ میں سبھوں کو دھکیل دیتے ہیں۔ انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جنگ سے زیادہ سے زیادہ دولت کمائی جائے لیکن ایسی جنگ سے ہمیشہ عام لوگوں کا نقصان ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ کامل مارکس فزیڈک ایجنس اور لینن ہی سمجھتے جنہوں نے سرمایہ داروں کے اس راز کو عیاں کیا۔ آج اشتراکی جماعت کی موجودگی کی وجہ سے طاقت کا توازن بہت حد تک بدل چکا ہے۔ آج امن پسند طاقتیں، سامراجیت، فاسزم اور آزادی کی مخالفت کرنے والی طاقتیں جب بھی امن کو خطرہ لاحق ہو جائے یا ان کی معاشی اور سیاسی آزادی کو سامراجی چالوں سے خطرہ لاحق ہو جائے، سوشلسٹ گولڈبرگر دہ کر سکتی ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امن، اشتراکیت اور ناوابستگی کی اس حقیقی فیر سامراجی نظام کا لگی گھونٹنے کے لئے سامراجیت کی مختلف کوششوں کے خلاف شرم سے ہی دفاع کرنی چاہئے۔

اشتراکیت امن چاہتی ہے اور اسے امن کی ضرورت ہے۔ ہوام کے مفاد کی خاطر سامراجیوں کو مل کر سنے کا کام صرف امن کے دوران کیا جاسکتا ہے۔ اشتراکی ملکوں۔ اس شرمناک شرمناک بہت ہی کم وسائل تھے۔ نیز انکی بنیاد بھی محدود تھی اور انہیں جنگ کی وجہ سے بہت سارے نقصانات برداشت کرنا پڑے لیکن ان کے باوجود ان لوگوں نے تاریخی لحاظ سے بہت ہی مختصر عرصہ میں اپنے ہوام کی ادنیٰ ارتقاء فی زندگی میں بہتری لانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور ان صرف امن کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ مارکس اور ایجنسیاں

نے آزادی کے لئے ہندوستان کی جدوجہد کی ہمیشہ تائید کی۔ ۱۹۴۷ء میں سپاہیوں کی بغاوت جسے عام طور پر انگریزی میں ہندوستانی بغاوت کہتے ہیں کی بابت، نیویولک ڈیلی ٹریبون میں انکے بہت سارے مضامین شائع ہوئے۔ دلوں نے نوآباد کاری کے خلاف ہندوستانی سپاہیوں کی جدوجہد پر اپنے مضامین میں اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کیا، ساتھ ہی برٹش سامراجیوں کی پرزور تنقید کی۔ خاص طور پر مارکس نے اپنے بہت سارے مضامین میں ناقابل برٹش ہندوستان سماج کا جگہ جگہ ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مضامین میں اس دور کے ہندوستانیوں کے معاشی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی پس منظر کا غائر اور دور رس تجزیہ کیا۔

جواہر لال نہرو نے، جنہوں نے مارکس، انگلس اور لینن کی تصانیف کا کافی مطالعہ کیا تھا، ایک بار یوں کہا تھا: "مارکس اور لینن کی کتابوں کے مطالعہ سے میں کوئی مستفیج ہوا اور ان کا کافی گہرا اثر مجھ پر پڑا۔ اور ان کے خیالات مجھے ایک نئی روشنی میں تاریخی اور موجودہ امور کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوئے۔ نہرو کی طرح ہندوستان کے دیگر مفکر و دانشوروں مارکس، انگلس اور لینن کی تحریروں سے کافی فینس حاصل کیا۔ یہ بات جرمن عوامی جمہوریہ پر بھی صادق آتی ہے۔ جرمن عوامی جمہوریہ میں مارکس اور ایجنسیاں کی کارگزاریاں اب بھی رماں ددواں ہیں۔ اور مارکس کی انقلابی تصویری ترقی یافتہ اشتراکیت سماج کی تعمیر کے درپہ ایک انقلابی عمل بن گئی ہے۔ ہمارا جرمن عوامی جمہوریہ جہاں محنت کش لوگ جو مٹی کی سوشلسٹ یونین پارٹی کی سربراہی کے تحت اپنی ریاست کو مستحکم بنائے اور ایک نئے قسم کے سماجی اور انسانی تعلقات پیدا کرنے کے لئے ممکن کوشش کر رہے ہیں، اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ مارکس اور لینن کی تصویری کتنی اہم اور صحیح ہے۔

جرمن عوامی جمہوریہ میں مارکس اور ایجنسیاں کی تصانیف کو محفوظ رکھا گیا ہے اور ہمارے دلوں عظیم فزندانوں کو ہم لوگوں نے بہت ہی اعلیٰ مقام دیا ہے۔ ۱۹۵۲ء میں ہمارے ملک میں چوتھے بڑے شہر کا نام مارل مارکس اسٹیڈ رکھا گیا ہے۔ اس شہر کے مرکزی علاقہ میں مارکس کا بہت ہی بہترین مجسمہ نصب کیا گیا ہے۔ اس مجسمہ کے نیچے فزڈرک ایجنسیاں کے بیانات کا کندہ ہیں۔ اس طرح اس کی سیدھی سادی حقیقت سے دہر شمس ہوا کہ سب سے پہلے لوگوں کو خوراک کی، پوشاک کی اور رہائش کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بعد سیاست، سائنس، آرٹ اور (باقی صفحہ پر)

مبادری زبان میں بہتر تحریر ویدیا جاسکتی ہے

اس صدی کے سب سے بڑے سائنسدان البرٹ آئنسٹائن کی ایک بڑی اچھی عادت
 یوں کہتے کہ ایک عجیب عادت یہ تھی کہ وہ اپنے سائنسی بحث و مباحثہ کے دوران جب کسی
 دلچسپ یا اہم اور مشکل نقطہ پر پہنچتے تو وہ اپنی مادری زبان یعنی جرمن زبان میں بولنا
 شروع کر دیتے۔ میکس والدیر و فیسروی۔ ڈی۔ نارلیک زبان یہ ذکر کرتے ہیں کہ اس صدی
 کی سب سے بڑی اچھی عادت یہ تھی کہ جب آئنسٹائن نے کسی مسئلہ میں شرکت کی تھی جہاں آئنسٹائن
 نے تقریر کی تھی۔ تقریر تو انگریزی میں ہونے والی تھی لیکن آئنسٹائن نے تقریر تو انگریزی
 میں شروع کی لیکن وہ اپنے نظریہ اضافہ کے کسی اہم نقطہ کی وضاحت کرنا چاہتے
 تو اس وقت جرمن زبان میں بولنا شروع کر دیتے۔

سائنس کی تعلیم دینے کے لئے مادری زبان کے استعمال کی تائید کرنے کے لئے مذکورہ بالا مثال مقدمہ بادی النظری ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور نقطہ بھی ہے جس کا میں اسی مضمون میں بعد میں ذکر کروں گا۔ پہلے میں سائنس کی تعلیم کے واسطے کے طور پر مادری زبان استعمال کرنے کے معاملہ کی وضاحت کروں گا۔

میں نے مادری زبان کی جو تالیف کر کے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس زبان میں سائنس کی بہتر طور پر تسلیم دی جاسکتی ہے لیکن اس میں کچھ علمی مشکلات بھی ہیں اور جس کے لئے یہ ضروری ہے کہ سائنس میں اعلیٰ تعلیم کا مسئلہ درپیش ہو تو اس تجویز میں حسب ضرورت ترمیم کی جاسکتی ہے۔

تاریخ یا جغرافیہ، جو استدلال سے زیادہ حفظ کرنے پر انحصار کرتا ہے، کے برخلاف سائنس کے لئے سوچ و چار، دلالت اور تجسس کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تمام طریقہ کار الفرائیت پسندانہ ہیں اور ہر شخص کو اپنے دماغ سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس لئے ان طریقہ کار کو ادب کی زیادہ اثر آفریں بنانے کے لئے ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا مادری زبان میں ان طریقہ کار کو بہتر طور پر رو بہ عمل لایا جاسکتا ہے۔

ابتدائی سطح پر تو میں اپنی تجویز پر قائم ہوں۔ اس کی وجہ کا تو اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ ایک بچہ کو سانس سے روشناس کرانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے تجسس کو ابھارا جائے۔ اسے سوچنے پر مجبور کیا جائے اور اسے پوچھ کر کہنے کا موقع دیا جائے اور یہ تمام اس کی مادھی زبان کے ذریعہ ہی آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ ابتدائی اسکول کی سطح پر جب کہ بچہ کی عمر ۱۰ تا ۱۲ سال کی ہوتی ہے۔ اسے قصوات کو سمجھنے کے لئے کہ اپنی مادری زبان کے علاوہ دیگر زبان میں نئے نئے لفظ

اس سلسلہ میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مادری زبان سے مراد وہ زبان جس میں ایک شخص خاص اپنے خیالات کا اظہار اپنے طبعی طریقہ سے کر سکتا ہے۔ یہاں میں

ان کا کوئی بانی یا مددگار نہیں تھا۔ اس کی ترقی تو انسانی گوشت و پوست کی تھی۔

ماتری، اعلیٰ مادری اور شروع کا ایک سطح پر ایک اعلیٰ معیار ہونا چاہیے۔
ہاں بھی میں مادری زبان کے استعمال کے حق میں ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی میری
پسند گوشت و پوست پر ہے اور وہ یہ کہ اگر مادری زبان انگریزی نہیں ہے تو اس مرحلہ پر
لنکی سائنس الفاظ کو انگریزی میں استعمال کرنا چاہیے۔ اگر طلباء سائنس کو درس
میں سب سے تسلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انگریزی میں پوسٹ گریجویٹ / ریسرچ
کی سطح تک تو ان کی اس سلسلہ میں بہت افزائی کرنی چاہیے کہ وہ ایک زبان کی حیثیت
سے انگریزی کی تعلیم حاصل کریں کیونکہ میرے خیال میں اعلیٰ سطحوں پر سائنس کی
تعلیم میں انگریزی کا استعمال ضروری ہے۔ اس لئے ۱۰، ۱۱ سال کے دور کو ایک تغیر
کا دور کہا جاسکتا ہے یعنی ایک ایسا دور جو مادری زبان کی جگہ انگریزی کو سائنس کی تعلیم
میں واسطہ زبان میں تبدیل کر دیتا ہے۔

کیوں میں گریجویٹ اور اس سے اعلیٰ درجوں میں سائنس کی تعلیم کے لئے انگریزی
کے استعمال کی باتیں کرتا ہوں؟ کہا یہ آئندہ ترقی کی مثال کے خلاف نہیں ہے، مگر اعلیٰ
ترین سائنس سطح پر آئندہ ترقی اپنی مادری زبان میں سوچ و چار کر سکتا ہے تو کم کیوں ہونی
مادری زبان میں مثلاً اعلیٰ بی۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی سطحوں
تک سائنس کی تعلیم دینے پر اعتراض کریں۔ اب یہ سوال مجھے دوسرے نقطہ کی طرف
لاتا ہے جس کا میں اس معنوں کے دوسری عبارت میں ذکر کر چکا ہوں۔

میں تو سائنس کے مطالعہ کے لئے مادری زبان میں بہت ساری سہولتیں
ہیں تاہم میں مندرجہ الفاظ کی طرف توجہ منبذ کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا سائنس میں اقوامی
بن چکا ہے۔ ہندوستانی سائنس، امریکی سائنس یا انگریزی سائنس کا اکثر ذکر کیا جاتا ہے۔
اس کے معنی وہ سائنس نہیں جو صرف ان ملکوں تک ہی محدود ہے بلکہ اس سے
مراویہ ہے کہ ان ملکوں میں سائنس کے میدان میں ان ملکوں کے سائنسدانوں نے کیا کیا
کردار ادا کیا ہے۔ جبکہ ملک سائنس کی مدد کے ذریعہ اپنے خصوصی مسائل کو حل کرنے
کی امید کرتے ہیں اور اس کام میں انھیں مومن کامیابی حاصل ہوتی ہے، وہیں سائنس
کی اصطلاحات، طریقہ کار، آلات اور تبادلہ خیالات یہ سب اب بین الاقوامی بن رہے ہیں۔
یہ اتفاق کی بات ہے کہ ان خصوصی تصورات کا تبادلہ خیالات بین الاقوامی سطح پر انگریزی
میں کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر کمپیوٹر، ڈیٹا اسٹوریج وغیرہ کا کام آج کل انگریزی
میں کیا جاتا ہے۔ اس کے قبل کے کمپیوٹر کے پروگرام کو اردو میں دیا جاتا تھا
اب ان کے جدید جانشین سنائی زبان میں سمجھ سکتے ہیں اور وہ زبان زیادہ تر انگریزی

ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ایک سائنسدان دوسرے سائنسدان سے اپنے کمپیوٹر کے اعدادی
کام کا تبادلہ کرے تو وہ ایسا عام طور پر انگریزی میں کرے گا۔

بیسویں صدی میں لوگوں نے سائنس کی ترقی کی تیز رفتاری کا مشاہدہ کیا
ہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ آج کا تحقیق کل کے لئے پڑنا ہو جائے گا۔ روز بروز نئے
خیالات اُبھر رہے ہیں۔ نئی نئی ایجادیں ہو رہی ہیں۔ اگر کم لوگ بی۔ ایس۔ سی
اور ایم۔ ایس۔ سی سطحوں پر سائنس کی تعلیم دے رہے ہیں تو ہم اس بات کی امید کرتے
ہیں کہ اچھے طلباء ان کے نصاب کے باہر سائنس کی بات کچھ جانیں۔ اچھے اچھے
رسالے (سائنٹیفک امریکن، نیک سائنٹسٹ، نیو سائنٹسٹ اور ہندوستانی سائنس) اور
سائنس ٹوڈے، سائنسی علم کی اشاعت کے سلسلہ میں قدر خدات انجام دے رہے ہیں لیکن
وہ سب انگریزی زبان میں ہے۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کم لوگوں کو اپنی مادری زبانوں میں یا کم از کم اہم اہم
ہندوستانی زبانوں میں ایسی کوششیں کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں یہ توجہ پیش کی جاتی
ہے کہ جس اپنی زبانوں کو املا مال کر دینا چاہیے تاکہ یہ سائنس کی باتیں کر سکیں۔ ایسی
توجہ دہلے کے سلسلہ میں میر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بلاشبہ لوگوں کے درمیان
سائنس اور سائنسی نظریہ کے پرچار کے لئے یہ واحد راستہ ہے۔ اس لئے ہمیں
اپنے تمام واسطوں کو جیسے اخبارات، رسالے، کتابیں، ریڈیو، ٹیلی ویژن
فلم کو اس طرح آراستہ کرنا چاہیے کہ وہ سب عوام کی زبان میں عوام سے
سائنس باتیں کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے انگریزی پر بھروسہ کرنا بیوقوفی
ہوتی۔

بلاشبہ عوام کو سائنس کی تعلیم دینے اور اعلیٰ سطحوں پر سائنس میں
تعلیم اور تحقیق کے درمیان کافی فرق ہے۔ بعد ازاں کم مطالعہ میں پہلے تو سائنسی
تحقیق کی کتابوں کا مادری زبان میں ترجمہ کرنا ہوگا پھر اس کے بعد تحقیق کا
کام شروع ہوگا۔ ایسے کام پر خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا۔ اگر سائنس کی
رفتار میں تیزی نہیں ہوتی تو ہم اس نقطہ پر اور بھی زیادہ غور و خوض کر سکتے
ہیں اگر ہم ایسا کرنا شروع کریں تو ہم سائنس کی دنیا میں ترقی پذیر ملکوں
سے کافی پیچھے رہ جائیں گے۔ اپنی مادری زبان میں جتنا کچھ تحقیق کا کام کرینگے
وہ اعلیٰ درجہ کا نہیں ہوگا یا یوں کہیے کہ دوسروں کے تحقیق کو دہرانا ہوگا۔
یا اگر مادری زبان میں تحقیق اعلیٰ درجہ کا بھی ہو تو وہ بین الاقوامی میدان میں
کوئی خاص اثر نہیں کرے گا جہاں تک سائنس کا تعلق ہے تو بین الاقوامی
سطح پر رابطہ کی زبان کی حیثیت سے ہم انگریزی کی ضرورت ہوتی ہے۔

موازنہ انیس و دبیر

جمال ارا نظما
گر لکھی علی کریمہ بنو موسیٰ
ہلی کرٹ

کاشاعر ٹھہرانے اور بعض اشاروں کے ذریعہ دبیر کے مرثیہ کو بڑھانے میں صرف کیا ہے۔ شبلی نے دبیر کے کمر در شعروں کو جمع کیا ہے تو انھوں نے دبیر کے جند کلام کے مقابلے میں انیس کے پست اشعار کا انتخاب کیا ہے۔ مولانا نے انیس پرستی سے کام لیا تھا تو رضوی صاحب نے دبیر پرستی کا حق ادا کیا ہے انیس اور دبیر کے تقابلی مطالعہ پر کچھ اور بھی چھوٹے چھوٹے مقالے ملتے ہیں جن میں پرو فیسر کلیم الدین اور ڈاکٹر اکبر حیدری کے نام مشہور ہیں۔ کلیم الدین نے شبلی ہی کی طرح انیس کے اچھے کلام کا دبیر کے کم تر درجہ کے کلام سے مقابلہ کر کے اور دبیر کے مرثیوں کے اندر کردار نگاری کا فقدان دکھا کر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ انیس دبیر سے بڑے مرثیہ نگار ہیں۔

اکبر حیدری کا مفت رجحان کی کتاب 'انیس بحیثیت رزمیہ شاعر' میں شامل ہے بہت اچھا ہے لیکن انھوں نے بھی دبیر کے ساتھ زیادہ انصاف نہیں کیا ہے۔ پورے مضمون میں دبیر کی کردار نگاری اور جذبات و واقعات نگاری کی کمزوریوں اور اس کے مقابلے میں انیس کی خوبیوں کو اجاگر کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی انصاف اور دیانت داری سے کام نہیں لیا ہے۔ کسی کے یہاں تحسین ہے تو کسی کے یہاں تعصب، کوئی موروثی خصوصیات کو معیار بناتا ہے، تو کوئی ذاتی کمالات کو سپاہ نقد قرار دیتا ہے کسی کے یہاں لاعلمی ہے تو کسی کے یہاں علم وافی کا غلط استعمال۔ دراصل دونوں کا دونوں کے کلام کی قدر و قیمت میں امتیاز اور انصاف کی حیثیت کے تعین کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان کی تمام تخلیقات کا مطالعہ کیا جائے پھر دونوں کے بہترین فن پاروں کا انتخاب کر کے غیر جانبدارانہ طور سے دونوں کے کلام کا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ دونوں کے مزاج، انداز فکر

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ میر انیس اور مرزا دبیر ایک ہی صنف کے دو بڑے فن کار ہیں۔ یہ امر بھی سب پر عیاں ہے کہ دونوں ایک ہی درجے سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی لئے دونوں کے فن کا موازنہ ہوتا آیا ہے۔ لیکن ان دونوں میں کون بڑا ہے اس کا منصفانہ فیصلہ اب تک نہ ہو سکا۔ موازنہ کے اہم جو کچھ بھی متنبہ دراصل اس کو موازنہ کا نام دینا درست نہیں۔ کیونکہ وہ ایک روح کی تحسین ہے جس میں تاثر اور تعصب کی کارفرمائی زیادہ ہے بعض نے نصیحت بنیاد ہی پر کھمبے کا انیس کو شاعری وراثت میں ملی ہے اور یہ دبیر سے پہلے مرثیہ لکھتے رہے ہیں اس لئے دبیر سے بڑے ہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ پہلے دبیر نے ابتدا کی اور اپنی صلاحیت و ذاتی عظمت کے بل بوتے پر اپنے فن کی بنیاد رکھی ہے اس لئے یہ انیس سے زیادہ قابل ستائش ہیں۔ موازنہ کے نام پر سب سے پہلی کتاب مولانا شبلی کی 'موازنہ انیس و دبیر' تھی جس میں مولانا نے یہ قویٰ ذکر کیا ہے کہ 'مدت ہائے دراز کے طور و فکر، کرد و کردار'

بکثرت و تکرار کے بعد بھی فیصلہ نہ ہو سکا کہ ترجیح کاحمید نشیں کس کو کیا جائے۔

لیکن فصاحت و بلاغت کو معیار بن کر جو بنیادی طور پر معیار نہیں اور انیس کے بہترین نمونہ کلام کے سامنے دبیر کی پست اور کمزور تخلیق کو رکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ انیس کو دبیر پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔

دوسری کتاب اس سلسلے میں نوری رضوی کی 'المیزان' ہے جو دراصل شبلی کی موازنہ انیس و دبیر کے رد عمل میں لکھی گئی ہے اس کتاب میں مصنف نے اپنا پورا زور شبلی کے اعتراضات کا جواب دینے اور دبیر کو انیس کے مقابلہ

بد اسلوب و طرزِ ادا کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے کہ دونوں کی الگ الگ کیا
ہمت ہے اور ایک کے مقابلے میں دوسرے کا کیا مرتبہ ہے اس کے بغیر کسی
نہ کار کے اصل مقام کا تعین غیر ممکن ہے۔

مرزا دبیر اور میر انیس دونوں ایک حنفی سخن اور ایک دور کے شاعر
نہرور ہیں لیکن دونوں کے مزاج، انداز بیان اور اندازِ فکر و نظر میں نمایاں فرق
ملتا ہے۔ دبیر وقتِ پسند میں ان کا مزاج سودا اور غالب سے ملتا جلتا ہے اسی
لئے وہ کلام کو براہِ راست بیان نہیں کرتے بلکہ پیچیدہ بنا کر علامتوں کے ذریعہ پیش
کرتے ہیں ان کے یہاں معنی آفرینی، خیال آرائی، پیچیدگی، صنائعِ بدائع و منیرہ کا
اہتمام زیادہ ہے خود ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

کس درو بند ہے تیری فکرِ دبیر

کہتے کہے زمین یہ آسمانِ ابدی کر

اس کے برخلاف انیس سبیلِ پند میں ان کا مزاج براہِ راست بیانِ شاعری
کا مزاج ہے جو میرامن سے ملتا جلتا ہے۔ اسی لئے ان کے مرثیوں میں سلاست،
روانی، شگفتگی اور سوز و گداز کا عنصر غالب ہے ان کے یہاں شاعری پیکرِ زیادہ ابھرتے
ہیں ان کے یہاں سب سے زیادہ محاکات کو اہمیت حاصل ہے جس نے ان کے مرثیوں
میں فصاحت آفرینی کی ہے اور تمام واقعاتِ زندہ اور متحرک صورت میں نظر آتے ہیں وہ
اپنی قادرِ الکلامی کے متعلق خود بھی لکھتے ہیں کہ:۔

خوں برمتِ نظر آئے جو دکھاؤں صعبِ جنگ

شعبِ تصویر پہ گرنے لگیں آگے پتنگ

آؤں طرفِ رزم ابھی چھوڑ کر جو ہزم

خیبر کی خبر لائے میری طبعِ او العزم

جل جائیں عددِ آگ بھر دکتی نظر آئے

تلوار پہ تلوار چلتی نظر آئے

انیس، بیکر کی طرح تجزیہ کو پیچیدہ و خاک نہیں پیش کرتے ان کے یہاں
علامتی طریقہِ نگاہ نہیں ہے اس لئے ان کے مرثیوں میں روزمرہ محاورہ کی کارفرمائی
زیادہ ہے خلاصہ یہ کہ دونوں کا مذاق اس اور میر نے اظہارِ رنگِ افسانہ دونوں اپنے اپنے انداز میں دور
کمال کو پہنچے ہوئے ہیں لہذا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا آسان نہیں ہے اس سلسلے میں محقق پر تجویز
کا فیصلہ قابلِ توجہ ہے۔ "مرزا صاحب کا کلام دقیق اور مستطبرع صاحب کا کلام
نصیح اور شیریں ہے دونوں کا ذائقہ عظیم و عظیمہ ہونے کی وجہ سے ایک

کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی کیونکہ بعض طبیعتیں تک کو پسند کرتی ہیں
اور بعض طبعات شیریں پر قائل ہیں۔"
شبلی نے فصاحت اور بلاغت کو معیار بنا کر موازنہ کرنے کی کوشش کی
ہے انھوں نے الفاظ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

ایک قسم میں نرم دنگش، سلیس، شیریں اور شگفتہ الفاظ آتے ہیں جبکہ
دوسری قسم غیر بانوس، ثقیل، رقیق الفاظ پر مشتمل ہے پہلی قسم کے الفاظ انیس
کے یہاں ملتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا کلام دنگش، سلیس، ادنیٰ اور اثر آسنہ
ہے۔ دوسری قسم کے الفاظ کے استعمال کی وجہ سے دبیر کے فن میں ثقالت اور
غیر واقعیت پیدا ہو گئی ہے اور درد و اثراج تار ہا ہے لیکن بنیادی طور پر یہ تقسیم
صحیح نہیں کوئی لفظ بذاتِ خود اچھا یا برا نہیں ہوتا موقع اور ماحول کے ساتھ
اس کے معنی کا تعین ہوتا ہے اور اس کے اعتبار سے اس کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ انیس کے یہاں فصاحت کا دریا رواں دواں ہے لیکن
فصاحت کو معیار نقد نہیں بنایا جاسکتا۔

اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انیس کے مقابلے میں دبیر کے یہاں
فصاحت کی کمی ہے لیکن یہ کہ فصاحت سرے سے ہے ہی نہیں، جیسا کہ شبلی نے
کہا ہے کہ "فصاحت ان کے کلام کو چھو کر بھی نہیں گئی" سراسر غلط ہے۔ دبیر کے مرثیوں
میں بھی فصاحت ہے اور بعض مقامات پر بہت خوب ہے مثلاً تلوار جی کا بیان
لے لیجئے جس میں انیس کو کمال حاصل ہے۔

آگے کبھی برہمی کبھی پیچھے کو پھر بڑی

سیرِ جہول کھڑائی توشاؤں پر آپڑی

تجویرِ جہول فیضیوں نے کی وہ سفرِ بڑی

افداوان سے پوچھی یہ جہنم کے سرِ بڑی

اٹھی گری بلند ہوئی پست ہو گئی

پاپی کے سیکشوں کا لہرست ہو گئی

بعض ہم معنوں اشعار میں تو مرزا دبیر کے مقابلے میں میر انیس کمزور نظر

آتے ہیں مثلاً

ع۔ انیس آنکھوں میں پھرے یوں کہ نہ پٹی کو خبر ہو

دبیر آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژہ کو غضبِ شرم ہو

سے سینے پر میرے زانوے قائل نہ گراں ہے

خبر کے لئے نا تیسرا عدد دہاں ہے

ایسی جو دیر کا ایک شعر دیکھتے جو فصاحت میں بڑھا ہوا ہے۔

ہنق پہ تیار رہے سینے پر جلا در ہے

لب پہ ہونا تیرا دل میں تیری یاد ہے

مذکورہ بالا شعر اپنی فصاحت کی وجہ سے زیادہ مقبول خاص دعام ہے لیکن فصاحت کے چند نمونے بیان کر کے اس میدان میں بھی دیر کا ایسی سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ بلاشبہ انیس فصاحت میں دیر سے بدرجہا بہتر ہیں۔ لیکن دیر کے یہاں فصاحت کی رقت پسندی اور پیچیدگی ہے جو بجائے خود ایک خوبی ہے۔ ہمارے لغت دیر کے اشعار کو دقیق، ثقیل، غیر انوس پے چیدہ اور مبہم کہہ کر انہیں چھوٹا کر دیتے ہیں لیکن ان میں پوشیدہ واقعات اور معنی کے خزانے کو ہانے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو اس کی داد نہیں دیتے کہ وہ اپنے ایک ایک مصرعہ میں کس خوبی سے ایک ایک واقعہ کا احاطہ کیلئے اور جو پردہ اٹھتے، ہی واضح طور سے آنکھوں کے سامنے اُبھر آتا ہے۔

ذیل کے بند کو غور سے پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ صرف چھ مصرعوں میں کتنے واقعات، خوبصورت تلمیحات و تشبیہات سمٹ آئی ہیں۔

یوسفؑ عزیزِ چاہ ناگہاں ہوا

یعنی غریب ماہِ شبلی سماں ہوا

یونسؑ وہاں ماہی شب سے مچا ہوا

یعنی طلوعِ شمسِ مشرق سماں ہوا

فرعونؑ شیبے معرکہ آرا تھا آفتاب

دن تھا کلیم اور یہ بیضا تھا آفتاب

دیر مناظر کی تصویر کشی میں دور از کار تشبیہات، تمیحات و استعارات لاکڑی کی قوت تنقید کو متحرک کرتے ہیں اور انسانوں کو دعوت نکھرتے ہیں۔ ان شعری محاسن کے ذریعہ مختلف واقعات ہمارے سامنے ابھرتے ہیں جو یقیناً ہماری لطف اندوزی میں اضافہ کرتے ہیں اور ہمارے لئے سامانِ مسرت و انبساط فراہم کرتے ہیں لیکن ان سے جہاں فائدہ ہے وہاں نقصان بھی کم نہیں ہے۔ بے شک یہ ہمارے تخیل کو بیدار کرتے ہیں اور ذہن کو انبساط حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے دوسرے حواسِ مناظر کی دل کشی سے لطف اندوز نہیں ہو پاتے تلمیحات اور استعارات کے ذریعہ دور دراز کے واقعات تو ضرور ہماری نظروں کے سامنے آجاتے ہیں لیکن کبھی کبھی اصل منظر ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا ہے اور صبح کی رنگینی، اشیا کی سیاہی، دھوپ کی تیزی، جنگ کی خونریزی وغیرہ کے اصل تاثر سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ساتھ ہی

دیر کسی منظر کو ایسی تہوں میں لپیٹ کر بیان کرتے ہیں کہ پڑھتے پڑھتے طبیعت اکتانے لگتی ہے۔

اس کے برخلاف انیس مناظر کو سامنے کی تشبیہات اور انوس تلمیحات کے ذریعہ زندہ اور متحرک صورت میں پیش کرتے ہیں جس سے ہمارے حواس فوراً بیدار ہواٹھتے ہیں۔ اور اس منظر کی تمام کیفیات سے محفوظ ہونے لگتے ہیں لیکن انیس دیر کی طرح دعوتِ فکر نہیں دیتے اسی لئے ان کے زمانے میں خواص کا طبقہ ان کے کلام کو عوام کی چیز سمجھ کر اس کی طرف توجہ کم دیتا تھا۔

مندرجہ بالا ایامات سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ زبان و بیان کے اعتبار سے دونوں کی اہمیت مسلم ہے اور کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مرثیہ کا فن جن عناصر سے تشکیل پاتا ہے ان کو برتنے میں کون کہاں تک کامیاب ہوا ہے کس کے یہاں کتنی آفاقیت اور ہمہ گیری ہے اور کس کے مرثیوں میں سامعین کے جذبات ابھرتے ہیں اور ان پر گریہ طاری ہوتا ہے جو مرثیہ کا اصل مقصد ہے۔

ہم جب انیس اور دیر کے منتخب فن پاروں کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دیر کے یہاں مرثیے کے اجزاء میں اعتدال سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ چہرہ میں ایک منظر کو مختلف طرح سے پیش کرنے میں بے جا طوالت پیدا ہو گئی ہے جس سے ذہن کو اکتاہٹ پیدا ہو گئی ہے۔ دور از کار تشبیہات، استعارات، تلمیحات اور علامت کی اتنی بھرمار ہوئی ہے کہ اصل منظر غائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سراپا نگاری میں اکتا دینے والی طوالت ہوتی ہے، مختلف سراپوں میں بہت کم فرق نظر آتا ہے۔ کرداروں میں زیادہ تر یکسانیت پائی جاتی ہے۔ مخالف فوج کے بہادروں کو حسین لشکر کے جڑاروں کے سامنے بہت کم بہادر دکھایا گیا ہے۔ کرداروں کے جذبات، انفسیات، فرق مراتب اور عمر کا کوئی زیادہ کا نہیں رکھا گیا ہے۔ مین کا حصہ اتنا زیادہ طویل ہوتا ہے کہ آنکھوں میں آنسو آتے آتے خشک ہو جاتے ہیں۔ گریہ طاری ہوتے ہوتے رہ جاتا ہے۔

اس کے برعکس انیس کے یہاں مرثیہ کے تمام اجزاء میں اعتدال سے کام لیا گیا ہے۔ مناظر کی عکاسی میں بے جا طوالت نہیں پائی جاتی۔ سامنے کی تشبیہوں اور موزوں ترین الفاظ کے ذریعہ مناظر اپنی تمام تر کیفیات اور آب و تاب کے ساتھ واضح طور سے ہمارے سامنے ابھرتے ہیں جو ہمارے حواس کو بیدار کر کے ہمارے جذبات کو ابھارتے ہیں۔ سراپا نگاری میں انفرادیت کو بچھری گئی ہے۔ حرکت گھوڑے کا سراپا یا رتھ کا حضرت امام حسینؑ یا حضرت عباسؑ کے گھوڑے سے مختلف ہے۔ شبیر، اکب

باقی صفحہ ۱۷ کا کارل مارکس

مذہب سے روشناس ہو سکتے ہیں ؟ دارالسلطنت برلن میں پڑا اسکور کا ہم ٹیکس ایجنسی پلاٹر رکھا گیا ہے۔ اس ملک کے بہت سارے گاؤں اور ٹکڑے کئے نام انکے نام پر رکھے گئے ہیں۔

۱۹۵۲ء کو کارل مارکس سال قرار دیا گیا ہے۔ اب ہمیں خصوصی خوشی حاصل ہو رہی ہے۔ اس سال کے شروع ہونے سے قبل، ملک میں مارکس ایجنسی کی محبت نصب کیے گئے ہیں۔ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی مارکس ایجنسی کی یاد لوگوں کے دلوں میں زندہ رہے۔

باقی صفحہ ۱۸ کا عورت اور امداد باہمی

ایسی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی تنظیم کا اخصار مغربی ممالک میں ہوا ہے۔ اب وہ ابھر رہے ہیں۔ مختلف حیثیت کی عورتیں ڈیڑھ سو سوسائٹیاں قائم کر چکی ہیں۔ حصہ بہ حصہ ان میں ایک کوآپریٹو کا انتظام نہیں کیا جاسکا۔ اس سلسلہ میں مختلف ممالک کی عورتیں سر راہی کے بڑھ چکی ہیں۔ اس کام کے لئے سوئیٹزرلینڈ کی کوآپریٹو یونیون 'ام' جس کا دو ایورسین پانچویں منزلہ تھا۔ ۱۹۵۰ء سے مزید تعاون میں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

باقی صفحہ ۱۹ کا سائنس کی تعلیم.....

بہ حال مادری زبان کو عوام کو سائنس معلومات سے باخبر رکھنے، بچوں کو سائنس سے روشناس کرائے اور موجودہ بارہویں درجہ تک سائنس کی تعلیم دینے کے سلسلہ میں بہت اہم کردار ادا کرنا ہے۔ گریجویٹ پوسٹ گریجویٹ اور تحقیق کے کام میں انگریزی زبان میں علماء آسانی سے سائنس کی قلم سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

سائنس کا ترویج کیلئے سائنس کے مددگار بننا ضروری ہے۔ بڑی بڑی فوج کے سپہ سالاروں کو سپاہی اور دیکری میں حسینی نوجوانوں سے ذرا بھی کم نہیں دیکھا گیا ہے۔ ایک سپہ سالار دوسرے سپہ سالار سے مختلف نظر آتا ہے۔ بچے جوان ہونے سے اور عورت کے جذبات و نفسیات میں نمایاں فرق دکھایا گیا ہے۔ موقع محل کے لحاظ سے ان کی گفتگو کا انداز بدلتا رہتا ہے۔ مین کا حصہ آتا ہی ہے جو مرد اور اثر کو بڑھا دے اور سائنس کی آنکھوں سے آنسوؤں کو امانڈے پر مجبور کر دے۔

دیر کے مرثیوں میں زیادہ رد اثر نہیں جو انیسویں کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ یہاں وہ سب کو مجلسوں میں زیادہ تر انیسویں کے مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ دیر کے یہاں جو گریڈ اور وسعت نہیں انھوں نے اپنے مرثیوں کو صرف خواص کے طبقوں تک محدود رکھا ہے جس کا انھوں نے اپنے مرثیوں کے آخر میں تذکرہ بھی کیا ہے اس کے برخلاف انیسویں کے یہاں وسعت اور سہ گری ملتی ہے۔ ان کے مرثیے عوام اور خواص دونوں پسند کرتے ہیں اور ان کے مرثیوں سے لطف انداز ہوتے ہیں۔

دیر کے عوام میں آفاقیت کا عنصر کم ہے جبکہ اب مملکت میں آفاقیت بڑھ رہی ہے۔ وہ تمام ہوتے ہیں ان کے مرثیوں کی ہیئت شعری اور آویزوں کی مجلسوں میں بھی ان کے مرثیے بہت کم پڑھے جاتے ہیں جبکہ انیسویں کے مرثیے اب بھی اس طرح اپیل کرتے ہیں جس طرح ان کی زمانہ تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی اپنی تیار فرمیں کے اعتبار سے دونوں بلند پایہ نثر نگار ہیں اور دونوں نے اپنے مخصوص انداز فکر اور طریقہ انجمن کے دائرے میں رہ کر مرثیے کے تمام لوازمات کو زیادہ سے زیادہ اثر آفرینی و لذت دہنی اور آفاقیت کا حامل بنانے کی کوشش کی ہے اور اپنی مختلف تخلیقات سے اردو ادب کو ہلال مال کیلئے۔ (دشکر تینادور، نکھو)

عورت اور امداد بامی

چلاتی ہیں۔ اسکے علاوہ صارفین کو آپریٹو، مکان کو آپریٹو، سترنگ کو آپریٹو، لازمین قرض کو آپریٹو وغیرہ میں عورتیں بھی ممبر ہیں۔ لیکن جہاں سماشی بہتری کیلئے کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ وہاں عورتیں برائے نام ہیں۔ دی راک ڈیٹ اکیٹو ٹیلر باؤنڈریس سے سوسائٹیس۔ دنیا کی پہلی کامیاب عالمی کوآپریٹو سوسائٹی کی کامیابی کا اہم راز یہ ہے کہ اس میں مردوں اور عورتوں دونوں نے سرگرم طور پر شرکت کی۔ اس لئے اس تحریک کی ترقی کیلئے اور سماشی، سماجی حالت میں بہتری لانے کے لئے امداد بامی میں عورتوں کی شرکت لازمی ہے۔

مغربی بنگال میں عورتوں کی کوآپریٹو سوسائٹیاں زیادہ تر صنعتی نوعیت کی ہیں۔ عورتوں کی چند صارفین کوآپریٹو بھی موجود ہیں۔ صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیاں زیادہ تر تھ کرگھے اور دستکاری کی ہیں۔ عورتوں کی تھ کرگھے رینگر کوآپریٹو سوسائٹوں کی تیار کردہ مصنوعات جیسے ساڑھی، تولیہ، لنگی، چادر، تھیلہ، وغیرہ کی کافی مانگ ہے۔ دستکاری سوسائٹیاں درزی کے کام کاج میں یا کشیدہ کاری، ساڑھوں کی چھپائی، گڑیا سازی وغیرہ کے کام میں اور دیو سوسائٹیاں چھوٹے پیمانے کی صنعت جیسے پنٹ، برش، اسپورٹس کے سامان وغیرہ کی تیار کرنے کے کام میں مشغول ہیں۔ ایسی سوسائٹیاں صرف ایک یا دو اشخاص کی ہیں کی وجہ سے قائم ہوتی ہیں۔ ایسے افراد یا تو بذات خود دوڑ دھو پ کرنے کے پسند یا حکومت کے خصوصی پردہ گرام کے تحت تربیت مکمل کرنے کے بعد ایسی سوسائٹوں کی تنظیم کا انتظام کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا سوسائٹوں میں چند کے اپنے چھوٹے موڈ کارخانے ہیں اور چند ایسے ہیں جن کے ممبران اپنے اپنے گھر میں کام کرتے ہیں اور سوسائٹیاں انہیں خام مٹھی بٹائی کرتی ہیں اور ان کی مصنوعات کو بازار میں فروخت کرنے کا انتظام کرتی ہیں۔ اور اسکے بدلے ممبروں کو اجری دی جاتی ہیں۔ صارفین کوآپریٹو سے

۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی کل آبادی ۶۵۱۲۰ کروڑ تھی اور عورتوں کی تعداد تقریباً نصف یعنی ۳۱۵۶ کروڑ تھی۔

ان عورتوں میں سے ۳۱۳ کروڑ عورتیں برسہو روز گاریں عام طور پر یہ بات دیکھی گئی ہے کہ اصلی تعلیم میں عورتیں تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں اور ان میں سے بہت ساری عورتیں مختلف ملازمتوں میں اصلی عہدوں پر فائز ہیں اور بعض ایسے کام میں مشغول ہیں جن کی بابت دس بیس سال قبل یہ سمجھا جاتا تھا کہ عورتیں یہ کام نہیں کر سکتیں لیکن اسکے باوجود کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے ملک میں عورتوں کی سماجی معاشی حالت اچھی نہیں ہے۔ صرف ۲۸.۸ فی صد عورتیں قلم پانے میں یعنی فی ہزار ۲۲۹ عورتیں پڑھنا لکھنا جانتی ہیں۔

ہمارے ملک میں مرد اور عورت دونوں ہی مادی طور پر سماجی اور گھریلو کام کاج کرتے ہیں، عورتیں عام طور پر گھریلو کام کرتی ہیں اور مرد باہر کا لیکن آج کل مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی براہ راست آمدنی کے لئے روزگار کی تلاش کرتی ہیں۔

ہندوستان میں امداد بامی کوآپریٹو تحریک خاص طور پر زرعی قرض پر مبنی ہے اسکے علاوہ اس تحریک کو شہری قرض اور چھوٹی اور دیہی صنعتوں کے علاقوں میں فروغ حاصل ہوا ہے۔ فی الحال اگرچہ شعبہ میں سماشی بہتری کیلئے کوآپریٹو کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اور علاقہ اور لوگوں کے لحاظ سے اس تحریک کی ترقی کی رفتار ایک جیسی نہیں ہے۔ مگر یہ قدر ادا کے لحاظ سے عورتیں کل آبادی کی نصف ہیں۔ تاہم صنعتی ایک فی صد عورتیں کوآپریٹو سوسائٹوں کی ممبر ہیں۔ سارے ملک میں ملکہ کوآپریٹو سوسائٹوں میں سے صرف ۶۰۰ کوآپریٹو سوسائٹیاں ایسی ہیں جن کا انتظام صرف عورتیں کرتی ہیں۔

مغربی بنگال میں تقریباً ۳۵ کوآپریٹو سوسائٹیاں عورتیں چلاتی

بنات خود میں لکھ کر جانا سہلہ فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی تیار کردہ چیز میں
حساب کتاب پر اس کے ذہن میں حاصل کرتے ہیں۔ ہر طرح کی کوآپریٹو
سوسائٹیوں کو حکومت سے مالی امداد مل سکتی ہے۔

ہمارے ملک میں، ہر صوبہ سرحد گائیکو میں ذرا مٹی مہم میں مشغول ہیں
جوانا انڈیا کو باریک مگران، کراکھ، ہاراشٹر، تاق اڈر اور بانڈہ پوری میں
عمارتوں کی روش کو آپریٹو سوسائٹیاں قائم ہیں۔ مولشیوں کی پرورش و پرورش
کے ہم میں زیادہ تر عورتوں پر ہی انحصار کیا جاتا ہے، اس کے باوجود ایسی سوسائٹیاں
کی تعلیم کر رہے ہیں ان کے نہیں بڑھتیں۔

اس بات سے لوگ واقف ہیں کہ چھوٹے پیمانے کی صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیاں
کے علاوہ دیگر کوآپریٹو میں عورتوں کی تعداد نفی کے برابر ہے۔ وہ سب آجستہ
کننے والیوں کی حیثیت سے زندگی اور دیگر سکھڑوں میں برسرِ کار ہیں لیکن
محنت کش عورتوں کا طبقہ ایسا طبقہ ہے جس کا سب سے زیادہ استحصال کیا جاتا
ہے اور امداد باہمی ہی ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعہ وہ لوگ ایسے استحصال سے
نجات دلا سکتے ہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیاں اپنے عورتوں کی ماضی بہتری کے لئے کام
کرتی ہیں۔ ایسی سوسائٹیاں کا مقصد منافع کا نہیں ہوتا، بلکہ نہ صرف خلق ہی
ان کا اصول بنوئے ہے بلکہ عورتوں کو امداد باہمی نظام کی اہمیت ہی کم معلوم
نہیں ہے۔ اس لئے وہ ایسی سوسائٹیاں قائم نہیں کر سکتیں۔

موزی بنگال ریاستی کوآپریٹو یونین امداد باہمی تربیت، تعلیم اور نشرو اشاعت
کے پروگرام کو برسرِ عمل لارہا ہے۔ ہاری عورت امداد باہمی ترقیات ان کے
تحت عورت امداد باہمی تعلیمی ان کے زیرِ نظر ہیں۔ موزی بنگال ریاستی کوآپریٹو یونین کے عورتوں
کی شاخ میں کام کر رہی ہیں۔ یہ عورتوں کی تعلیم کے پروگرام کو ردِ عمل لاتی ہیں
چونکہ ایسی عورتوں کی تعداد بہت ہی کم ہے، اس لئے اس پروگرام کو اس سے
موزی بنگال میں ردِ عمل نہیں لیا جاسکا۔ لیکن حال ہی میں اپنے محوِ ذہن کے ساتھ
تجرباتی بنیاد پر اس پروگرام کو بدوان ڈویژن اور شمالی بنگال تک بڑھا دیا
گیا ہے۔

مکودہ یونین کی میں کی وجہ سے حال ہی میں اس ریاست کی عورت کوآپریٹو
بانیوں کو ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں تجویز منظور کی گئی کہ عورتیں
رہی طبیعت کی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کے درمیان سربراہی کی نشوونما میں عام طور پر
لوٹ پیدا ہوتی ہے اور اس کا وجہ ہے کوآپریٹو سوسائٹیاں بھی قائم کر سکتے
نا بری دشواریاں ہوتی ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ عورتوں کی

کوآپریٹو سوسائٹیوں کا ایک ریاستی فیڈریشن قائم کیا جائے اور اس کے سلسلے
میں سطحوں پر اس کی ضرورت ہوتی ہے۔
نچتر دھارن دین دیہا میں جہاں عورتوں کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم
کی جاسکتی ہیں۔

دریائے سندھ پر، زرعی: ۱۔ پھل اور سبزی کے باغات (۲)
پھل اور سبزیوں کو محفوظ رکھنا (۳) پھل کے باغات (۴) تیل کے غم کا پروسیسنگ
(۵) چائے اور کافی کے موادن صنعتی کام کاج (۶) شہد کی مکھیاں پالنا (۷) سور
ایریشن پالنا (۸) بھیڑ بکری کی پرورش و پرورش (۹) اہی گیری، تازہ اور کوئی
(۱۰) مرغ مرغیاں پالنا (۱۱) دیہی شرب، تبا کوادریہ میٹری۔
کپڑے: (۱) ہتھ لکھا (۲) مچھلیاں بچوٹے کا جال (۳) درزی (۴) پاٹ
کاپسٹ (۵) قالین۔

دیگر صنعتیں: (۱) کڑی کے کھلونے (۲) ٹاٹا اور بانس کی مصنوعات
(۳) مٹی کی پیالی اور کھلمے (۴) کشیدہ کاری۔

شہری سطح پر (۱) دستکاری ۲۱ پھلے ناشتہ کی چیزوں کی
تیاری (۳) ردی (۴) مچس، چاک، مہا، سیاحی اور اسٹریٹور (۵) اون
کی تیاری اور درزی کا کار (۶) پھلوں کو محفوظ رکھنا (۷) چمڑے کی صنعت۔
(۸) شہر اور سرکس (۹) اسٹورس (۱۰) چاک بھانپنا (۱۱) کاغذ اور کاغذ
کی مصنوعات (۱۲) امدادی مصنوعات (۱۳) سونا اور چاندی کے زیورات۔
(۱۴) حجامت۔

سکرو سوسائٹس، طبی یونٹ (۱) پالی کلینک، ایسوسی ایٹس (۲)
نرسنگ ہوم (۳) نرسنگ کے فردوسی سادوں ان کی سپلائی (۴) نرسنگ اسٹینڈ
فٹ ایس (۵) نرسری اور پرائمری اسکول (۶) اسکول اور کالجوں کے طلباء کے
لئے ٹیچر ٹریننگ کلاس (۷) پیشہ دانا تربیتی انسٹیٹیوٹ
خوداک (۱۱) اسکول، نرسنگ کے طلباء کے لئے مختص کی سپلائی (۱۲) کاغذ
اور دفتر میں کینیٹ (۱۳) آرڈر پارکس ڈائی اجناس کی سپلائی (۱۴) مستقل پارٹی کو
کھانے پکھانے کے سادوں ان کی سپلائی۔

دنا اہم (۱) کلب (۲) خاندانی تھاکہ کا مرکز (۳) مرکز صحت،
(۴) لائبریری (۵) رنگ سازی کا کلینک (۶) قانونی مشورہ دینے کا مرکز
بچوں کے دنا کا۔ ملازمت کرنے والی عورتوں کے بھروسہ کی
دیکھ بھال۔

شکرگھاٹ اور لنگل ہاٹ علاقہ کے لئے آبپاشی سب کمیٹی

حکومت مغربی بنگال نے شکرگھاٹ اور لنگل ہاٹ ہیل علاقہ اور پور ورجان کے کئی علاقوں میں آبپاشی کی سہولتوں پر غور و خوض کرنے کے لئے مندرجہ افراد پر مشتمل ایک سب کمیٹی قائم کی ہے۔

۱۱) اکریکھوٹیو، بھینڑ، مسوراکشی ہیڈ کوارٹس ڈویژن۔ صدر

۱۲) اعلیٰ زرعی افسر، سوری، بیربھوم۔ ممبر

۱۳) اعلیٰ زرعی افسر، برہمپور، مرشد آباد۔ ممبر

ہوڑہ مونسپل کارپوریشن

ہوڑہ مونسپل کارپوریشن ایکٹ ۱۹۸۰ء، ۱۰ جنوری ۱۹۸۳ء سے نافذ ہو گیا ہے چند دنوں کے اندر انتخابی فہرستوں کی تیاری سے متعلق قوانین بھیج دیے جائیں گے۔ فہرستوں کی آخری اشاعت اور انتخاب کی تاریخوں کا وقت پر اعلان کیا جائے گا۔

شرکت کی بہتری کیلئے سی ایم ڈی اے کی مدد

سی ایم ڈی اے نے ضلع ۲۴ پرگنہ میں مزید پورابھل پنچایت کے تحت شری لام کرشن پوتی روڈ کی بہتری کے لئے ۱۰۱.۵۶ روپے دینے کی منظوری دی ہے۔ اس کام کو سی ایم ڈی اے کے متعلقہ سیکٹر انجام دیں گے۔

پہاڑی علاقوں میں ترقیاتی کام

ضلع دارجیلنگ کے پہاڑی امور شاخ کی سکرپٹریٹ (ترقیاتی و منصوبہ بندی) شعبہ نے دیوان باؤس کے نزدیک کانتی بھورائی، لومبر کے پہلے بھتہ میں خودی مرست کے لئے ۸۵ ہزار روپے دینے کی منظوری دی ہے یہ رقم ناظم، کرسوبنگ مونسپلٹی کو دی جائے گی۔

ہسپتال کے لئے عطیہ

حکومت مغربی بنگال نے دو یکائیت سوسائٹی ہسپتال، کلکتہ کو ۱۹۸۲ء میں اپنے اخراجات برداشت کرنے کے لئے ۸۰ ہزار روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دی ہے۔

خشک سالی امداد فنڈ میں کلکتہ پولس کا عطیہ

مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ کی اسپیشل پراکٹک پولس کے افسران اور اسٹاف نے وزیر اعلیٰ کے امداد فنڈ خشک سالی میں ۸۰.۸۳ روپے بطور عطیہ دیے۔

ہومسوپیتھک شفاخانوں کو عطیت

حکومت مغربی بنگال نے مندرجہ ذیل ہومسوپیتھک اداروں کو اپنے مفت شفاخانوں کے اخراجات کو برداشت کرنے کے لئے کل دس ہزار روپے دینے کی منظوری دی ہے۔
۱۱) رام کرشنا اوریکائند اشرم، گنڈیا، قلعہ۔ ہوڑہ۔
۱۲) آر توپران سیتی، اگرہاٹہ۔ قلعہ ۲۴ پرگنہ۔

جذام کے مریضوں کے علاج کے لئے مزید بستر

حکومت مغربی بنگال نے فیصلہ کیا ہے کہ قومی جذام کنٹرول پروگرام کے تحت مزید چار ۲۰ بستروں کے عارضی ہسپتال وارڈس تعمیر کئے جائیں۔ یہ وارڈ مندرجہ ذیل ہسپتالوں میں ہوں گے۔
۱) گونیکا کالج آف میڈیسن، کلکتہ یونیورسٹی، (۳) سبھلی ضلع ہسپتال، منچورہ، (۳) بول پور پرائمری مرکز صحت، (۴) پرویا صدر ہسپتال۔
متعلقہ ڈویژنوں کے اکریکھوٹیو، بھینڑ (پی ڈی) اور ڈی اے اپنے اپنے علاقہ میں گینا ۸۰ ہزار روپے خرچ کر کے اس کام کو پائیدار بنائیں گے۔

حکومت مغربی بنگال

شعبہ آراضی و اصلاح آراضی

نوش

ٹھیکہ ٹھیکہ حقیقی (حصہ لیائی اور ضابطہ) ایکٹ ۱۹۸۱ء ۱۸ جنوری ۱۹۸۲ء سے نافذ العمل ہو چکا ہے۔ ٹھیکہ کار معینی کے تحت جو قطعات آراضی ہیں، ان کے علاوہ (۱) قطعات آراضی جہاں کھٹال نہیں یا جنہیں کھٹال کے طے پر اس کھٹال کہا جاتا ہے، (۲) سال یا اس سے نامزد نمبر کے لئے رجسٹرڈ پٹے کے تحت قطعات آراضی اور (۳) دائمی قبضہ کے تحت قطعات آراضی اس ایکٹ کے دائرہ عمل کے تحت نہ گئے ہیں اور ایسے قطعات آراضی کے مالکوں کو اس ایکٹ کے تحت ٹھیکہ رعیت کی ترفیل میں شامل کر لیا گیا ہے۔

ٹھیکہ کار زمینیں اور دیگر زمینیں جیں کو اوپر ذکر کیا گیا ہے، براہ راست حکومت کے تحت آگے ہیں، باوجود ۱۹۸۲ء سے ان لوگوں کو معیادی کرایہ ان شرائط کے مطابق جن میں وہ سابق زمینداروں کو کرایہ دیا کرتے تھے، ٹھیکہ کار کو دیکھ کر زمین پر کرایہ کی رسم، پلان ڈنٹ، آرٹھم ہنر، ایک ڈیرہ فریڈری میں جت کرنی ہوگی، چلان کے نام ٹھیکہ کار کے لئے دیا جائے گا۔

چھاننی بین کامپاں پر کر کے پہلے برائے تصدیق انٹرولر کے پاس داخل کرنی ہوگی، تصدیق کے بعد فریڈری میں کرایہ کی رسم جمع کرنی ہوگی، ٹھیکہ کار کے لئے دیا جائے گا۔ درخواست کی جاتی ہے کہ وہ سب بقیہ اور حالیہ کرایہ جلد از جلد ادا کر دیں۔

رسم داریں اور زمینوں کے لئے مندرجہ ذیل اور سی میں حساب و کتاب داخل کرنے کی آخری تاریخ پڑھ کر ۳۱ مئی ۱۹۸۲ء کو دی گئی ہے۔ تمام متعلقہ افراد سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنا اپنا حساب و کتاب جلد از جلد داخل کر دیں۔ اس نوٹس کا اطلاق ان کیسوں پر ہو گا جن پر کسی بھی عدالت کا حکم امتناعی جامد ہے۔ ٹھیکہ کار کے لئے دیا جائے گا۔

حکومت مغربی بنگال، ایس ڈی، اور صدر کا دفتر، ہوڈکا۔
۱۲، ریل اسٹریٹ، کلکتہ - ۷۰۰ ۰۱۱، (ازد پاک اسٹریٹ)



مغربی بنگال کی گھریلو صنعت - ہتھ کر گھا
مغربی بنگال کی بایں مواد حکومت اس صنعت کی ترقی اور بہتری کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے

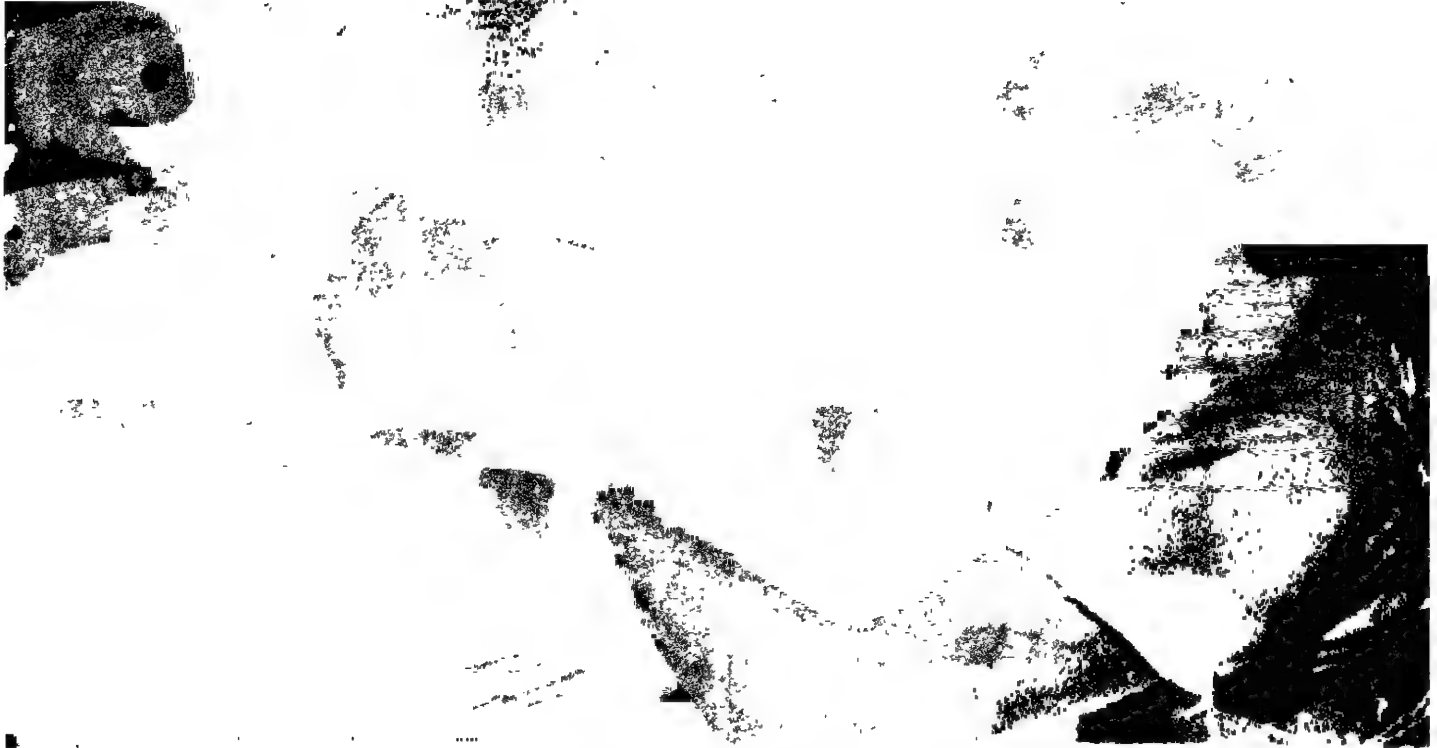
Regd. No. CC-52

Vol. 20 No. 2

PRICE-12 Paise

MAGHREBI BENGAL

15th JANUARY



مغربی بنگال کسی پاٹ منعت

پاٹ منعت کے مزدور دن رات محنت کر کے اس منعت کی رفتار ترقی کو اور بھی تیز کر رہے ہیں



Associate : Md. Azam. Published by the Information & Cultural Affairs Deptt., Govt. of West Bengal
and Printed by IMPRESSIVE IMPRESSION 10, Dr. Kartick Bose Street, Calcutta-700 009.



پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

یوم جمہوریہ نمبر

مدیر اعلیٰ: دھیرندر ناتھ دت

مدیر معاون: محمد اعظم

جلد نمبر ۳	یکم فروری ۱۹۵۳ء	شمارہ ۳
------------	-----------------	---------

شرح خریداری

قیمت :- بارہ پیسے فی پرچہ

سالانہ :- ۳ روپے

تعمین زر کا پتہ :-

سب لائن منیجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

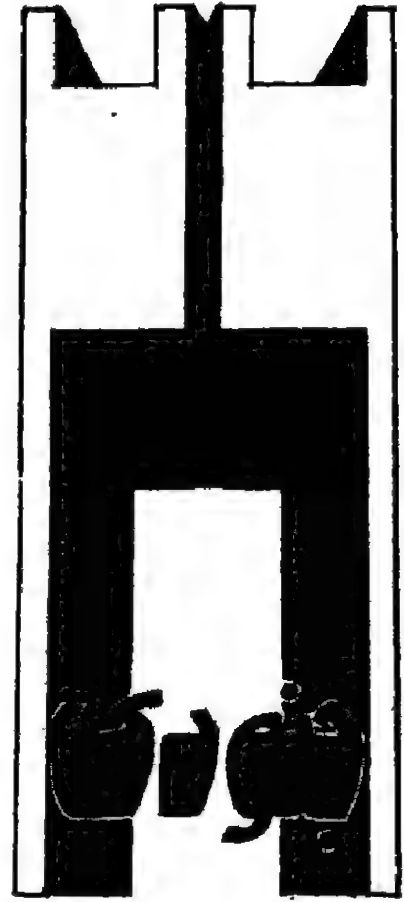
۲۳ آر۔ این۔ مکھرجی روڈ

کلکتہ - ۷۰۰۰۱

ستری لائیو پابلس گورنر مغربی بنگال ۲۴ جنوری ۱۹۵۳ء
کی صبح کو کلکتہ میدان میں منعقدہ پریڈ تقریب میں قومی پرچم لہرتے

آؤ کہ آج غور کریں اس سوال پر!
دیکھے تھے ہم نے جو وہ حسین خواب کیا ہوئے

دولت بڑھی تو ملک میں افلاس کیوں بڑھا
خوش حالی عوام کے اسباب کیا ہوئے
جو اپنے ساتھ ساتھ چلے کوئے دار تک
وہ دوست، وہ رفیق، وہ احباب کیا ہوئے
کیا مول لگ رہا ہے شہیدوں کے خون کا
مرتے تھے جن پر ہم وہ سترایا کیا ہوئے
بے کس برہنگی کو کفن تک نہیں نصیب
وہ وعدہ ہائے اٹلس و خواب کیا ہوئے
جمہوریت نواز، بشر دوست، امن خواہ
خود کو جو خود دے تھے وہ القاب کیا ہوئے
نفرت کا روگ آج بھی کیوں لا علاج ہے
وہ نسخہ ہائے نادر و نایاب کیا ہوئے
ہر کوچہ قلعہ زار ہے، ہر شہر قتل گاہ
یکجہتی حیات کے آداب کیا ہوئے
ممرائے تیرگی میں ٹھکتی ہے زندگی
ابھرے تھے جو افق پہ وہ مہتاب کیا ہوئے



ساحر لدھیانوی



سرکاری یوم جہوریہ

"یوم جمہوریکا ۲۳ ویں سالگرہ کے مقدس موقع پر میں مغربی بنگال کے عوام کو نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔" شری بی. ڈی. باندرے گورنر مغربی بنگال نے گزشتہ ۲۶ جنوری کو مغربی بنگال کے عوام کے نام اپنے ایک پیغام میں یہ تأمل کیا کہ ۲۶ جنوری کی شام کو ان کے اس پیغام کو اکاش والی اسدور دیکھیں تاکہ اسے نشر کیا گیا۔

گورنر نے اپنے پیغام میں کہا کہ

آئیے ہم سب ایک بار جمہوری اداروں اور قدروں کو برقرار رکھنے اور قومی یکجہتی کو فروغ دینے کے کام کے لئے خود کو وقف کر دیں۔ ہمیں اپنی جمہوری روایتوں کی بنیاد کو کوکھلانے والی تحریکوں کے خلاف ہمیشہ جبر کثرت بنانا چاہئے۔ یہ بات باعث فخر ہے کہ ہلوگوں نے اس ریاست میں جمہوریت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی تعظیم کو برقرار رکھا اور انتشار پھیلانے والی طاقتوں کو ناکام بنا دیا۔

ہمارے جمہوریہ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے تمام لوگوں کیلئے مساوی مواقع فراہم کئے جائیں۔ اور رہنماؤں کی معاشی حالت میں بہتری لائی جائے۔ سیاسی اور سماجی سہولت ممکن ہو گا جو چاہوں اور امن و امان اور غیر سنگلی کی فضا برقرار رہے گی۔ اس صورت حال میں جمہوری قدریں بھل چکیں گی۔ مجھے اس بات کو دہرنے میں خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ گزشتہ سال میں شہید میں عام انتخابات مغربی بنگال میں بہت ہی پر امن فضا میں منعقد ہوئے۔

مغربی بنگال میں دو سہ سطحوں تک جمہوری ادارے موثر طور پر چلنے والے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے عوام کی سماجی سیاسی زندگی میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ ریاستی حکومت جمہوری طور پر ملکہ نچایت اداروں کے ذریعہ دیہی عوام کے لئے بہت سارے قومی

۲۶ جنوری ۲۰۲۳ء کی تاریخ کو یوم جمہوریہ کے موقع پر فلتہ میدان میں مارچ پارٹ کے بعد حکومت کی ترقیاتی سرگرمیاں جاری ہیں۔

ہر گروہوں کو برسر عمل لایا ہے۔ اصلاحات آراہنی کے سلسلہ میں دیہی کام کی رفتار ترقی کافی تیز کر دی گئی ہے۔ اور بے زمین کسانوں کو پلاٹ دار کھیتوں اور غریب کسانوں کی کثیر تعداد کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے اقدامات کئے گئے۔

موجودہ سال میں ہم لوگ بہت ہی مشکل دور گزر رہے ہیں۔ ریاست کے لامتناہی خرچہ کی حالت سے دوچار ہے اور اس کی وجہ سے خاص طور پر دیہی علاقوں میں معیشت پر برا اثر پڑا ہے۔ یوم جمہوریکا تقریب منادوں کے لئے ہے۔

مصیبت زندگان کو یاد رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے ہم ان کی مدد کریں۔ مجھے بڑا یقین ہے کہ حوام کے سرگرم نقادوں کے ساتھ ہم موجودہ بحران پر قابو پالیں گے۔

میں مغربی جنگال کے تمام لوگوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس ریاست کے لئے کی ترقی کے لئے اور فترت دارانہ ہم آہنگی اور غیر سرکاری برقرار رکھنے کے لئے مشترکہ طور پر خدمات انجام دیں گے۔ میں آپ لوگوں کو اپنی نیک خواہشات بھیجتا ہوں۔

۲۶ جنوری کو صبح کے وقت مسلح فوج، پولس، ہوم گارڈ، این سی آئی، سیول ڈیفنس، بحارت اسکاڈز اور گائیڈ اور سینٹ جان انجیلوٹی پرہیز بنیافت نے ریڈروڈ پر ٹکارنگ مارچ کا اہتمام کیا۔ گوندنڈ پیر جھڑکائی ٹکی اور سلاخیالی۔

(برائے حق معرستہ ۳۵)

کہتے ہیں اور وہ ایک مثبت جواب کے لئے فلسفوں سے رجوع کرتے ہیں۔ آخر میں کارل مارکس نے پیش قدمی کی اور انسانی مزدورتوں کی فوجیوں کا اور ان کی ملٹی ماوریت کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد انہوں نے بہت ہی بہتر نتائج شریک کی۔ انہوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ آرٹس ذی شعور انسانوں کی مزدورتوں میں سے ایک ہے۔ راہم اور پیچیدہ سوالوں کا وہ مسین انداز سے جواب دیتے ہیں وہ ان عینت پسند لوگوں کے جو ہر آسان سوال کو تیز ذکاوت اور خیالی بنادیتے ہیں، طرز جواب سے مختلف ہوتے ہیں۔

مادی جمالیاتی منطق کے مطابق آرٹس کے تمام نقش و نگار میں آرٹس کی تخلیق کا اہم موضوع انسانا ہے۔ نظم ہوا ڈرامہ، معاشی ہوا سیکڑا یا فنون لطیفہ ہر ایک آپ کو انسانی دلچسپی کی کچھ نہ کچھ باتیں مزور نظر آئیں گی۔ انسانی ان کے بغیر موضوع کے بغیر اور تخلیقی سرگرمیوں کے بغیر آرٹ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک آرٹس تو انسانی من کے مطابق پہلے خود کو اپنے آپ اس کی حقیقتوں کو تبدیل کرتا ہے۔ اس کے بعد ہی اس کے آرٹ میں ایک نئی مدح پیدا ہو جاتی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان اس دنیا میں خاموش رہنے کے لئے نہیں بلکہ سرگرم بر طور زندہ رہنے کے لئے آیا ہے۔ وہ طبع اور عقلی طور پر دنیا مسلسل رابطہ قائم رکھتا ہے۔ دنیا کے ساتھ مسلسل علمی اور عملی تعلقات کے دوران آرٹسٹ میں دھیرے دھیرے دنیا کی حقیقت اور سراسر کی بابت اعتقاد پیدا ہوتا ہے

ریڈروڈ پر جمع لوگوں کو تھیلو (Tableau) دکھائے گئے۔ درگا پور اسٹیل پلانٹ کی طرف سے پہلی بار پیش کیا گیا ٹیبلو، اسٹیل پلانٹ کی چھوٹی ساخت اور چلتی ہوئی مشین کی رکلا کی ہوئی آواز کی وجہ سے سب سے زیادہ پسند کیا گیا۔

دوسرے ٹیبلو میں سی۔ ایم۔ ڈی۔ اے گاؤڈن ریج وائٹوڈ کس میٹروپولیٹن، جنوبی مغربی ریٹوے اور گاؤڈن ریج شرب پور بلڈ اینڈ انجینیرنگ کا نقش جہاز وغیرہ کی پرکشش تھے۔

بھیر بھوم ضلع کے ریڈ کلس نے یوم جہور کے موقع پر سوری صدر سوری جیل اور سوری پولیس ہسپتالوں کے آٹھ سو مریضوں میں خود تقسیم کی۔

اور جیسا کہ لیٹن نے کہا ہے کہ دنیا آرٹسٹیں نہیں دیتی بلکہ ایک آدمی ہی اپنی تشنی کے لئے اپنی سرگرمیوں سے دنیا کو بدلنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ دنیا کو بدلنے کی بدلتی خواہش تو ہر آرٹسٹ اور فنکار کا ہوتی ہے۔ لیکن اگر مادی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر آرٹسٹ ایک ناکامیاب انقلابی ہوتا ہے۔ جب وہ اپنی پسند کے مطابق سماج کو بدل نہیں سکتا تو وہ اپنی پسند کے ایک سماج کی ایک تصویر تیار کرتا ہے۔ من کا منزل مقصود کا، اس کا ایک اپنا مقصد ہوتا ہے۔ اور اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہر شخص اس منزل تک پہنچے۔ لیکن وہ بذات خود تمام انسانیت کو اس منزل تک نہیں پہنچا سکتا تو وہ خود اپنی تصویروں میں خیالی کرداروں کو جاگ کر کیا کرتا ہے۔

انسان کے شعور کو بیدار کر کے دنیا کے سلیے میں اسے روکے تشکیل کر کے ہر اس کے عالمی نظریے میں تبدیلیاں آرٹسٹ انسانی سرگرمیوں کو ایک خاص سمت، ایک خاص منزل کی طرف دیکھاتا ان کی زندگی میں ایک نئے معنی پیدا کر کے تیلے۔ آرٹسٹ اپنے قوانین من کے ذریعہ لوگوں میں جمالیاتی ذوق پیدا کرتا ہے۔ اور جی ہر آرٹسٹ کی تلاش ہوتی ہے، منزل ہوتی ہے۔

پاکستان جمہوریہ

دستوری اعلانات اور حقائق

از
جسٹس راء

کی تکمیل کی گئی۔ ہم اس بات کا بھی تجزیہ کر سکتے ہیں کہ اس وقت کے حالات اور حقائق کے پیش نظر ایسی ترمیم ضروری تھی؟

آئیے پہلے انصاف کے سوال پر غور کریں۔ دستور انصاف کو تین پہلوؤں سے دیکھتا ہے۔ سماجی انصاف سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی شہری کو، سماج میں اس کا جو مقام ہے، اس کے پیش نظر، کمتر سمجھا نہیں جائے اور اس کے ساتھ نا انصافی کی جانی جائے۔ آج کس حد تک ہندوستانی سماج میں اس تصور کو عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے۔ آج بھی ہمارے سماج میں صرف دولت ہی سماجی مقام کا تعین کرتی ہے۔ اب دولت کی جگہ کچھ حد تک طاقت نے لی ہے بہتر طور پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ دولت اور طاقت اس سلسلے میں تعین کرتی ہے۔ غریب اور پس ماندہ لوگوں کی آج بھی وہی سماجی حیثیت ہے جو ان کے قبل کچھ دنوں میں انکی تھی۔ یہ ایک لعنت ہے کہ سماج میں حیثیت کا تعین خواتین بات سے کیا جاتا ہے، اور یہی ہندوستانی سماج کی رفتار ترقی کی راہ میں اہم رکاوٹ ہے۔ سماجی انصاف حاصل کرنے کیلئے جن مقاصد کا اعلان کیا گیا اس کے پیش نظر انسانیت پر بنیادی تھمک کے تصورات کو ختم ہو جانا تھا۔ کیا آج بھی ہم یہ نہیں دیکھتے کہ برہمنوں کو اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ساتھ جلا دے رہے ہیں، اور اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ وہ مبہم ہیں۔ ایسے واقعات ان کا ذکر نہ کرنا نہیں ہوئے۔ ایسے بھی واقعات ہوئے ہیں کہ جب گاؤں کے پوری برہمن آبادی کو جلا کر مار ڈالا گیا۔ تب سماجی انصاف کے تصور کی کیا گیت رہ گئی؟ دستور کے محاذ کیا کر رہے ہیں؟

معاشی انصاف کے سلسلے میں بھی ہم ہی دیکھتے ہیں کہ ہمارے ملک کے محنت کش عوام یعنی جو کھیتوں یا کارخانوں میں دولت پیدا کرتے ہیں بہت ہی ابتر غربت میں زندگی گزارتے ہیں، انہیں سے نصف سے زیادہ کو

ہوگوں کو ۱۹۷۳ء میں پھر ایک بار جنوری کی ۳۱ ویں تاریخ سے گزرتا ہوا۔ اس خاص تاریخ کو یاد کرنے کا یہ ۳۲ واں سال ہے۔ یہ تاریخ یعنی ۲۶ جنوری بہت ہی اہم ہے اور ہم اسے یاد رکھتے ہیں اور اس دن کو ہم مناتے ہیں کیونکہ ۳۳ سال قبل ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو ہمارے ملک، جسے تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن جو غیر ملکی برطانوی حکومت کی پیروی سے آزاد ہو چکا تھا، کیلئے دستور کو اپنایا گیا۔ گزشتہ برسوں کی طرح اس سال بھی اس تاریخ کا گلدھانا کوئی خاص اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کئی نئی بات اور نئی کی خصوصیات ہے۔

دستور میں جسے ۳۱ جنوری ۱۹۵۰ء کو اپنایا گیا تھا، ہند کو ایک خود مختار عوامی جمہوریہ، قرار دیا گیا ہے۔ پھر دستور کی ایک ترمیم یعنی ۳۲ ویں ترمیم جسے ۱۹۷۱ء میں اندرون ملک ایک رجحان کے عرصہ میں منظور کیا گیا تھا، کے ذریعہ ہندوستان کو خود مختار اشتراکی لائبریری عوامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔ نئی تعریف میں اشتراک، اور لائبریری الفاظ ۱۹۷۱ء کی کے الفاظ میں شامل کئے گئے ہیں۔ اس اعلان کا مقصد تو خود دستور میں درج ہے۔ خود مختار عوامی جمہوریہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کیلئے حاصل کریگا۔

(۱) انصاف سے سماجی، معاشی اور سیاسی،

(۲) خیال، اظہار خیال، یقین، مذہب اور عبادت کی آزادی

(۳) سماجی حیثیت اور مواقع کی مساوات

اس اعلان کے اندرونی معنی میں کوئی فرق بننا یا جب اس کی تعریف میں اشتراکیت، اور لائبریری، الفاظ شامل کئے گئے۔ دوسرے الفاظ میں مذکورہ الفاظوں کو شامل کرنے کے بعد تنافر میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی اور وہ دہے ہی رہا جیسا کہ ۱۹۵۰ء میں تھا

اب ہم اس بات پر بحث کریں کہ کس حد تک اس اعلان

عربیت کی سطح سے بھی نیچے سطح پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور غریب کی سطح بھی اتنی نیچی سطح ہے کہ جو لوگ اس سے ذرا اوپر کی سطح پر زندگی گزارتے ہیں تو انہیں بھی نیم فاقہ کشی کے دن گزارنے پڑتے ہیں۔

جہاں تک سیاسی انصاف کا سوال ہے، تو اسکی بابت جتنا کم کیا جائے، اتنا ہی بہتر ہے۔ آزادی کے بعد کانگریسی حکومت نے یہ روایت تعمیر کی ہے کہ جو لوگ کانگریس کی سیاست، کانگریسی حکومت کی پالیسیوں کی مخالفت کریں گے انہیں سرکاری ملازمتوں اور دیگر سہولتوں سے محروم رکھا جائے گا۔ سیاسی تمیز اور تفریق کے اس اصول کو، جیسے انگریز حکمرانوں نے رائج کیا تھا، ان کے بعد ویسی حکمرانوں نے بڑی خوبی سے اپنایا۔ اس طرح سیاسی انصاف کی باتیں جو دستور کی تمہید میں درج ہے، نیک خواہشات بنی رہیں۔

اسی طرح اگر ہم آزادی اور مساوات کے مسئلہ پر غور کریں تو ہمارے تجربہ کے مختلف شعبہ گار۔ اعتدالی حراست قانون بھی بغیر عدالتی کارروائی کے حراست میں رکھنا، تو ہمارے ملک کے قوانین کی کتاب کا اہم وجود بن چکا ہے صرف بہت ہی مختصر عرصہ کیلئے جب مرکز میں جتنا حکومت برسرِ اقتدار تھی، تو اس قانون میں کچھ نرمی پڑتی گئی تھی۔ اخباروں کی آزادی کو دبا دینے کا قانون جو ان کا توں موجود ہے۔ نہ صرف یہاں پر پریس بلکہ مختلف ریاستوں میں بہت سارے ایکٹ منظور کئے گئے ہیں جنکے تحت پریس کی آزادی ختم کر دی گئی ہے پھر یہ کہنا بھی حقیقت سے انحراف کرنے کے برابر ہو گا کہ ہم اپنے سماج میں سماجی شخصیت اور مواقع کی مساوات حاصل ہو چکی ہے۔ بلکہ ہمارے سماج کو اس نقشہ پر ڈھالا جا رہا ہے کہ سماجی تشیت اور مواقع کو مخصوص اعلیٰ طبقہ تک محدود کر دیا جائے۔ یہ مخصوص اعلیٰ طبقہ آہستہ آہستہ ابھر رہا ہے اور یہ سماجی لوگوں سے کئے گئے کروڑوں کروڑ روپے کی سرحدیہ کاری کے ذریعہ پیدا ہونے والے مواقع اور سماجی شخصیت کو غصب کر لے گا۔

ہم کیسے اس بات کو لبراہ سکتے ہیں کہ آج بھی دستور کو اپنانے کے ۲۲ سال بعد بھی ہم جہالت کو دور کرنے میں ناکام رہے۔ کون اس بات سے ناواقف ہے کہ دستور میں یہ درج ہے کہ ۴۷ سال تک بچوں اور بچیوں کو مفت اور لازمی تعلیم دینی چاہئے اور اس کام کو ۱۹۶۱ء تک مکمل کر دینا چاہئے۔ ایک شخص قانون کو پورے پورے سمجھ سکتا ہے۔ کیا یہ ہماری ناقابلیت ہے یا نااہلیت، یا ایسا قصور کیا گیا ہے؟ تعلیم کی اشاعت سے مواقع کی تقسیم کی منگ پیدا ہوتی ہے۔ وسیع پیمانے پر جہالت سے نااہلی کی موجودہ حقیقت کو برقرار رکھا جائے اور ہر سکے کو

برابری کے قلعے کو وسیع بنا دیا جائے۔

اب سوشلسٹ اور سیکولر الفاظ کی بابت کچھ کہنا چاہتا ہوں ان الفاظ کے اضافہ سے اعلان کی نوعیت میں متعلقہ تبدیلی پیدا نہیں ہوئی اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ یہ اضافہ صرف ظاہری نمائش کے لئے کیا گیا ہے درحقیقت ان الفاظ کو شامل کرنے کے بعد ہمارے ملک کی حکومت کی نوعیت میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ خاص طور پر ایک سترائی (سوشلسٹ) ریاست کا تصور ہی بالکل مختلف ہوتا ہے۔ ہمارے دستور کی جو بنیادی ڈھانچہ ہے اور جو بنیادی تصورات ہیں، انکی روشنی میں کسی بھی ریاست کو سوشلسٹ ریاست کہا نہیں جاسکتا۔ ہمارے دستور نے جو حد بندی کر دی ہے وہ سوشلسٹ سماج کے بنیادی ڈھانچہ سے بالکل مختلف ہے۔ ایک سوشلسٹ سماج جو بنیادی طور پر کام کرنے کے حق کو تسلیم کرتا ہے اور نفع خوری کے اصول کو تسلیم نہیں کرتا۔ لیکن ایسی بنیادی باتوں کا ہمارے دستور میں ذکر نہیں ہے۔ ایک نتیجہ یہ ہے روزگاروں کی تعداد سال بہ سال بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ کم و بیش لپائی اتحاد ایک کر ڈر سے زیادہ ہو گئی ہے دوسری طرف کالے بازار کا کام کرنے والے اور نفع خور تو عوام کی عزت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے لاکھوں روپے بطور نفع کمایا ہے۔ صرف چند لوگوں کے ہاتھوں دست اکٹھی ہوتی جا رہی ہے۔ اجارہ داروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ سرمایہ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ سرمایہ دار ملکوں سے غیر ملکی سرمایہ یہاں آ رہا ہے اور اس طرح آمدنی میں فرق اور کمی بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ ایسی صورت حال ہے جسے کوئی بھی سوشلسٹ ملک دیکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

سیکولرزم یعنی لامذہبی کے سلسلہ میں ہم بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے حکمران صرف زبانی جمع و خراج کہتے ہیں۔ یہ نہایت ہی بد قسمتی کی بات ہے کہ آج بھی ہمارا ملک بدترین قسم کے فرقہ وارانہ فسادات کے چنگل میں جکڑا ہوا ہے اس طرح کے حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے سوشلسٹ اور سیکولر الفاظ شامل نہیں کئے گئے۔ ایسا تو صرف لوگوں کو بے وقوف بنانے کیلئے کیا گیا۔ ایک سماج کی تبدیل کیلئے عوام کو ہی پہل کرنی پڑتی ہے اور عوام ہی اس کام میں اعلیٰ طور پر حصہ لیتے ہیں۔ سماج کی تبدیلی کیلئے یہ ابتدائی ضرورت ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ سماج کی اس ابتدائی ضرورت کو اب تک پورا نہیں کیا گیا۔ برخلاف ان کے عوام کو اس کام سے بالکل الگ تھلگ رکھا گیا۔ اور جہاں کہیں بھی لوگوں نے اس سلسلے میں پہل کی وہاں انہیں مار پیٹ کر پس پشت ڈال دیا گیا۔ جہاں کہیں بھی مستحقان اور حجت پسندوں کی طاقتوں کے خلاف لگ منظم ہوئے وہاں انہیں ان لوگوں نے،

(برقی خدمت)

باقی مہینوں میں مزید ۵۰ کروڑ کا انشا ہوگا۔

چھ مہینوں کے تین سال پورے ہوئے لیکن ابھی تک چھ مہینوں کا منصوبہ مکمل نہیں ہو سکا۔ اس منصوبہ کے بارے میں کام شروع نہیں ہوا۔ پچھلا منصوبہ کو ایک طرح سے طاق پر رکھ دیا گیا ہے۔

بجلی کی صورت حال سے بھی واقف ہیں۔ ابھی ابھی پیداوار ملک سے تقریباً دو سو لاکھ کلو واٹ بجلی پلانٹ کی پیداواری صلاحیت کو پورے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ یعنی ۲۵ فی صد صلاحیت سے کام لیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف تیس فی صد پیداوار کردہ تیل پر انحصار اور بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ تقریباً ۲۶ کروڑ سے زیادہ روپے کا تیل درآمد کیا گیا۔ مختلف صنعتوں میں کوئلے کے استعمال میں کمی کی گئی۔ اپریل - ستمبر ۱۹۵۵ء تک بجلی گھروں میں ۷۷۹ فی صد سے کم ہو کر ۱۵۱ فی صد اسٹیل پلانٹس میں ۱۲۳ فی صد سے کم ہو کر ۱۱ فی صد اور شہر میں ۱۶ فی صد سے کم ہو کر ۱۱۴ فی صد اور سنٹ صفت میں ۳۷ فی صد سے کم ہو کر ۱۹ فی صد ہو گیا۔

آئی ایم ایف سے جو قرض لیا گیا ہے اس کے سلسلے میں بہت سارے شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ہندوستانی میں غذائی اجناس کے سلسلے میں مالی سہولتیں یا معیار دینی بند کر دینی ہوگی جس کے نتیجے میں عالم لوگوں کے لئے ۱۵ فی صد قیمت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ یہ سیرج پر درآمد کا شرح ۱۰۰ فی صد ہے۔ بہت سی ہندوستانی چیزوں کی فروخت قیمتوں کا ایک فہرست تیار کی ہے جو درج ذیل ہے۔

اجناس	کلو اینٹی	قیمت فی کلو گرام روپے میں		ایک سال میں قیمتوں میں فی صد فرق
		۱۹ دسمبر ۱۹۵۴ء کو	۸ دسمبر ۱۹۵۴ء کو	
چاول اوسط	۶۵۰۰	۳۱۸۰	۷۵۹۰	
فیہن	۴۱۹۰	۳۱۹۰	۱۷۹۹	
جوار	۳۵۰۰	۲۱۳۰	۳۰۱۴	
گردال	۸۵۰۰	۶۱۰۰	۴۳۵۳	
دودھ فی لیٹر	۶۵۰۰	۵۵۴۰	۱۱۱۱	
دائیتی گھی فی لیٹر	۱۷۱۰۰	۱۵۶۰۰	۱۳۱۳۰	

اس ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو بہت ساری باتوں کا مہیا تھیں لیکن عوامی جہد کے ۳۳ ویں سال کے موقع پر چاروں معاشی بددلتی کی تصویر کشی کرنا بڑی مایوسی ہو گئی۔

ہر سال انتخابات میں ہر ممکن طریقہ سے دباؤ جم تو ہے لیکن ابھی تک ہر ایک کے لئے قوانین نافذ نہیں کیے گئے جس کا مقصد یہ ہے کہ محنت کش لوگوں کا اپنے حالات زندگی میں بہتری لانے کیلئے جدوجہد کیا جاسکے۔ نیشنل سیکوریٹی ایکٹ اور سٹیشن سروسز منجیس ایکٹ وغیرہ کی مثالیں ہیں جس کے سلباتی، جو ۲۰۰ سال سے زیادہ پرانا ایک غیر ملکی استحصاں کا شکار بنا ہوا ہے۔ تبدیلی کیلئے بنیادی طور یہ ہے کہ ایسے قوانین کو اور بھی زیادہ حقوق دینے جائیں تاکہ وہ رجعت پسند طاقتوں کو شکست دینے کیلئے موثر طور پر جدوجہد کر سکیں۔ دباؤ ہمارے ملک میں ٹھیک ایک برس تک باقی رہنا چاہیے۔ صرف یہ کہ ان حقوق میں توسیع نہیں کی جا رہی ہے بلکہ اس کا ایک خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ محنت کش لوگوں نے مسلسل جدوجہد کرنے کے بعد انگریزوں سے جو حقوق چھینے تھے، ان میں سے ایک بک کر دیا جا رہا ہے اور زمین لیا جا رہا ہے۔ حال ہی میں حکومت ہند نے ہندوستانی فریڈیوم فیکٹ ۱۹۴۷ء میں ترمیم کی۔ اس نئی ترمیم نے ہسپتالوں، تعلیمی اداروں کے ملازمین اور مزدوروں کو فریڈیوم فیکٹ سے محروم کر دیا۔ اس سے اس ترمیم کا فائدہ پہلے سے ہو جاتا ہے۔

اس لئے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان کے حکمران طبقے ہمارے دستور میں ذکر کردہ باتوں کو پورا کرنے میں دلچسپی نہیں لیتے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ استحصاں بلا روک ٹوک جاری رہے۔ انکی یہ خواہش ہے کہ ہندوستانی سماج ہمیشہ طبقتوں میں بننا ہے اور وہ بالائی سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔

اس لئے ہر باطنی اور کان و دل شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بات کی کوشش کرے کہ عوام باطنی طور پر متحد ہو جائیں تاکہ وہ سب ایک ساتھ مل کر کم از کم ان باتوں کی حصول کیلئے جنگا دستور میں ذکر کیا گیا ہے، حکمران طبقوں کے حلقوں کا بخوبی مقابلہ کر سکیں۔ جدوجہد کے دوران یہ بات مایاں ہو جائیگی کہ دستور میں درج باتوں کو پورا کرنے کیلئے ہمیں ایک لمبے فاصلے کو طے کرنا ہوگا۔ آئیے ہم طوفانی کی طرف آگے بڑھیں۔ آئیے ہمارے دستور کی ۳۳ ویں سالگرہ کے موقع پر اس بات کا اعلان کریں کہ ہم متحد ہو کر سبکی برائیوں کو دور کریں گے اور ایک نئے ہندوستان کی تعمیر کریں گے۔

عوامی جمہوریہ کی ۳۳ ویں سالگرہ

• اور •

ہندوستانی معیشت کی بد حالی

بلاشبہ نئی دہلی لال قلعہ میدان میں پھر ایک بار یوم جمہوریہ کی ۳۳ ویں سالگرہ کے تہوار کا اہتمام کے ساتھ منایا جا رہا ہے۔ لیکن گزشتہ تیس برسوں میں ہندوستانی معیشت کی کیا حالت ہوئی؟

گزشتہ تیس برسوں میں مجموعی قومی پیداوار کی شرح زیادہ ہونے کی جگہ آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی ہے یعنی ۱۹۵۸ء میں ۸.۲ فیصد سے کم ہو کر ۱۹۸۲ء میں ۳.۲ فیصد ہو گئی ہے۔ فی کس آمدنی میں ۱۹۵۰ء میں ۱۶۸ روپے کے ہو کر ۱۹۸۲ء میں ایک فی صد ہو گئی ہے۔ ۱۹۵۰ء میں زرعی پیداوار میں اضافہ کی شرح ۲.۹ فی صد سے ٹھٹ کر ۱.۹ فی صد میں ۵۵ فی صد ہو گئی۔ کان کنی اور مصنوعات تیار کرنے والے سیکٹر میں اس سے الگ نہیں رہ سکے۔ اس سیکٹر میں افزائش کی شرح ۱۹۵۰ء میں ۵.۵ فی صد سے کم ہو کر ۱.۹ فی صد میں ۳۲ فی صد ہو گئی ہے۔ عالمی صورت حال کے زیر اثر حالی معاشی مندرہ ہلا دی گئی۔ کانام ہی نہیں ملتی۔ معیشت کی حالت دن بدن بدتر ہو کر جا رہی ہے۔ ۱۹۸۲ء کے لئے صنعتی منظر بہت ہی مسنان نظر آ رہا ہے۔ ۱۹۸۱ء میں صنعتی پیداوار ۹۱ فی صد تھی جو ٹھٹ کر ۱۹۸۲ء میں ۸۱ فی صد ہو گئی۔ نشانہ تو ۱۰۰ فی صد کا تھا۔ صنعتی پیداوار میں بلاشبہ ۱۱ فی صد کے مقابلہ میں ۸ فی صد کے اضافے سے صورتحال کی ابتری کا پتہ چلتا ہے۔ ۱۹۸۲ء سے بہت ساری صنعتیں جیسے سوتی کپڑے بننے کی مشینیں، ٹریکٹر، ریفریجریٹر، کاسٹنگ سوڈا، اسوڈا، الیش، کاغذ، لکھنا اور اسپیشل اسٹیل وغیرہ تو مندرہ باز آ رہی کی گرفت میں ہیں۔

سوتی کپڑے تیار کرنے کی مشینیں تیار کرنے والی صنعت کی پیداوار جنوری ۱۹۸۲ء میں ۱۰۰ کروڑ روپے کے ہو کر جنوری ۱۹۸۲ء میں ۳۰ کروڑ روپے کی حالت کی ہوئی۔ کچھ چھ برس کے آخر تک اس صنعت کے پاس ۲۰ کروڑ روپے کی ملکیت کی مشینیں بلا فروخت تھیں۔ ٹریکٹر تیار کرنے والوں کو بھی بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں ۳۰ فی صد کی کوئی بڑی کمپنی ان کے اور ان کے ڈیلروں کے پاس جنوری ۱۹۸۲ء کے آخر تک کم و بیش ۱۲۰۰۰ ٹریکٹر بلا فروخت پڑے تھے۔ ریفریجریٹر صنعت کے جولائے

۱۹۸۲ء کے آخر تک ایک لاکھ ریفریجریٹر اسٹاک میں پڑے تھے۔ کاسٹنگ سوڈا کی پیداوار ۱۹۸۱ء کے آخری سہ ماہ میں ۵۵ لاکھ ٹن سے کم ہو کر ۱۹۸۲ء کے دوسرے سہ ماہ میں ۳۸ لاکھ ٹن ہو گئی۔ کاغذ صنعت کے پاس کاغذ کی سپلائی کے لئے جو آرڈر پیش کیا گیا تھا وہ اپریل - جون ۱۹۸۱ء میں ۲۴ لاکھ ٹن سے کم ہو کر اپریل - جون ۱۹۸۲ء میں ۱۷ لاکھ ٹن ہو گیا۔ لکھنا صنعت کے اسٹاک میں ۶ لاکھ ٹن لکھنا جولائی ۱۹۸۲ء میں بلا فروخت رہا۔ اسی طرح ۱۹۸۲ء میں دھواگ اور کپڑے تیار کرنے والی سوتی کپڑے کی صنعت کی مصنوعات ۱۹۸۱ء کے مقابلہ میں ۱۱ فی صد اور ۱۹۸۲ء میں ۲۵ فی صد کم ہوئی۔ نفوس اسٹیل کارسٹاک ۱۹۸۱ء میں ۳۹ لاکھ ٹن سے بڑھ کر ۱۹۸۲ء میں ۵۰ لاکھ ٹن ہو گیا۔

اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے ترقی یافتہ سربراہ دارانہ ملکوں میں زبردست مندرہ باز آ رہی کے تحت اور مزدوری مصنوعات کی تجارت میں ابھی غامضی کے کیش نظر اب سامراجی ممالک اس بات کی جی توڑ کوشش کر رہے ہیں کہ اس بحران کے لوجھ کو تیسری دنیا کے ملکوں کو لار دیا جائے۔

ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ ممالک بذات خود درآمدات کی روک تھام کر رہے ہیں اور اپنی مشینوں کی حفاظت کے لئے دیواریں تعمیر کر رہے ہیں لیکن ان کی کالکسٹیاں جیسے آئی ایم ایف اور عالمی بینک تیسری دنیا کے ملکوں پر زور دے رہی ہیں کہ وہ درآمدات میں فوائد کے اضافہ کریں، ساتھ ہی وہ اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان ملکوں میں لکھنا صنعت کی مصنوعات کی دیگر کثیر القومی کارپوریشن کی مصنوعات لے لے۔

فرانسیسی ذریعہ مبادلہ کے زیر زور میں بھی بڑی کمی پیش ہو رہی ہے۔ جنوری ۱۹۸۱ء میں یہ ۱۰۰ کروڑ روپے کے ہو کر دسمبر ۱۹۸۲ء کے آخر میں ۳۰۰۰ کروڑ روپے ہو گئے۔ نرسبیاں اس بات کو بھی زیر زور رکھ گیا تھا کہ آئی ایم ایف نے ۱۸۰۰ کروڑ روپے نکالنے کی گئی تھی۔ دوسری طرف برٹش کی برصغیر کی جا رہی ہے۔ اور زیر زور لیا س کے اندازہ کے مطابق یہ بھی ۱۳۰ کروڑ روپے کے کسی زیادہ ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ باریا منٹ کے پس پردہ حکومت نے ایک پورے سال میں ۲۰۰ کروڑ روپے سے قومی قرض میں اضافہ کر دیا ہے اور ۸۲-۸۳ء کے

سنت داس گیتا

وشنوپرشاراٹھا

انقلابی شاعر

انکے نتیجہ میں انھیں کوچ بہار سے باہر نکال دیا گیا۔ اگر وہ آج زندہ رہتے تو انکا احتجاجی قلم بلاشبہ ان ہی باتوں کو دہراتا۔

پیدائش : ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کو جموں کی نصف شب کے وقت وشنوپرشاراٹھا پیدا ہوئے انکے والد کا نام سردار بہادر گوبال چندر موہن چاہری اور دادا کا نام شونی رام موہن چاہری تھا۔ انکے دادا مدنا پور میں برسر روزگار تھے اور وہیں دوران ملازمت انکی موت واقع ہو گئی۔ انکے والد گوبال چندر اس وقت بہت ہی کم سن تھے۔ اس لئے باپ کی وفات کے بعد مدنا پور کے ایک پولس انسپکٹر جن کا نام راجھا تھا نے گوبال چندر کی پرورش کی اور اسی وجہ سے گوبال چندر نے اپنے نام کے ساتھ راجھا ہی شامل کر لیا۔ گوبال چندر ڈھاکہ میں انگریزوں کی فوج کے مسٹرن ایجنٹ کے موبیڈار منیجر تھے۔ لیکن دوران ملازمت یہ ایک حادثہ کا شکار ہو گئے اور اسکی وجہ سے انکی موت واقع ہو گئی۔ انکے بعد انگریزی حکومت نے انکے بیٹے وشنو راجھا کو تیس ہزار روپے پر مشتمل قطعات آرمی بطور عطیہ دیئے۔ اتنی بڑی ملکیت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ استحصا کرنے والے زمیندار بن سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے اپنے لئے ایک الگ تھلک راستہ اختیار کیا کالج کے دنوں میں انقلابی اشعار لکھنے پر انھیں شہر بدر کر دیا گیا تھا لیکن اسکے بعد وہ انقلابی راہ پر گامزن ہو گئے

ایک آؤٹسٹ کی پیدائش : یہ ۱۹۲۷ء سے قبل کی بات ہے نتیجہ پور شہر میں طلباء کے ایکسی ایشن کا

اؤٹسٹ چھتراسیما نام کا ایک ادارہ تھا جو ادبی لحاظ سے کافی مشہور تھا بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں جیسے دوئی ناتھ کھیتا، چندر ناتھ شرما اندریشور بڑٹھاکر، تیرتھ ناتھ شرما، ہیم برودا وغیرہ کی ادائیگی ادبی

وشنوراجھا، اپ کتنی رات ہوئی ہے ؟

ڈاکٹر گیتا، کتاب کے باب محرف کیا رہ گئے ہیں۔

مشہور محروف آسکی شاعر ڈاکٹر پریندرا کمار بھٹاچاریہ نے

یہ سوال آسام کے انقلابی شاعر وشنوپرشاراٹھا سے کیا تھا اگر ہم داس پمیشیل کی اہمیت کا اندازہ لگائیں تو ہلو گول کی سجدہ میں یہ بات ضرور یاد آئے گی کہ ایک مدکس ودی اور لینن ودی شاعر کا یہ خواب عقیدت نہ صرف عقول سے بلکہ اہم اور غیر معمولی بھی ہے۔ آجکل آسام کی سیاسی بے چینی کے پس منظر تنگ نظر اور نام نہاد قوم پرست رجعت کے لوگ بھی جنھوں نے اپنی ریاست سے غیر آسامیوں اور کمیونسٹوں کو نکال باہر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے بڑی شان و شوکت کے ساتھ وشنوپرشاراٹھا کی جنم صدی منا رہے ہیں اور انھیں قوم پرست اور وطن دوست اسی شاعر وادیہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے پیش کئے جا رہے ہیں واہ واہ واقعہ یہ بڑی اہم بات ہے۔ لیکن ہمارا اہمیت تصویر کے فریم (جو کھینچے) پر چڑھائے جا رہے ہیں کیونکہ وہ زندہ نہیں ہیں اور اگر وہ زندہ رہتے تو تو ان جوئے مہاجنوں کے حسلان گرجا اٹھتے۔

شاعر راجھا، جب ڈاکٹر پریندرا کمار، کوچ بہار میں زیر تعلیم تھے اپنی اندرونی انقلابی تحریک کے جذبہ سے شاعر ہو کر کوچ بہار کے راہ کے محل کی دیوار پر یوں لکھ لکھا تھا۔

اس مملکت میں دو بکریاں ہیں۔

ایک کالے رنگ کی ہے اور دوسری سفید

اگر مملکت کی فلاح و بہبود کی خواہش ہے

تو قربانی دوان دونوں بکریوں کی۔

زندگی اسی سہلے شروع ہوئی۔ دشنورا بھاکی ابتدائی ادبی زندگی کا آغاز بھی یہیں سے ہوا۔ اپنی ادبی زندگی کے پہلے دور میں دشنورا بھا لوک ثقافت سے روشناس ہوئے تیج پور کے بان رنگو منچ کے پوجا پنڈال میں ہر سنیچر کو بنگلہ میں کرتن گیت اور گھوٹ نام، گیت کی بیٹیک ہوتی۔ یہیں دشنورا بھا کے دل میں موسیقی کا شوق پیدا ہوا۔ وہ خاص طور پر انہیں طنز و مزاح کے کرتن گیت بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ ان کے ایک طنزیہ کرتن یوں ہے:-

” جگری کے چھوٹے بچے
مجھے پسند نہیں ہیں
اچھے اچھے اور بڑے بڑے ختی
مجھے پسند ہیں “

کن لوگوں کیلئے یہ آرٹ اور ثقافت: ۱۹۵۰ء میں آرٹ

اور ثقافت کا ذکر کرتے ہوئے نین نے یہ کہا تھا کہ کیونٹوں کی آرٹ اور ثقافت لاکھوں لاکھ محنت کٹوں کی خدمت کا نام ہے۔ آرٹ و ثقافت کی بابت تو تعلید پسندوں اور علی لوگوں کی بحث تو بیختم ہونے والی بحث ہوتی ہے۔ اسلئے دونوں مکتب خیال کے لوگ نے اپنے اپنے منطق اور دلیل لاتے ہیں۔
تعلید پسندوں کی رائے میں آرٹ عوام کے لئے ہے۔
علی لوگوں کی رائے میں عوام کیلئے آرٹ ہے۔

میکس گورکھی اور چین کے ’لوسون‘ مجموعہ منوں میں ماکس وادی تھے اسلئے ان لوگوں نے علی لوگوں کا راستہ اختیار کیا۔ ہندوستان میں دشنورا بھا بھی دوسرے راستے کے مسافر تھے۔ اسی لئے راجھا کے الفاظ میں، ایک شخص جسم میں لاکھ ملکہ، زرد لباس پہن کر اعلیٰ منطق نظر کلاتی کہہ کر سماج کے سامنے ایک رنگین خواب پیش کرتا ہے، اس طرح وہ شان و شوکت کے دور سے گذرتا ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے اسے دلی تسلی حاصل ہو، لیکن میں کوئی دائمی تحریک نہیں کر سکتا جس سے حقیقی انقلابی رجحانات رونما نہ ہو سکیں میری تحریک کی لہروں کی روؤں سے سماج کی صدیوں پرانی خامیاں اور برائیاں دور ہو جائیں گی۔
آج ہماری زندگی پر معیشت کا اچھا خاصہ اثر پڑتا ہے۔ ایک طرف غربت ہے اور معاشی نابرابری ہے تو دوسری طرف مٹھی بھر لوگوں میں خزانہ جمع ہو چکا ہے اور اسی وجہ سے سماج میں بے انصافی، استحصال اور جھٹی روٹا ہوئی ہے۔ بنی نوع انسان کی فطرت ترقی کا اگر ہم جائزہ لیں تو ہمیں یہ معلوم ہو گا کہ ہر

دور میں ایک تہذیب ترقی کے ایک ذریعہ سے جب دوسرے ذریعہ پر جاتی ہے تو ٹھیک اس کے عروج کے وقت سماجی زندگی میں بے چینی، اضطراب اور کھلبلی رونما ہوتی ہے۔ لیکن بے چینی کے اس دور میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو لا انتہا تکالیف برداشت کر کے اور قربانیاں دیکر حقیقی انقلاب رونما کراتے ہیں اور ایک نئی تہذیب کی راہ کو روشن کر دیتے ہیں۔ اس اقدام کو قسم بیداری کہہ سکتے ہیں اور یہ بیداری انسان کی ترقی کی مسلسل لہروں کی دہرے سالم اور مستحکم ہو جاتی ہے۔

مختی گہری اور سچی باتیں ہیں راجھا کی۔ اور بقول راجھا، ”مجھے لوگ آرٹ یعنی فنکار کہتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو میرا یہ کہنا سچ ہے۔ ناچیز بھگوان کے طفیل سے فنکار نہیں بنا، اسے فنکار بنایا ہے عام لوگوں نے۔“

دوست، رفیق اور رہبر جیوتی پر شاد اگر وال: آسامی سنگت

کے بانی اور روح رواں جیوتی پر شاد اگر وال مختلف النوع فنکار تھے۔ وہ نہ صرف آسامی زبان کے بہترین ڈرامہ نویسوں میں تھے، بلکہ ۱۹۳۵ء میں ’جیوتی‘ فلم تیار کر کے آسامی فلموں کی بنیاد ڈالی۔ اس فلم کے گیتوں کے سر تیار کرنے کے موقع پر جیوتی پر شاد اگر وال اور دشنورا بھا ایک دوسرے سے شغف منال ہوئے جس طرح رہنما ناتھ کے ’سروں‘ کے دیندر ناتھ ٹھاکر غازن تھے، اسی طرح جیوتی پر شاد کے ’سروں‘ کے دشنورا بھا غازن تھے اس مشترکہ سر سادھنا نے آسامی موسیقی کے سرور تال میں ایک نئی روح پھونک دی جسکی وجہ سے آج آسامی ثقافت کو ایک نئی زندگی ملی۔ دونوں ایک ساتھ نظمیں اور گیت لکھا کرتے۔ ان لوگوں نے ایک ہی ساتھ تھیٹر اور فلموں میں کام کیا۔ دونوں مصور بھی تھے اور سیاست میں بھی حصہ لیا کرتے جیوتی پر شاد اگر وال کی تخلیقی تحریک کی وجہ سے دشنورا بھا آسام کی ترقی پذیر ثقافت کے روح رواں بن گئے۔ شری جگتو بھوہن ہزریکا اعتراف کرتے ہیں کہ اگر ہلوگ دریائے برہمپتر کی شاخ نمایاں ہیں تو دشنورا کو کافی (بھائی) اہم بہمپتر دریا ہیں

سیاست اور زندگی: ۱۹۴۲ء کی ہندوستان بھٹو تحریک میں سرگرم طور پر حصہ لینے والے جیوتی پر شاد اگر وال نے آزادی کے بعد مارکنسم کی طرف رجوع کیا۔ اس کے بعد وہ آئی بی ٹی اے کی آسام شاخ کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں احمد آباد میں منعقدہ آئی بی ٹی اے کی مجلس صدارت کے ممبر منتخب ہوئے۔ دشنورا بھا آسام کی آئی بی

کی اسلحہ دوسرے حصہ تھے اور ترقی پذیر فن کاروں کے ایسے
سی ایس کے پہلے صدر تھے جب ۱۹۴۷ء میں سارے ہندوستان
میں انقلابی کڑی کے وسیع انقلاب کا اعلان کیا
گیا تھا اور وقت و شہر ماحول نے بھی اس انقلاب میں شرکت کی
اس سلسلہ میں ان کا ایک گیت یوں ہے۔

جاگو، جاگو، جاگو، جاگو

مرد و نوجوان

مظلوم و احمال کے شمار

طاقتور کسان۔

صفتِ حمیریوں میں ہی ہمیں بلکہ ایک حقیقی انقلابی طرح و شنو
راہا براہ راست عوام کی جدوجہد میں شامل ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں انہیں پانچ برسوں
تک روک ٹوک کا شکار رہا۔ اس روک ٹوک کے دوران کانگریسی سرکار نے ان کی
گرفتاری کا ڈنٹ چھی کر دیا اور انہیں زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لانے والے کو
۵۰ ہزار روپے بطور انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ
میں اسٹین گن اور دو سکر میں قلم اور برش کی طرح انقلابی حکمرانوں کے خلاف انقلاب
میں کود پڑے ایک کامرانی کے مطابق اسام میں ایسے بہادر کم ہیں جنہیں انہوں نے
پار نہیں کیا۔ ایسے گاؤں کم ہیں جہاں وہ نہیں گئے۔ ایسی عداوتیں اور چشمے کم ہیں
جنہیں انہوں نے تیر کر پار نہیں کیا۔ ان میں ایک اور نمایاں خوبی یہ تھی کہ اگر کبھی
وہ کسی کو بھی کسی بات کی نصیحت کرتے تو پہلے بذات خود اس پر عمل کرتے۔ یہ بات
خود ان کی زندگی کے کاموں سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

انقلاب اور انقلابی انقلابی آرٹ اور انقلابی فنکاران
دو فلوں کے درمیان جو فرق ہے، اس سے بالاتر ہو کر آپ نے اپنی خدمات
سے اس دور کے ہندوستان میں ایک نایاب مثال قائم کی تھی۔ قبول و شنو
راہا، "عوام تو آرٹ کا خزانہ ہیں۔ اس لئے عوام کی قربت میں رہ کر اور ان کی محبت کے
ساتھ میں ڈوب کر میں نے آرٹ کی مسرت کو پایا۔ یہ نصب العین صبح معنوں
میں انقلابی آرٹ کا نصب العین ہوتا ہے۔ ایک بار لینن فورم کی گفت و
شنیدی محفل میں ماؤزنگ نے آرٹ اور ثقافت کے سلسلے میں ایسے ہی خیالات
کا اظہار کیا تھا۔ انقلابی ادیب اور فن کار عوام سے اپنی حقیقی مواد حاصل کرتے
ہیں، پھر اس انقلابی مطلق نظر سے مزین کر کے عوام ہی کی خدمت میں پیش کرتے
ہیں۔" وشنو راہا اپنے روپوش ہونے کے عرصہ کے گہات باس۔ یعنی خاموش رہنے

کا عرصہ قرار دیتے ہیں۔ اس عرصے میں انہوں نے گیت گاکر گیتوں میں سر
و بحر اور کھلے دل سے گیت گاکر عوام میں ایک نئی دنیا چھوٹک دی۔ اس عرصے میں
انہوں نے مصوری کی، تصویریں بنائیں، ہتھیاری لوگوں کو منظم بھی کیا۔ اس
سلسلہ میں انودا اشکر رائے یوں رقمطراز ہیں: "ہاتھ میں اسٹین گن لے گیت
گاتے والے ادیب کی مثال قاضی کے عہد فوج میں تو مل سکتی ہے لیکن ہاتھ میں
ایسی مثال شاید ہی ملے ۱۹۴۷ء میں وشنو پرشار دریا کے کنارے روپوشی کا دور ختم ہو
گیا لیکن انہیں فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ پھر ایک سال تک انہیں قید میں رکھنے کے بعد
رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ ہندوستان کی کونسل پارٹی میں پورے وقت کیلئے
شامل ہو گئے اور انتھک محنت کرتے گئے۔ انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کے
ساتھ ثقافتی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔ آج کی آسامی ثقافت و شنو راہا
کی قربانیوں کی بدولت حد تک ممکن منت ہے۔ انہوں نے گاؤں گاؤں کا دورہ
کیا اور وہاں کے "نام گھر"، "سترا"، "دوستخان"، "موت"، اور مندروں
سے ثقافت کے مواد حاصل کئے۔ قدیم آسامی روایتوں سے انہوں نے "ستریہ"،
"سترو دھاری"، "دساوند دیو دھوتی"، "لوک ناچ"، وغیرہ سیکھا اور پھر انہیں
دہرایا۔ انہوں نے "کامرونی اترو ساج"، قائم کیا۔ جب اپنی روک ٹوک کے دوران
کاندھے پر اسٹین گن اور ہاتھ میں لال جھنڈا لے گاؤں گاؤں کا گشت لگایا کرتے
تھے تو اس وقت بھی اپنی ثقافتی سرگرمیاں جاری رکھیں اور قدیم آسامی ثقافت کے
اہم جزو "بہو گیت" اور "ستریہ"، ناچ کی دھن اور لے حاصل کیا۔ وشنو راہا
ناچ کہ بہت زیادہ شوقین تھے اور ناچ میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی نے جب ٹھکانا
میں انہوں نے بیرونی ملک کا سفر کیا تو آنا پلویا، سے "مددا" ناچ سیکھا۔ چونکہ
وہ اشتراکیتی معیشت اور غیر طبقاتی سماج پر یقین رکھتے تھے، اسی لئے وہ بار
براہ راست عوامی تحریک میں شامل ہوئے تھے۔ طبقاتی سماج کی حکومت کو یہ
بات پسند نہ تھی اور اسی لئے وہ ان سے خوف کھاتی اور انہیں جیل میں بند کر دیا
اور انہیں رہا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ۱۹۶۲ء میں جب ہندوستان چین کا
سرحدی جھگڑا اشتعال ہوا تو ہندوستان کی حکومت نے اس عظیم آرٹ کو
ڈی آئی آر کے تحت گرفتار کر لیا۔ چونکہ سرکاری ہتھیاریاں اس عظیم وشنو شخص
کی گلائیوں میں چڑھائی نہ جاسکی، اس لئے انکی کمر میں دسی باندھ کر انہیں،
تیج پور کی محلی سڑکوں سے پیدل جیل خانہ لے جایا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں بدلیمانی آتما
میں جب انہیں شکست حاصل ہوئی تو اس وقت بھی جب جوت پسند گان
خوشی کا جشن منا رہے تھے، وہ اپنے اصول پر قائم رہے اور تنگ نظر قومیت

پسندیدار ملک کے الگ ہو جانے کے رجحان کی عکاسی اندرون اور جدوجہد کرنے کا اعلان کیا۔ انہوں نے آسامی زبان اور ثقافت کے نام نہاد ہمدردوں پر طنز کرتے ہوئے کہا تھا، "یہ تنگ نظری اور الگ ہونے کا رجحان ایک روز آسامی بآ اور ثقافت کے خلاف چلے گا۔"

اختتام : ہرادیب اور ہزارٹ اپنی طبقاتی خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جو مارکس وادی ہیں وہ سب مزدور اور محنت کشوں کے نصب العین پر یقین کرتے ہیں اور ان کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر ایک آرٹسٹ ملحد اور اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ مسیح مارکسٹ بننا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے طبقوں کو فراموش کر دینا ہوگا۔ یعنی اپنے طبقہ کے خیالات اور مفاد کو ترک کر کے عوام، محنت کش مزدوروں کو کسانوں کے خیالات، اصولوں اور دستانوں کو اپنانا پڑے گا۔ ان اصولوں کو اپنانے کیلئے بہت سارے مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں۔ ان مرحلوں کی پہلی سطح کو طے کرنے کے لئے دشمن پرشاد راہنہ لے گا۔ مادھو دیب، اور شکر دیب کے آدرشوں سے سرشار ہو کر ایک گیت لکھا تھا۔ خدائے آسامی، نوجوانو!۔۔۔۔۔

دشمن پرشاد راہنہ اپنی جدوجہد کے وقت کی رفتار کے ساتھ تال ملائے ہوئے اور اس میں ایک نئی روح پھونک کر، نیرا پی آبا کی جا آدھنی۔۔۔ یہی گیت زمین غریب کسانوں کو دیو، عوام کی آزادی اور نجات کی جدوجہد میں بلہ دست شریک ہو گئے۔ اور کھٹے لگے۔

ہ جاگ جاگ

مزدور، نوجوان۔۔۔۔۔

اجملی آسام میں مقدار پرست افراد جگہ جگہ کمیونسٹوں اور غیر آسامیوں کے خلاف جلسہ کر رہے اور جلوس نکال رہے ہیں اور ایسے جلسے اور

جلوس میں 'اے آسامی نوجوان' کا گیت گاکر دشمن پرشاد راہنہ کو تنگ نظر قوم پرستی کے دور میں باندھ لینا چاہتے ہیں۔ لیکن آجہانے اپنی زندگی اور کارگزاری کے ذریعہ ثابت کر دکھا یا کہ ان کا نصب العین کیا ہے۔ انہوں نے بہت سارے انقلابی گیت لکھے۔ کبھی کبھی تو وہ خود عوام کی آزادی کی جدوجہد میں یہ گیت گایا کرتے۔ ایسے گیت انقلابی ہونے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی نوعیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنے گیتوں میں ایک نئی سچائی کے نمودار ہونے کی پیش گوئی کی۔ اس سلسلے میں وہ یوں رقمطراز ہیں۔ لاپار اور غریب آسامیوں کو بچانا پڑے گا۔ انقلاب کے ذریعہ، انکی حفاظت کرتا ہوگی ان امیسٹوں کے خلاف جدوجہد کر کے جن کا نہ کوئی ذات ہے نہ سماج ہے اور نہ مذہب ہے۔ یہ سب صرف سامراجیت کے ستون ہیں۔ یہ لوگ گاؤں کے کسانوں اور غریبوں کا خون چوستے ہیں۔ ملک کے عوام کی آزادی کو چھین لینے کی کوشش کر رہے ہیں غریبوں کو پس رہے ہیں۔ ان لوگوں کی تقریر، ان کا ادب مکرو فریب ہے۔ کل جگہ کے بعد ستیہ جگ آئے والا ہے۔ اب وہ ستیہ جگ یعنی سچائی اور حقیقت کا دور آچکا ہے۔ وہ حقیقت ہے آزادی، ہزار سال سے جکڑے ہوئے عوام کی آزادی۔ مسز دوردوں اور کسانوں کی آزادی۔ یہی ستیہ ہے یہی انسانی سچائی ہے اس میں کوئی درجہ بندی نہیں ہے۔ اگر اس میں کچھ ہے تو وہ ہے مساوات۔"

(جنگل سے تلخیں و ترجمہ)

بٹا پھول پھولک، کلکتہ

پانی کے لٹکاس کیلئے نال کی تعمیر

کلکتہ میں ریاستی ترقیاتی اتھارٹی نے ودم پونجیل علاقہ اور سری پونجیل علاقہ اور سرانی کی ایک نال کی تعمیر کے لئے تقریباً ۱۶ لاکھ روپے دینے کی منظوری دے دی ہے۔ ودم پونجیل علاقہ میں نال کی تعمیر کا کام سی ایم ڈی اے کے تحت ترقیات اور پونجیل میں ترقیات کیلئے انجام دے گا اور ودم بلاسکر میں نال کی تعمیر کا کام ودم پونجیل کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

جدام (کوڑھ) کی روک تھام کیلئے سرکاری اقدار

حکومت سرکاری روک تھام کی روک تھام کے کوئی پروگرام ۱۹۸۲ء کے تحت پہلی دفعہ علاقائی جدام یونٹ میں مشورہ کے قیام کیلئے منظوری دینا ہے۔ ریاستی حکومت نے تیل دین سرکار میں لکھا اور اسپتال کے نظام کو مزید تقویت دینے کا یہ فیصلہ کیا ہے۔ نیز طبی اور غیر طبی مہم کے اس مقصد

آزادی — خواب اور حقیقت

ہندوستان کو آزاد نہ ہونے میں دہائی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ اس عرصہ میں ملک کی ترقی اور بہتری کے لئے بہت سارے چھوٹے منصوبوں کو رد یہ عمل بھی لایا گیا، ان منصوبوں سے مرکزی حکومت کی پالیسی میں ہونے والے برٹش سادراجین کے جانے کے بعد ہندوستانی سادراجین نے عورت کی ہلکے سنبھالی آزادی تو لی لیکن اس کے بعد کیا ہوا۔ ہندوستان کے لوگوں نے آزادی کے بعد کچھ غور و فکر کیا تو یہ شرمندہ تعبیر ہوئے، اور اب انھیں یہ بات معلوم ہوئی کہ خواب کیا ہے اور حقیقت کیا ہے۔ ہندوستان کو سونے کا ملک کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے پاس قدرتی ذرائع کی کمی نہیں ہے۔ آتش کے دیوتا بھی اس پر مہربان ہیں، مینا کی آب و ہوائی اچھوت کہ اس کی زندگی پیداوار میں کافی اضافہ ہوتا ہے اور سونے کے ساتھ ہی عوام کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ ایک ملک کی ترقی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب ہندوستان میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ہندوستان کے عوام بہت سارے مسائل سے دوچار ہیں جن کے حل بھی کس نظر میں آتے۔ عوام کی تاریکی کے گار میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی تاریکیاں کون؟ اس کیوں کہ خواب بسنے کے آدھ حالات ایسے ہوتے ہیں کہ عام لوگوں کیلئے آزادی کوئی معنی نہیں سمجھتی۔ آج عوام پر پتہ نہیں ہے کہ وہ جہاں ہیں۔ تو میں معلوم ہے کہ ایک دن ہم سب ہندوستانی مادوں کی آزادی کے لئے جدوجہد میں شریک ہونگے۔ اس دن بلا لحاظ مذہب، ملت، ذات اور علاقہ ہندوستان کے عوام آزادی کی جدوجہد میں تنہا نہیں رہیں گے۔ کسان، مزدور، عالم فاضل، سبھی اس جدوجہد میں شامل ہونگے۔ کیونکہ سبھی کو اس بات کی امید تھی کہ اگر ان کے ہاتھوں سے ملک کو کھانے پر عام لوگوں کا کھانا، پکوانے کی کمی نہیں ہوگی، لیکن ہمارے برعکس مسلسل بڑھتی ہوئی جدوجہد کے پیش نظر اگر بڑی سادراجینوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اب ان کے لئے ہندوستان پر حکومت کرنی ممکن نہیں، اس لئے انھوں نے ہندوستان چھوڑنے کا فیصلہ کیا، لیکن جاننے سے قبل انھوں نے اپنے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک ایسی انتظامیہ کی، جس سے ہندوستان کو آزادی دینے کے نام پر ہندوستان کے ایک مخصوص طبقہ کے ہاتھ اپنی طاقت منتقل کر دی۔ اس طاقت نے سب سے پہلے وہ مذہب کے نام پر ملک کو تقسیم کیا۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر بڑی سادراجی ہندوستان چھوڑنے کے بعد بھی دوسرے کے ذریعہ جلا وطن حکومت کرنے لگے۔

کی طرح۔ انھوں نے نظام حکومت میں ان پالیسیوں کو اپنایا جنھیں انگریزوں نے عمل لایا تھا۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بلاشبہ ہندوستانیوں کو آزادی ملی، لیکن کیا انھیں شخصی آزادی ملی؟ کیا انھیں معاشی اختیارات دئے گئے؟ کیا آزادی شہری ہونے کے ناطہ انھیں زندہ رہنے کا حق دیا گیا؟

۲۰ جنوری ۱۹۵۰ء سے ہندوستان میں دستور رائج ہو گیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کا دستور بہت ہی اعلیٰ اور جدید ہے کیونکہ دنیا کے دیگر ملکوں کے دستوروں میں جو اچھے اچھے نکات تھے، انھیں ہندوستان کے دستور میں درج کیا گیا، مگر ہندوستانی عوام کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ دستور تیار کیا گیا تھا۔ آئیے اس دستور پر ذرا غور و فکر کریں۔ دستور میں جوئے، موٹے کروڑ میں عوام کے بنیادی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے لیکن کہیں انھیں برسر عمل لانے یا ان کے لئے ضروری مہولیت فراہم کرنے کو لازمی قرار نہیں دیا گیا، مثال کے طور پر تنہم کر لیجئے۔ دستور میں درج ہے کہ ہندوستان کے ۱۴ سالہ ملک کی عمر کے تمام بچوں کو ابتدائی تعلیم کی سہولت فراہم کی جانی چاہیے۔ لیکن آج تک ہندوستان میں اس عمر کے تمام بچوں کو تعلیم نہیں مل سکی، کام کرنے کے حق کو لیجئے۔ روزگار کی فراہمی کی بات چھوڑ ہی دیجئے تو ہندوستان کو کئی دن بدلتے ہوئے ملک کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمام بنیادی حقوق صرف تحریروں میں درج ہیں، عملی شکل میں ان کو دار نہ ہو سکے۔ آج ہمارے ملک میں سرمایہ داروں، زمینداروں اور میراثی مالک کے سرمایہ نے ہماری آزادی کے پھل پر قبضہ کر لیا ہے اور سرکاری مشینوں کو برائے کار لا کر استعمال اور نوٹ دار کے بازار کو قحط کر رکھا ہے جس طرح آزادی کی عمر بڑھتی جا رہی ہے، اس طرح سرمایہ داروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، ساتھ ہی استحصال کے شکار عام لوگوں کی غربت، بھانت اور بے روزگاری بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ انفرادی طور پر عوام کو اب بھی برٹش انوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ عوام کے مسائل اب بھی بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ ہر طرف بے چینی کی لہر پھیل گئی ہے تعلیم کی کمی کی وجہ سے عام لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ ان کے حقوق کیا ہیں، انھیں کیسے حاصل کیا جاسکتا۔ وہ دوست دشمن میں تیز نہیں کر سکتے۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ انھیں کیا کرنا چاہیے۔ اسی لئے سرمایہ داروں پرست افراد استحصال کے شکار مزدوروں، کسانوں اور عام لوگوں کو جھوٹی بھولی باتیں بتا کر ان کی توجہ دوسری طرف

(باقی صفحہ ۲۷)

زبانوں، کھافتوں اور مذاہب کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ ایسے اسبجکٹس اتحاد کو فروغ دیتے ہیں۔ یہ اس بات کی شاہد ہے کہ ہم سب ایک ہیں۔ میں دعا گو ہوں کہ آپ سب زندگی میں کامیابی سے بھنگنا رہوں۔“

اس کے بعد الغامات تقسیم کئے گئے۔ حکومت مغربی بنگال کا طرف سے اس اسپورٹس میں بہتر کارکردگی کے لئے اسپورٹس میں حصہ لینے والوں کو الغامات دے گئے۔ سی۔ سی۔ ایس۔ ایس۔ بی۔ بی۔ ڈی۔ اینے انفرادی چیمپین شپ حاصل کیا۔ اور سی جی ای ڈی اسپورٹس کلکتہ نے ٹیم چیمپین شپ۔ اسکے بعد رائٹس لیڈنگس کلب کے صدر رتھی بی۔ سی۔ بسواس نے تمام افراد کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس طرح یہ اسپورٹس پایہ اختتام تک پہنچا۔ اور میں بھی اپنے مضمون کو عزت مآب وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کے اس پیغام کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ یہ اسپورٹس سارے ملک میں پیول سروسز کے
ممبروں کے درمیان کافی جوش و خروش پیدا کرے گا۔ اس طرح کا موقعہ
ہندوستان کے مختلف حصوں میں کام کرنے والے سرکاری ملازمین کے
درمیان رشتہ کو مستحکم بنانے میں کافی معاون ثابت ہوگا۔ ہمیں اپنے اتحاد
کو مستحکم بنانے کے لئے اس طرح کے مواقع سے مستفید ہونا چاہئے۔

میں ۱۷ ویں کل: ہندوستانی میٹ کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں۔
اور ہم لوگ کلاب ہوئے۔

ریاستی میڈیکل افسروں کی ترسیل

حکومت مغربی بنگال نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنے میلنگ افسروں کو جنکی عمر ۴۵ سال سے کم ہے۔ پوسٹ گریجویٹ تربیتی سہولتیں فراہم کی جائیں ایسی سہولتیں صرف ان موضوعات میں دی جائیں گی جہاں تربیت یافتہ افراد کی کمی ہے۔ ایسی تربیت کیلئے منتخبہ امیدواروں کو اس کورس میں داخلہ کے وقت ایک عہد نامہ پر دستخط کرنا ہوگا کہ ایسی تربیت پانے کے بعد وہ سال کے لئے (اگر تربیت چھ مہینے کے عرصہ کے لئے دی گئی ہے) اور تین سال کے لئے (اگر تربیت کا عرصہ چھ مہینوں سے کم ہو) ریاستی حکومت کے تحت مغربی بنگال کے کسی بھی علاقہ میں جہاں ان کی تقویٰ ہوگی کام کریں گے۔

منفی دلوں کو اتے ہیں۔ وہ سب اعلیٰ کی باتیں کہتے ہیں، لیکن مسائل کو حل کرنے کا ذکر نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ وہ عوام کی بے چینی کو دبانے کے لئے پارلیا منٹ کو استعمال میں لا کر نئے نئے قوانین مرتب کرتے ہیں، اس طرح وہ عوام کے بنیادی حقوق کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

برسر اقتدار لوگوں میں ایک نیا رجحان رونما ہو رہا ہے۔ وہ سب ریاستی حقوق کو دیگر مرکزی حکومت کو مضبوط بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے تحت ہر ریاست کا استحقاق کیا جا رہا ہے۔ اس لئے آج سارے ملک میں جگہ جگہ لوگوں میں بے چینی پھیل رہی ہے۔ اندر کے خوف آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ نیز آج سارے ملک میں ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو علاقہ کی بابت یا ذات پات کے نام کا نفرت لگایا کرتے ہیں۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نفرت بازی سے ان کا مسئلہ حل ہو جائے گا، تو وہ غلطی پر ہیں۔ ملک سے الگ ہو جانے پر معاشی مسئلہ نہیں ہوتا اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ریاستوں کو مزید حقوق اور وسائل فراہم کئے جائیں تاکہ پیداوار میں اضافہ ہو اور عوام کو مزید سہولیتیں فراہم کی جاسکیں۔ لیکن مرکز نے ریاستوں کو اور بھی زیادہ حقوق اور اختیارات دینے کے مطالبات کو نامنظور کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرکز تو ریاستوں کی فلاح و بہبود کے لئے زبانی بہت کچھ کہہ سکتا ہے لیکن وہ کبھی بھی ملک کے بالادلوں، زمینداروں اور سامراجوں کے خواہش کے خلاف کچھ کر نہیں سکتا۔ ان لوگوں کی ایما پر مرکز دستور میں ترمیم لاتا ہے تاکہ بنیادی حقوق پر اور بھی قبضہ کیا جاسکے۔ اسی لئے کہیں کہیں صدارتی حکومت کی آوازیں بھی اٹھانی جا رہی ہیں۔ مرکز کا طرفہ ریڈیوین حقوق کی قطع برید کی جا رہی ہے۔ مدنی روز کی جدوجہد کو دیا جا رہا ہے۔ نیز برسر اقتدار لوگ آج ملک کی خود مختاری کو رہن رکھ کر غیر ملکی امداد لے رہے ہیں۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آزادی کے ۳۴ سال بعد بھی عوام کی زندگی ایک سراب بن چکی ہے۔ اس لئے امداد سے باہر نکلنے کے لئے انھیں جدوجہد کرنی ہوگی، انکے تھک رہے مسئلہ حل نہ ہونگا۔ آزادی خواب ہی بنی رہے گی، کبھی بھی یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ بے روزگاری بڑھتی ہی جائے گی، جہالت اور غربت آزادی کی لڑکے کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی جائے گی۔ اس لئے آج ہندوستان کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے، عوام کے معاشی حقوق کی حفاظت کے لئے، یوم جمہوریہ کے موقع پر ہندوستان کو بیدار ہونا پڑے گا تاکہ ان کے ہندوستان کا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔

سیرامانیہ بھارتی

ڈاکٹر وی سی بکلی دیواری
والٹس چائلڈز
انالیٹیوٹس، مدراس

محب وطن، باغی اور مصلح شاعر

بدلت خود بھی مہاجر قیام کبھی بھی برائی کو جبر کے ساتھ برداشت نہیں کیا۔ انہوں نے ان لوگوں کی بڑی تنقید کی جو انسانی سماج کا غرض کے ساتھ کٹھن دیکھتے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں مہاجرات میں ایک نظم لکھی ہے جس کا عنوان ہے "پتلی کا قلم"۔ اس نظم میں انہوں نے ایک منظر کی وضاحت کی ہے جو روپ بھی کو نہ مگر کے لئے کوشش کرنے کے منظر سے قبل کی ہے۔

دریودھن کے حکم سے اس کے بھائی و معویہ چند دنہ درجہ ہی کو اس کے بال
چڑھ کر راستہ سے کیٹتے ہوئے جا رہا تھا اسے عدالت میں لے جانا تھا جہاں اس کے
جسم سے اس کا لباس اتار لیا جائے گا جب اسے کیٹتے ہوئے راستہ سے لے جایا
جائے گا اس وقت تو لوگ جو درجہ میں تھے اس طرح شکر کے دولہا طرف کھڑے ہو گئے
اس لوگوں نے ایک عورت پر ظلم ہوئے دیکھا اسنو بہانے مگر عاوض رہے۔
اس سلسلہ میں بھارتی نے یہ سوال کیا کیا عورتوں کی طرح اسنو بہانے
سے محبت زدگان کو مرد دیئے گئے؟

سجارت کے ایک ایسے سماج کا تصور کیا تھا جہاں ہرکے کے معاملات نہیں
کھیلنے کے جہان انصافی کو برکاشت نہیں کیا جائے گا اگر ہم اپنے دیو مالاکوں کا
مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ جب سچو برائی پھیلے تو اس وقت تکون نے رزائی کو دور
کر دینے کے لئے کوتاہیوں کو اس دنیا میں بھیجا۔ اس کی مثال تو رستم و سہراب اور رام ہی
ہماری شاہد ہے۔ مظلوموں کو یہ بتانا چاہیے کہ یہ سچو برائی اور برائی افسانہ نہیں
کے بلکہ ادا ادا تاریخ کو دور نہیں کہے گا اس لئے ہمیں دور واری کو ہمیں
خود بخود جانو گا۔

جب انہوں نے یہ سنا کہ ان کے ایک طالب علم نے ان کی عزت کا برسرِ ابرو کر دیا تو ان کا دل بے رحم ہو گیا۔ ان کے دل میں یہ بات دیکھی کہ ساری دنیا میں نابری کا نام لیا جائے گا اور ان کے دل میں یہ بات دیکھی کہ ساری دنیا میں نابری کا نام لیا جائے گا اور ان کے دل میں یہ بات دیکھی کہ ساری دنیا میں نابری کا نام لیا جائے گا۔

اس ملک کے غلیظ ترین شاعروں میں سے ایک شاعر کی جنہوں نے شعر
ناتوی اور ادب کی دنیا کو اپنی تیسری تخلیقات سے بے انتہا مالا مال کیا ہے
ہم صدی مانے اور انہیں قواعد و عقیدت پر مشیا کرنے کے لئے اس یادگار تقریب
سے خود کو مستعد کر کے ملے بے حد خوشی محسوس ہو رہا ہے ۔

جہاں تک ایک شاعر تھے اور محب وطن تھے، باغی تھے اور مصلح تھے
 وسیع تخیل کے مالک تھے اور حقیقت پسند بھی تھے۔ ان کی شخصیت کا سب سے
 نمایاں پس منظر یہ ہے کہ ان کا دل و دماغ بہت ساری خوبیوں سے مزین تھا
 وہ جب الوطنی کے جذبے سے سرشار تھے۔ ان کی دلی خواہش یہی تھی کہ مادرِ وطن
 آزاد ہو جائے اور پھر اسی مقام پر بحال کیا جائے جو اس کے ظلم و مافیہ کے شہیدان
 شان و شوہر انسانی امور اور علم نے آپ گہری دلچسپی لیا کرتے تھے۔

کرتا اور اب 'معاشی' سیاسی مسائل 'فلسفہ' اور مذہب کی بابت ان کے پاس معلومات کا خزانہ تعجب بھی دو کسی مسئلہ پر بحث و مباحثہ کرتے تو اس میں ایک نیا رخ شامل کر دیتے یا پھر نئی معانی پیدا کر دیتے۔ ان کا وقت ان کے خیالات ان کی کوشش اور دلچسپی سب مکمل طور پر آزادانہ کی جدوجہد کے لئے وقف تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے خیالوں کے ہندستان کی ایک رنگین تصویر کی بنی تھی ایک آزاد اور نئے ہندستان کے تصور کے پیش نظر انہوں نے اپنی تقریر میں حقیقت نگاری کا ثبوت دیا۔ وہ اس قدیم سنو میں کی طاقت اور بزرگوں کی اچھی طرح واقف تھے اور اسی لئے اپنی ادبی تحریروں میں انہوں نے ان باتوں کا واضح طور پر ذکر کیا ہے۔

رسول سے ہمارے شیعوں اور فضیول ریشیوں اور مشیخوں نے سب کا کہنا کیا ہے کہ یہ عربیہ راہ پر گامزن رہے ہیں لیکن شیعہ کی تعریف کیا ہے۔ ایک ایسا آدمی کہ
کہا جاسکتا ہے اہم و کرم الخفس شخص کو اچھا آدمی کہتے ہیں لیکن ہمارے اس
کی تعریف یوں کی ہے: یہ ضروری نہیں کہ ایک بے ضرر اور کرم الخفس شخص کو اچھا
آدمی کہا جائے ان کے مطابق نیک لوگ بھی جوتے ہیں جو برائی سے لڑتے ہیں۔

اسی نے بھارتی کو چھوڑا تھا۔

”کیا ایک ایسے سماج کی یا ایسی قوم کی جو اپنی نصف آبادی کو اپنی غلامی میں لکھتی ہے نجات کا کوئی راستہ ہے؟“

یہ سوال کہنے کے بعد انہوں نے اس مسئلہ کے بنیادی نقطہ کو عیاں کر دیا۔

”یہ تمام کام نیکی اور پاک دہنی کے نام پر کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا۔
”نیکی اچھی صفت ہے اس لئے مرد اور عورت دونوں ہی کے لئے اس کا معیار
ایک جیسا ہونا چاہیے۔“

لیکن اس پاک سرزمین میں پاک دہنی تو صرف عورتوں کی خوبی ہوتی ہے۔ آپ
کسی بھی لغت کو دیکھیں اس میں لفظ ”دیشیزہ“ یا کنواری کو تائید ہی پائے گا۔ آپ کو
اس کی مذکور شکل نہیں ملے گی۔ قدیم زمانہ سے ہی مرد ہی قوانین بنایا کرتے ہیں اسی لئے
انہوں نے لفظ ”دیشیزہ“ کے لئے ”گرمردوں“ سے منسوب کر دیا اس لئے بھارتی کے لئے
سماج میں مساوات کا پہلا علاؤ جنسوں کی مساوات ہے۔

ہلوں عورتوں کی آزادی اور نجات کی بات لغت و تشدید کرتے ہیں۔ عورتوں
کے لئے مساوات کا ذکر کرتے ہیں لیکن انہیں نجات ملے تو کیسے؟ کس طرح وہ آزادی حاصل
کر سکتی ہیں؟ ہلوں کو اس بات کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ عورتوں کو آزادی دی جانی چاہئے
بھارتی اس بات سے واقف تھے کہ آزادی تو ٹھوس شے نہیں ہوتی کہ جسے ایک شخص دے
سکتا ہے اور دوسرا قبول کر سکتا ہے آزادی تو ایک طرز زندگی ہے اس لئے بھارتی کی
عورتوں نے خود کو سماج کے تمام بندھنوں سے تمام زسودہ روایتوں سے آزاد قرار دیا
اور میں انہیں کس طرح کامیابی حاصل ہوئی؟ — تعلیم کے ذریعہ!

بھارتی نے بہت ہی عیاں طور پر اس بات کا تصور کیا تھا کہ بس ماں گان کی بچا
تعلیم ہی میں ہے جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے آزادی کوئی معنی نہیں رکھتی وہ
صرف ایک کی غلامی سے دوسری کی غلامی میں جاتے رہیں گے۔ وہ اپنے آقاؤں کو تبدیل
کریں گے لیکن وہ انہیں کبھی اپنے گھر سے اتار نہیں پھینکیں گے اس سلسلہ میں وہ یوں نظر آ رہے
ہر گھر میں علم کا چراغ روشن کرو

ہر شہر میں ایک بادل اسکول قائم کرو

سادے ملک میں کوئی شہر یا گاؤں ایسا نہ ہو

جہاں بہت سارے مراکز تعلیم نہ ہوں

اس جگہ کو بلا ڈالو جہاں تعلیم نہیں ہے

یہی عبادت ہے جس سے سرتوئی خوش ہوگی

سچوں تمام معیبتوں اور آلام کو دور کرتا ہے۔

ہماری سرزمین ایسا ہے جو انسان دوستی کی تعریف کرتا ہے سخاوت کی ہمت
افزائی کرتی ہے۔ روایتی طور پر لوگ مندر تعمیر کرتے ہیں باغات بناتے ہیں ایسے مراکز کھولتے
جس جہاں سے عورتوں کو کھانا مفت تقسیم کیا جاتا ہے لیکن بھارتی نے ایک نئی بات کے لئے
عطیات طلب کئے۔ وہ یوں رقم آڑیں کر اب تعلیم کام یہ ہے کہ ایک آدمی کو تعلیم یافتہ بنایا جائے
مزید برآں انہوں نے یوں درخواست کی:-

امیر لوگ آگے بڑھیں اور سونے کا ڈھیر پیش کریں۔

غریب لوگ سکے بطور عطیہ دیں

طاقت دار اپنی طاقت اور محنت پیش کریں

عورتیں گیت گائیں اور دعا کریں۔

لیکن ان تمام باتوں سے بھی آپ کا پیاب نہیں ہو سکتے

اس لئے اس کا ذکر اپنے الفاظ اور اپنی محنت سے مدد کیجیے۔

بھارتی نے امیر و غریب مرد و عورت کمزور و توانا سب کو مدد دے کر
پہل کی کہ وہ سب کے ٹھیس اور عام لوگوں کو تعلیم دینے کی اس عظیم کوشش میں مدد کریں
ماضی بعید میں تعلیم تو معاشی ضرورت نہیں تھی کسی بھی قوم کو خوراک و رہائش
اور پوشاک کے لئے تعلیم پر انحصار نہیں کرنا پڑتا۔ اس وقت تعلیم تو سماجی ضرورت بھی نہیں
تھی قبل کی صدیوں میں اور اس صدی کے شروع میں صورت حال یہ تھی کہ صرف امیر قوم ہی
اپنے لوگوں کو تعلیمی مواقع فراہم کر سکتی تھی لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ صرف تعلیم یافتہ
قوم صحیح معنوں میں امیر بن سکتی ہے۔ بھارتی کے اندر گویا ایک روشنی تھی وہ بہت ہی دور
اندیش تھے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج تعلیمی میدان میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ تقریباً
مشترک سال پہلے اس کا خوب دیکھ چکے تھے۔ اس بات کے سلسلہ میں ان کا خیال بہت
ہی واضح اور صاف تھا کہ ہلوں کے لئے نجات اور آزادی نہیں ہے۔ جہالت بذات خود غلامی ہے
جاہل لوگ صرف اپنے آقاؤں کو بدلنے رہتے ہیں اور ایک قسم کی غلامی کو دوسرے قسم کی غلامی
سے تبدیل کرتے ہیں صرف ایک میدان قوم ہی آزادی حاصل کر سکتی ہے اور میدان آزادی کا ذریعہ
روشنی یعنی تعلیم ہے۔

تعلیم کے سلسلہ میں قہر بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن بھارتی نے بہت پہلے
ہی اس بات پر زور دیا کہ سماج کی مرد و عورتیں تعلیم ہی سے ہی لوری ہو سکتی ہیں اس سلسلہ میں وہ یوں
گیت گاتے ہیں:-

آئیے ہم سب آرٹس کی تخلیق کریں۔ پھر اس کے بعد ہی دوسرے جہلیں وہ بولے
رقطر ازہیں آئیے لہا تیار کرنے کے لئے لہا رخا نہ بنائیں!

”آئیے ہم سب سینگ کریں“ لیکن اس کے بعد ہی وہ یہ اعلان کرتے ہیں ”آئیے

ہم سب اچھی سوئیاں تیار کریں۔

سجارتی اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ تعلیمی مشعل اور جنگل لگانے کے درمیان آرٹ کی تخلیق اور لہاری کے درمیان اور پینٹنگس اور سوئی سازی کے درمیان وہ بات مشترک نہیں ہے لیکن وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان آرٹس حقیقی دنیا سے ناواقف رہیں یعنی کام کی دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہیں۔

ایسی ایک نظم میں وہ لوں، قطر ازہیں، آج ہم سب چاند کے ماحول کے سائنس کا مطالعہ کریں پھر دوسرے شعر میں وہ یہ کہتے ہیں: "آجے گلیوں اور سڑکوں کو صاف رکھنے کی نشا ستر کا مطالعہ کریں" مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ کیا کبھی بھی کسی شاعر نے سڑکوں کو چھان دینے اور صاف رکھنے کے کام کو نشا ستر تک پہنچا دیا

سجارتی ہر لحاظ سے ایک جدید شخص تھے، انہوں نے ہمیشہ نئی چیزیں پسند کیں۔

نئے اور نازنے طریقہ کار، نئے علم پر۔۔۔ زور دیا۔

مغرب میں صنعتی معیشت سے جو فوائد حاصل ہوئے ہیں ان سے وہ اچھی طرح واقف تھے انہیں نے یہ بات دیکھی کہ مغربی ملکوں میں جو تعلیم فراہم ہے اور جسے سنت نے آزار استعمال کئے جاتے ہیں ان سے وہ ان کے لوگ قدرتی وسائل کا مہلوگوں سے کہیں زیادہ استعمال کرتے ہیں، انہوں نے مغربی تعلیم اور فن کے حق میں رائے دکھا کر وہ خود کا ذہن کبہ پر دتے اس کے باوجود وہ ابھارات کو قبول کرتے۔۔۔ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے جدید اور استعمال کرنے سے کبھی نہیں جھکتے۔ وہ لوں، قطر ازہیں:۔

ہزاروں صنعتیں ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔

انہوں نے اپنے ملک کے مردوں اور عورتوں کو یہ کہا: "جاؤ چاروں طرف پھیل جاؤ، نئی علم حاصل کرو، نئے بازار کی تلاش کرو، انہیں اپنے مادر وطن میں واپس لاؤ اور وہیں زمین کو مالا مال کرو"۔

قوم کی تعمیر کے سلسلے میں قدیم اور جدید کے درمیان ناگزیر جدوجہد کا انہوں نے بہت سے مطالعہ کر لیا تھا۔ ہمارے ایسے بھی لوگ ہیں جو ہمیشہ پیچھے کی طرف دیکھتے ہیں اور اجالوں کے لئے تقلید کرتے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں اپنے آباؤ اجداد کی عقلانیت کا گیت گاتے ہیں ان لوگوں سے سجارتی نے لوں سوال کیا:۔

آپ لوگوں کے آباؤ اجداد کون تھے وہ
کیا وہ چالیس سال قبل یہاں رہتے تھے؟
یا تیس سو سال یا تین ہزار سال قبل
یا پانچ ہزار سال قبل
شاید وہ اس زمانہ میں رہتے تھے

جب بدھ مت کے سیاسی اس سرزمین پر آمدورفت کیا کرتے

یا برانک دلوں میں

کیا وہ ساڈری کیا دشنو تھے۔

یا اس سے بھی قبل کے دلوں میں وہ رہا کرتے تھے۔

جب اندراج ہمارے سب سے ٹرے دلوں تھے۔

یہ باتیں آج بھی ان لوگوں پر صادق آتی ہیں جو ماضی کی طرف دیکھتے رہتے

ہیں سجارتی یہ سوال اٹھا کر خاموش نہیں رہے انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی جھجک کا لبادہ اتار پھینکیں اور اپنے ارد گرد دیکھیں۔

علم اور سنجی

جس کو نہ سے وہ خود راہوں

خواہ کوئی بھی آپکی توجہ ان کی طرف مبذول کرانے۔

ان کا استقبال کرو، امنیں حاصل کرو

تمہیں کسی بات سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ باتیں ان کی زندگی کے دوران جتنی اہم تھیں آج بھی اتنی ہی اہمیت کی حامل

ہیں، سجارتی جدید ترقیاتی اقدامات کی طرف اپنی توجہ مرکوز کر رکھی تھی وہ سبھوں کی باتیں

سنیں لیکن ان کا ذہن بالکل صاف تھا، ان کا نظریہ ٹھوس تھا۔

سجارتی نے اپنی نظم میں ایک اور بات کا ذکر کیا ہے اور وہ ہے ہندستان کا اتحاد

برسوں پہلے جب پاکستان کے لئے مانگ نہیں کی گئی تھی، اس سے قبل بھی جب ہندستان کے شعوبہ پر

تقسیم کی طاقتوں کا کوئی نام و نشان بھی نہ تھا، سجارتی نے اپنے ملک کے اتحاد کی ضرورت پر زور

دیا تھا، اپنے گیت میں انہوں نے لوں ذکر کیا۔

ہم سب ایک کر دو، ہمیشہ ایک ساتھ رہیں گے

ہم سب تیس کر دو، ہمیشہ ایک ساتھ ہو کر رہیں گے

انہوں نے طبقاتی تعافتی اور سیاسی طور پر اس اتحاد کا تصور کیا تھا وہ کہتے ہیں:۔

ہنگال کے فاضل پالی کو ہم استعمال کریں گے

مرکزی ریاستوں کے غلوں کی افزائش کے لئے

ان کی یہ خواہش تھی کہ بالکل صلح پر ایک بل تعمیر کر کے شری لنکا کو ہندستان کے ساتھ ملا

دیا جائے، انہوں نے اعلان کیا کہ مملوک پنجاب اور سندھ کی ندیوں میں کشتیوں پر سیر و تفریح

کریں گے، اور کیرالائی بڑھوان اور خوبصورت و دھیرنوں کے ساتھ معشقی تیلگو میں گیت گائیں گے۔

لنگا کی دلوں کا گیموں ہم لیں گے

اور اس کے عوض کاویری کی زمین کے پانی کے پتے دیں گے۔

ہملوگ ہمارے ہمارے گیت سنیں گے۔

اور اس کے لئے ہمتی دانت کے ساتھ انہیں پیش کریں گے۔

جنوب میں ہملوگ کو پتہ دم میں بیٹھیں گے اور سنیں گے

ورنہ تاشی میں مالوں کی کفٹ و شنید

ان آلات کے ذریعہ جنہیں ہم فوراً رکنے گے۔

ہندوستان کی طاقت اور صنعتی ترقی کے پیش نظر غیر ملکی تجارت کا خواب دیکھا تھا

اس سلسلہ میں وہ یوں رقمطراز ہیں:-

"ریشم اور روئی کے کڑے ہم تیار کریں گے

اور شرکوں کو ان سے پر کر دیں گے

اور انہوں پر روئی ممالک کے تاجروں کو دیں گے۔

پھر کے بدلہ جو ہمیں ملے گا وہ سامان دیں گے"

ہمارا آج کا موضوع یہ ہے "آزادی میں ایک سمن کا نیا جنم" وہ بڑی خوشی سے اپنے

قبولوں کے ہندوستان کی نو طرز کا ذکر کرتے ہیں۔

یقینی کردہ مرد و عورتیں ہیں جو سبھو لکے مالک ہیں۔

سادہ دنیا میں ایسے تصویر کہیں بھی نظر نہیں آتی

آدمی آدمی کے رزق کی چوری کرتا ہے

اس جرم کو جلا وطن کر دو

اب ایسا نظر نہیں آئے گا جہاں

ایک آدمی دوسرے آدمی کی مشکلات اور مصیبتوں کو

صرف دیکھتا نہیں رہتا۔

انہوں نے مزید اعلان کیا:-

"ہم لوگوں نے یہ قانون بنائے

ہم ہمیشہ اس کی حفاظت کریں گے۔

کوئی بھی شخص بھوک کا مزہ نہیں کھے گا۔

اگر کسی ایک بھی شخص بھوک کا شکار ہو جائے

قوم میں زمین پر تمام چیزوں کو

اور ساری دنیا کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

ملک کے اتحاد کے بعد انہوں نے انسانیت کے اتحاد پر زور دیا۔ اتحاد صرف سیاسی

جملہ نہ صرف تھافتی بلکہ اتحاد جو ایک دھڑے کی طرح موتیوں کی ایک دھڑکی میں ساری قوم کے دریا

سے نکلتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ یوں فرماتے ہیں:-

ایک خاندان کے ہیں ہم سب

بچے ہیں ایک ہی پیاری ماں کے ہم سب

برابر ہیں ہم سب ایک ہی ہم سب

بڑا نہیں کوئی ہمارے درمیان نہ چھوٹے کوئی

رتبہ میں سب برابر افادت میں سب مساوی"

جب بھارت نے یہ گیت گائے تھے تو اس کیوینٹ انقلاب رونما نہیں ہوا تھا

سوشلسٹ سویت ریپبلک کا یونین قائم نہیں ہوا تھا۔ بھارتی لکھنے طور پر ایک اشتراکی سماج کا لہ

کیا تھا اور ولولہ فرماتے ہیں:-

"ہماری سرزمین میں ہم میں سے ہر شخص ایک بادشاہ ہے۔"

وہ یہیں نہیں ٹھہرتے بلکہ دوبارہ کہتے ہیں:-

"ہاں ہم میں سے ہر ایک بادشاہ ہے۔"

یہ بات دہرانے سے انہیں تشفی نہیں ہوتی وہ پھر کہتے ہیں:-

"ہاں! ہاں! اس زمین کے ہملوگ سب بادشاہ ہیں۔"

بھارتی محبوب وطن تھے 'بوشیلے اور جذباتی تھے ان کے خیال میں جدت پسندی سے

انسانانہ حاصل نہیں ہوتا جب شدید ضرورتیں اور مسائل رونما ہوتے ہیں انہیں اپنی جائے

پیدائش سے اور اپنے آباؤ اجداد کی زبان سے دلی محبت تھی۔ انہیں راسخ اور مہا بھارت

جیسے مذہب پر اور ماضی کے بدھ 'مہا پر اور شکر جیسی عظیم ہستیوں پر اور موجودہ صدیوں کے ملک

اور گاندھی جیسے سربراہوں پر بڑا ناز تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان کے دل میں انسانیت

کے لئے بے لوث محبت تھی۔ انسانی ترقی تو کمال کی طرف ایک بڑی سفر ہے۔ تبدیلیاں اور ترقی

تو مسلسل ہوتی رہتی ہیں یہی مستقل اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ بھی۔ باقی دیگر چیزیں کافی

بھارتی لے 'سوداگر جو نیوالے آزاد ہندستان کی شان و شوکت کے گیت گائے

انہوں نے از لفظ اور خوشامی کی مساوات اور انصاف کا روشنی اور قوت کی سرزمین کا بیغا

دیا تھا جب ہم ان کی صد سالہ لکڑہ مٹاتے ہیں تو اس وقت ایک نئی کیفیت سے ہمیں خود

ان عظیم لعن العین کے لئے جن کے لئے بھارتی لے 'جدوجہد کی 'وقف کر دینا چاہیے تھا

یہی سب سے بہترین خراج عقیدت ہے جو ہم اس دنیا کے عظیم شاعر کو پیش کر سکتے ہیں۔

آرٹ اور آرٹسٹ

● ناصحت حسین

ماہرین علمیت ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ طریک 'نہد' تباہ کن اور بھلی
تشقیق انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ اسے
ہمیشہ ایک اور چیز کی ضرورت ہوتی ہے جو ظاہر فہمی اور بیکار فہمی ہے۔
اور وہ ہے آرٹ یعنی فنون لطیفہ میں ذاتی طور پر تخلیق کرنے کا شوق۔ قدرت
حالات کے تحت زندگی جیسا کہ پوچھیں گے بیان کیا ہے، بخش، حیرانی اور
مختصر ہو سکتی ہے۔ لیکن ہر انسان کی ایک استثنائی خصوصیت یہ ہے کہ
وہ جس کا پرستار ہو تب سے اور اسے ایک جاسے شکل دینے کی کوشش کرتا
ہے۔

بقول ارسطو آرٹ ہمیشہ حقیقی چیزوں، سہائی تجربات۔ کی نقل
ہوتا ہے۔ اب بھی ہوتا ہے کہ بہت سارے منافق ایسے ہوتے ہیں کہ انھیں
ہم دیکھنا پسند نہیں کرتے یا ہمیں دیکھنے سے درو پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر
ان منافق کو جو ہو طور پر آرٹ کی شکل میں پیش کریں تو ہم خوشی خوشی
انھیں دیکھتے ہیں۔ ان کا حشرہ لیجے ہیں۔ نقل و تقلید یا ان کی کچھ کچھ
ایک قدرتی غریب ہے جو انسان میں اس کے بچپن ہی سے پائی جاتی ہے
اور اس لئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بچے بوڑھے سبھی اس قسم کے کام کے کرنے
میں بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔

قدیم زمانہ سے انسان کی سماجی زندگی ہے آرٹ کا بہت ہی گہرا اور
قدیم رشتہ قائم رہا ہے لیکن آج انسان کی زندگی میں اسے کیا مقام حاصل ہے
اسکی بہت ہی طویل تاریخ ہے۔ کیا آرٹ مزہ کی ہے؟ کیا آرٹ
عیش و عشرت کا دوسرا نام ہے؟ اور اس کے آرٹ کی بڑی تعریف کی کہ
آرٹ آرام طلبی اور غور پسندی کی پیداوار ہے۔ تعیش میں سادہ ہی سمجھی
آرٹ یعنی فنون لطیفہ کی ہوتی ہے۔ لیکن فنون لطیفہ میں تعیش کا سامنا
ہمیشہ کرو ہوتا ہے۔ نیز اس کے لئے یہ بات بھی دریافت کی ہے کہ جو لوگ

آرٹسٹ کو یا یہ تکمیل تک پہنچا جائے گا۔ لوگوں میں عیش و عشرت
کا رجحان بیدار ہوتا جاوے گا۔ جس طرح راسخو نے آرٹ کو ایک بے کار عیش
بتایا ہے اس سے عالموں کو بڑی تکلیف ہوئی ہے اور انھوں
نے اس کے خلاف آواز بھی اٹھائی۔ انھوں نے راسخو کی تنقید کرتے ہوئے
اسے زمانہ قدیم کا جنگلی انسان کے ادب اور کاغذی اصحاب کا خاصہ سرین
بتایا۔ لیکن کسی نے بھی اسے کچھ جواب نہیں دیا اور نہ اس پر کوئی طعن
تقدیر کی۔

ہم دھرم فلسفی، جیٹن نے اس سلسلہ زیادہ تو کچھ نہیں کہا لیکن کم از کم
انھوں نے آرٹ کی اہمیت کو عیاں کیا کہ آرٹ ہر انسان کی معتدل و
معقول سرگرمیوں کا مظہر ہے۔ انسان کے اندر ایک جیسے ہے اور آرٹ
مذہب اور فلسفہ کے ذریعہ وہ اس سے واقف ہوتا ہے۔ انھوں نے
کامل دماغ کا ذکر کرتے ہوئے آرٹ کو میرے درجہ پر رکھا۔ اور مذہب
کو دوسرے درجہ پر۔ فلسفہ کو پہلا درجہ دیا۔ جس کا نامی طور پر
ایک قصہ ہے جسے ہم اپنے حواس غم کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں۔
ایک آرٹسٹ یا مفکر اپنے آرٹ یا فن کے ذریعہ اس روحانی تصور کو عیاں
کرنے میں پیش کرتا ہے۔ اسلئے اس کی تخلیق سے روحانی صلاحیت اور
جوہر کی چمک دمک عیاں ہوتی ہے۔

اتنے معقول تصور اتنی محنت و مباحثہ کے بعد بھی سچل بھی نہیں ہے
ترقی کی راہ پر گامزن نہ کیا جائے۔ آرٹسٹ کی اہمیت اور اس کے
کی مناسب اور واضح طور پر تعریف نہ کر سکے۔

آج کی دنیا میں جہاں لاکھوں لاکھ محنت کشوں کی تباہی ہے۔
نصرتی آرام طلبی کو کوئی مقام حاصل نہیں ہے اور جہاں آرٹسٹ جیسی
تعیش کے لئے وقت ہے اس لئے عام آرٹسٹوں اور مفکروں کو برا بھلا
(باقی صفحہ پر)

اسپورٹس

کثرت میں وحدت

محمد اعظم

شری عجیب بات ہے!

اور شری انوکھی بات ہے۔

ارے بھی کیا؟

کیا؟ کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ یہ دونوں حضرات یعنی لوکل سلف گورنمنٹ اور اسپورٹس کے عزت مآب وزراء۔ ان لوگوں نے ہم سب سے بہت ہی دیر سنا دہجہ میں باتیں کیں۔ ہم لوگوں کو دعوت دی اور ہم لوگوں کو ہاتھ پکڑ کر جائے نوشی کی دعوت میں لے گئے۔ جیسے کہ ہم لوگ ان کے بھائی ہیں، دوست ہیں۔ ان لوگوں نے ہم لوگوں کو کلکتہ کی سیر کرنے کی دعوت بھی دی۔

آپ لوگ پڑے خوش نصیب ہیں کہ ایسے ایسے وزراء آپ کے یہاں ملے۔ ہم بڑے مددگاری سے خوشی حاصل ہوئے ہیں۔ اور ہم آپ لوگوں کے عزت مآب وزراء، حکومت خوری بنگال اور آپ لوگوں کا ہندول سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اور یہ باتیں بھی گئیں جائے نوشی کی دعوت میں۔ ہمارے عزت مآب وزیر اسپورٹس شری سبھاش چکرورتی نے اسے ۵ جنوری کی شام کو ہندوستان کی مختلف ریاستوں کی ساقہ ہی مرکزی حکومت کی اسپورٹس ٹیم کے ممبروں اور حکام کو علی پور کے چڑیاخانہ میں جائے نوشی کی دعوت دی تھی۔

اور ایسا کچھ بھی گیا۔ ۱۷ ویں کل ہند سیول سروسز اور اتھلیٹک میٹ ۱۹۸۲-۸۳ء میں یہ اسپورٹس ۵ تا ۸ جنوری ۱۹۸۳ء تک راجندر اسرو بارا اسٹیڈیم، کلکتہ میں منعقد ہوا۔ حکومت مغربی بنگال نے اس اسپورٹس کے اخراجات برداشت کئے اور حکومت کی طرف سے اسٹریٹس بلڈنگس کلکتہ اس کا انتظام

کیا۔ اس اسپورٹس میں سرکاری حکومت کی چھ ٹیموں اور ریاستی حکومتوں کی بارہ ٹیموں نے حصہ لیا۔

شری بی۔ ڈی۔ بانڈے، گورنر مغربی بنگال نے ۵ جنوری کو صبح ۹ بجے راجندر اسرو بارا اسٹیڈیم، کلکتہ میں اس اسپورٹس کا افتتاح کیا۔ گورنر نے مرکزی سیول سروسز اسپورٹس بورڈ کا مہینڈا اہلایا اور مختلف ٹیموں کے ممبروں کی مارچ پاسٹ کی سلامی لی۔ اس کے بعد گورنر نے اپنی تقریر میں اسپورٹس میں حصہ لینے والوں کو مبارکباد دی اور دعا دی کہ انھیں کامیابی حاصل ہو۔ شری جوتنا چکرورتی، وزیر تعمیرات، عامہ اور شری سبھاش چکرورتی، وزیر ریاست برائے اسپورٹس جو، ۱۷ ویں کل ہند سیول سروسز اتھلیٹک میٹ ۱۹۸۲-۸۳ء کی استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین بھی ہیں، اس افتتاحی تقریب میں موجود تھے۔

اسپورٹس ۵ جنوری ۱۹۸۳ء کو ٹھیک بارہ بجے دن کو شروع ہوا۔ سب سے پہلے عورتوں کے ۱۰ میٹر پول ریس (ٹٹی دوڑ) کا اعلان کیا گیا۔

یہ سسٹے ہی میں نے تالیاں بجانیں۔ یہ بہت ہی اچھے سنگون ہے، میں نے کہا، پہلوگ شروع میں رکاوٹوں کو دور کر رہے ہیں۔ میرے ساتھیوں نے پوچھا: اچھے سنگوں سے آپ کی مراد کیا؟ میں نے جواب دیا: ارے بھائی یہ تو بڑی سیدھی سادی بات ہے۔ ہماری زندگی تو رکاوٹوں سے بھری پڑی ہے اور اپنے مقصد میں کامیابی کیلئے اور کیا آسودگی کے لئے ہیں ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ کیا تم سب یہ نہیں دیکھتے کہ اگر ہمارا اسپورٹس اس رکاوٹ کی دوڑ سے شروع ہوتا تو باقی ماندہ

اسپورٹس کو ہم آسانی سے چلا سکیں گے۔

اچھی بات ہے بھائی جان، ہم آپ کے عملی منطق کو قبول کرتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے ولیمز ٹرسٹریک کے چاروں طرف اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ ہر ٹریل ریس ختم ہوا۔ مردوں کے لئے لانگ جیب اور مردوں کے لئے ڈسکس تھرو شروع ہوا۔ لیکن ٹھیک اننگ صبح اچھے نتیجے اور سوٹ کیس لئے بڑے میدان میں داخل ہوئے، انہیں دیکھتے ہی، اے پاس پہنچے گئے۔ انہوں نے اپنے تھیلوں کو کاندھے سے اتار کر میدان میں رکھا پھر جیسے کہا میں اسپورٹ میں مصروفیت کے لئے سیدھا ہسپتال سے آ رہا ہوں۔ مجھے انفرس ہے کہ کچھ دیر ہوگئی۔ لیکن اس کی وجہ ریل ہے۔ میں نے فوراً ان کا نام اور جس دوڑ میں وہ حصہ لیں گے اس کا نام ایک کاغذ میں لکھ کر اسپورٹس حکام کے پاس داخل کر دیا اور وہاں سے جو نمبر ملا اسے اگلے حوالہ کر دیا۔ اسکے فوراً بعد ۱۰ میٹر ریس ہٹ کا اعلان کیا گیا۔ اب ہمارے ہیرو وہیں لہاس تبدیل کر کے دوڑ میں حصہ لینے کے لئے چلے اور میں وہیں کھڑا ان کے ساز و سامان کی دیکھ بھال کو تیار رہا۔ بہت میں ہمارے ہیرو اول آئے۔ ریس کے ختم ہونے کے بعد وہ میسے پاس واپس آئے۔ بسلا کا اونچا تھا اور جیرو پر سکنڈا تھی۔ جیسے کہ وہ کہہ رہے: دیکھا میں آیا، میں نے دیکھا اور میں نے فتح حاصل کی۔ اس کے بعد انہیں وہاں سے ہسٹل میں پہنچایا گیا۔ جہاں ان لوگوں کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

اب آئیے میدان کی طرف چلیں۔ لوگ جیب میں کیرالا کے جی انوک کمار نے ۱۲ و ۳ میٹر کا فاصلہ کوڈ کر پار کیا اور اس طرح وہ اول آئے۔ ڈسکس تھرو (مردوں کے لئے) میں ہمارا شٹر کی شریعتی جی۔ ایم سینس اول آئی۔ انہوں نے ۴۰ و ۳۰ میٹر تک ڈسکس تھرو پھینکا تھا۔ ۲۴ میٹر سٹیپ (مردوں کے لئے) فائنل میں صرف تین ٹیموں نے حصہ لیا کیونکہ اسپورٹس میں حصہ لینے والی عورتوں کی تعداد کافی کم تھی۔ اس ریس میں دہلی کی ٹیم، ۱۵ سکینڈ میں اول آئی، اس کے بعد کلکتہ کی ٹیم ۱۸ و ۵ سکینڈ۔ ۱۰ میٹر ریس (مردوں کے لئے) میں بہت ہی زبردست مقابلہ ہوا۔ جب ریس شروع ہوا تو تمام والفیٹروں دیکھنے والے دنگ و گئے۔ دہلی اور کلکتہ صرف چند انچوں کے فرق میں آخری فینٹ تک پہنچے۔ اس دوڑ میں دہلی کے ہمیشہ یادو اول (۲۰ و ۹۰) اور آر۔ این۔ زرنشی

تیسرے نمبر (۲۰ و ۱۰) پر اور کلکتہ کے ٹین گھوسٹال دوسرے (۱۰ و ۴) نمبر پر اور ہر تاپ منڈل جو تھے (۵ و ۲) نمبر پر آئے۔

دوسرے دن اسپورٹس ٹھیک صبح ۱۰ بجے شروع ہوا۔ سب سے پہلے ۱۰ میٹر ریس (ڈیک) شروع ہوا۔ والفیٹس سب اپنی اپنی جگہ جا کر تھے۔ اسٹارٹ اور دیگر کام بھی تیار ہو گئے تھے۔ ٹھیک اسی وقت آنندھل پر دیش کی بوردی اسپورٹس ٹیم، جو وہ اسٹیشن سے براہ راست میدان میں آئی، میں فوراً ان کے پاس گیا اور ان سے دیر میں آنے کی وجہ پوچھی۔ دیر آیدرست آید، فوراً جواب ملا: ہلوگ دیر سے آئے۔ اسکی کچھ ٹکٹنگی وہیں ہیں۔ اب یہ بتائیے کہ میں اب یہاں کیا کرنا ہے؟ حسب مزدوری کام ٹیم فوراً اس ٹیم کے منیجر اور کپتان کو اسٹیدیم میں واقع اسپورٹس دفتر میں لے گیا۔ اس ٹیم نے باقی ماندہ ریس میں حصہ لیا اور انعامات بھی حاصل کئے۔

اب آئیے چلیں میدان کی طرف۔ ۱۰ میٹر ریس (مرد) شروع ہوا۔ میں آخری فینٹ کے قریب میدان میں کھڑا تھا۔ لیکن واقعی کیا ریس تھا۔ جن لوگوں نے اسے دیکھا ہے وہ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔ ہسپتال کے امرجیت سنگھ اور کلکتہ کے شیاہل بوس دونوں آخری فینٹ تک ۱۵ و ۳ سکینڈ میں پہنچے۔ یوں سمجھئے کہ بس یہ برابر کی دوڑ تھی۔ اجموت سنگھ کے جسم کے جھکے حصے نے آخری فینٹ کو پہلے چھو اس طوطے کیس اور جو تھے نمبر پر علی الترتیب پڑنے کے ایلون نیٹے اور کیرالا کے جی۔ اے۔ کمار آئے۔ اور ان دونوں کا وقت ۱۵ و ۸ سکینڈ تھا۔ کیا عمدہ مصابقت تھی یہ سبھوں نے تالیاں بجا کر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ ناظرین میں سے ایک نے بہت ہی اچھی بات کہی: اسے بھائی دیکھئے، ہلوگ متھہ ہوئے اور اول آئے۔

عورتوں کا ۱۰ میٹر ریس میں بھی بہت ہی زبردست مقابلہ ہوا۔ اس دوڑ میں شریعتی ہرجندر کور اور شریعتی اچلا چھوڑال، دونوں ہی دہلی کی ملی الترتیب ۱۲ و ۱۳ میں اول و دوسرے آئیں۔

اب آئیے ذرا پل والٹ کا منظر دیکھیں۔ اس میں بانس یا لمبی لائی کے سہارے کوڈ نا پڑنا ہے۔ یہ بہت ہی اچھا مقابلہ تھا۔ او اس نے اس بیاں کی کوشش کرو، کوشش کرو اور کوشش کرو، کامیابی ہمیں حاصل ہوگی، کی صداقت کو عیاں کر دیا۔ اس مقابلہ میں کلکتہ کے سوہن داس

۳۲۰۔ جیٹری بلندی کو کوکرہ اول آئے۔ حالانکہ یہ سوہن واس ہی تھے جنہیں اس سے قبل مختلف بلندیوں تک کوہنے کے لئے دو تین بار موقع دیا گیا تھا۔ لکھتے بہترین اسپرٹس میں ہیں یہ۔ انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور ان کے غلوں نے انہیں کامیابی سے ہمکنار کیا۔

اس کے بعد بہتر تھرو (مارنول مپینکنا) شروع ہوا۔ حال تو تھا نہیں اس لئے والٹیرس چاروں طرف محفوظ فاصلوں پر کھڑے ہو گئے مقابلہ شروع ہوا۔ مقابلہ کرنے والے ایک ایک کر کے آنے لگے۔ انہوں نے نہ نجیریا جکڑی لوہے کی بھاری گیند کو گھما گھما کر پھینکنا شروع کیا۔ ایک بار ایک حادثہ ہوتے ہوئے رہ گیا اور گیند ایک والٹیرس کے اوپر سے گزرتے ہوئے ذرا دوری پر جاگری والٹیرس بچارہ اس دائرے سے تماشا بینوں کو ہٹانے میں معروف تھا۔ بہر حال اس مقابلہ میں دہلی کے سناہ دلوی یاد ہے۔ ۳۲۳ میٹر کی دوری تک گیند کو پھینک کر آؤں آئے۔ ان کے بعد آندھرا پردیش کے جی وی سچونا میٹرو (۳۱۵۶۰ میٹر) اور دہلی کے این جی۔ سنگھ (۲۸۵۲۸ میٹر) دوسرے اور تیسرے نمبر پر آئے۔

اب آتا ہے چار سو میٹر ہرڈل ریس (ٹٹی دوڑ)۔ اس مقابلہ کی ہدایت کے مطابق ہر لوگوں نے دوڑ کے ٹریک پر جگہ جگہ ٹٹیاں سجا دیں۔ اس کے بعد ہر لوگ میدان کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ دوڑ شروع ہوا۔ دوڑا کوں نے دوڑنا اور ٹٹوں کو پار کرنا شروع کیا۔ لیکن اسے یہ کیا۔ ایک دوڑاک نے تو پہلے دوڑنا شروع کیا۔ لیکن دوڑٹوں کو اچھل کر پار کرنے کے بعد وہ دو اور ٹٹوں کے بغل سے دوڑا۔ پھر ایک کو اچھل کر پار کیا۔ پھر دوسرے کے پاس سے گزر گیا۔ آخر کے چار ٹٹوں کو اچھل کر پار کیا۔ دوڑ کے ختم ہونے کے بعد ہر لوگوں نے اس سے پوچھا، آپ نے ایس کیوں کیا، مسکراتے ہوئے اس نے جواب دیا: ”جہاں میرے، مجھے اپنی زندگی میں بہت ساری رکاوٹوں سے سامنا کرنا پڑا۔ بہت غلوں اور فتنے کے ذریعہ میں نے انہیں دودکیا اور اب بھی کر رہا ہوں۔ اس لئے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ان رکاوٹوں کی میری نظر میں کوئی اہمیت ہی نہیں۔ میں نے جیسے چاہا انہیں پار کیا۔“ پھر مکرانے ہوئے انہوں نے سنجیدگی سے کہا: ”میری بالوں کا کچھ خیال نہیں کیجئے۔“ دراصل میرے گھٹنے میں جوٹ ہے۔ جب میں پہلی بار اچھلا تو اس وقت میرے ٹخنہ میں جوٹ لگ گئی اس لئے میں دوڑا دراصل کو برقرار نہیں کھ سکا۔ اس کے اس معقول پسندی کی سبھوں نے داد دی۔

اس کے بعد: ۳۲۵ میٹر ریس (برائے مرد) شروع ہوا۔ مقابلہ بڑا زبردست رہا۔ لیکن آخر میں ہیش یادو اور بی۔ او۔ اگنی پاتری، دونوں ہی دہلی کے علی الترتیب ۳۳۴ اور ۳۳۵۔ ۳۲۵ میں اول و دوم آئے۔

لیکن ہم لوگ اس دوڑ کو کبھی نہ بھول سکیں گے۔ کیوں آپ تو مزدور ہی ہو چھپیں گے۔ تو لیجئے اس کی تفصیل یوں ہے۔ اس دوڑ میں ایک درجن سے زیادہ دوڑاک تھے۔ ہم لوگوں کو یعنی والٹیرس کو ایک ایک فہرست دی گئی جس میں ایک سے باہر تک فہرست تھے۔ اور ہر فہرست میں ایک ایک دوڑاک کا نمبر لکھا تھا۔ اسٹاٹس کی ہدایت کے مطابق، میں اپنے اپنے دوڑاکوں کو، جن کے نمبر ہیں ری فہرستوں میں درج تھے، جب وہ ایک چکر لگا کر پھر اس جگہ آئیں جہاں سے انہوں نے دوڑنا شروع کیا تھا، تو ہمیں اپنے اپنے دوڑاک سے یہ کہنا پڑے گا۔ ”تمہیں اور ۱۲ دوڑاک لگانی پڑے گی، ۱۱ دوڑاک لگانی ہے وغیرہ وغیرہ۔ دوڑاک تو عیندہ کھینڈ ٹریک پر میدان چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ لیکن جب پہلے دوڑاک نے اپنی دوڑ ختم کی، تو اس وقت آخری دوڑاک کو اور بھی چار چکر لگانا تھا۔ وہاں موجود سبھوں نے اس کی ہمت افزائی کرنی شروع کی۔ اور وہ دوڑنا رہا اور دوڑنا رہا۔ اسپائرٹس میں لئے تیار کھڑے تھے اور ٹائم کیپر پرنت۔ سکند ٹکڑیوں کو تکتے رہے۔ اتنے میں ہمارا ہیرو آتا ہے۔ آخری چکر شروع ہونے والی تھی، گھنٹی بجی، اسے اطلاع دی گئی کہ یہ اسکا آخری چکر ہے۔ پھر وہ ہیروانے اب عزیز تمیز دوڑنا شروع کیا۔ اور اپنی دوڑ ختم کیا۔ سبھوں تالیاں بجا لیں۔ وہ بہت تیزی سے زور زور سے سانس لے رہا تھا۔ میدان میں بیٹھ گیا۔ اسے دیکھنے کے لئے لوگوں کی بھرپور گلی۔ مجمع کو دیکھتے ہوئے ہمارے ہیرو نے بڑی آہستگی سے کہا: ”جہاں میرے، کیوں اس طرح گھم رہے ہیں مجھے۔ میں تو ایک سرکاری ملازم ہوں۔ اور میں نے اپنی صفات کے مطابق اپنے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دینے کی کوشش کی اس کے علاوہ میں نے اور کچھ نہیں کیا۔“ واہ واہ ہمارے ہیرو نے کئی بات کہی، سبھوں نے کافی سراہا۔

آئیے اب تیسرا دن شروع ہوتا ہے۔ یعنی، جمعوری صبح ۱۱ بجے ۱۱۰ میٹر ہرڈل ریس (ٹڈیکا) مردوں کے لئے شروع ہوا۔ لیکن اس دن میں نے مختلف ٹیموں کا انٹرویو لیا۔ تاکہ یہاں کے اسپرٹس کی بابت انہیں فہم کر دے۔ ریشمی سپورتوں کی بابت ان کی رائے معلوم ہو سکے۔ اس کے لیے اپنے بھائیوں اور حام والٹیرس کا مشکور ہوں کہ انہوں نے انٹرویو لینے کی صرف اجازت دی بلکہ

ہری جنت اترالی بھائی۔ مجھے چار بار مختلف وقت کے لئے تینوں کے منبر پر اور
پتالوں کے ساتھ بچنا پڑا۔ ایک ہی وقت میں سبھوں سے انٹرویو لینا
ممکن نہ ہوا۔ کیونکہ سپورٹس چار ہی تھا اور وہ سب اس میں مشغول تھے۔
سب سے پہلے میں نے پورے پاسٹل اسپاس انسٹی ٹیوٹ اور سینٹ
ٹامس اسکول میں ان کی رہائش کے لئے فراہم کردہ سہولتوں کی بات
پوچھا۔ سبھوں نے رہائشی سہولتوں کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا: "ہمیں یہاں
کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ ہمارا آرام ہے۔ کلکتہ کی آب و ہوا بھی بہت اچھا
ہے۔ ایک دو مہینوں نے کہا کہ رہائش گاہوں میں گرم پانی کا بھی انتظام تھا
قرائین اور بھی آرام ملتا۔ تمام لوگوں نے ان کے لئے پاسٹل سے میدان اور
وہاں سے واپس کی۔ سلسلہ میں سبوں کے انتظام کی بہت تعریف کی۔

اسپورٹس کے میدان کی بابت وہ بولنا رقم طراز ہیں۔

"بلاشبہ دوڑنے کا شریک تو بہت اچھا ہے اگر یہاں کی مٹی اور بھی ندرت
چلتی۔ "تھیرپوتا" اور میدان کافی اچھا ہے۔ چونکہ یہ نمٹ ہال کا میدان ہے
اسلئے یہ کڑی مٹی اور اونچا ہے اور چاروں طرف تدریج نیچا ہے۔ اس کی وجہ
سے اسپورٹس کے میدان پرینٹس میں مقابلہ کرنے والوں کو ڈرا اور محنت
کرنی پڑتی ہے۔

"اس میں کوئی شک یہاں کے انتظامات کافی اچھے ہیں۔"

"نیلن ایک بات جو ہم لوگوں نے خاص طور پر دیکھی ہے اور وہ بے وقت
کی پابندی، ہم تو یہاں آپ کی بسوں سے صبح ۹ سے ۹ بجے کے درمیان آجاتے
ہیں۔ یہاں اگر کوئی آپ سبھوں کو موجد ہاتے ہیں۔ ٹھیک دس بجے لاؤٹر
اسپیکر سے اسپورٹس کے شروع ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ہم یہ دیکھتے
ہیں کہ تمام والینٹیرس اسپورٹس حکام کی مدد کرنے کے لئے میدان کے چاروں
طرف اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

میں نے ان لوگوں سے پوچھا: آپ کی فیمیں تو بہت ساری اینٹنٹس
میں جمع ہو رہی ہیں۔ کیا آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ کون کون سے اینٹنٹس
آپ کو پسند آئیں؟

انھوں نے جواب دیا بھائی افضل، ہم لوگ تو اسپورٹس میں ہیں۔ ہمیں تو
تمام اینٹنٹس پسند ہیں۔ البتہ دو چار اینٹنٹس جیسی ۱۰ میٹر، ۲۰ میٹر
میٹر، ۵۰ میٹر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اب یہ دیکھتے کہ ۸۰ میٹر ریس میں دہلی کے مہیش یادو کی جڑائمنٹ

وہ حالیہ اینٹنٹس گیمس میں ہندوستانی ریکارڈ کے برابر ہے یعنی دو منٹ
۹ و سکند۔ کیا آپ کے پاس یہاں کے دیگر ریسوں کے نتائج اور وقت
کی کاپی ہے۔ مگر یہ تو کیا آپ کے ان کے سلسلہ میں جیس کچہ بتائیں گے
اس کے ساتھ میں اگر ایشیائی کھیلوں کے کچہ ریکارڈس میں تو بتائیں گے
مہرانی ہوگی۔

میں نے چند ریسوں کے نتائج ان کے سامنے پیش کر دیے:

مردوں کے لئے

۱۰۰ میٹر دوڑ

امرت سنگھ پٹیل، ۱۱ د ۳ سکند۔ اول

شیامل بوس، کلکتہ۔ ۱۱ د ۳ سکند۔ دوئم

۲۰۰ میٹر دوڑ

ملازب موسترا، کلکتہ، ۲۲ د ۸ سکند۔ اول

امرت سنگھ، پٹیل، ۲۲ د ۱۰ سکند۔ دوئم

(حالیہ ایشیائی ریکارڈ، کوریا۔ ۲۰ د ۸۹ سکند)

۵۰۰ میٹر دوڑ

مہیش یادو، دہلی۔ ۵۰ د ۷ سکند۔ اول

سی انتر، پورنے، ۵۰ د ۱۱ سکند۔ دوئم

(حالیہ ایشیائی ریکارڈ، عراق۔ ۵۰ د ۳۹ سکند)

۱۰۰۰ میٹر دوڑ

۱۰۰ میٹر دوڑ

شری نالی چکرورتی، کلکتہ۔ ۱۷ د ۳ سکند۔ اول

شری نالی چکرورتی، کلکتہ۔ ۱۷ د ۳ سکند۔ دوئم

۲۰۰ میٹر دوڑ

شری نالی چکرورتی، کلکتہ۔ ۱۷ د ۱ سکند۔ اول

شری کلا کانت سونی، دہلی، ۱۷ د ۴ سکند۔ دوئم

(حالیہ ایشیائی ریکارڈ، جاپان۔ ۱۷ د ۴ سکند)

۲۰۰ میٹر دوڑ

شری اچلا پتوال، دہلی، ۱۷ د ۶ سکند۔ اول

شری نالی چکرورتی، کلکتہ، ۱۷ د ۷ سکند۔ دوئم

(حالیہ ایشیائی ریکارڈ، جاپان، ۱۷ د ۶ سکند)

دیکھا کہ پرخور کرنے کے بعد ایک منیجر نے جیسے انداز میں کہا: "ان سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ہم لوگ ایشیائی دیکارڈ سے بہت زیادہ پیچھے ہیں۔"

"اس سے ایک بات اور عیاں ہو جاتی ہے، ایک اور منیجر نے کہا: ہم لوگ پہلے سرکاری ملازم ہیں۔ اسپورٹس مین ہونے کے ناظر ہم سب سے پہلے اپنے سرکاری خزانے کو اپنی صلاحیت کے مطابق بہتر بنانے اور پورا انجام دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہم اسپورٹس اور کھیل کود کی طرف جاتے ہیں۔"

"اوسے بھائی! ہم لوگوں کے لئے تربیت کی مناسبت سبھی سہولتیں فراہم کی جائیں تو ہم ایشیائی دارالکھیل میں طمعاً جیت سکتے ہیں۔"

"ہاں ہاں! اسپورٹس نے اسکی تائید کی۔

مہاراشٹر کے منیجر اور کپتان نے بتایا کہ مہاراشٹر کی حکومت اسپورٹس اور کھیل کود میں دلچسپی لینے والے ملازمین کو تربیت اور سرکٹس کرنے کی سہولتیں فراہم کرتی ہے۔

میں نے جواب دیا: ہماری بائیں محاذ حکومت بھی اپنے ملازمین کو ایسی سہولتیں فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ہماری حکومت نے ریاست میں بہت سی جگہوں پر اسٹینڈیم تیار کئے ہیں اور یہاں لڑجواڑوں کو تربیت کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔"

مرکزی سکریٹریٹ، دہلی کی ٹیم کے حکام نے کہا: "دران دیکارڈ پر بھی نظر ڈالو۔ ہماری ٹیم نے بہت بہتر کارنامہ انجام دیا ہے۔ سٹاٹسٹ میں این۔ بی۔ سنگھ (۱۳۵۹ میٹر)، ہیرتھو میں شامیر یادو (۳۳۵ میٹر)، ۸۰ میٹر دوڑ میں مہیش یادو (۲۹'۲) اور ۱۵۰ میٹر دوڑ میں مہیش یادو (۵۷'۳) نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے اس لئے میں قومی نشانہ کو پیش نظر رکھنا ہو گا اور اس کے لئے ہم لوگوں کو اپنی سرکاری ملازمین کو اچھی تربیت اور قومی کیمپ کی ضرورت ہے۔"

ہونے اور دیگر ریاستوں کی ٹیموں کے حکام نے مختلف دوڑ میں اچھے وقت کی تعریف کرتے ہوئے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ اس بار اسپورٹس میں حصہ لینے والی عورتوں کی تعداد بہت کم ہے۔

"جیکر مرکز اور ریاستی حکومتوں کی ٹیموں میں مردوں کی تعداد ۹۲ ہے۔ دہلی صرف ۲۵ ریاستوں کی ۳۵ عورتیں ہیں۔ جو اسپورٹس میں حصہ لے رہی ہیں۔"

بہت سارے ٹیم منیجرز نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ مالی دشواری کی وجہ سے تمام ریاستیں بوری ٹیم نہیں بھیج سکتیں۔

اسکے باوجود تمام منیجرز نے یہ کہا: ہم سب حکومت ہند کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کے لئے ایسی سہولتیں فراہم کیں۔ اگر مرکز ریاستوں کو اس سلسلہ میں کم از کم کچھ مالی امداد فراہم کرے تو ایسے اسپورٹس میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں سرکاری ملازمین حصہ لے سکتے ہیں۔"

اس کے علاوہ منیجرز اور کپتانوں نے جو تیز پیش کی کہ اسپورٹس میں کبڈی، تیراکی، وزن اٹھانا، کشتی اور باکسنگ کو بھی شامل کرنا چاہیے۔ اس کے بعد میں نے پوچھا: آپ لوگوں کو کھلتے پسند آیا؟

انہی لوگوں نے جواب دیا: کھلتے تو تمام شہروں میں جو پر ہے یہاں بہت سارے قابل دید مقامات ہیں۔ فرصت ملی تو ہم لوگ سیر و تفریح بھی کر لیں گے۔"

اچھا! میں نے کہا اب آپ لوگوں کی اسپورٹس اور کھیل کود کی بابت کیا رائے ہے؟ دیکھئے میں ایک اسپورٹس مین ہوں اور میری نظر میں اسپورٹس اور کھیل کود کثرت میں وحدت کا جزو لا یتفک ہے۔"

"ہاں ہاں! کیا انوکھا تصور آپ نے پیش کیا؟ ممبروں نے جوش مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔"

اسپورٹس اور کھیل کود تو قومی کیمپ کے اہم جزو ہوتے ہیں۔ ہم مختلف بولیاں بولتے ہیں۔ ہمارے لباس مختلف ہیں۔ ہماری خوراک، بھی مختلف ہوتی ہے۔ لیکن اسکے باوجود اسپورٹس میں ایک دوسرے کے قریب کھینچ کر لاتے ہیں ہمیں ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ ہر جگہ ہمارے مسائل ایک جیسے ہیں اور ہم سب انھیں حل کرنے میں مصروف ہیں۔ چمک ایک ثقافتی درخت کی مختلف شاخیں ہیں۔ اسپورٹس نے کہا۔

اچھا بات ہے! اعظم صاحب، آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ایک بار پھر ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ عزت مآب دندو، آپ لوگوں کی ریاستی حکومت، رائٹرس بلڈنگس کلب اور یہاں کے تمام اسپورٹس مقام اور والینٹیرز تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ ہم سب ان کے دلی طور پر مشکور ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ آپ کے اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچا دیں گا۔"

تکریم میں نے کہا۔ اور اس طرح اس پر رحم ہوا۔

اب آئیے میدان چلیں کیونکہ یہاں بھی مجھے وقتاً فوقتاً اپنے دوستوں
 ساتھ دینا پڑا۔ عورتوں کے ہائی جیمپ میں کافی اچھا مقابلہ ہوا اور آخر
 میں کلکتہ کی شریمن لالی جگر روٹی اور دہلی کی شریمنی کھانا کانت سونی
 علی المرتیبا ۲۰ میٹر اور ۳۵ میٹر کی بلندیوں کو پار کر کے اول اور
 دوئم آئیں۔ اسی طرح عورتوں کی ۲۰ میٹر دوڑ میں تیز مقابلہ ہوا اور اس
 میں کلکتہ کی شریمنی سندھ رائے ۱۰۔۱۱ میں اول آئیں اور دہلی کی کھانا
 کانت سونی دو شریمنی۔ اسی طرح مردوں کے ۲۰ میٹر میں مقابلہ بہت
 تیز رہا، اور کلکتہ کے محبوب موہترا اور چٹالہ کے امر جیت سنگھ علی المرتیبا
 ۳۰ اور ۳۲ میں اول اور دوئم آئے۔

اب آخری دن آتا ہے یعنی ۸ جنوری ۱۹۵۷ء چند اسپورٹس رہ گئے تھے۔
 ۴۰ میٹر دوڑ فائنل میں منوب مترا اور تپو شس سنگھ دوڑوں کی کلکتہ
 علی المرتیبا ۳۰ اور ۴۰ میں اول اور دوئم آئے۔ ہائی جیمپ
 میں کلکتہ کے رجن بزمی دھندہ ہلی کے ایم ماسے۔ قریشی اول اور دوئم۔ انھوں نے
 ۱۰ میٹر اور ۳۵ میٹر کی بلندی کو کوکر پار کیا تھا۔ عورتوں کے ۲۰ میٹر
 میں کلکتہ کی سندھ رائے اور دہلی کی کھانا کانت سونی علی المرتیبا
 ۳۰ اور ۳۲ میں اول اور دوئم آئیں۔

اب آخری آٹھم آتا ہے اور یہ ہے ۳۰ میٹر اسٹیک جیمپ۔ یہ بہت
 ہی دلچسپ دوڑ تھی۔ چند دوڑاڑوں نے اس میں حصہ لیا۔ جب انہوں نے
 دوڑ شروع کی تو ان کے اسپورٹنگ لباس بہت ہی صاف تھے۔ لیکن
 جب انھوں نے دوڑ ختم کی تو ہر ایک کو یارنگ برنگی لباس میں
 ملبرس نظر آئے۔ چنانچہ انھیں دوڑ میں بہت ساری رکاوٹوں کو پار کرنا
 پڑا۔ ان میں ایک خندق بھی تھا جو پانی سے بھرا تھا۔ امدان لوگوں کو اس
 گدلا پانی کو ہیدل چل کر پار کرنا پڑا اور اس کے بعد اسپورٹس ختم ہوا۔

اس کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب شروع ہوئی۔ اس تقریب کی
 صدارت شری سہاش چکر وائی وزیر تعلیم (اسپورٹس) نے کی۔ مذہب
 موصوف نے اپنی صدارتی تقریر میں اس اسپورٹس میں شرکت کرنے والوں
 کو ان کے جذبے اور ڈسپن کیلئے مبارکبادی اور دعا دی کہ وہ سب
 اپنی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہوں گے انھوں نے مزید کہا "ہندوستان
 سرزمین مجاہد ہے۔ ہمارے ملک میں ہر شہر و راز کی ایک روایت چلاؤ

۲۰۰۰ کثرت میں وحدت۔ موجودہ حالات میں یہ کل ہند اسپورٹس

میں میں مرکز کے اور دیگر تمام ریاستوں کے سرکاری ملازمین نے شرکت
 کی تھی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے درمیان اتحاد
 کی تعمیر کرنے اور اسے مستحکم بنانے میں معاون ثابت ہوگا۔ اس سے ہمیں یہ
 متحد ہندوستان کی تعمیر میں کافی مدد ملے گی کیونکہ آج ایسی طاقتیں دنیا
 چوری ہیں جو سختی کو دارا کر رہی ہیں اور جو ہمارے عوام کے اتحاد کو ختم
 کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں اسپورٹس میں شریمنی
 والے تمام افراد سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان تحریک پسندوں کے
 کردار کو سمجھیں اور ایک ہندوستان کے لئے متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں۔ اس
 کے بعد انھوں نے رائٹس بلڈنگس کلب کو تاسی دی جس نے حکومت
 مغربی بنگال کی طرف سے اس اسپورٹس کا اچھا انتظام کیا۔

ان کے بعد پرنس شاموہ وزیر مقامی سلف گورنمنٹ مغربی بنگال نے
 اپنی تقریر میں اس اسپورٹس کی کامیابی کے لئے اسپورٹس میں حصہ لینے والوں
 اور اسپورٹس حکام کا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے مزید کہا: "ایسے اسپورٹس
 ہم لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے
 کہ ہم ایک دوسرے سے اچھی جان پہچان کا موقع ملتا ہے۔ ہم ایک دوسرے
 کی مشکلات اور مسائل سے واقف ہوتے ہیں۔ ایسے اسپورٹس سے قومی
 یکجہی کو تقویت پہنچتی ہے اور یہ عوام میں خیر سنگلی اور بھائی چارگی کو فروغ
 دیتا ہے اس کے بعد انھوں نے اسپورٹس میں حصہ لینے والوں کو کامیابی کی
 دعا دیتے ہوئے اپنی تقریر ختم کی ان کے بعد مغربی بنگال کے سرکاری ملازمین
 کی طرف سے شری جتویش رائے ریاستی سال میل کمیٹی کے سکریٹریٹ ممبر
 اور ۱۲ جولائی کمیٹی، مغربی بنگال کے ممبر نے اپنی تقریر میں خوشی کا اظہار کیا
 کہ کل ہند اسپورٹس میں لینے کے لئے مختلف ریاستوں سے اتنے سارے افراد
 جو درحقیقت سرکاری ملازمین ہیں، یہاں آئے انھوں نے مزید کہا: "ایسے
 اسپورٹس میں قریب سے جاننے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ نیز یہ باتیں بھی معلوم
 ہوتی ہیں اور آج مختلف ریاستوں میں سرکاری ملازمین کی تحریک کا رجحان
 کیا ہے اور ملک کی صورت حال کیسی ہے؟ اس کے کلام جاری رکھتے ہوئے
 انھوں نے کہا: "ہم ایک ہیں، ہمارا ملک ایک ہے، ہم بیکہڑے ہیں، اگر منتشر
 ہوں گے تو گر جائیں گے۔ سرکاری ملازمین کو انتشار پھیلانے والی طاقتوں کو
 نصیب دنا برد کرنے کے لئے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کل ہند اسپورٹس میں مختلف

سرحدوں کل ہند بول سوسائز ایشیائیٹاکس برٹ، ۸۲-۸۳ء کی افتتاحی تقریب
میں شری بی. ڈی. بانٹھ، گورنمنٹ برٹ، افتتاحی تقریب کرتے ہوئے
(نیچے) اس اسٹریٹ میں حصہ لینے والے۔

انسوی نوعیت

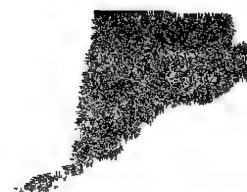
ہم کو گونے میں نہیں آتا کہ ۱۹۶۶ء کی جنوری میں ہندوستان کے عوام کی فریادوں کی اصلاح کرنے کا نصاب طویل ہو گیا تھا اور ہندوستان کے تمام شہریوں کیلئے سوشل معاشی اور سیاسی انسانیت اور خیالی کی آزادی مذہب اور عبادت کی آزادی اور سماجی حیثیت کی مساوات حاصل کرنے اور بھائی چارگی اور قومی اتحاد کو سرور و غیہ کا دھڑ کیا تھا۔

حلقہ اقلیتی، انتشار، فرقہ واریت اور منافقت کی تپاک طاقتیں اور دیگر غامضوں نے ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈھونڈی ہے اور اس طرح ہمارے عزم اور ہماری کامیابی کے درمیان ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ایک نئی شے کی روشنی میں ہم لوگوں کو بچائیں اور ان کے خوابوں کی تعمیر اور ان کے مقاصد کی تکمیل کے سلسلہ میں ایک نئی جدوجہد کے لئے ان کی محنت افزائی کریں۔

معتزلی بنگال کے عوام اس بات کا حلقہ اقلیتیں کہ ایک نئے ہندوستان کی جہاں ہمارے عوام کرم اور معاشی انسان حاصل ہو گا، قسبیکہ کام میں وہ خود کو از سر نو وقت کر دیں گے۔ آئیے ایک بار پھر ہم سب بات کا جھگڑ کریں کہ ہم آزادی، جمہوریت اور عوام کے اتحاد کو برقرار رکھیں گے اور انہیں مستحکم بنائیں گے اور انھیں کرنے والوں اور انھیں پہلانے والوں اور مظاہر پرستوں کے خون ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ بانیں غاڑ سکھوں نے اس بات کا جھگڑ کیا ہے کہ وہ عوام کی ان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد میں عوام سے ساتھ رہیں گے۔

۲۶۔ نویں سہ ماہی ۱۹۸۰ء





شرح خریداری

قیمت :-
سالانہ :-
بارہ پیسے فی پرچہ
۳ روپے

توسیلہ زر کا پتہ :-

بزنس مینجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

۲۳، آر۔ این۔ مکھرجی روڈ

کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

پندرہ لاکھ

مغربی بنگال

کلکتہ

مدیر عامل : پرستین بھٹا چاریہ

مدیر : دھیرنیدرانا تھوت

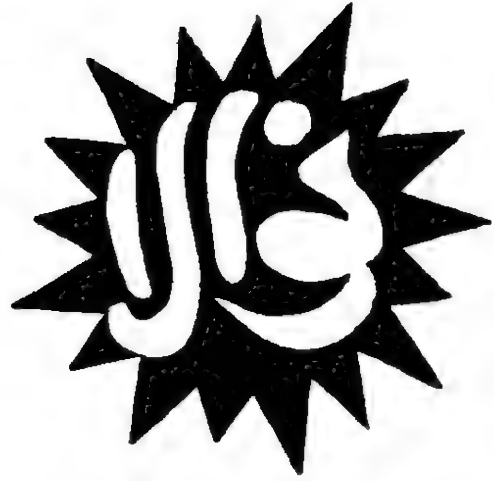
مدیر معاون : محمد اعظم

جلد ۳	۱۵ جنوری ۱۹۸۲ء	نمبر ۵
-------	----------------	--------



وزیراعظم شری جیوتی باسو، وزیر سس کی
کے وزیراعظم شری لے جگتا تھ کے ساتھ
۱۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو راج بھون، کلکتہ
میں ملاقات ہوئی۔

ماں ہے ریشم کے کارخانے میں
 باپ مصروف سوتی مل میں ہے
 کوکھ سے ماں کی جب سے نکلا ہے
 بچہ کھولی کے کالے دل میں ہے
 جب یہاں سے نکل کے جائے گا
 کارخانوں کے کام آئے گا
 اپنے مجبور پیٹ کی خاطر!
 بھوک سرائے کا بڑھائے گا
 ہاتھ سونے کے پھول اگلیں گے
 جسم چاندی کا دھن لٹائے گا
 کھڑکیاں ہوں گی بینک کی روشن
 خون اس کا دے دے جلائے گا
 یہ جو ننھا ہے بھولا بھالا ہے
 صفیر سرائے کا نوالا ہے
 پوچھتی ہے یہ اس کی خاموشی
 کوئی مجھ کو بچانے والا ہے



اردو کی شاہکار نظموں
 میں ایک نظم لنوالا
 بھی ہے جسے شاعر نے
 کھراتران کمیٹی کے زیر
 اہتمام ۱۰ فروری کو
 ہونے والے مشاعرے
 میں سامعین کی فرمائش
 پر سنایا۔

وزیر اعلیٰ ریلیف فنڈ کے لئے کھراتران کمیٹی کے زیر اہتمام شاندار مشاعرہ

رات کے ساڑھے دس بجے بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ مشاعرے کے اختتام پر
سامعین کی واپسی کے لئے سرکاری ٹرانسپورٹ کا پورا پورا انتظام کیا گیا۔
مشاعرے میں جن شاعرے کرام نے شرکت کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں
بیرونی شعراء: علی سردار جعفری، مجروح سلطان پوری، بیگلہ اتساہی، ملک زادہ
منظور، والی آسی، قیصر الجعفری، انور فیض آبادی اور سائر عظمیٰ۔
مقامی شعراء: ابراہیم ہوش، پروفیسر اعجاز افضل، سلگ بھنوی، علقر شبلی
پروفیسر نصر غزالی، حامی گورکھپوری، دلی رضوی، حبیب ہاشمی، رئیس آلوی
جذب آلوی اور منور رانا۔
مشاعرے میں جو کلام پڑھے گئے تھے ان کے منتخب اشعار درج ذیل
ہیں۔

علی سردار جعفری

کام اب کوئی نہ آئے گا بس اکے دل کے سوا
راستے بند ہیں سب کوچہ و قاتل کے سوا

باعث رشک ہے تنہا روی رھسرو شوق
ہمسفر کوئی نہیں دوری منزل کے سوا

تیغ منصف ہو چہاں، دار و لاسن ہو شاہ
بگنہ کون ہے اس شہر میں قاتل کے سوا

مغربی بنگال میں خشک سالی سے متاثر لوگوں کی امداد کے لئے وزیر اعلیٰ
شری جیوتی باسو نے ہوا سے ہر سودا پیل کی تھی۔ اس اپیل پر عوام اور مختلف تنظیموں
نے اپنے اپنے طور پر فنڈ کی فراہمی کے لئے وزیر اعلیٰ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔
وزیر اعلیٰ امداد فنڈ کے لئے مغربی بنگال کے کھراتران (خشک سالی امداد کمیٹی
نے بھی ۱۰۰ روپے کی شام کو نیتا جی انڈوراسٹیڈیم کلکتہ میں ایک کل ہند مشاعرہ کا
اہتمام کیا۔ اس مشاعرے کو کامیاب بنانے کے لئے بنگلہ دہان کے باذوق حضرات
نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سامعین میں اردو والوں کے ساتھ بنگلہ دہی کے بھی کافی
تعداد میں موجود تھے۔ مشاعرے میں ملک کے متعدد معروف شاعرے کرام نے حصہ
لیا۔ بیرونی شعراء میں علی سردار جعفری، مجروح سلطان پوری، بیگلہ اتساہی، والی آسی
اور سائر عظمیٰ کے نام گرامی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ مشاعرے کی صدارت سابق
وزیر رسل و رسائل کامریڈ گرامین نے کی۔ مشاعرے سے پہلے صدر مشاعرہ نے ایک مختصر
سی تقریر کی جس میں انھوں نے مغربی بنگال کی خشک سالی اور اس سے ہونے والی
آفات سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ انھوں نے بتایا کہ اس مشاعرے کا مقصد خشک سالی سے متاثر
لوگوں کی امداد کے لئے فنڈ جمع کرنا ہے۔ انھوں نے اس نیک مقصد کے لئے حاضرین کا
بھرپور مدد کیا اور آخر میں انھوں نے مشاعرے کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ مشاعرے کا
آغاز ڈاکٹر علامہ اقبال کی نظم "نیلا شوالہ" اور فرمانِ خدا سے ہوا جنہیں
ہنگال کے مشہور فنکار پرشتا بھٹا چارجی نے نہایت دلکش انداز میں ساز پر
پیش کیا۔ اس کے بعد مشاعرے کی باضابطہ کارروائی شروع ہوئی۔ پروفیسر ملک زادہ
منظور حمد نے اپنے ہر دل عزیز انداز میں نقابت کے فرائض انجام دیے۔
نقیب مشاعرہ نے بغیر کسی تاخیر کے مدعو شعراء حضرات کو باری باری دعوتِ سخن
دی۔ مشاعرہ مسلسل تین گھنٹوں تک نہایت کامیابی کے ساتھ چلتا رہا اور تقریباً

دو دلوں میں تفتہ الفاظ کا
جس سے دل بل جائے وہ الفاظ ہیں

ساکے لکھنوی:

چلو چلتے رہیں آخر کوئی منزل تو آئے گی
متاعِ زلیلت اتنی کم ہے اور اتنا سفر باقی

محبت ڈھونڈنے والو! محبت بل ہی جائے گی
میرے دل سے گزر جاؤ ابھی یہ رگزر باقی

پروفیسر اعجاز افضل:

یہ شہر یہ خوابوں کا سمندر نہ بنے گا
جب آگ لگے گی تو کوئی گھر نہ بچے گا

یا نقش اُبھارو کوئی یا عکس کو پوچھو
شیخے کو بچاؤ گے تو پتھر نہ بچے گا

مقتل کی سیاست نہ تمہاری نہ ہماری
تقریق کر دو گے تو کوئی سر نہ بچے گا

پروفیسر ملک زادہ منظور:

زخوب برق، زخوب شر لگے ہے مجھے
خود اپنے باغ کے پھولوں سے ڈر لگے ہے مجھے

عجیب درد کا رشتہ ہے ساری دنیا میں
کہیں ہو جتنا مکان اپنا گھر لگے ہے مجھے

میں ایک جام ہوں کس کس کے ہونٹ تک پہنچوں
غضب کی پیاس لے ہر بشر لگے ہے مجھے

م نے دنیا کی ہر اک شے سے اٹھایا دل کو
لیکن اک شوخ کے ہنگامہ محفل کے سوا

مجدد سلطانی پور:

اہل طوفاں آؤ دل دالوں کا افسانہ کہیں
موج کو گیسو بھنور کو چشمِ جانا نہ کہیں

وہ شہِ خواباں کدھر ہیں پھر چلیں ان کے حضور
زندگی کو دل کہیں اور دل کو نذرانہ کہیں

سرخائے مئے کم تھی، میں نے چھوئے ساتی کے ہونٹ
سر جھکا ہے جو بھی اب اربابِ مینا نہ کہیں

تشنگی ہی تشنگی ہے کس کو کہئے میکدہ!
لب ہی لب تو ہم نے دیکھے کس کو پیانہ کہیں

بیکل آساہی:

پتوار کاغذی ہے تو پتی کی نادر ہے
ہے اس ندی میں جس کا ہوا میں بہاؤ ہے

اسٹیشنوں پہ پانی پلاتے تو ہیں اچھوت
ہاں پنکھٹوں پہ تھوڑا بہت بھید بھاد ہے

کچھ ہاتھوں کی ہڈی چھوٹی، کچھ آنکھوں کے کاہل برے
پھول پات سب جوگی ہو گئے بن موسم جب بادل برے

ابراہیم ہوش:

(قطعہ)

جس سے دل بل جائے وہ الفاظ ہیں
جس سے دل کھل جائے وہ الفاظ ہیں

علقہ تشبیہ :

جلال دے کہ ذوق تو جمال دے بھکو
خود اپنے حسو کے سانچے میں ڈھال دے بھکو

جواب دے کہ : دے اختیار ہے بھکو
میں چاہتا ہوں کہ اذن سوال دے بھکو

میں دن کو دن ہی کہوں رات کو کہوں میں رات
وہ مرگئی وہ خودی وہ محال دے بھکو

پروفیسر نصرت غزالی :

سیب سے گوہر گہر سے آب بھی لے جائے گا
آسمان کیا اب زمیں سے خواب بھی لے جائے گا

آدمی کل کا خبر کب تھی کہ اپنے ساتھ ساتھ
زندگی کے مستند آداب بھی لے جائے گا

زرد کلیاں ہی فقط زدیں ہوں بات ایسی نہیں
قبر موسم کا گل شاداب بھی لے جائے گا

والی اسے :

ہزاروں دکھ دے جس نے ہم کو آرزو بن کر
اسی عورت کے پیچھے لوگ پاگل ہوتے جاتے ہیں

آرزو سیکے کوئی گھر سے نکلے کیوں ہو
پاؤں جلتے ہیں تو پھر آگ پر چلتے کیوں ہو

شہر تیں سب کے مقدر میں کہاں ہوتی ہیں
تم یہ ہر روز نیا بھیس بدلے کیوں ہو

فتیمہ الجعفری :

دیوانوں سے مل کر رونا اچھا لگتا ہے
ہم بھی پاگل ہو جائیں گے ایسا لگتا ہے

کتنے دلوں کے پیاسے ہوں گے یارو سوچو تو
شبنم کا قطرہ بھی جس کو صیا لگتا ہے

اس بستی میں کون ہمارے آنسو پونکھے گا
جو ملتا ہے اس کا دامن بھیگا لگتا ہے

حاجی گورو کپھوری :

ہم تمہارے کوچے کی رسم کو بنھائیں گے
پھول پھول آئے تھے زخم زخم جائیں گے

کچھ پتہ نہیں چلتا رات کتنی باقی ہے
کب تلک چراغوں میں ہم ہو جلائیں گے

فرد فرد رہنے سے قافلے نہیں بنتے
فرد فرد مل کر ہی قافلہ بنائیں گے

اشرفیض الدی :

بہاد تیز تھا احساس کا میں کٹ گیا یارو!
مرا سایہ بڑا لیکن مرا قد گھٹ گیا یارو!

بلا کا سخت جاں تھا میں کئی قسطوں میں دم نکلا
میں اک اندھا کنواں تھا پٹے پٹے پٹے گیا یارو

مجھے پہچاننے والے بھی دھوکہ کھا گئے ہوں گے
غبارِ جہدِ پیہم سے میں کتنا اٹ گیا یارو!

دلے مضوی:

جذب الفلوی:

ہے یہ بہتر کسی طوفاں کا سہارا لے لو
تم کو ہرگز نہ بچائیں گے یہ ساحل والے

جب بھوک غریبوں کے بازار میں چلاتی
شیئے کے مکاؤں سے ہنسنے کی صدا آتی

نقش ہستی کو تو کچھ رنگ ملا مقتل سے
اور کچھ رنگ بھریں گے ابھی محفل والے

پھر اس کے کئی بچے قلاتے سے بیک اٹھے
پھر جا کے کوئی بیوہ عزت کو لٹا آئی

ساقی اعظم:

منور آنا:

کانٹوں سے گزر جانا شعلوں سے نکل جانا
جب پھولوں کی بستی میں جانا تو سنبھل جانا

رستے ہوئے زخموں کی دوا بھی نہیں ملتی
اب ہم کو بزرگوں سے صدا بھی نہیں ملتی

دن اپنے چراغوں کی مانند گزرتے ہیں
ہر صبح کو کچھ جانا ہر شام کو مل جانا

کیا جانے کہاں ہوتے مرے پھول سے بچے
درختے میں اگر ماں کی دعا بھی نہیں ملتی

رستہ الفلوی:

بچوں ہی سی نظرت ہے ہم اہل محبت کی
ہند کرنا چل جانا پھر خود ہی بہن جانا

ہمارے دل ہمارے خون کی حریت سے جلتے ہیں
جراغ ایسے کسی کی بزم میں قسمت سے جلتے ہیں

حبیبہ ہاشمی:

جب میری تباہی کے حالات رقم ہوں گے
تنہائی کے آنگن میں آنچل ترے تم ہوں گے

سبھی آئے مگر وہ تاپنے والا نہیں تھا
ہم اپنی آگ میں جس کے لئے مدت سے جلتے ہیں

کیا ہم نے اسی خاطر خود اپنا بہایا تھا
اک روز ہمارے سرسجدوں میں قلم ہوں گے

جب تجھ پہ کبھی آفت لے خاک وطن آئے
آواز ہمیں دینا ہر گام پہ ہم ہوں گے

Accession Number: 84807
Date: 23.7.86

خیال ترک محبت تو بابر ہوا
مجال ترک محبت نہ ایک بار ہوا
(دعوتِ کینیڈا)

امداد باہمی تحریک

میں

امداد باہمی تعلیم اور تربیت کا مقام

از: امیتو محمد ار

کالج کا بہتر طور پر انتظام کر سکیں۔ تعلیم ہی کے ذریعہ ممبران امداد باہمی کے مقاصد سے واقف ہو سکیں گے۔ بڑھ کئے اور روشن خیال ممبران نہ صرف اپنے فرائض کو بخیر و خوبی انجام دے سکیں گے بلکہ وہ اس تحریک کی بہتر طور پر سربراہی بھی کر سکیں گے۔

ایک امداد باہمی ادارہ میں جمہوری فیصلہ دہیت ہی کو ششوں کے بعد کیا جاتا ہے لیکن اس کا دور رس اثر ہوتا ہے صرف مستحکم پر خلوص اور اجتماعی سربراہی اس تحریک کی بہترین طور پر خدمت کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ سربراہ ان کو آپرٹو سوسائٹیوں کے، جن سے وہ وابستہ ہیں، انراض و مقاصد کی بابت اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی واقف ہوں۔ اس کے لئے سربراہی ترقیاتی پروگرام کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ امداد باہمی اداروں کو ممبران کی خدمات فراہم کرنے کیسے تربیت یافتہ افسروں اور ملازمین کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہندوستان میں اس تحریک کے آغاز سے ہی امداد باہمی تعلیم کی اہمیت سے سچی واقف ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں مہاتما گاندھی نے اخلاقی تعمیر پر زیادہ زور دیا۔ یسوی مربائی امداد باہمی کانفرنس میں انکا ایک مضمون بڑھا گیا تھا اس مضمون میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ مشروطی ایم۔ جملوں کے، جو ان دنوں غیر منقسم بنگال کی امداد باہمی تحریک کے بہت ہی عظیم سربراہ تھے، خیالات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اخلاق کے بغیر امداد باہمی بے معنی سی بات ہوتی ہے۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ وہ اس تحریک کی باگش اس بات سے نہیں کریں گے کہ امداد باہمی سوسائٹیوں کی تعداد کو کتنی بڑھائے بلکہ اس کا اندازہ امداد باہمی کے کارکنان کی اخلاق کی حالت سے لگائیں گے۔

آزادی کے بعد زرعی قرض کے سلسلے میں اس وقت کی موجودہ مشاورتی کمیٹی کے مشورہ کے تحت ریژر ونک آف انڈیائی کو آپرٹو ٹریننگ کالج کے لئے بہان

عابد سروں: اس بات میں مشیت میں امداد باہمی تحریک ایک ہم آہنگی میں رہنا چاہیے۔ اس تحریک کو اس بات کی ضرورت ہے کہ اس میں حالت پیدا کی جائے اور اسے اندر سے ہی مستحکم بنایا جائے۔ اس تحریک کو خود اعتمادی کی تحریک بنانی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے اس بات کی امداد باہمی کے افسر عظیم کی کارکردگی اور انتظام اور امداد باہمی تحریک کے متعدد نظام اور ضمیمہ مندرجہ کی کامیابی کیلئے ایک سرے پر انحصار اور باہمی مفاد کو ذرا دیکھنا چاہئے حتی الامکان کوششیں کی جائیں گی۔

لیکن اس بات سے کچھ نہ بڑھنا سہل نہ ہوگا اگر امداد باہمی اداروں کو خوب ضروری ہدایت دینے کی سربراہی کی تحریک سے وابستہ ممبران ایسے اداروں کے ان اعتراض و مقاصد سے، جس کے لئے یہ قائم کئے گئے ہیں، ناواقف رہیں۔

ایک امداد باہمی سوسائٹی کا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ حاشی استعمال کو غیبت و نابود کر دیا جائے اور ایسی سوسائٹیوں کے ان کے ممبران جمہوری طور پر نظم و نسق کا انتظام کرتے ہیں۔ ایسی سوسائٹیوں کی اہم خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کے بہت سارے ممبران اعلیٰ تعلیم یافتہ اور فرض شناس ہوتے ہیں اور تربیت یافتہ اسٹاف کے ذریعہ ایسے اداروں کا بہتر طور پر انتظام کیا جاتا ہے۔

امداد باہمی سوسائٹی کے ممبران ہی انکی بڑھ کئی ہوتے ہیں کیونکہ حسب ضروری پیداوار کیلئے اور ممبران کی مصروفیات تیار کر کے اور بہتر زندگی کیلئے دیگر ضروری خدمات فراہم کرنے کیلئے یہ ممبران کو بخوبی اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے امداد باہمی کے ممبروں اور ان کے حیر خواہوں کے درمیان رشتہ اور مستحکم ہو گیا ہے اس سبب ضروری ہے کہ امداد باہمی کے ممبروں کو تعلیم دی جائے تاکہ وہ امداد باہمی کے کام

متعلقہ افراد کو امداد باہمی خدمت کے سلسلہ میں تربیت دیا جاتی ہے۔ مالی امداد فراہم کرنے کی اسکیم رائج کی۔ بعد میں جب امداد باہمی تربیت پر حکومت ہند کی تشکیل کردہ کمیٹی نے امداد باہمی تربیت اور تعلیم کے کام کی بابت لامرکزیت اور اسے غیر سرکاری بنانے کی سفارش کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امداد باہمی تربیت کی ذمہ داری ہندوستان کی نجی امداد باہمی یونین کے ہاتھ منتقل ہو گئی۔

آج ریاستی امداد باہمی یونینوں کے پیش کردہ امداد باہمی تعلیمی پروگرام کی تکمیل کے سلسلے میں مذکورہ قومی امداد باہمی یونین کو انقدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ سارے ملک میں ریاستی امداد باہمی یونین مذکورہ قومی یونین سے ملتی ہیں۔ نیز قومی یونین اپنے طور پر بھی خصوصی تعلیمی پروگرام کو برسر عمل لاتا ہے۔ یہ امداد باہمی سوسائٹیوں کے کام کرنے والوں کی تربیت کا انتظام کرتا ہے، ساتھ ہی تعلیم کے سلسلہ میں حسب ضرورت چیمبروں کی سہارا بھی انتظام کرتا ہے۔ آج ۲۲ ریاستی امداد باہمی یونینوں کے تحت ۸۰ افراد امداد باہمی کی تعلیم دے رہے ہیں اور ان لوگوں کے ذریعہ ہر سال سارے ملک میں امداد باہمی سوسائٹیوں کے تقریباً دس لاکھ سے زیادہ ممبروں کو امداد باہمی تعلیم دیا جاتا ہے۔ نیز متعلقہ ریاستوں میں ریاستی امداد باہمی یونینیں اور ضلع امداد باہمی یونینیں امداد باہمی کے اصولوں اور طریقہ کار کی بابت تعلیم کی اشاعت کا انتظام کرتے ہیں۔

مغربی بنگال میں امداد باہمی تربیت و تعلیم کی ذمہ داری مغربی بنگال ریاستی امداد باہمی یونین پر عائد ہے۔ اس پروگرام کا اہم مقصد یہ ہے کہ اس ریاست میں امداد باہمی تحریک کو فروغ دیا جائے اور امداد باہمی اصولوں کے جز و لا ینفک کی حیثیت سے امداد باہمی شعبہ اور ایکی خدمات کا تعبیر اور فروغ کیلئے عوام جو کوششیں کرتے ہیں، اس سلسلے میں انکی مدد، رہنمائی اور تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ ان لوگوں کو اپنے تعلیمی اور تربیتی پروگراموں کو رد عمل لانے کے لئے ریاستی حکومت مکمل طور پر مالی امداد فراہم کرتی ہے۔

ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جو لوگ اس تحریک کے باہر ہیں، انھیں اس امداد باہمی تحریک کے زیر اثر لایا جائے تاکہ وہ سب امداد باہمی کے فوائد سے مستفید ہو سکیں اس سلسلے میں ہمیں وہی عوام کی ہمت افزائی کرنا چاہئے کیونکہ وہ پڑھ لکھے نہیں ہوتے اور امداد باہمی کے تعصبات سے وہ نادانستہ ہیں۔ مغربی بنگال ریاستی امداد باہمی یونین اپنے ۳۲ تعلیمی انٹرکڑوں کی مدد سے باضابطہ طور پر یہ تعلیمی کیپ قائم کر کے تعلیمی پروگراموں کو برسر عمل لارہا ہے۔ تعلیم دینے کیلئے امداد باہمی سوسائٹیوں کے ممبروں کی تعداد کے مناسبتاً تعلیم دینے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔

امداد باہمی تحریک میں عورتوں کو شمول کرنے کے لئے ریاستی امداد باہمی یونین کی عورت نخل عورتوں کی امداد باہمی سوسائٹیوں کا دورہ کرتی ہے اور انھیں انتظامی اور رہنمائی کے سلسلہ میں مشورہ دیتی ہے۔ بڑھیکوں کے اسکولوں اور کالجوں میں استانیوں کے ساتھ لیڈی انٹرکڑس بھی تعلیم دیتی ہیں تاکہ طالبات بھی اپنے اپنے اسکول اور کالج میں امداد باہمی کے پیمانہ پر مصروفین اسٹورس قائم کریں۔

مختلف شعبوں میں امداد باہمی تحریک کو کس حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے اور اسے کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان تمام باتوں پر اظہار خیال کرنے اور دشواریوں کو دور کرنے کیلئے تجاویز پیش کرنے کے سلسلہ میں ریاستی امداد باہمی یونین کے تحت سیمینار، کانفرنس اور ورکشاپ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ ایسی کانفرنس حکومت کو بھی حسب ضرورتی ہدایت دے گی۔ کیونکہ حکومت بھی اب اس تحریک کو آگے بڑھانے میں سرگرم ملتی ہے۔ ریاستی امداد باہمی یونین کبھی اپنے طور پر اور کبھی ضلع امداد باہمی یونینوں کے ساتھ ملکر ایسی کانفرنسوں کا انتظام کرتا ہے اور اس کا اہم مقصد یہ ہے کہ ریاستی امداد باہمی یونین کی اس سلسلہ میں مدد کی جائے کہ وہ مختلف علاقوں میں اپنے مقاصد کو رو بہ عمل لاسکے۔

آج سے سوسال قبل جب راک ڈیل پائٹیو تیسرے انگلیڈ میں پہلی کامیاب مصروفین سوسائٹی قائم کی تھی تو اس نے ان کے ممبروں کی تعلیم پر اچھا نثر دریا تھا۔ امداد باہمی تنظیم میں خود اعتمادی بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اور اس میں اسی وقت کامیابی حاصل ہو سکتی ہے جب امداد باہمی سوسائٹیاں جمہوری نظم و نسق کیلئے اپنے اپنے ممبروں اور کارکنانہ گان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں۔

پہلے امداد باہمی کے ممبروں اور کارکنانہ گان کی تربیت کے لئے اس ریاست کے امداد باہمی تربیتی مراکز کے نظم و نسق کی ذمہ داری ریاستی حکومت کی تھی۔ پھر ۱۹۷۷ سے یہ ذمہ داری ریاستی امداد باہمی یونین کو سونپ دی گئی۔ فی الحال اس ریاست کے مختلف علاقوں (اترا پڑا، اٹھول، جھارکھم، بکھریگ، ہتھورا اور چھپائی گوڑی) میں چھ تربیتی مراکز کو ریاستی امداد باہمی یونین چلاتا ہے۔ ان مراکزوں میں امداد باہمی کے جونیئر اسٹاٹ کو چھ مہینے کے لئے امداد باہمی کے کام کاج کے سلسلہ میں بنیادی تربیت دی جاتی ہے اور پھر انھیں امداد باہمی میں جونیئر ڈپلومہ دیا جاتا ہے۔ ایک تجویز یہ ہے کہ موجودہ مالی سال میں ۲ اور تربیتی مراکز قائم کیے جائیں۔

اردو
مصحف النور

شکارِ قذیلِ آسماں

(ایک فلسطینی مجاہد کے قصورات)

مصحف النور

ہاں میں نہیں پر مری محبت
زمین کے سینے پر ماہِ کامل کی روشنی کی طرح بڑھے گی
طفیل جس کے —
ستم کی رانوں کا دھیرے دھیرے زوال ہوگا
اک جہدِ نئی کی نمود ہوگی
جو میرے عزیز جوان کی طرح غلیم ہوگا۔

ابھی اگرچہ میرے تعائب میں نہ تے آمادہ سفر ہے
جی پاردا، جانبِ مصیبتوں کے مہیب سائے
سنگینہ بزمِ دشمن کے گھیرے میں جھوٹا سایہ درختِ
سکونِ درختِ دشواب و الفت کا ہے گہوارہ
جی گہر نہیں ہو تم بھی
نظرِ ترکِ روشنی ہے
مگر تمہاری دنیا کے صدقے

تمہاری یادوں کے دیپ روشن
وجود میں میرے روشنی کے وسیع سمندر کا اک تلام
مچل رہا ہے۔

اور ہو رہی ہے مجھے روحانی مسرت حاصل
ابھی اگرچہ نہیں ہو تم بھی

تمہاری قربت کا لمس محسوس کر رہا ہوں
شدید جذباتِ عشق سے میرا، قلب و جاں لذتِ آشنا ہے
ابھی تمہاری طلب ہے مجھ کو
کہ آؤ —

اک بار پھر ہم ہاتھوں میں ہاتھ دے کر
شکارِ قذیلِ آسماں کا اک عہدِ باندھیں

تمہارے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے
گذر میں سکتا ہوں آسماں کی بلندیوں سے
تمہارے عہدِ وفا کے مدد سے
مددِ کون و مکان سے آگے سفر ہے ممکن

تمہاری باتیں قوتِ نامور
تمہارے حکم سفر پر تیرے دل کو گوارہ
اگر گردِ تم سے وعدہ —
کہ وقتِ آبرو سے خود کو بچائے رکتوں سے
مہیب جنگ و بدل کا آتشِ دشمنیوں میں
تمہارے جسمِ بدن کا پیر تو نہیں جدا
تمہارا معصوم جن محفوظ گردِ وقتِ دراں رہے گا

گردِ وعدہ —

کہ میں نہیں تو مری جگر پر
مرے وطن کے نئے سپاہی کے روزِ شب پر نظر رکھو گے
وطن کے حق میں جو زخمی ہو جائیں بازو اس کے
تو اس کے زخموں کو پیار سے تم بھرا کر دو گے
ہر ایک لمحے کو مسرتِ مہر و وفا کر دو گے

کہ جیسے اک باغیاں اپنی
پہلی کاوش کے پہلے گل کو
شفیق نظروں سے دیکھتا ہے
نکدِ دل اس پہ دارِ ستا ہے

شکر

میر دوست میر کا میر

از بل پاسو

شکر گیتا اس جہاں فانی سے لوہ کر گئے۔ لہ شکر ۲۴ جنوری کی صبح کو بے رحم موت نے ہمارے بہترین۔ ساتھی اور دوست کو ہم سے ہمیشہ کے لئے چھین لیا۔ مجھے اس کا دلی افسوس ہے کہ میں اس وقت انکے پاس موجود نہ تھا جب وہ موت سے آخری لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں اس وقت ایک فردری کام کے سلسلہ میں برسرِ ہوا میں تھا۔ اس بات کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اتنے مختصر عرصہ میں ہلوگوں سے محبت ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے۔

شکر گیتا کی پیدائش ستمبر ۱۹۵۹ء میں ہوئی۔ انہوں نے جنوبی کلکتہ میں واقع تیرتھاپتی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ اس اسکول میں میں نے بھی تعلیم حاصل کی۔ ہم دونوں ایک ہی کلاس میں تھے۔ اسکول کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انھوں نے جادو پور یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ یہاں طلباء کی تحریک کے دوران انہوں نے سیاست میں حصہ لیتا شروع کیا۔ یہ ۱۹۷۵ء کی بات ہے۔ اس وقت کے نام نہاد ماہرین تعلیم کا یہ خیال تھا کہ جادو پور یونیورسٹی ریاست سے بالکل پاک ہے۔ دراصل وہاں طلباء کی سیاست کی ممانعت تھی لیکن اس وقت کی ضرورت یہ تھی کہ جادو پور یونیورسٹی کے طلباء اور باہری طلباء تحریک کے دھارے کے درمیان ایک رشتہ قائم کیا جائے اور ایسا کیسا گیا۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے اس یونیورسٹی میں طلباء کا فائڈیشن قائم کیا اور وہاں طلباء کی تحریک کو سرگرم طور پر آگے بڑھایا۔ اس سلسلہ میں ۱۹۷۹ء کے طلباء کے جلوس کی بات مجھے بار بار یاد آتی ہے۔ ایک سامراجی تنظیم فورڈ فاؤنڈیشن نے ہندوستانی نظام تعلیم پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے اس سلسلہ میں حکومت ہند سے بات چیت بھی کر لی تھی۔ اس دن جب کلکتہ میں ڈو فاؤنڈیشن کے اعلیٰ حکام آئے تھے، طلباء کے جلوس کا انتظام کیا گیا۔ اور اس جلوس کے



شکر گیتا

سربراہ مشکر تھے۔

۱۹۶۱ء میں آپ غیر منقسم کیونسٹ پارٹی کے ممبر بنے۔ اس وقت آپ جنوبی کلکتہ میں طلباء کو منظم کرنے کے کام میں مشغول تھے۔ آپ نے جادو پور یونیورسٹی سے ۱۹۷۵ء میں ایم اے کیا۔ آپ نے انٹرنیشنل پیس شن (بین الاقوامی تعلقات) میں ایم اے کیا تھا۔ ۱۹۷۵ء میں اس وقت کی کیونسٹ پارٹی کے ایک طبقہ نے ہندو چینی سرحدی چھڑپ میں چین کو مورد الزام ٹھہرایا تھا اور اس سلسلہ میں طلباء اور نوجوانوں میں جنگجو بیانہ وطن پرستی کے جذبہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی تھیں لیکن اس وقت شکر اور دیگر کیونسٹ ساتھیوں نے ایک ساتھ ملکر یہ تحریک چلائی کہ مناسب طور پر بات چیت کے ذریعہ ہندو چینی سرحدی تنازعہ کا تصفیہ کیا جائے۔

ایکے بعد شری شکر گیتا ۲۴ اپریل ۱۹۷۹ء میں ہائی اسکول میں برسرِ روڑ گنا ہو گئے پھر وہ تلچک، کلکتہ میں برسرِ روڑ گنا ہائی اسکول کے پتھر ہوئے۔ اس عرصہ میں انکا طلباء کی تحریک سے براہِ راست تعلق نہ رہا۔ لیکن انہوں نے طلباء اور نوجوانوں کو جنگجو بیانہ وطن پرستی کے خلاف بیدار کرنے میں بہت ہی نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۹۵ء سے آپ گھٹال، مدنا پور میں رہندہ ریشمیری کالج میں پولیٹیکل

سائنس (سیاس سائنس) کے لکچرار تھے۔ وہاں آپ نے خود کو سی بی آئی (ایم) کی سرگرمیوں سے لہجے سے دور رہنا سیکھ کر دیا۔ اپنے پیشہ کے وجہ سے انھیں پارٹی کے لئے نئے کارکنوں کی تلاش کا کام کرنے کا کافی موقع ملا۔ اس سلسلے میں قابل ذکر مثال اندرائی ویل ہے جو ابھی جمہوری صورت ایسوسی ایشن کی سرگرمی ہے۔ اور اس کی ریاستی سرگرمیٹ کی سرگرمی سرگرمی اندرائی ویل کو سربراہی میں لانے میں شری شکر گپتا نے کافی اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۶۶ء میں شری شکر گپتا نے شری شکر شیاہلی سے شادی کی۔ علاوہ میں آپ سلی گوڑی گئے۔ وہاں شمالی بنگال یونیورسٹی میں آپ کو لکچر کی جگہ ملی لیکن یہاں بھی آپ کی سیاسی سرگرمیاں رک نہیں گئیں۔ مگر یہاں بھی انہوں نے برادریوں کی تحریک سے خود کو وابستہ رکھا تاہم صرف اس حد تک کہ وہ خود کو محدود نہ رکھ سکے۔ وہاں بھی انہوں نے مقامی جمہوری تحریکوں سے خود کو وابستہ کر لیا۔ انہوں نے سلی گوڑی میں جمہوری نوجوان فیڈریشن کو منظم کیا۔ یہاں ہی انہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۶۹ء میں جب جمہوری نوجوان فیڈریشن کا ریہی طور پر افتتاح کیا گیا تو اس وقت آپ اس کی ریاستی سربراہی سے وابستہ ہو چکے تھے۔ جب آپ کی بنگال یونیورسٹی میں علم تھے تو اس وقت آپ کا فرقہ پرستی یا تفریق پسندی کی تھیوری سے سامنا ہوا کیونکہ اس زمانہ میں طلباء اور نوجوانوں میں فرقہ پرستی کا دبا پھیل چکی تھی اور اس بد فہم کیلئے شامی لکی یونیورسٹی کو ایک کیمپ کی طرح استعمال کیا جاتا تھا۔

۱۹۷۰ء میں راجیگ میں شری شکر رائے نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ پورے وقت کے لئے سی بی آئی (ایم) اور کرشنا چاہتے ہیں۔ بعد میں انہوں نے اسی تجویز کو ریاستی کمیٹی کے سامنے پیش کیا۔ ۱۹۷۰ء میں انھیں سی بی آئی (ایم) کی مرکزی کمیٹی کی شگوائی کے تحت پورے وقت کیلئے لیا گیا۔ اور اس پارٹی کے اہم ہفت روزہ پیپس ڈیموکریسی کی ذمہ داری انھیں سونپی گئی۔ اپنے طالب علی کے زمانہ میں، نیز نوجوانوں کی تحریک برادریوں کی تحریک اور جمہوری تحریکوں سے انھیں جو تجربات حاصل ہوئے اس پر ہمیں ان کی تحریروں سے وہ عیاں ہو جاتے ہیں۔ یہ بات تو واقعی قابل تعریف ہے اور اس بات کو ہمیں زیر غور رکھنا چاہئے کہ انہوں نے پارٹی کے کل وقت کے کارکن بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب سادی ریاست نیم فاسٹی دہشت اور ایجنسی سے مل کر سوزی کی سرپرستی کے تحت تھی، اس وقت پارٹی کی سیاست اور تنظیم بہت مضبوط حال کا سامنا کرنا پڑا جب وہ اپنی ملازمت پر برسر روزگار رہ سکتے تھے جہاں انھیں کافی اچھی تنخواہ ملتی تھی، انھیں ذاتی تحفظ بھی حاصل تھا اور آرام بھی لیکن ایسے وقت میں بھی انہوں نے اپنی پارٹی کے پورے وقت کے کارکن بننے کو ترجیح دی۔ اسے ہم کمیونسٹ کی لامثال ذہنیت کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۷۱ء میں شری شکر گپتا نے ریاستی کمیٹی کے تحت کام کرنا شروع کیا کیونکہ جیلپس ڈیموکریسی کی اشاعت کا کام دہلے سے ہونے لگا۔

۱۹۷۷ء میں مغربی بنگال میں پہلی بائیں محاذ حکومت کے وزیر اعلیٰ کے وہ سیاسی سرگرمی بنے۔ اس ذمہ داری کو انھوں نے پانچ برسوں تک بحسن و خوبی نبھایا۔ ۱۹۷۹ء میں شری شکر گپتا کو پانچ بار میں ڈی ڈائی ایف آئی کی کانفرنس کے بعد، جو بوشکتی، رسالہ کے ادارتی بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری دنوں تک وہ اس رسالہ سے وابستہ رہے ۱۹۷۷ء میں کلکتہ میں نوجوانوں اور طلباء کا فیسٹول ہوا۔ اس فیسٹول کے آپ سرگرمی بھی تھے۔ یہاں انکا انتظامی جوہریاں ہو گیا اور فیسٹول بہت ہی کامیاب رہا۔ اسی سال آپ نے گیمبا میں منعقدہ عالمی نوجوان فیسٹول میں ہندوستانی وفد کے ایک ممبر کی حیثیت سے شرکت کا دورہ کیا۔ انکی سرگرمیاں کتنی تیز تھیں یہ ۱۹۷۷ء میں مغربی بنگال میں سیلاب کے دوران رافع ہو گئیں۔ ۱۹۷۸ء میں وہ طلباء کے فیڈریشن کی کلکتہ کانفرنس کے بعد طلباء کے فیڈریشن کی ریاستی سرگرمیٹ کے ممبر بن گئے۔ ۱۹۷۸ء میں سی بی آئی (ایم) کی جو دعویں ریاستی کانفرنس میں وہ ریاستی کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ آخری وقت تک وہ اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۹۸۲ء میں عام انتخابات میں آپ جادو پور حلقہ انتخابی ممبر ہوئے۔ انہوں نے کافی ووٹ حاصل کئے۔ اس کے بعد وہ وزیر بھی بنے اور خلوص کے ساتھ ریاست میں عملی کی فزجی اور تعلیم کے کام میں جڑ گئے۔ نیز اس کے ساتھ وہ اپنے حلقہ انتخاب کے باضابطہ کام کاج میں اور اپنی پارٹی کے انتظامی کام کو مستعدی سے انجام دینے لگے انکی انتھک محنت کا اثر انکی صحت پر پڑا لیکن انہوں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ اپنے کمپن میں اور زبانی میں انھیں خناق، غموں یا اگھیا کے مرض سے دوچار ہونا پڑا تھا، اس نے انھیں اپنی صحت کا اور بھی خیال رکھنا چاہئے تھا۔ کبھی کبھی وہ بھیسے غیر منطقی طور پر یہ درخواست کرتے کہ میں انکے بھار باعلائی کی بابت پارٹی کے سربراہوں کو کچھ اطلاع نہ دوں اور پارٹی پروگرام میں شرکت کرنے سے انھیں باز نہ رکھوں۔ لیکن پارٹی کے سربراہوں نے کئی بار انکی علالت کی وجہ سے انھیں پارٹی پروگراموں میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں دی۔ سی بی آئی (ایم) کی ۶ سے ۷ جنوری ۱۹۷۷ء تک منعقدہ ریاستی کمیٹی کے جلسے میں شرکت کرنے کے لئے انھوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا لیکن مجھے اسکے لئے کلکتہ بیگر فورڈ اسپتال میں واقع سرکاری مہمان خانہ میں جانا پڑا تاکہ انھیں ریاستی کمیٹی کے جلسے میں شرکت کرنے سے باز رکھوں کیونکہ انکی صحت ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ وہ سیاسی ذمہ داریوں کو بہت ہی سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ نبھانے کی کوشش کیا کرتے۔ اسی لئے جب جولائی ۱۹۸۲ء میں اس ریاست میں سی بی آئی (ایم) نے سیاسی تعلیم کے کمیٹیوں کا انتظام کیا تو وہ ایک استاد کی حیثیت سے ان کمیٹیوں میں گئے۔

ریاستی حکومت خاندانی رفاہ کیلئے مزید ۲۳ مراکز کھولے گی

حکومت مغربی بنگال نے مختلف سرکاری اداروں اور اسپتالوں میں شہری خاندانی رفاہ کے لئے ۲۳ مراکز کھولنے کا فیصلہ کیا ہے جن اداروں میں مراکز کھولے جائیں گے وہ درج ذیل ہیں:-

- (۱) بیلور اسے جی اسپتال
- (۲) ای ایس آئی اسپتال، الو بیریا
- (۳) جنوبی جوڑہ ریاستی اسپتال
- (۴) بدیا جی سی ایم ڈی اے شفا خانہ
- (۵) بھلار سورما ٹنڈو سی ایم ڈی اے شفا خانہ
- (۶) دیگاپور ریفرنس یونٹ، دیگاپور ایس ڈی اسپتال
- (۷) باگا بوتھ کالونی، سی ایم ڈی اے شفا خانہ
- (۸) گڑیا، سی ایم ڈی اے شفا خانہ، کلکتہ
- (۹) لکھ ٹاؤن سی ایم ڈی اے شفا خانہ
- (۱۰) بالوئی ہاٹ ریفرنس یونٹ، آرمی کارمائیڈیکل کالج
- (۱۱) گارڈن جیج ریاستی اسپتال
- (۱۲) سالٹ ایک اسپتال (ریفرنس یونٹ)
- (۱۳) ددم باگ جولا، ریفرنس یونٹ
- (۱۴) جنوبی شہری ریفرنس یونٹ، دیوید ساگر اسپتال، بہالا
- (۱۵) سی ایم ڈی اے شفا خانہ، کالونٹ روڈ، کلکتہ
- (۱۶) کاکلی بھان سی ایم ڈی اے شفا خانہ
- (۱۷) تالیپاڑہ سی ایم ڈی اے شفا خانہ، کلکتہ
- (۱۸) سیوکھ ریفرنس یونٹ، سلی گوڑی اسپتال
- (۱۹) بلور گھاٹ (ریفرنس یونٹ)، بلور گھاٹ مسد اسپتال
- (۲۰) سی ایم ڈی اے شفا خانہ، راجہ سورجہ ملک روڈ، کلکتہ
- (۲۱) شیب تلہ سی ایم ڈی اے شفا خانہ، تہجلا
- (۲۲) پٹنم گارڈن روڈ سی ایم ڈی اے شفا خانہ
- (۲۳) دیباگرام میڈیٹل کینسر، چلیانی گوڑی

آج شکر گنتا ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن وہ اپنے ان گنت ماحول کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ ہمیں ان کے استقلال، مصلحت اندیشی، استقلال اور ہرجمیت کو دیکھنا ہے۔ ان کی زندگی اس ملک میں کیونٹ تحریک کی ایک مثال ہے۔ اس لئے لوگ انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔ ان کی شخصیت کو فراموش کرنا ہمارے لئے تو ناممکن ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے اگر شکر گنتا اپنی موت کا خیال رکھتے تو اتنی جلدی یہ مضمون لکھنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ہمیں ان کی روزمرہ کی زندگی کی دقیقہ رسی اور زندگی کے سلسلے میں ان کے خیالات اور ان کے نصب العین پر غور کرنا چاہئے اور ان پر عمل درآمد کرنا چاہئے، اور اس طرح ہم ان کے اصولوں کو زور دے کر دیکھ سکیں گے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جو خدمات انجام دی ہیں، ان کی وجہ سے لوگ انہیں ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

(بشکریہ ریاستی)

نعت کی کتابوں کی تقسیم

شرعی مہذب الہی، وزیر ریاست برائے ابدالی (پرائمری) تعلیم نے ۱۰ فروری ۱۹۷۸ء کو رائٹس بلڈنگس میں ایک پریس کانفرنس میں پریس سے ایبل کی کہ وہ سب قرائنی تعلیمی پالیسی کی تکمیل میں حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ صرف محنت سے نہ صرف عوام کو فائدہ پہنچایا جائے گا نہ حکومت کو مدد ملے گی

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ چند اخبارات اس سال نعت کی کتابوں کی چھپائی اور اسکولوں میں ان کی تقسیم کے سلسلے میں ایک تاریک تصویر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ باتیں بالکل بے بنیاد ہیں۔ انہوں نے جو اعداد و شمار پیش کئے ان کے مطابق تمام ضلعوں کے اسکولوں میں نعتی مہذب کتابیں تقسیم کر دی گئی ہیں اور موجودہ فروری کے مہینے میں تمام ضلعوں میں سو فیصد نعت کی کتابیں تقسیم کر دی جائیں گی۔

شرعی بارک نے مزید کہا کہ نعت کی کتابوں کی تقسیم کے کام میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پیدا ہو اس بات کے پیش نظر اس سال ایک خصوصی سیل کی تشکیل کی گئی ہے اور اس سیل کی تنظیم کے لئے نعت کی چھپائی میں مشکلات کی وجہ سے تقسیم کے کام میں کچھ تاخیر ہوئی ہے۔

دارجلنگ کے بہاڑی علاقوں کی ترقی فارتگی کے کسانوں کو مزید سہولیتیں

ضلع دارجلنگ کے مضافاتی علاقوں میں ناریگیوں کے بہت سارے باغات ہیں جہاں ناریگیوں کی کافی پیداوار ہوتی ہے لیکن انھیں بازاروں میں فروخت کرنے کے کام کیلئے منظم طریقہ کار کی کمی ہے۔ اس کے نتیجے میں کسانوں کو درمیانی درجے کے تاجروں کے رحم و کرم پر رہنا پڑتا ہے۔ ایک انداز کے مطابق شہری صارفین ناریگیوں کی قیمت دیتے ہیں اس کا ۸۱ فیصد حصہ درمیانی تاجروں کے پاس جاتا ہے اور کسانوں کو صرف ۴ فیصد ملتا ہے۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ناریگی کی پیداوار میں اضافہ سے درمیانی تاجروں کا ذکر کسانوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ شہر میں ناریگیوں کے خریداروں کو درمیانی علاقوں میں ناریگیوں کے کاشتکاروں کے درمیان کوئی منظم رابطہ قائم نہیں ہے اور اس کا فائدہ درمیانی تاجر اٹھاتے ہیں۔

حالیہ موسم سرما میں میرک ہائیوے ایگریکلچر مارکنگ کو آپریٹو سوسائٹی لیبشڈ نے قومی ڈیڑی ترقیاتی بورڈ کے تعاون کے ساتھ ضلع دارجلنگ کی ناریگیوں کے کٹے صارفین اور کسانوں کے درمیان مائل خلا کی پٹھانے کے ایک کامیاب جدت پر عملدرآمد کرنا شروع کیا ہے۔

امداد باہمی سوسائٹی نے ضلع دارجلنگ میں حصول کے تین مراکز قائم کئے ہیں جہاں دارجلنگ کے بہاڑی علاقوں سے ندی اگلنے والوں یا انکی تنظیموں سے براہ راست ناریگیاں خریدی جاتی ہیں۔ انہیں ناریگیوں کی قیمت بحساب ۳۴ روپے فی ہزار ٹونے اور اگر دی جاتی ہے۔ اگلنے والوں کی تنظیموں کو ایک ہزار ناریگیاں کوٹھنے اور انہیں ان مراکزوں تک بھیجنے پر ۱۰ روپے فی ہزار ناریگیاں خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ مزدور پہلے باغات سے ناریگیاں کوٹھتے ہیں پھر انہیں ٹوکریوں میں بھر کر ٹوکریوں کو اپنے سروں پر لاد کر راستہ کے کنارے لاتے ہیں، پھر وہاں سے چھلوں کی ٹوکریوں کو بذریعہ لاری حصول کے مراکز تک لے جایا جاتا ہے۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسانوں کو اتنے باغات میں ہی ایک ہزار ناریگیوں کیلئے ۱۰ تا ۲۰ روپے مل جاتے ہیں۔ اس سے قبل درمیانی کاروباریوں سے انہیں ایک ہزار ناریگیوں کے لئے ۵۰ روپے ملتے تھے۔ اس کے میرک مارکنگ کو آپریٹو سوسائٹی کے تحت ان ناریگیوں کو سائیکل کے لفافے سے الگ الگ رکھا جاتا ہے۔ پھر انہیں بکسوں میں بھر کر کلکتے بازاروں میں فروخت کے لئے سپلائی کر دیا جاتا ہے۔ اس سوسائٹی نے ان ناریگیوں کا نام کھن رکھ رکھا اور کلکتہ اور اسکے آس پاس کے علاقوں میں دودھ

کی مدد شہری کے ذریعہ ان ناریگیوں کی خوردہ فروخت کا انتظام کیا گیا ہے۔ صارفین نے بھی اس اقدام کو کافی سراہا، کیونکہ بہت ہی معقول قیمت پر تازہ ناریگیاں ملتی ہیں۔ اس سوسائٹی نے ۲۱ نومبر ۱۹۸۷ء سے ۱۲ جنوری ۱۹۸۸ء تک تقریباً ۸۲ لاکھ ناریگیاں حاصل کیں، ان میں سے ۸۱ لاکھ ناریگیاں مدرڈیٹی کے ذریعہ خوردہ فروخت کی گئیں، باقی ناریگیاں کلکتہ اور سی گڑی کے تھوک فروش بازاروں میں دارجلنگ پھل اور سبزی پروڈیوسنگ کو آپریٹو سوسائٹی کے ساتھ اس نکلانے کے کام کے لئے فروخت کی گئیں۔ اس سوسائٹی نے اس عرصہ میں کل ۲۰ لاکھ روپے کی ناریگیاں فروخت کیں۔ اس سوسائٹی نے دارجلنگ پھل اور سبزی پروڈیوسنگ کو آپریٹو سوسائٹی کی تیار کردہ چھلوں اور سبزیوں کی مصنوعات کی فروخت کا انتظام کیا ہے۔ اس ریاست میں اپنی نوعیت کا واحد پروڈیوسنگ منسٹر ہے۔ کھن، نام کے تحت تازہ جیم، جلی، پھل، کارس، سبزی اور پھلوں کی دیگر مصنوعات، کلکتہ میں مدرڈیٹی کی منجھد کاروں میں خوردہ فروخت کیلئے فراہم ہیں۔ غیر سرکاری دکانوں سے بھی ایسی چیزیں جلد ہی فروخت کی جائیں گی۔

اختیار : امداد باہمی

فائدہ کئے مائیں، کیونکہ امداد باہمی سوسائٹیوں میں کام کرنے والے غیر تربیت یافتہ اسٹاف کی تعداد کافی زیادہ ہے اور انکی تربیت ضروری ہے۔

اس ریاست میں ایک طاقاتی امداد باہمی تربیتی کارخانہ ہے، جو کیمانی میں ہے۔ اس کی برائے تحت اس کارخانہ کا انتظام قومی کارخانہ برائے امداد باہمی تربیت کے ذمہ ہے۔ یہاں امداد باہمی سوسائٹیوں میں کام کرنے والے درمیانی درجہ کے اسٹاف کی تربیت دی جاتی ہے۔

تعلیمی پروگرام کو مستحکم بنانے کی راہ میں سربراہی کی بنیاد خود چھی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ سربراہی کا دیگر ذمہ داروں کے علاوہ ایک اہم محرک کردار بھی ہوتا ہے اور اچھی سربراہی سے اس ذمہ داری کو موثر طریق پر نبھایا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کو ہمیشہ نظر رکھتے ہوئے ریاستی امداد باہمی یونین نے ہر تربیتی مرکز میں سربراہی ترقی کو دوسرا رائج کیا ہے اور اس کے لئے بذات خود تحریک سے حاصل کردہ امداد باہمی ترقیاتی فنڈ سے مالی امداد فراہم کی جاتی ہے۔



مہاجتی سدا، کلکتہ میں ۳۴ جنوری ۱۹۷۲ء کو نیشا می سبھا ش چندر بوس کی ۸۷ ویں سالگرہ کے موقع پر منعقدہ ایک تقریب میں
سیول ڈیفنس اور ہوم گارڈ کی مارچ پاسٹ کی سلا می لیتے ہوئے

گھر آتلان افشک سالی، امداد کیش کے لیے امداد نام۔ اور فروری شدہ کویتا جی
انڈوسٹریل کمپنی، میں منعقدہ امداد مشاہدہ۔
تعمیر میں (ادھر) دایں سے بائیں، والی آسی، علی سردار جعفری
امداد کمپنی، شنگھائی امداد (نیچے) مشاہدہ کلاک مشنر۔



سیر فی ننگال

شرح خرید ادعا

قیمت - ۱۲ پیسے فی پرچہ

سالانہ - ۳ روپے

ترسیل زر کا پتہ

بزنس منیجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

۲۳- آر ایچ مکھرجی روڈ کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

بنگلہ دہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

پرستین بھٹاچاریہ

دھیرنند رانا کھدوت

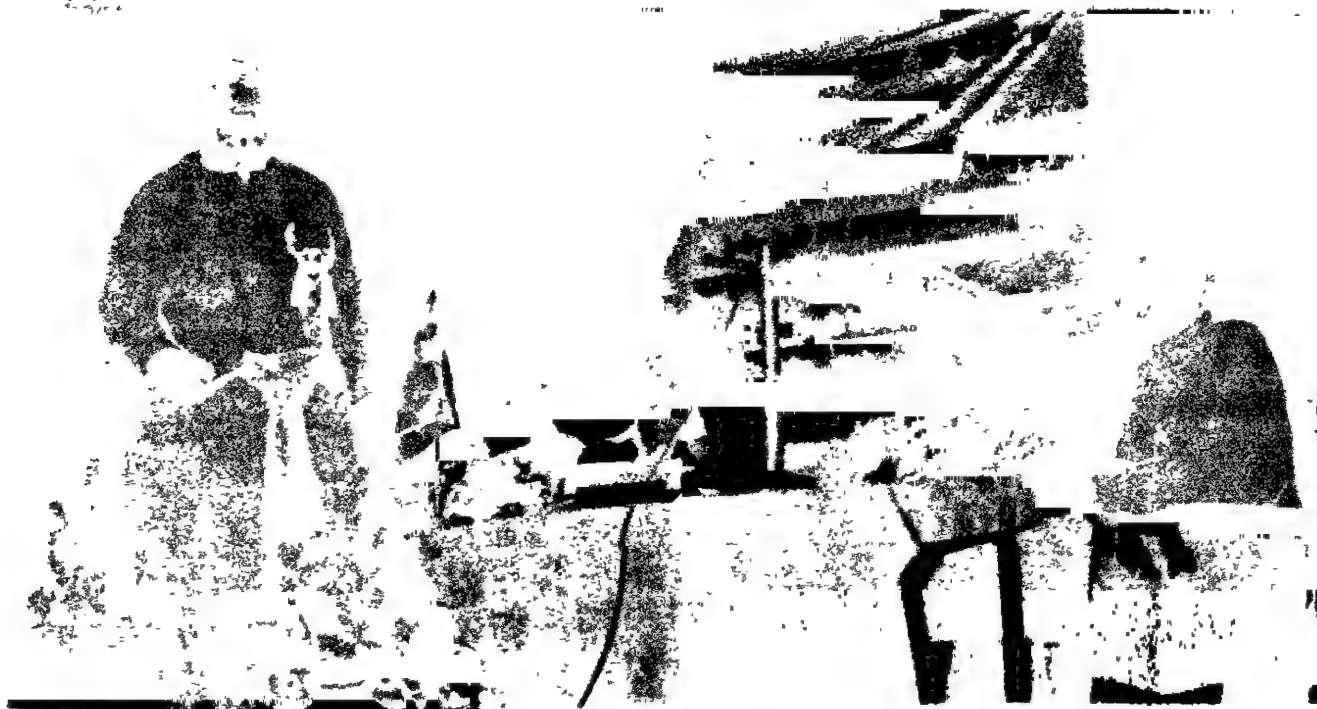
محمد اعظم

مدیر اعلیٰ

مدیر

مدیر معاون

جلد نمبر ۱۵ مارچ ۱۹۸۳ء • شمارہ نمبر ۴



شری نرل ماس، وزیر تعاون، حکومت مغربی بنگال، ہر فردی سلسلہ کو بھار گرام میں شیڈولڈ کاسٹ و ٹریب کی رفاہ
سے متعلق کیپس کے ایک سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے



ریاستی بجٹ برائے ۸۳-۸۴

مغربی بنگال کے لئے ۵۴۳ کروڑ روپے کا سالانہ منصوبہ برائے ۸۳-۸۴ چھوٹی صنعتی یونٹوں کے لئے سلیس ٹیکس میں مراعات خشک سالی سے متاثر لوگوں کی امداد کے لئے بہت سارے اقدامات کئے گئے

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو، جو حکومت مغربی بنگال کے وزیر مالیات بھی ہیں، نے ۱۲ مارچ ۱۹۸۳ء کو ریاستی اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں ۸۳-۸۴ سالہ ریاستی بجٹ پیش کیا۔ بجٹ پیش کرتے ہوئے انہوں نے اپنی تقریر میں عوام کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے ریاستی حکومت کی گونا گوں کارگزاریوں اور کامیابیوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ۸۳-۸۴ سالہ بجٹ کے لئے مکرر اخراجات ۱۶۷ کروڑ روپے اور آمدنی ۵۲۰ کروڑ روپے ہوگی۔ اس طرح حاصل میں ۱۹۶ کروڑ روپے کی کمی ہوگی۔ نیز حاصل مدد کے باہر دیگر مددوں میں ۱۰۰ کروڑ روپے کی کمی ہوگی۔ اس طرح سال کے آخر میں ٹیکس کی موجودہ شرحوں کے مطابق کمی ۹۶ کروڑ روپے کی ہوگی۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس کی کوپرا کر کے لئے مزید وسائل اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ وزیر اعلیٰ کی بجٹ تقریر کا متن اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

امداد فطر میں دل کھولی کر عطیات دیئے اس قدر میں اب تک ایک کروڑ سے زیادہ روپے بطور عطیہ حاصل ہوئے اور اب اس رقم کو خشک سالی سے متاثر علاقوں میں خرچ کیا جائے گا۔
اب میں ان اقدامات کا ذکر کروں گا جو ہم نے اس ریاست کی شدید خشک سالی کا مقابلہ کرنے کے لئے رکھے۔

اس ریاست میں ۱۱ لاکھ ہیکٹر قطعات آراضی میں امن و امان کی کاشت کی جاتی ہے اور اس سے چاند کی مجموعی پیداوار ۵۰ لاکھ ٹن سے کچھ زیادہ ہوتی ہے ایک اندازہ کے مطابق خشک سالی سے ۵۰ فیصد آبی فصل برباد ہوگئی۔ کئی زرعی زمین کے باغیچوں حصہ میں کاشت کاری نہیں کی جاسکی اور ایک تہائی قطعات آراضی میں از سر نوج بویا گیا۔ ان کے علاوہ مسلسل فصل کی کمی کی وجہ سے اس ریاست کے دیہی معیشت بری طرح متاثر ہوئی۔

ان دشواریوں پر قابو پانے کے لئے ہم نے جامع اقدامات کئے

حکومت ہند کے معاشی جائزہ کے مطابق ۸۳-۸۴ سال ہندوستان کی معیشت کے لئے آزمائش کا دور ہے۔ مغربی بنگال کے لئے شدید بحالی کا سال ثابت ہوا ہے۔ کیوں کہ سال رواں میں مغربی بنگال واپاش کی کمی اور صنعتی حذہ بازاری کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان باتوں کی وجہ سے حاصل کی افزائش میں جو دیرپا ہو گیا ہے۔

اس سال ہمارے وسائل بہت ہی محدود ہیں لیکن اس کے باوجود ہم لوگوں نے وسیع پیمانے پر خشک سالی سے متاثر لوگوں کے لئے امداد کی ام شروع کر دی ہے۔ اس کام میں ہیں اس ریاست کے لاکھوں لاکھ ماؤں اور بچوں کو دلی تعاون حاصل ہوا۔ شدید بحالی میں بھی انہوں نے امداد باقی اور قابل تفریق تھیں ثابت پیش کیا اور واقعی حیات کے لئے ہمارے عوام قابل تفریق ہیں۔ میں اس ریاست کے لوگوں کا اس سلسلہ میں کئی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے وزیر اعلیٰ کے

مخصوص کی گئی اس میں سے تقریباً ۱۵ کروڑ روپے امدادی کام کی اسکیموں کو روپہ
عمل لائے گئے۔ پانچ سو تین کروڑ روپے گئے۔ آبپاشی کی بڑی اور چھوٹی اسکیموں
کے لئے ۲۰ کروڑ سے زیادہ روپے مخصوص کئے گئے اور مٹی کے تحفظ، جنگلات
اور باہمی گیری کے لئے تقریباً ۲ کروڑ روپے رکھے گئے۔ سڑکوں کی، معدنی بارانوں
تک جانے والی سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے لئے ۱۵ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی
گئی۔ اس طرح ہم لوگوں نے مضافاتی علاقے میں آٹانے پیدا کرنے کی کوششیں
کیں اور ان سے بدین زندگی سیکھ کر کوٹا فائدہ پہنچنے لگے۔

قبل اس کے کہ میں خشک سالی صورت حال کے جائزہ کا کام ختم کر لیا
میں ان کمیٹیوں کی جو خشک سالی امداد کے کام کے لئے مختلف سطحوں پر قائم
کی گئی ہیں، بھی کارگزاری کا ذکر کرنا چاہتا ہوں میں اس بات کا بھی ذکر کرنا
چاہتا ہوں کہ آبپاشی کے پانی کی اور غذائی اجناس کی منظم طور پر تقسیم کے لئے
ستھانی لوگوں سے مل جل کر پانچ تینوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ مئی
۱۹۸۳ء میں انتخابات کے بعد پانچ تینوں کے موجودہ ممبروں کی میعاد ختم ہو جائے
گی۔ بلاشبہ تشفی کے ساتھ گزشتہ پانچ برسوں کی کارگزاریوں کو دیکھ
سکتے ہیں۔ میں اس سبکی کے تمام ممبروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان
لوگوں کو خراج تحسین پیش کرنے میں میرا ساتھ دیں۔

اب ہمیں آنے والی برسات کا انتظار ہے۔ میں امید ہے کہ
گزشتہ دو برسوں کی دشواریاں دور ہو جائیں گی اور مغربی بنگال کے
سکن اور غلام ایک اچھے سال کی امید رکھ سکتے ہیں۔

مغربی بنگال کے لئے ۱۹۸۳-۸۴ء کا سلاطہ منصوبہ بندی میں اخراجات
کا تخمینہ ۵۲۳ کروڑ روپے رکھا گیا ہے یعنی موجودہ سال کے منصوبہ کے
اخراجات کے تخمینے سے دس فیصد زیادہ۔ لیکن اس ہماری کم سے کم ضرورتیں
بھی پوری نہیں ہوتیں۔ بہر حال میں مزید ۶۴ رو ۳۸ کروڑ روپے کی امداد بھی ضرورت
کی ضرورت ہوگی۔ زراعت، دھوئی، آبپاشی، امداد باہمی، ماگیری، جنگلات،
تعلیم، دیہی اور چھوٹی صنعت، کاروبار و صنعت، صحت عامہ و صحت اولیٰ
رفاہ، میونسپل ترقیات، مکانات کی تعمیر و ترمیم، ڈاک سٹ و ڈرامہ کی
رفاہ کے لئے منصوبہ کے تحت مخصوص رقم میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔

خشک سالی سے متاثرہ لوگوں کی مدد کے کام کو جاری رکھنے کے
لئے ہم لوگوں نے مزید ۵۸ رو ۹ کروڑ روپے کی مانگ کی ہے حکومت ہند
کا منظوری حاصل کرنے کے بعد زراعت اور کاشتکاری کے لئے منصوبہ کے

تحت مخصوص رقم میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

عزت نام ممبروں کو یہ معلوم کر کے خوشی حاصل ہوگی کہ ۱۹۸۳-۸۴ء
میں آبپاشی منصوبہ میں مجموعی اخراجات کا تخمینہ ۵۶ کروڑ روپے سے
کچھ زیادہ ہے اس میں خشک سالی امداد کے لئے منصوبہ کے تحت اسکیموں
کے لئے فاضل اخراجات شامل ہیں۔ معاون منصوبہ پر خرچ کا تخمینہ تقریباً
۴ کروڑ روپے ہے۔ اب میں چند صنعت کی کارگزاریوں کا ذکر
کروں گا۔

۱۹۸۳-۸۴ء کے لئے تیلی سیٹ ۱۸ کروڑ روپے کی ہوگی۔
حالانکہ ۱۹۸۳-۸۴ء کے لئے تقریباً ۲۸۵ کروڑ روپے کا تھا
۱۹۸۳-۸۴ء کے آخر میں چھ تا دس سال کے تقریباً ۹۳ فیصد بچے یعنی ۲۲ لاکھ
بچوں کا نام پرائمری اسکولوں میں درج کر دیا جائے گا۔ ۸۰-۸۱ء میں ایسے
بچوں کی تعداد ۱۶ لاکھ تھی یعنی ۸۵ فیصد اس کے ساتھ ہی ان بچوں کی جنہیں
ابھی تک رسمی اسکول تعلیم کے تحت نہیں لایا گیا، جو دی وقت کے لئے
غیر رسمی تعلیم اسکیم کے تحت قلم کے لئے اور بھی خوش اقدامات کئے گئے
ہیں اس اسکیم کے تحت ۸۰-۸۱ء میں ۲۶ ہزار بچوں کی جگہ ۱۹۸۳-۸۴ء میں
۱۶ لاکھ بچوں کو لایا گیا ہے۔ ترمیم پروگرام سے پرائمری اسکولوں کے ۲۶ لاکھ
بچے مستفید ہو رہے ہیں بالوں کی تعلیم کے میدان میں کافی ترقی ہوئی ہے ۸۰-۸۱ء
میں ۸۵ ہزار کی جگہ اب چار لاکھ بالوں کو تعلیم دینے کی سہولتیں فراہم ہیں۔

میں یہاں شیڈولڈ کاسٹ و ڈرامہ کے طلبہ کی طرف دی جانے والی
خصوصی توجہ کا ذکر کروں گا۔ سال رواں میں قابل بچوں کی تعلیم کے لئے ۱۴۶
پرائمری اسکول کھولے گئے اس طرح گزشتہ ۲۴ برسوں میں اس طرح کے کل ۴۸۵
اسکول قائم کئے گئے مختلف ذیلی اسکیموں سے شالوی اور بعد از شالوی درجہ
میں ۳۸۰۰۰ طلبہ مستفید ہو رہے ہیں

سال رواں میں ۲۰ جونز ہائر اسکول اور ۱۹ ہائر سکڑی اسکول
قائم کئے گئے۔ لاتا چودہ سال کے بچوں کے لئے جو پڑھنا لکھنا جاری نہ رکھ سکیں،
۲۰ غیر رسمی تیلی مرکز کھولنے کی اسکیم زیر غور ہے۔ سیب پور بنگال، جھارکھنڈ، کالج
میں کمپوٹر سائنس اور ٹیکنالوجی میں نیا چار سالہ ڈگری کورس شروع کر دیا گیا ہے
ہدیہ میں تقریباً ایک کروڑ روپے خرچ کر کے سال رواں میں سرکاری
کالج قائم کرنے کی منظوری بھی دی گئی۔

شہری سکڑ میں عالمی بینک نے اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا ہے

کودہ دوسرے کلکتہ شہری ترقیاتی پروجیکٹ کی تشکیل بخش فورہ تک کے لئے کلکتہ شہری ترقیاتی منصوبہ کے لئے ۲۲۲ کروڑ روپے کے شہری ترقیاتی پروجیکٹ کی تائید کرے گا۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ ۶۰ فیصد سے زیادہ لوگ سب کے حاشیہ آبادی کے مستفید ہونگے۔

زیت آب جبریل کو یہ جان کر بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ آٹھ سالہ سال میں یونیورسٹی کے لئے ۵ کروڑ کی جگہ ۱۱ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

کلکتہ شہری ترقیاتی پروجیکٹ کی تشکیل کا کام تشکیل بخش فورہ جاکے ہے۔ ۲۱۳ سنگل ڈیکریسی اور ۱۲ ڈبل ڈیکریسی، یہ تمام سبب اب شروع پر آمدورفت کر رہی ہیں۔ نیز ۲۶ سنگل ڈیکریسی اور ۱۰ ڈبل ڈیکریسی بہت جلد فراہم کی جائیں گی۔ کلکتہ میں ۵۰ نئی ٹرام گاڑیوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ۱۹۸۲ میں ۶۰ ٹرام گاڑیاں از سر نو تیار کی جائیں گی۔ اس پروجیکٹ کے تحت موجودہ مالی سال کے آخر تک ۱۴ کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے۔ اس پروجیکٹ کے تحت ۱۹۸۲-۸۳ میں ۲۵ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس ریاست میں صنعتی تعلقات کی صورت حال کافی اچھی اور تشکیل بخش رہی۔ اس سال تک اہم کارنامہ یہ جو کہ پاٹ صنعت میں ملک بھر میں درجنوں کے درجہ کی کھوپڑیوں اور اسی طرح ۱۳ بند پاٹ کی پھر سے کھل گئے اور ۵۵ مزدور پھر سے کام کاج میں مشغول ہو گئے۔ ۸ ملوں میں، جہاں ۲۵ مزدور کام کرتے ہیں مصالحتیات چلتی جا رہی ہے۔ صنعتی مزدوروں کے لئے سالانہ میں مزید چھ سو روپے شفا خزانے کھولے گئے اور بینڈل اور مالک تہ میں وہ این آئی ہسپتالوں میں مزید ۱۲ بستروں کا اضافہ کر دیا گیا۔

اس ریاست میں مستحق اعیانہ کے کام کی رفتار میں کھتری آگے سالہ ایک میں فیس ایک نیا یونٹ قائم کر رہا ہے۔ یہاں ایک ڈیم کے لئے صنعتی ادارے قائم کئے جائیں گے۔ اس ریاست میں کھالی ایک اہم صنعتی یونٹ کی حیثیت سے ترقی کر رہا ہے۔ ڈیٹسٹن فائبر لائن کارخانہ حال ہی میں چالو ہو گیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ آئندہ سال کے دوران مائیک اینڈ میڈیئر تیار کرنے پر دو جیکٹ بھی چالو ہو جائے گا۔ خاتیر زادہ سندھو دستلی تین کارپوریشن بھی کھالی میں اپنا یونٹ قائم کر رہی ہے۔ اس علاقہ کی مزید ترقی کے لئے حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نہایت ضلع میں ایک نیا سب ڈویژن قائم کیا جائے

جس کا پیسہ کوٹر کھالی ہو گا۔

بجلی کا مسئلہ ۱۹۸۲-۸۳ تک بہت حد تک حل ہو جائے گا۔ ریاستی بجلی بورڈ کے تحت حال ہی میں بنڈلی میں ۲۱ میگا واٹ یونٹ چالو کر دیا گیا ہے امید کی جاتی ہے کہ کوٹ گھاٹ اسٹیشن کا پہلا ۲۱ میگا واٹ یونٹ چالو ہو جائے گا۔ اسٹیشن میں دو میگا وٹ پروجیکٹس مکمل ہو گئے۔ ۱۰ یونٹ چالو ہو جائے گا۔ درج ۸۲ کے آخر تک کلکتہ الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے ۶۰ میگا واٹ والے تین یونٹ چالو ہو جائیں گے۔ نیز جلد حاکم ہائیڈرو اسٹیشن کے ۸ میگا واٹ یونٹ کی تعمیر کا کام مکمل ہونے کے قریب ہے۔ کوٹ گھاٹ کے دوسرے اور تیسرے یونٹ اور تمام ہائیڈرو اسٹیشن کی تعمیر کا کام جاری ہے۔

تیسرا بیرج پروجیکٹ کے پہلے اسٹیشن کی تعمیر کا کام جاری ہے اس سال اس کام کے لئے ۲۳ کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے امید کی جاتی ہے کہ ۱۹۸۲ کے آخر سے اس بیرج سے آبپاشی کے لئے پانی سپلائی کیا جاسکے گا۔ سال رواں میں ریاستی منصوبہ کے تحت جو رقم منظور کی گئی ہے اس کے علاوہ گزشتہ سال کے طوفان سے متاثر ہونے والے پشاور کے لئے ۵۰ کروڑ روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ نیز امداد کی رقم سے بڑی آبپاشی اور سیلاب کنٹرول اسکیموں کے لئے دس کروڑ روپے مختص کئے گئے۔

سال رواں میں تین بڑے پل تعمیر کئے گئے اور انہیں ٹرانک کے لئے کھول دیا گیا ہے۔ وہ پل یہ ہیں۔ زرگھاٹ میں تین گنی سٹو، جو کلکتہ کو دیکھا سے لائے قبائلی علاقہ میں سیدھو کا فویرا سیتو، جو مغربی بنگال کو بہار اور اڑیسہ سے لاتا ہے اور بھاکرمتی ندی پر فوادیپ میں گورنگا سیتو۔

دوسرے کلکتہ شہری ترقیاتی پروجیکٹ کے تحت پانی کی سپلائی کی گئی اسکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ اب اس پروجیکٹ کے تحت اس ریاست کے مصفا فانی اور شہری علاقوں میں بہت ساری اسکیموں پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ چھٹے منصوبہ کے پہلے تین برسوں میں مصفا فانی علاقوں کے لئے کم از کم ضرورت پر دو گرام کے تحت ۹ کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔ دسویں علاقوں میں بدربیر یا پانی کی سپلائی کی ۲۰۸ اسکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا اور اب اس طرح کی ۲۰ سے زیادہ اسکیمیں زیر تکمیل ہیں۔ سخت چٹان والے علاقوں میں ۹۰ سے زیادہ بہت سی مضبوط ٹیوب ویل نصب کئے گئے۔ ۲۴ میوٹی پانی سپلائی اسکیمیں زیر تکمیل ہیں۔

صحت عامہ اور خاندانی رفاہ کے شعبہ میں ۱۹۸۲-۸۳ کے دوران

سے کام لیں اور ہمیں امید ہے کہ آخری تجویز میں بحث میں کمی کم ہوگی۔

۱۹۷۲ء میں ایک تجویز کے مطابق حاصل اخراجات ۱۶ کروڑ روپے ہوئے اور حاصل آمدن ۱۵۲ کروڑ روپے۔ حاصل میں اس طرح ۱۹ کروڑ روپے کی کمی ہوگی۔ حاصل سے باہر دیگر مدد میں ۱۱ کروڑ روپے کی بچت ہوگی ٹیکس کی موجودہ سطحوں کے مطابق ۹۶ کروڑ روپے ہوگی۔ اس طرح اس خلیج کو پائے کے لئے مزید وسائل کو یکجا کرنے کی اہم ضرورت ہے۔

غزت ماب جبران اس بات سے واقف ہیں کہ ریاستوں کے لئے وسائل اکٹھا کرنا بہت ہی دشوار اور مشکل ہے دستور ساز دہے ریاستوں کو جو اختیارات دیئے انہیں بھی مرکزی حکومت آہستہ آہستہ چھین لے رہی ہے اس سال بھی مرکزی حکومت نے ریاستوں کے درمیان تقسیم کی جانے والی ٹیکس سے حاصل کردہ رقوم میں کمی کر دی ہے کیونکہ اس نے آمدنی ٹیکس کی شرحوں میں اضافہ دیا ہے۔ لیکن اس کے سوا چارج کی شرحوں میں اضافہ کر دیا اور سوا چارج سے حاصل کردہ رقوم پر صرف مرکز کا ہی حق ہوتا ہے۔ گزشتہ تین برسوں میں نے ٹیکس کے جو اقدامات کئے تھے ہیں، ان کے تحت اس سال ۲۱ کروڑ روپے وصول ہوئے لیکن ان میں سے صرف ۱۰ کروڑ روپے فی الحال ریاستوں کے درمیان تقسیم کئے جائیں گے۔

گزشتہ تین برسوں میں وقتاً فوقتاً مالی طور پر انتظامی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اضافہ سے مرکزی حکومت کو سالانہ ۳۰۰ کروڑ روپے ملتے ہیں جو سرکار ریاستوں کو بڑھتے ہوئے اخراجات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس طرح ان کے لئے زیادہ وسائل اکٹھا کرنے کا کام لازمی بن جاتا ہے۔ مزید سادہ کر کے کہہ سکتے ہیں کہ دہے سے مشرقی علاقوں کو ان کے قدرتی فوائد سے دور رکھا جاتا ہے اور اس سے ان کی حسب معمول صنعتی ترقی برسی طرح متاثر ہوتی ہے اور اس کا ٹیکس کی بنیاد پر بھی پڑتا ہے۔ اعلان کردہ چیزوں اور برآمد کی جانے والی چیزوں پر سیس ٹیکس عائد کرنے کی ایک حد مقرر کر دی گئی ہے اور اس کی وجہ سے مشرقی ریاستیں برسی طرح متاثر ہوئی ہیں۔

افانام رکاوٹوں کے پیش نظر طرے حاصل میں اضافہ ہونے کے امکانات کم ہوتے ہیں، اس کے باوجود ان کے ٹیکسوں کا، جن کا ذریعہ میں کر دیا گیا، لوگوں سے روزمرہ کی زندگی پر کم سے کم اثر ہے گا۔

میری تجویز یہ ہے کہ جب تفویض کی بنیاد پر تیار کردہ چیزیں اس ریاست کے باہر بھیجی جائیں تو ہزدری فام ایشیا پر خریداری ٹیکس ۲ فیصد سے

بڑھا کر تین فیصد کر دی جائے۔ اس اقدام سے پورے سال میں ایک اندازہ کے مطابق دو کروڑ روپے بطور حاصل وصول ہوں گے۔

میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ ٹیکس کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے جب یہ تیل کا رفاہ داروں کو فروخت کیا جائے تو دو فیصد اور دیگر افراد کے پاس فروخت کیا جائے تو ۲ فیصد سیس ٹیکس عائد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مغربی بنگال موٹر اسپرٹ سیس ٹیکس ایک سالہ ۱۹۷۴ء میں حسب ہزدری ترمیم لائی جائے گی۔ اس اقدام سے پورے سال میں ایک کروڑ روپے بطور حاصل حاصل ہونے کی امید ہے۔

میری تجویز یہ کہ موٹر گاڑیوں کے ڈرائی سیل بیٹری، لینو لیم اور پی دی سی ٹیلیس، ماس، مائٹر اور میوب، مشین کے پرزوں اور دیگر ہزدری مشین کے پرزوں پر، جب انہیں کارخانہ داروں کو فروخت نہ کیا جائے، سیس ٹیکس کی شرح میں ایک فی صد کا اور مشین کے تیل اور گیس پر دو فیصد کا اضافہ کر دیا جائے۔ اس ریاست کے سیس ٹیکس قوانین کے تحت رجسٹرڈ کارخانہ داروں اور بجلی سپلائی کرنے والے ادارے ٹیکس کی رعایتی شرح پر مشین کا تیل اور گیس خرید سکیں گے اس سلسلہ میں مغربی بنگال سیس ٹیکس ایک سالہ ۱۹۷۴ء کے تحت حسب ہزدری اعلامیہ جاری کر دیا جائے گا۔

بجرات اور اتر پردیش کی ریاستی حکومتیں ہتھ کر گئے کے پکڑوں پر ٹیکس عائد کر دیں۔ غزت ماب جبروں کو یہ بات معلوم ہے کہ ان میں تیار کردہ پکڑوں سے مختلف اقسام کے نازک اور ہین ہینڈ لوم پکڑے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ مختلف اقسام کے قیمتی ہینڈ لوم پکڑوں میں، جن کی قیمت فی میٹر روپے سے زیادہ ہوگی، ۲ فیصد سیس ٹیکس عائد کیا جائے۔ ان تبدیلیوں سے سالانہ ۵۰ کروڑ روپے حاصل ہوں گے۔

میونسپلیٹیوں کے لئے مزید وسائل فراہم کرنے کے پیش نظر میری تجویز یہ ہے کہ انڈی ٹیکس ایک سالہ ۱۹۷۴ء کے تحت، انڈی ٹیکس کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ میٹھالی ٹیکس اسپرٹ اور الکول، جو صنعتوں میں استعمال کیا جاتا ہے، پر فی لیٹر ۱۵ پیسے ٹیکس عائد کر دیئے جائیں۔

میری ایک تجویز یہ ہے کہ مغربی بنگال ریاستی بجٹ کے تحت پیشہ تجارتی رد کار ایک سالہ ۱۹۷۴ء کی منظوری دینے والے چند درجوں کے ملازمین اور دیگر پیشہ میں برسر روزگاروں کے لئے ٹیکس کی شرح میں از سر نو تبدیلی لائی جائے۔ تنخواہ پلنے والے ملازمین کے لئے ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴

اور ۱۵۰ تا ۲۰۰ روپے تنخواہ پانے والوں پر ماہانہ ٹیکس میں علی الترتیب ایک دو اور تین روپے کا اضافہ کر دیا جائے۔ دکن ڈاکٹر دیو جیسے آدمی ٹیکس ادا کرنے والے پیشہ ور لوگوں پر پیشہ ٹیکس کی شرح کوئی سال ۲۰ روپے سے بڑھ کر ۱۵ روپے کر دینے کی تجویز ہے۔

ہم لوگ حکومت ہند سے درخواست کر رہے ہیں کہ وہ ریاستوں کو کوئلہ پر مالیت کے حساب سے رائیلیٹی (ٹیکس) دے لیکن ابھی تک ہماری تجویز کے سلسلہ میں مرکزی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ حال ہی میں مرکزی کیمٹ سیشن کے آغاز سے کچھ قبل مرکز نے کوئلہ کالڈ کے تحفظ اور ترقی ایکٹ ۱۹۷۹ء کے تحت یسوی ٹیکس میں اضافہ کر دیا ہے اس یسوی میں اضافہ سے بھی ہمیں کچھ نہیں ملے گا اس لئے ہمارے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ مغربی بنگال دیہی روزگار دپنڈا اور ایکٹ ۱۹۷۹ء کے تحت ٹیکس کی شرح کو بڑھا کر ۱۵ روپے فی ٹن کر دیا جائے۔

بڑے بڑے تاجروں کو مجموعی فروخت پر ٹیکس دے کر سلسلہ یکم اپریل ۱۹۷۹ء سے رائج کیا گیا اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ کاروباری ٹیکس کے اس بوجھ کو ہمارے نہیں لادیں گے۔ کئی ایک کاروباریوں نے اس سلسلہ میں عدالت سے رجوع کیا حالانکہ ہمارے اقدام کی تائید میں سپریم کورٹ سے کئی فیصلے ہیں اس کے باوجود ہمیں اس بات کی خبر چلی ہے کہ کاروباری اپنے ٹیکس کی رقم قیمتوں میں اضافہ کر کے بلا واسطہ وصول کر رہے ہیں اس صورت حال کا ہم کوئی نگرانی کر رہے ہیں۔ میں یوان کو اس بات کی یقین دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ میری حکومت اگر ضروری ہون تو حاسل کے ان ذرائع کی حفاظت کے لئے مناسب قانون مرتب کرے گی۔

اب ٹیکس کی رعایتوں کا ذکر دوں گا۔ ہم لوگوں نے زندگی بچانے والی ادویہ کو سیس ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ چائے باغات کے کھد کرنے کے لئے تاکہ وہ اپنا کام کاج بحسن و خوبی جاری رکھ سکیں اور باغات کے مزدوروں کو بے روزگاری کا سامنا نہ کرنا پڑے میں مندرجہ ذیل رعایتوں کی تجویز پیش کرتا ہوں۔ ایک سال میں ایک بار کے لئے ایک لاکھ کلو گرام چائے یا ۱۰ لاکھ گرام چائے کی بیجوں کو سیس ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے اس اقدام سے محالہ میں سال میں تقریباً ایک کروڑ روپے کی کمی ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ اس اقدام سے چائے صنعت کو فوائد ہوں گے اس سے چائے صنعت کے انتظامیہ کے ذریعہ چائے مزدور بھی مستفید ہوں گے

میری تجویز یہ ہے کہ زندگی لگے والے اسپتال کی ہانڈیلوں اور برتنوں میں ٹیکس کی شرح کو کم کر کے ۸ فیصد کر دی جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ سائیکل رکشا اور بس کے کلا پرزوں پر بین الریاستی سیس ٹیکس کی شرح کم کر کے ایک فیصد کر دی جائے۔

ہم لوگوں نے حکومت کے سالانہ ایک کے علاقہ میں الیکٹرکس کا خانہ کے قیام کے سلسلہ میں حکومت ہند کے پاس اپنی تجویز داخل کی تھی لیکن ابھی تک ہمیں کوئی جواب نہیں ملا۔ بہر حال الیکٹرکس صنعت کی ترقی کے لئے ہم لوگ سیاسی حکومت کے اداروں اور مقامی اداروں کے ذریعہ اقدامات کر رہے ہیں اس ریاست میں ٹیلی ویژن ۱۹۷۹ء سے شروع ہوا اور مقامی الیکٹرکس صنعت کی تائید کے لئے اس ریاست میں تیار کردہ ٹیلی ویژن سسٹم کو ۸ رگت ۱۹۷۹ء تک ایک یعنی ۳ سال کے لئے تیار کرنے والے کاربایوں کے ہاتھوں سیس ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا سارے ملک میں انجین ٹیلی ویژن ۱۹۸۲ء سے شروع ہوا اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ یکم اپریل ۱۹۸۲ء سے تین برسوں تک انجین ٹیلی ویژن اور متعلقہ الیکٹرکس پرزوں اور سامان کو سیس ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے

نئے سینا گھروں کی تعمیر کی جت افزائی کرنے کے لئے میری تجویز یہ ہے کہ ایک نیا مستقل سینا گھر تعمیری ٹیکس اور رنگ سرچارج کے تحت جو رقم حاصل کرے انہیں ایک سال کے لئے اس سینا گھر کو بطور امداد یا عہدہ واپس دیا جائے تاکہ سینا کے مالک تعمیری اخراجات کا کچھ حصہ پورا کر سکے یہ اسکیم تین برسوں تک رائج العمل رہے گی۔ بنگلہ اور چالی زبانوں میں فلم تیار کرنے کی جت افزائی کرنے کے لئے ایسی فلموں کی نمائش پر تعمیری ٹیکس اور رنگ سرچارج کی شرحیں تمام فلموں کی نمائش کے لئے لئے جائے والے ٹیکس کی شرحوں کی تین چوتھائی کے برابر ہوں۔ اس سلسلہ میں بنگال تعمیری ٹیکس ایکٹ ۱۹۷۲ء میں حسب ضروری ترمیم لائی جائے گی

فی الحال موسیقی کے جلسوں، ڈرام اور سپورٹس دیفرہ کے لئے سہا و اخلاہ لاکھ فی نمائش ۱۵ روپے سے زیادہ ہوتا ہے۔ تعمیری ٹیکس واپس الازا ہوتا ہے۔ آرٹسٹوں، سپورٹس میٹوں اور موسیقی، ڈرام اور سپورٹس کے شہداء کے مفاد کی خاطر میری تجویز یہ ہے کہ ایسی نمائشوں کو ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے ان رعایتوں کی وجہ سے تعمیری ٹیکس میں سال میں ۲ کروڑ روپے کی کمی ہوگی۔

میں نے جن تجویزوں کا ذکر کیا ان کی وجہ سے ریاستی حکومت کو پورے ایک سال میں ۲۵ کروڑ روپے بطور فاضل حاصل ہونگے امید کی جاتی ہے کہ سالہا سال اس حد تک سخت ۲۸ کروڑ روپے حاصل ہونگے ان اخراجات سے روڈز باقی کم ہو کر ۶ کروڑ روپے ہو جائے گی۔

(احتمال سے قبل میں ایک بار پھر مرکز ریاست مالیاتی تعلقات سے متعلق چند امور کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ خشک سال اور صنعتی منہ بانہ کے علاوہ آئی ایم ایف کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کے مطابق مرکزی حکومت جن پالیسیوں کو روپوش کر رہی ہے ان سے مسائل اور بھی الجھ گئے ہیں۔ اگر اس کے نتیجہ میں ہمارے ملک کے عوام بری طرح خائونہوں تو یہ نہ مرن ہمارے خزانے کے کم ہونے سے اس بات کا ذکر کریں کہ اس بات پر ضرور دین کی جیسے اہم معاملات میں ریاستوں کو بھی اقتدار میں لینا چاہئے ہیں بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کا ذکر کرنا پڑتا ہے کہ اندرون ملک ریاستی حکومتیں کسی حد تک قرضے لے سکتی ہیں اس پر غور و خوض کر کے اس کے لئے مرکزی حکومت برابر کار کر رہی ہے نیز مرکزی حکومت نے ایک ڈرافٹ (بنک کے قرض) کے مسئلہ کو بھی اس طرح سے حل نہیں کیا جس سے ریاستوں کو ان کے مالی امور میں مدد ملے اور ان کے ترقیاتی کام کاغذ میں برا اثر نہ پڑے میری یہ پرزور اپیل ہے کہ مرکز ریاست مالی تعلقات پر از سر نو غور پر غور کیا جائے اسے بھی چند امور میں جن کا تعلق خاص طور پر ہماری ریاست ہے جیسا کہ میں نے گزشتہ سال ذکر کیا تھا اس ریاست میں کئی بڑے صنعتی پروجیکٹوں کے قیام کے لئے تجویزوں کو اب بھی مرکزی حکومت کی رضامندی نہیں مل رہی ہے کہ سالہا سال میں جیسے اہم امور کی بات مرکزی حکومت کی رضامندی نہیں حاصل ہو جائے گی یہاں میں ایک اور مسئلہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور وہ مسئلہ ہے لاکھوں لاکھ گھروں کا برقی سہولت فراہم نہ ہونے کی زیر صدارت مرکزی حکومت کی کمی نے بے گھر لوگوں کی آباد کاری کے لئے ۵۰ کروڑ روپے دینے کی سازش کی تھی اب بھی یہ مسئلہ حکومت ہند کے زیر غور ہے

میں نے گزشتہ سال اپنی بحث تقریر میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ آٹے والے دو سال ہمارے لئے بہت ہی کٹھن سال ہونگے پہلا سال تو گزر گیا اور ہم نے مشکلات سے پر سال میں بہت مزید کامیابی حاصل کی اس سے ہمارے اندر اظہار پیدا ہوا، بہت چیز ہوئی کہ ہم مستقبل، مقابلہ کریں ہم اس بات سے واقف ہیں کہ ہمیں اس ریاست کے عوام کی تائید حاصل ہے

سرکاری خبریں

ہومو پیٹھک ہسپتال کو عطیہ

حکومت مغربی بنگال نے پرتاب چند میموریل ہومو پیٹھک ہسپتال اور کالج، کلکتہ کو ۸۳-۸۶ میں اسے اخراجات برداشت کرنے کے لئے ۱۶۶۷۰ روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دی۔

مزدوروں کے لئے بہتر سہولتیں

ترقیاتی و منصوبہ بندی شیعہ، ہمارے امور شاخ، دارجلنگ نے ضلع دارجلنگ کے منگلو، خشکونگ، لپشخار اور رائگو میں سنکونے اور چلی پودوں کے باغات کے مزدوروں کے ریاستی علاقوں میں پیسے کے پانی کا سپلائی اور صحت عامہ کی ضروری سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ۵۵ لاکھ روپے دینے کی منظوری دی ہے۔

مٹا برج سیواسدن کو عطیہ

حکومت مغربی بنگال نے مٹا برج سیواسدن کلکتہ کو اخراجات برداشت کرنے کے لئے ۵۵ لاکھ روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دی ہے۔



رومان سے انقلاب تک

سے زیادہ مہین و فرہجورت لہادہ اوڑھ کر سنے آتی رہی اور قاری کوئی جہتوں، سمتوں اور نندروں سے روشناس کرتی رہی۔ اس طرح کے شعرا میں مخدوم اگر سیرِ فرست نہیں صعبِ اول کے شاگرد ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مخدوم ایک ترقی پسند شاعر تھے لیکن مخدوم کی شاعری کو صرف ترقی پسند شاعری کہنا اور کسی مخصوص جریخت میں فٹ کرنا مخدوم کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہوگی۔ میں یہ باتیں یونہی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ میرے اس دعوے کی دلیل خود مخدوم کے اشعار ہیں۔

اگر آپ مخدوم کے کلیات کا مطالعہ کریں تو اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ ان کی شاعری میں بیک وقت رومان کی پاشنی بھی ہے انقلاب کی گرمی بھی اور غزل کی محاسن اور شیرینی بھی۔ لیکن اس بات کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ وہ کہاں سے رومانی ہے اور کہاں سے انقلابی۔ یہ اور بات ہے کہ ان کی ابتدائی شاعری غالباً رومانی شاعری ہے اور رومانیت سے لبریز۔ مگر مخدوم کا رومانی نہ صرف ترقی پسند شاعروں سے بلکہ اردو کے ازاول تا حال تمام شعرا سے متعلق ڈالا اور اچھا ہے۔ البتہ اس قسم کی رومانیت کی بلکی سی جھلک ہمیں سنجیدہ اکبر آبادی کے یہاں مزور نظر آتی ہے۔ مگر نظیر کا محبوب تو صرف سولہ (۱۶) سال کی عمر میں سینکڑوں کا دل اپنے پاؤں سے مسل دیتا ہے اور وہ اتنا ہرجائی ہے کہ کسی ایک کا ہر کے رہنا اسے پسند نہیں ہے مجھے اس شاعر پمفل نے جب اپنا من دکھایا

ترقی پسند ادبی تحریک نے بے شمار فنکاروں کو جنم دیا۔ لیکن چند ہی فنکار ایسے ہوئے جو ترقی پسند تحریک کے نروال کے بعد بھی اس آبِ ذنا سے زندہ رہے اور اب تک زندہ ہیں۔ ورنہ بیشتر ادیب تو ترقی پسند تحریک کے ساتھ جا پر وہ گناہی میں چلے گئے اور آج ان کا نام لینے والا بھی نہیں ملتا۔ وہ پھر اس کی آگ کی طرح جڑے اور بجھ کے رہ گئے۔

البتہ وہ ترقی پسند ادیب و شاعرین کا نام آج بھی ادب و احترام سے لیا جاتا ہے ان میں فیض، خزان، سردار جعفری، یزدانیر شاہی اور مخدوم جیسے باکمال شاعر بھی ہیں اور خواجہ احمد عباس، سہیل عظیم آبادی، علی عباس مسی، احمد ندیم قاسمی، اختر انصاری اور کرشن چندر جیسے افسانہ نگار بھی ہیں۔ اس سجاد ظہیر، مجتبیٰ گوکھپوری، آل احمد، سردار احسان مسین، سردار جعفری، محمد حسن اور قمر رئیس جیسے نقاد بھی۔ لیکن اس وقت میرے بحث کا محور مخدوم اور نقطہ مخدوم ہے۔

ایک زمانہ تھا جب سب سے جڑ ترقی پسند شاعری کہلاتا تھا جس کی شاعری کا محور مخدوم اور انقلاب ہوا کرتا تھا۔ خواہ فی اعتبار سے اس کی حقیقت نحو بازی اور پیچیدگی کی ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں وہ ہے کہ جب انقلاب کا سورج طلوع ہوا تو ان کی شاعری شہب کی سیابھی کی طرح نائل ہو گئی۔ البتہ وہ لوگ جو شہب نہیں سارن کی گھٹا تھے وہ سورج کی تیز روشنی میں بھی چمکتے، گرہتے اور برستے رہے اور ان کی شاعری پہلے

دکھا کر ان طرفں چلتا ہوا اور مجھ کو تر پیا

کبھی نظر میں لڑا دے اور کبھی منکھڑے پسے آئیل
ہزاروں کان میں جھلکے گئے میں کسج وہی بیسکل

ہر فلان اس کے مخدوم کا محبوب اتنا چھوٹی مٹولی ہے کہ درسا
چھوٹے پر بھی اسے وہ پسے میں نہا جاتا ہے
جو چھو لیتا تھا میں اس کو نہا جاتا پسے میں
نئے دو آتشکے سے مڑ آتے تھے جینے میں
ہی وجہ ہے کہ ایسے عاشق و معشوق کو دیکھ کر خدا بھی مسکرا دیتا تھا
نہ مانتے پر ننگن ہوتی نہ جب مجھ پر بدلتے تھے
خدا بھی مسکرا دیتا تھا جب ہم پیار کرتے تھے

یہ دراصل مخدوم کے محبوب اور اس کے پیار کا تقدس ہے جو خدا کو
مسکرائے ہوا مادہ کرتا ہے۔ اور اس قسم کا پیار صرف مخدوم اور صرف مخدوم
ہی کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ جو کچھ سے پیار کو تر ستا رہا، پیار کے اسرار
و رموز اور اس کی حقیقت سے واقف تھے۔ پیار ان کے یہاں کبھی بھج
ہوس کی حدود میں داخل نہیں ہوا ہے۔ پیار ان کے یہاں ایک ایسے
آئینے کی طرح نمودار ہوا ہے جو نہ کسی خدائے بھی برداشت نہیں کر سکتا
چہرہوں کو کبھی شرم سے آنکھیں میں چھپاتا

گہرے کھیلنا پانی سے جھینپ اپنی مشائے
اور یہ جھینپ وہیں مثالی جاسکتی ہے جہاں کی دھرتی اپنی سوند
سوندھی خوشبوؤں کو اپنے آپ میں چھپاتے ہوئے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ
مبطل دھرتی کسی فیر کا بلہ برداشت نہیں کر سکتی اسی طرح دھرتی میں
بیسے والا محبوب بھی کسی اجنبی کو برداشت نہیں کر سکتا

پہرنے والی کھیت کی میٹروں پہ بل کھاتی ہوئی
نرم و شیریں یا بقیوں کے پھول برساتی ہوئی
کنگڑوں سے کھیت اوروں سے شرماتی ہوئی

اجنبی کو دیکھ کر خاموش مست ہو گاتے جا
ہاں سنگن کھائے ہاں نکی سنگن کھائے جا
(سنگن گئی)

لیکن مخدوم اس اجنبیہ کی دیوار کو ختم کر دینا چاہتے ہیں مگر اسے
کیا کہا جائے کہ ان کی شرافت ہمیشہ مانے آتی ہے اور وہ انہماک کی جرات
نہیں کر پاتے

میں تجھ سے محبت کرتا ہوں یہ کہنے کی چمت ہو نہ سکی
انہماک نہ تھا نہ ہر کا انہماک کی جرات ہو نہ سکی

آگ کے من میں آگ

آپنے نشین میں آگ

مخدوم کے ساتھ اس کے من میں آگ بھی تو کیا شعوری یا غیر
شعوری طور پر انقلاب کی تجلی، لیکن یہ تجلی یکبارگی نہیں آئی، بلکہ رفتہ
رفتہ اور مچنے کے سورج کی طرح آئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کا انذار
آسانی سے نہیں لگایا جاسکتا کہ مخدوم کے یہاں رومانیت کہاں ختم ہوتی
ہے اور انقلابی اور تحریکی شاعر کہاں سے شروع ہوئے۔ اس
لئے کہ مخدوم نے انقلاب کی چکا چوند کر دینے والی روشنی میں آنکھیں نہیں
کھولیں، بلکہ وہ صبح کا ذب ہی سے سیدہ سحر کے نمودار ہونے کا انتظار کرتے
تھے۔ اس انتظار کی وجہ سے ان کی انقلابی شاعری بھی ایک مخصوص آواز
اور رومانیت لئے ہوئے ہے۔ وہ طرزِ سنگن، سنگر کے کنارے اور کھیت
رضعت سے ہوتے ہوئے جوانی کی حدود میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ
ہے جب وہ جوانی کی رنگین فضاؤں میں جی رہے ہیں اور دنیا کی تمام
چیزوں میں غور و جوی کے جویا ہوئے ہیں۔

ہر بڑا فنکار بعض ایسی چیزیں چھوڑ جاتا ہے جو خاص سے زیادہ
عوام میں مقبول ہوتی ہیں۔ مخدوم نے بھی چند اشعار اور چند ایسی نظمیں
عوام کو دی ہیں جو آج بھی حزبِ المشق کی طرح زبان زد عام ہیں۔ وہ یہ
نہیں جانتے کہ نظموں کا خالق کون ہے اور وہ اس میں کیا کہنا چاہتا
ہے مگر عوام اسے گاتے ہیں اور مجرم مجرم کے کھاتے پھرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو سندرجہ ذیل نظمیں :-

اک چیلپی کے منڈوے سے

دوبدن

پیار کی آگ میں جل گئے (چارہ گسر)

جائے والے سپاہی سے پوچھو

(سپاہی)

وہ کہاں جا رہا ہے

یہ جنگ ہے جنگ آزادی

(جنگ آزادی)

آندوں کے پرچم کے ستے

ازین قبل -

مخدوم نے چونکہ بڑی اچھی آواز پائی تھی اس لئے وہ اچھی آواز

کے رسیا نظر آتے ہیں۔ وہ ایک اچھے موسیقار بھی تھے اس لئے وہ ہر

آواز کو سز کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ وہ چونکہ نعرے

اس لئے آواز اور ساز کا رشتہ ملانے کے لئے شبیہ ہمارا دستکار

کا سپہاڑا لیتے ہیں۔

ساز کی کھنک بن گئی اس شوخ کی آواز

بریل کو ہرنی گدگدی یا جاگ اٹھے ساز

اور چڑخٹاڑکی گھڑیاں گدگدنے لگی ہیں۔ مگر

رات بھر دیدہ غناک میں بھرتے رہے

سائنس کی طرح سے آپ آتے رہتے جاتے رہے

کے علاوہ اور کچھ نہ ملا اند بالآخر یاد اور صرف "یاد" باقی رہ گئی۔

ہر ادائے حسن پہ ہوتا محاذِ حب بھر بھر

حب رہا کرتا ملاقاتوں کا اہم انتظار

جب طبیعت تجھ سے ملنا چاہتی تھی بار بار

یاد ہے وہ نوجوانی کا زمانہ یاد ہے

اور وہ انہیں خانہ جرات کی یادوں میں کھوئے رہتے ہیں کہ انہیں کس

ہوتا ہے کہ ان کا محبوب مشرقی مغربی جیلورج کا عقیدہ ہے۔ ایک مسلسل

رات ایک بھنگتی ہوئی روح ہے۔ ایک مرگ بے قیامت ہے۔

(سپاہی - دوسرا ایڈیشن - ب)

جہاں، فاقہ، بھیک، بیماری، نجاست کا مکان

زندگانی تازگی، عقل و فراست کا مکار

اس زمانہ میں موت پروردہ کو ڈھایا جائے گا

اک نئی دنیا نیا آدم بنا یا جائے گا

اور وہ اس مکان میں داخل ہو کر اسے منہدم کر دینے کا قلمی

فیصلہ کر لیتے ہیں۔ مگر چسپاں پاہنیں ہوتے بلکہ لہجے میں اب بھج

مشاعر

ہاں کیسے۔ یہ مزدور ہے کہ اس میں ہلکی ہلکی ٹکڑا ہٹ بھی آجاتی ہے

مگر یہ ٹکڑا ہٹ اس کے مونس کیسے زبان کی نہیں۔ اور اس کی وجہ

یہ ہے کہ وہ (مخدوم) قلم کو تلوار میں اور تلوار کو قلم میں تبدیل کر سکتے

ہیں۔

(سپاہی - طبع ثانی - ب)

اور جب ان کا قلم تلوار بن جاتا ہے تو وہ اپنی جولاہی اس طرح دکھاتا

ہے

قزوئیوں کا میں زنجیر اسیرانِ قفس

دہر کو پنجہ حسرت سے چھڑانے دے مجھ

(باغی)

نکلے دہان توپ سے ہر بادیوں کے راگ

باغ جہاں میں پھیل گئی دوزخوں کی آگ

(جنگ)

وقت ہے آؤ دو عالم کو دگرگوں کر دیں

قلب گیتی میں تباہی کے شرارے بھر دیں

چھوٹے دو قہر کو گر کس کا تماشا ہے یہی

زندگی چھین لو دنیا سے جو دنیا ہے یہی

(موت کا گیت)

اور مندرجہ ذیل نظموں مثلاً دھواں، ٹوٹے ہوئے تارے، حویلی

قر، روحِ فغور، گھر، زلفِ چلیپا، سپاہی، انقلاب، اندھیر، جنگ آزادی

قید، آج کی رات نہ جا، بن چاند تاروں کا بن، وغیرہ میں مخدوم اپنی تلوار

کو قلم میں تبدیل کرتے نظر آتے ہیں اور ان کی شاعری علامتی پہلو اختیار

کرتی نظر آتی ہے۔

اس کے بعد مخدوم قزلوں کی زلف گرہ گیر کے امیر ہوتے ہیں اور

ان کی شاعری نیا موڑ لیتی نظر آتی ہے۔ اور یہ وہ موڑ ہے جہاں ان کی

تلوار، تلوار نہیں رہ جاتی بلکہ وہ پوری طرح قلم میں تبدیل ہو جاتی ہے

اور مخدوم کو اس سرحد پہ لے جاتی ہے جہاں سے انہوں نے اپنا سفر

شروع کیا تھا۔ مگر پہلے کے اور اب کے سفر میں تین فرق ہے۔ پہلے

وہ انہماں رستے پہ چل رہے تھے لیکن اب وہ جانے پہچانے رستے پہ

گامزن ہیں۔ پہلے کچھ بھیک تھی لیکن اب ان کے اندر ایک طرح کی نیازی

اور خود امتدادی آگئی ہے۔ ملاحظہ ہوں چند اشارے سے
اک شجر میں اک آغوشے خوش پوشم سے ہم کو
مکمل کی کسا نسبت چمانہ رہے ہے
ہر شام سمجھتے ہیں قہر کے نشین
پر مچے سے معنی ایام بھی پالی ہے

کئی رہے نہ رہے اک آہ اک آہ
عید غرض بقدر امتیاز ساتھ رہے

اگر کہ فرصت دیوانگی غیبت ہے
قصص کہ سنے کے اتریں گل کو بکنا کر گیا

یہ درد زردا جانے یہ رات رات کا درد
یہی ترہ گئی اب جان بقیار کی بات

بھار باہرے کہیں دور کوئی شہینا
اشا ہوں آنکھوں میں اک خواب نام ہے

نہ کسی آواز نہ زنجیر کا شور
آج کیا ہو گیا زین میں کہ زنداں چوہ

آج تو ختم دوراں بھی بہت بکھی ہے
گھول دو جگر کی راز کو جی پیاڑوں میں

اس مہزنی کو روا دھوپ سے روکو مخدوم
چمڑ کر چھاؤں گل شری کہاں جانے لگا

دو مہزنی کوئی اور نہیں بلکہ خود مخدوم کی ذات ہے جس نے اپنی
فکر کر گئی جامہ پہنایا ہے۔ اور یہ دراصل مخدوم کا احساس ہے جو
غیم جاناں سے زیادہ غم دوراں میں مبتلا رکھتا ہے اور بار بار نہیں

تازہ پائے لگا تپے کہ
مجھ ڈر ہے کہیں سر نہ برجاستے یا احساس کی آگ
نوشہ طوفان حادث کے، برس کی پلکار
یہ دھماکے یہ جگولے، سر راہ

جسم کا جان کا پیمانہ وفا کیا ہو گا؟ (احساس کی رات)
مگر جب اس کیا ہو گا؟ جواب نہیں ملتا ہے تو اپنے آپ کچھ لکھ لیا
سے میرے طائر و وحش
شہ رخ گل

اور مہکت اور مہکت اور مہکت (احساس کی حرکت)
لیکن اسے کیا کہا جائے کہ ہر رات سنا سنا ہی سنا سنا ہے عارضہ عارضی تھا
کی رعنائیاں بھی رات کے سناٹے میں کھو جاتی ہیں مگر مخدوم کی کاروائی
انہیں اندیرے میں بھی راہ دکھائی ہے

تیری پرواز ہی بن جاتی ہے سلمان سفر
دامن گرہ میں سوتی نظر آتی ہے
ترے خواب کی زنجیریں کسر

مگر مخدوم میں پیارا اور محبت کے جو یا تھے وہاں نہیں زندگی بھر نہ
ملی ہر سوں پہلے چارہ گز سے جو انہوں نے سوال کیا تھا

یہ جتنا چارہ گز
تیری زمیں میں

نسخہ کیا تھے محبت بھی ہے

کچھ علاج ملتا ہے الفت بھی ہے؟ (چارہ گز)

اس کا جواب انہیں نفی کی صورت میں ملا اور بالآخر وہ یہ کہنے پر
میدر ہوئے کہ سے درد پیدا ہوا درماں کوئی پیدا نہ ہوا (رست)
اور جب کوئی درماں پیدا نہ ہوا تو انہوں نے اپنی جان کو غلام کر دیا۔
مخدوم نے اپنی جان غلام مزدور کر دی لیکن آج بھی ان کی خاک

میں جھنجھوڑ رہی ہے اور ہم سے بار بار اپنے سوال دیوار ہے
اور آئندہ گواہی رہے گی۔ مگر ہمارے پاس خوشی کے علاوہ کوئی
جواب نہیں۔ شاید ہم بھی ان کے خواب کی تعبیر بن سکیں۔

⑤۔ (مشکوٰۃ پاسبان، چندی گوٹھ)

ملکہ ہائی کورٹ میں پولوں کی نمائش۔ اس نمائش کا افتتاح چیف جسٹس نے کیا۔

محرمہ کا سٹیورڈی کے افتتاح کے موقع پر مقامی لوگوں کا اجتماع۔

APR
10 1983

مغربی بنگال

کارل
مارکس



۱۵ اپریل
۱۹۸۳ء

تمبیر

جہاں پیسہ کی طرح کہن بدل ڈالی!
مائے مرزہ و طبقات کے نشان تو نے
عنانِ وقت ہے محنت کشوں کے ہاتھوں میں
یہ راز وہ ہے جسے کر دیا عمیاں تو نے
== سردار جعفری ==

ریخِ حیات کو بخشیں تبلیاں تو نے
بکھر دی ہیں نفاؤں میں سرخیاں تو نے
جلائی عزم کی مشعلِ عمل کی راہوں میں
دی ہے منزل مقصود کا نشان تو نے



شرح خریداری

قیمت :-
سالانہ

تہ سلیح ذر کا پتہ

برنس منیر
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی سنگال

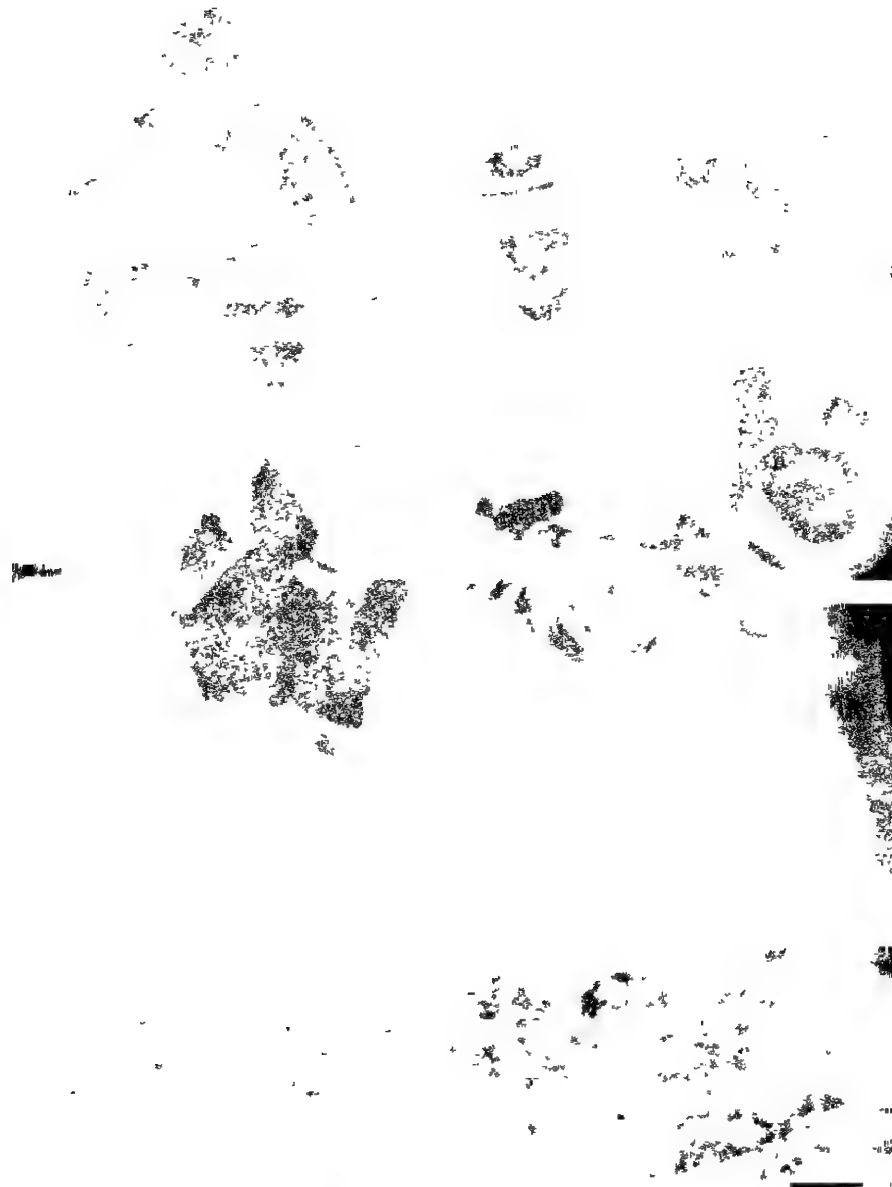
جلد ۲۰۰ ۱۵۰۲ ۱۹۹۳ء شملہ کے اورے

علی سردار جعفری

کارل مارکس

”نیت پیغمبر و لکین و فضل دار و کتاب“ — اقبال

وہ آگ مار کس کے سینے میں جو ہوئی روشن
وہ آگ سینہ انسان میں آفتاب ہے آج
وہ آگ جنبش لب جنبش قلم بھی مجھے
ہر ایک حرف نئے عہد کا کتاب ہے آج
نمائندہ غیر و خود آسمان و سرکش و بیباک
سرد و فند و سرشت شباب ہے آج
ہر ایک آنکھ میں رقصاں ہے کوئی منظر نو
ہر ایک دل میں کوئی دلنواز خواب ہے آج
وہ جلوہ بس کی تمنّا تھی چشم آدم کو
وہ جلوہ چشم تمنّا میں بے نقاب ہے آج



لارل ارس، ان کی میٹیاں اور انیس

عظیم انقلابی رہنما کامل مارکس

شری جیوتی باسو
وزیر اعلیٰ مغربی بنگال

۱۸

کرنی ہوگی۔ مارکس کی تعلیمت کو عملی جامہ پہنا کر ہی ہم ان کی صحیح سی
کرمیج طریقہ سے مناسکتیں گے۔
اس سلسلہ میں لینن نے کہا تھا: "مارکس کی تعلیم ایک طاقت
ہے، کیونکہ وہ سپاہی اور حقیقت پر مبنی ہے۔... مارکس کے آغاز کے
بعد دنیا کی تاریخ کے تین اہم ادوار میں سے ہر ایک نے مارکسزم کے
نئی کمرانی پیش کی۔ لیکن تاریخ کے آئے والے دور پر دلدار بنی طبقہ
کی تعلیم کی شکل میں مارکسزم کیلئے اور بھی بڑا کامیابی پیش کریں گے۔"
(لینن - مرتبہ تحریریں)

لینن کی پیش گوئی آٹھ ہفتوں میں صیح ثابت ہوئی۔ لینن کے
وقت لینن کی سربراہی میں اشتراکیت میں والشیویک کے تحت روس میں
عظیم کمزیر (نمبر) اشتراکیتی انقلاب کو کامیابی حاصل ہوئی اور پھر
آئے کے بعد ہی پرولتاریہ حکام نے روس میں استحصال سے پاک
اور غربت سے روزگاری سے آزاد سماج کی تیاری کا کام شروع
کر دیا۔ روس میں اشتراکیت کی فتح، دراصل مارکس کی انقلابی تھیوری
کی جیت تھی لینن کی سربراہی میں والشیویک پارٹی نے روس میں مارکسزم
کے اصول پر عمل کرنے کیلئے حاصل کی کمزور اور غریب دنیا پر انقلابی
کے بعد اشتراکیت اور کمزور کی تری کا دور شروع ہوا اور اسے
نظام کے خاتمہ اور نوآبادیاتی نظام کے خاتمہ کا دور کہا جاسکتا
ہے۔ مارکس اینگلس اور لینن کے انقلابی نظریہ تعلیمات اور

۱۸۵۴ء مارچ ۱۸۵۴ء کو ساٹھ سو شہر اور کمزور کے
محقق اور دنیا کی پرولتاریہ یعنی غریب محنت کش طبقہ کے عظیم انقلابی
رہنما کارل مارکس کی سو بیسری ہے۔ ۵۰ مئی ۱۸۱۸ء میں اس عظیم
سپرست کا جنم ہوا تھا۔ اور ۱۴ مارچ ۱۸۸۳ء کو یہ اس دار فانی سے
ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے۔ اینگلس کے نقلوں میں "اس عظیم ترین مفکر
کے سوچ و چار کا کام رک گیا۔"

ہمارے پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے مارکس کی سو بیسری منانے
کا صحیح فیصلہ کیا ہے۔ اس سال کارل مارکس اور ان کے عزیز دوست
اور ساتھی اینگلس کے فلسفے اور ان کی تعلیمات کی وسیع پیمانہ پر
اشاعت کرنی چوگی۔ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس کی تصانیف
اور ان کی کارگزاروں کو دوسروں سے الگ کر کے نہیں جاسکتا۔ ان
دووں نے سائنسی اشتراکیت اور کمزور کے اصولوں کی تشریح کی
اور ان کے فروغ کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ ہماری پارٹی کی مغربی
سحا، ایسا سن کمیٹی نے کارل مارکس کی سو بیسری کو پارٹی کی تعلیم
سے کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ پورے ایک سال کے دوران
مارکس کے انقلابی فلسفہ تعلیم اور کارناموں کے مختلف پہلوؤں کا غائر
مطالعہ کرنا چوگا اور ان کی گہرائیوں کو سمجھنا ہوگا۔ صرف سمجھنا ہی کافی نہیں
بلکہ مارکسزم کے اصولوں پر مبنی، مارکس کے فلسفہ اور ان کی تعلیمات
کو ہمارے ملک میں خاص خاص صورت حال میں ادھر ادھر لاسنے کی کوشش

نے ملک کے پرانے تاریخی طبقہ عزت کشی عوام اور غلامی کے بھونڈے میں جکڑنے اور اپنی ملکوں کے لوگوں کے دلوں میں ایک نئی روح بھونک دی اور ان میں ایک نئی پیداوار پیدا ہو گئی۔ ہر ملک میں کانٹریکٹ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور جگہ جگہ مزدور طبقہ کی انقلابی پارٹی تیار ہونے لگی۔ ہمارے ملک پر بھی مارکس کے انقلابی خیالات اور تعلیم کا اثر پڑا۔ عظیم کٹر اشتراکیتی انقلاب کی لہریں ہندوستان میں بھی پہنچیں اور یہاں بھی کمیونسٹ تحریکیں شروع ہو گئیں۔

مارکس اور انجیلس پر دلتاری طبقہ اور تمام موزے کی شرماء کے گویا استاد اور مددگار تھے۔ فلسفہ، سیاسی معیشت، منطق، مادیت اور تاریخی مادیت، طبقاتی جدوجہد، مزدور تاریخی طبقہ کی سربراہی کا نظریہ، اشتراکیت اور کمینزم پر مبنی سوسائٹی کا عام نظریہ۔ یہ تمام موضوعات پر ان کے تحقیق نتائج نے سادہ سی و سادہ شمس مرماڈاری کے خلاف جبر و جہد، عام لوگوں کو سرمایہ داروں کے ظلم سے نجات دلانے، یعنی مسیح معنوں میں انسانی سماج کی تنظیم کی جدوجہد میں مدد کی اور سادہ سلسلہ بھی جاری ہے لیکن مارکس نے خود کو انقلابی اصولوں کے مطالعہ کرتے اور ان کی اشاعت کرتے تک ہمارے محدود نہیں رکھا بلکہ انہوں نے خود کو سیاسی کارکنوں اور جدوجہد سے ہمیشہ کے لئے منسلک کر دیا۔ مارکس ایک سائنسدان بھی تھے۔ دارون نے جس طرح انسانی ارتقا کی تھیوری (نظریہ) پیش کی تھی اسی طرح مارکس نے تاریخی مادیت کی تھیوری کی بنیاد پر ہی انسانی سماج کی تاریخ کے قوانین اور فاضل انادیت کی تھیوری پیش کی تھی۔ انجیلس نے اپنی کتاب مزدور اشتراکیت میں یوں ذکر کیا کہ مارکس کی ان دو تنظیم تھیوریوں سے اشتراکیت کے تصور میں بنیادی تبدیلی پیدا ہوئی اور اشتراکیت ایک سائنس بن گئی۔

انسانی سماج کی ترقی کے سائنسی تجربہ سے کال مارکس اس

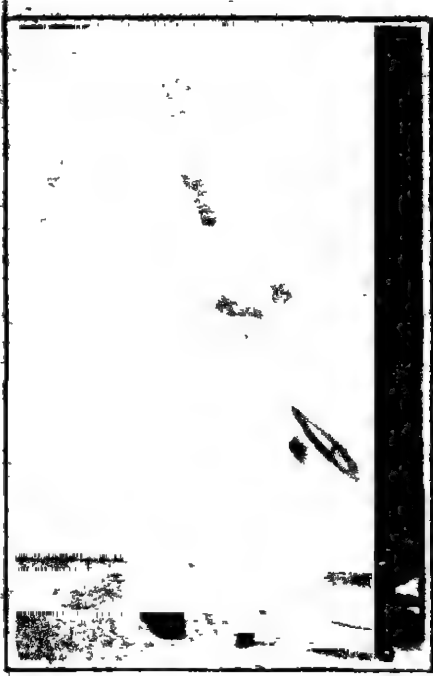
نتیجہ پر پہنچے کہ اشتراکیت اور کمینزم صرف تصور نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام خود سے ختم ہو گا اور اشتراکیت اور کمینزم سماج میں خود بخود قائم ہو جائیں گے۔ انقلاب کی حقیقی صورت حال کے مدد پر سے ہمارے انقلاب رونما نہیں ہوتا اس انقلاب کو صحیح راستہ پر گامزن ہونے کے لئے ایک سرگرم طاقت

کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لئے مارکس اور انجیلس نے پیروں کی مطلق انقلابی اور انقلابی اصولوں سے ایسے مزدور طبقہ کی انقلابی پارٹیوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ پیرس کمیون سے مارکس نے ایک اچھا نمونہ اخذ کیا تھا۔ اور وہ یہ کہ مزدور طبقہ کے ذریعہ صرف ملک کا سربراہی پر دخل کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اس سربراہی کو مستحکم بنانے اور پھیلانے اور بورژوائی راج کو توڑ کر ایک نئے راج کا انتظام کرنا بہت ضروری ہے۔

مارکس صرف سائنسدان ہی نہیں تھے بلکہ سب سے پہلے وہ انقلابی تھے۔ انجیلس اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں مارکس کی زندگی کا مقصد ہی یہ تھا کہ سرمایہ دارانہ نظام اور اس کی قائم کردہ ریاستی تنظیمیں ختم ہو جائیں۔ مارکس کے لئے سائنس، تاریخی نقطہ نظر سے محرک اور انقلابی طاقت تھا۔ [کارل مارکس کی فہر پر انجیلس کی تقریر]

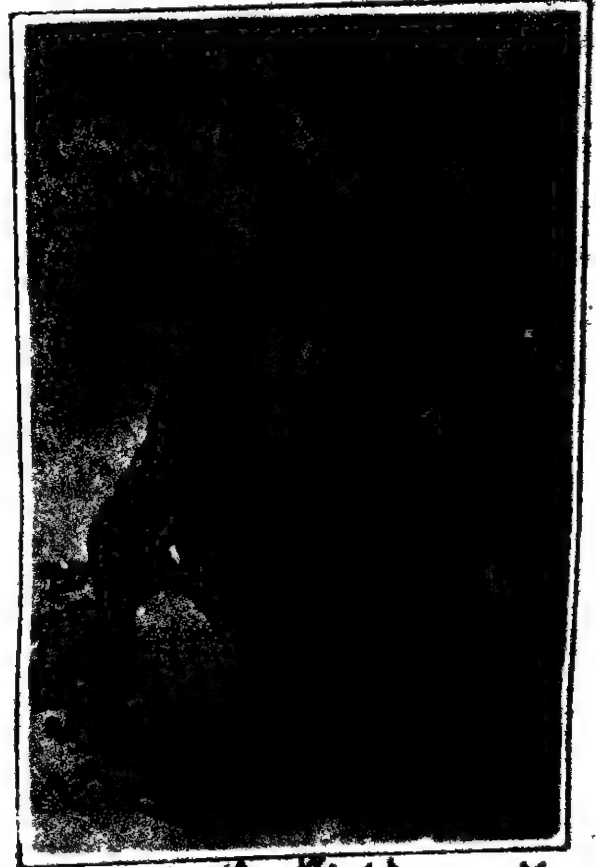
مارکس کی دریافت ان کے مطالعہ اور ان کی تحقیق کا اصل مقصد منطق اور تاریخی مادیت تھا۔ یہی مارکسزم فلسفہ کی بنیاد ہے۔ یارو کہتے کہ یہی مارکسی اصول ہے۔ اپنے ملک کی خصوصی صورت حال کے پیش نظر مارکسزم کے صحیح استعمال کے لئے مارکس کے اصولوں کی پیروی کرنا تمام مارکس دانوں کے لئے ضروری ہے۔ مارکسزم علمی کے ساتھ ساتھ علمی اصول بھی ہے۔ مارکس اور انجیلس کے مشترکہ دستخطوں سے جاری کردہ کمیونسٹ منشور میں یہ باتیں درج ہیں کہ مارکس کے خیالات اور اصولوں کو مختلف ملکوں میں مختلف صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے مددگار عمل لانا چاہیے۔ لیکن بنیادی نظریہ میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس منشور میں ایک اور اچھی بات بھی لکھی جو ہمارے لئے کافی اہمیت کی حامل ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ ”فوری مطالبات کے سلسلہ میں جدوجہد کرتے وقت مزدور طبقہ کو اپنے انفرادی مقصد کو سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم سے آزادی، استحقاق سے آزادی اور اشتراکیت اور کمیونسٹ سماج کا قیام — ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔“

ہندوستان کی بابت مارکس کی تحریریں درج ذیل ہیں۔ مارکس نے اپنے بہت سارے مضمون میں انگریزوں



کارل مارکس
۱۸۶۷ء سے شروع ہونے والی
دہائی کے زمانہ کی تصویر۔

نوازشاتی حکومت کے خلاف ہندوستان کے لوگوں کی جدوجہد آزادی کی
تعمیل کی۔ ہندوستان سے تیزاٹھ میل کی فاصلہ پر بننے کے باوجود
ہندوستان کی بابت خائف سے بڑا ایسے مضامین لکھنا مارکس جیسی عظیم
ہستی کے لئے بھی ممکن نہ تھا۔ مارکس نے ہندوستان، چین اور دیگر ملکوں
کی بابت بھی مضامین لکھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مارکس اور
انجیلس نے آبادیاتی اور حکومتی ملکوں کی آزادی کی جدوجہد کی بابت سوچ
بچا کر رکھتے۔ (ہندوستان میں پریشاد، ۲۵، ۱۸۵۳ء)۔
ہندوستان کے سلسلہ میں مارکس اپنے ایک اور مضمون
میں یوں رقمطراز ہیں: ہندوستان کے لوگ نئے عناصر سے جنہیں انگریز
سامراجیوں نے ان کے درمیان تقسیم کیا تھا، اس وقت تک مکمل
فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، جب تک برطانیہ میں صنعتی پروڈکشن آج
کے حکمرانوں کی جگہ نہ لیں یا جب تک کہ ہندوستان کے لوگ اتنے طاقتور
دین بنائیں کہ وہ طوق خلائی کر گئے سے اتار۔ پچھلیں (مارکس انجیلس
مشترکہ مضامین صفحہ ۲)۔



فریڈرک انجیلس ۱۸۴۵ء

مزدور طبقہ کو اپنی آزادی کے لئے اور استحصال کے پھندے
سے سارے سماج کو آزاد کرانے کے لئے سکون سی حکمت عملی
کو اپنانا چاہیے۔ مگر ان سے پروگرام کو دوبارہ عمل لانا چاہیے، ان کے دھوکے
مارکس اور انجیلس تیار کر گئے ہیں۔ سائنسی اشتراکیت کے ان مفہوموں
نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اشتراکیت کی جدوجہد میں صرف مزدور
طبقہ ہی اکیلا نہیں رہے گا بلکہ کسان، شہروں کے متوسط طبقہ کے لوگ
عالم فاضل لوگ مزدوروں کے قدرتی دوست ہوں گے۔
جو لوگ استحصال سے آزاد سماج قائم کرنا چاہتے ہیں
اور انسانی سماج کی فلاح و بہبود اور ترقی کے متمنی ہیں، انھیں مارکس
اور انجیلس کی تعلیمات فیض پہنچانی رہیں گی۔
کارل مارکس کی موت کی صد سالہ برسی کے موقع پر اس عظیم اور
انقلابی ہستی کو ہم غراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور ان کی تعلیمات
کو عام لوگوں تک پہنچانے اور فروغ دینے کا عہدہ کرتے ہیں۔

پُرولتاریہ کا قومی ترانہ

اٹھو، اے بھوک کے قیدیو! اٹھو،
اٹھو، دھسرتی کے مفلوک! اٹھو، اٹھو،
کیونکہ، انصاف بہ بانگِ دہلِ مذمت کر رہا ہے،
ایک بہتر دنیا جنم لے رہی ہے
روایتی رنجشیں اب ہمیں مزید باندھ نہیں سکیں گی
اٹھو، اے غلامو! اٹھو، اب غلامی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔
یہ دھسرتی اب نئی بنیادوں پر از سر نو ابھرے گی۔
ہم صفر رکھے، اب ہم ہی سب کچھ ہوں گے
یہ آخری تقصیر ہم ہے،
آئیے ہر ایک اپنی اپنی جگہ تن کر کھڑا ہو جائے۔
انتریشیائی
انسانی نسل کی غلامی ختم کرے گی

۱۹۱۷ء کے روسیہ میں جن جری گھیرن والوں کو پناہ ملی ان میں
فرانسیسی شہری یوجن پریئر بھی شامل تھے وہ اپنے ساتھ دو پورٹ
کے دو لاکھ لکھی گئی نقیص بھی لے گئے تھے ایسی نقیص جو انقلاب پیور
کے جوش و ولولہ سے معمور تھیں جو شکست سے باوجود بین الاقوامی
تحریک کے لئے مفادِ فراہم بن چکا تھا۔ بریں گڈرنگے اور لینن سے لیا
تظہر کرکئی زبان میں منتقل ہوئی۔ تمام ملکوں کے پرولتاریہ کا قومی
ترانہ بنے جیرواستداد کے خلاف جدوجہد کے لئے اٹھ کھڑا
ہونے کی اپیل بن گئی۔



کارل مارکس

اور ہندوستان

ان۔ این ٹراکوپیان، پی ایچ ڈی

ہمیشہ مشہور تاریخی انسانیت کے عظیم مفکر کارل مارکس کا ۱۹۵ء میں ساگر سے منسوب ہے کارل مارکس نے انسانیت کے لئے جو خدمت انجام دی ہیں ان سے پوری دنیا واقف ہے انہوں نے اور ان کے ہم خیال کامیوٹنزم، یک مجلسیہ اور خیالات و نظریات پیش کئے ان میں، دنیا میں سماجی انصاف قائم کرنے کا صحیح راستہ دکھلایا گیا۔ ہندوستان میں مارکس کے نظریات کی اشاعت بہت ہی پہلے سے شروع ہو گئی تھی، تقریباً نصف صدی سے پہلے جب اس پر لکھنؤ میں دنیا کی خوشحالی اور اجاروں کے لئے مارکس کی تعلیمات کو بڑا اہمیت دیا گیا، انہوں نے ان کی کتاب "سرایہ" کی ایک شاہکار قرار دیا اور اسے ان چند کتابوں میں شمار کیا جنہوں نے کثیر التعداد عوام کے ذہن پر گہرا نقش چھوڑا جن سے ان کے خیالات میں تبدیلی آئی اور ان کی ترقی پسند برداشت اثر پڑا۔

مارکس پر مدلل بحث کرنے سے پہلے میں ان کی تخلیقات کی نمایاں خصوصیات سے قطع نظر ان کے انقلابی رجحانات پر توجہ مبذول کرنا چاہوں گا لیکن انہیں کبھی ابتدائی تخلیق میں سائنس کی مضبوط دلیل اور انقلابی رجحان کے جو کسرم کا اہم خصوصیات میں سے ایک ہے اتحاد اور ارتباط سے متعلق وضاحت کی گئی ہندوستان سے متعلق مارکس کے مضامین اس طرح کے رجحانات کی مثال پیش کرتے ہیں۔

ہندوستان میں جب برطانوی سرمایہ دارانہ نظام کی حالت کی جارحانہ تھی مارکس نے اس کی مخالفت کے بعد نوآبادیاتی حکمرانوں کے حاکم کے ظالمانہ اصول اور غیر انسانی عقول کو اپنی تحریروں میں عیاں کر دیا۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ کیا ایسا نہیں ہوا کہ بورژوازی نے عوام اور غریبوں پر لوگوں کو قتل و خون، غلشی اور جہالت کے راستے پر گامزن کئے، نیز ترقی نہیں

کی کیا بورژوازی تہذیب کے کردار فریب اور ظلم نوآبادیاتی حکمرانوں میں اب بھی جاری نہیں ہے۔

مذہب بالاسوالات ہندوستان سے متعلق مارکس کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے حقیقی معنوں میں مارکس نے ہندوستان کے متعلق متعدد تخلیقات بشمول "سرایہ" میں اس طرح کے سوال اٹھائے مزید برآں ان کی متعدد تخلیقات کے خلاصہ اور دستاویزات کے مطابق ہندوستان ان کی تحریروں و نگارشات کا اہم موضوع رہا ہے مثال کے طور پر ہندوستانی تواریخ پر تاریخی تبصرہ " (Chronological notes on Indian history) پیش کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستانی تواریخ سے دلچسپی ۱۔ مارکس ہندوستان کی قدیم و جدید تواریخ، ترقی کے لئے سماجی طریقہ عمل، ہندوستانی معیشت و عالمی بازار کے درمیان رابطہ، ہندوستان میں برطانوی نوآبادیاتی پالیسی اور ہندوستانی عوام کی قومی آزادی کی جدوجہد سے یکساں دلچسپی رکھتے تھے۔ چند سوالات جیسے ہندوستان کے دیہی لوگوں کی تواریخ کو مارکس نے اپنا نفسی جوش و خروش بنایا، اس کے علاوہ مذہب، ثقافت اور قوانین کی تاریخ پر انہوں نے الگ الگ خامہ فرسائی کی۔ اگر ہندوستان سے متعلق مارکس کی تمام نگارشات کو یکجا کر لیا جائے تو ہندوستانی تواریخ کی بہت ہی دلچسپ اور واضح تصویر ہمارے سامنے ابھر کر کھڑے گی۔ مارکس اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان نے انسانی

تہذیب میں ایک نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے باوجود اس کے کہ وہ اس کے ماضی کا خاکہ نہیں کھینچتے اور نہ ہی ملک کی عام روایت کو تسلیم کرتے ہیں وہ سماجی زندگی کے بہت اہم نظام حیات کے خلاف تھے جو ہندوستان کی ترقی کا راہ میں رکاوٹ کا باعث تھا۔ وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایشیائی حکمرانوں یا خصوصاً ہندوستان میں چونکہ مطلق العنان حکومت پہلے سے قائم تھی اس لئے، مگر یہی کو یہاں (وفاقی) بر

کیا آپ کو معلوم ہے؟

۱۸۳۱ء میں بریلی کا ڈاکٹر لوگ وان ویسٹ فالن کی بیٹی جینی وان ویسٹ فالن کے ساتھ مارکس کی شادی طے کر دی گئی کارل اور جینی بچپن کے دوست تھے وقت گزرنے کے ساتھ یہ دوستی اپنائیت اور محبت کے مضبوط رشتہ میں بدل گئی جیسے انہیں تادم حیات ایک دوسرے سے وابستہ رکھا۔ ذہنی، طباع اور خوبصورت جینی کو مشترکہ دانشورانہ رجحانات و مفادات نے مارکس سے وابستہ رکھا یہ رفاقت ایک ذہنی ضرورت تھی۔ خاطر خواہ مالی وسائل اور سماج میں کسی خاص مقام سے محروم ایک طالب علم کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر کے جینی نے ایک طرح سے بلا حجب مادی خوشحالی کی زندگی سے دستبردار ہو گئی تھی۔ وہ پہلی ہستی تھی جس نے ان کی فطرت کی گہرائی کو تسلیم کیا جب کہ خود مارکس نے اپنی حیرت انگیز جینی کے لئے ہمہ شباب کی پرجوش محبت کو زندگی بھر قرار رکھا۔ سکائی کے بعد سات سال کے طویل اور پر مصوب وقفہ کے بعد جینی اور کارل باضابطہ طور پر رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

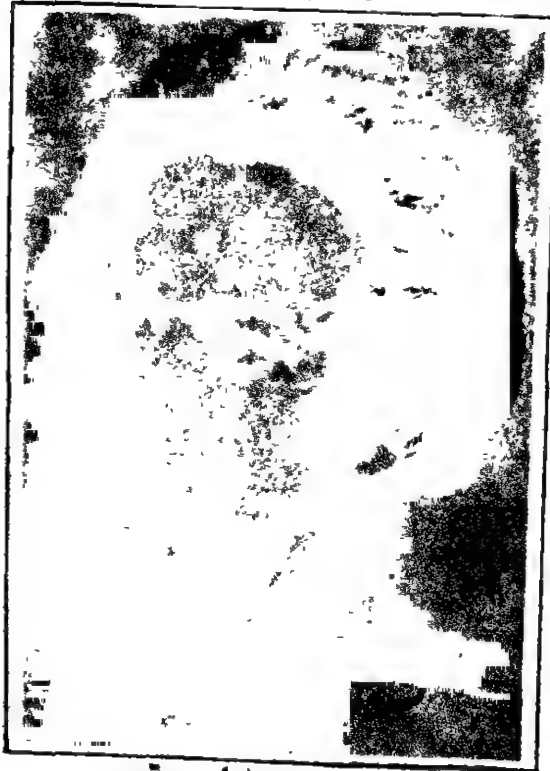
اٹھارہ سال کی عمر میں کارل مارکس کی سکائی ہوئی۔ جینی سے انہیں دلی محبت تھی اس لئے اس عمر میں انہوں نے وہ بھی کیا جو بہت سارے نوجوان عشق میں مبتلا ہو کر کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے شاعری کی، نظموں میں ایسے جذبات و احساسات کو پیش کرنے کا کوشش کی۔ یہ خیال پتھر میں کر دل کو کچی ڈالنا تھا کہ جینی کے ہجر میں کئی برس لائے ہیں۔ انہوں نے اتنی نظمیں لکھیں کہ تین کتابچاں بھر گئیں یہ سب جینی سے منسوب تھیں۔ میری جان اور میری آخری ساتھی میری محبوبہ جینی وان ویسٹ فالن کی تھیں۔ ●

وہ بے رنگی گلزار کہوں تو کیا ہو
کون بے کتنا گنگار کہوں تو کیا ہو

تم نے جو بات سرزمین سنا نا جای
میں وہی بات سرزمین کہوں تو کیا ہو
سا حوالہ دیا نوری



مارکس کی بیوی، جینی وان ویسٹ فالن



مارکس کے زمانہ طالب علمی کی ایک تصویر
(ایک ڈرائنگ پر مبنی)

کارل مارکس کے تصانیف

اولیٰ احمد دوران

کروڑوں بھوکے تنگے لادلوں کی فوج اتر آئی
زمین کے بالادستوں نے سنا پائی
جہالت
بھوک
ناداری
ہزاروں سال تک جس کو
مذہب نے خدائی دین سمجھا اور سمجھایا
زمین کی اک تہائی گود سے بھاگی
جہاں میں آسمانی بادشاہت کے وکیلوں نے
ہلاکت خیزیاں کیں
بے لادلوں پرستم ڈھائے
خدائے نام پر صدیوں
سکے بلبلائے سادہ لوحوں کو
ہر اک خط میں بہکایا
یہ قاتل رسم اگرچہ اب بھی جاری ہے
گمراہ ہم صیغہ
یہ طلوع صبح بیداری کا موسم ہے
ابھی تو اک صدی گزر رہی ہے
مستقبل کو آنے دو
زمین کے چپے چپے پر
کروڑوں زمینوں کا فلسفہ ہی تاج ہے گنا
تفاددوں سے بھرے ماحول غم کا خاتمہ ہو گا
نئی آسودگی کا حسن ہر انسان کے چہرے سے
پھیلے گا

بہت برہم ہوئے
کھل کر مذمت کی
منسفر
طنز
بھینتی
ہجو کے حربے لئے
ٹھیک آج کے ظلمت پرستوں کی طرح
ہر سمت سے دڑے
مگر تعلیم کارل مارکس
جس کی تہہ میں صدیوں کی صداقت ہے
ظفر زندہ نکلی
اور مروجہ زندگی کے مزدوروں کے زخمی
دل میں جا بیٹھی
اسی دنیا نے ایک پیرس کمیون
اسی نگاہ شوق سے دیکھا
یہ کارل مارکس کے خوابوں کی پہلی
دل نشیں تعمیر تھی جس نے
فریول کے عقد کو بدل ڈالا
غم ایام کے ماروں نے اپنی صفت بنا ڈالی
کئی ملکوں نے مشاؤون سے
غلامی کے جوئے پھینکے
کئی ظلم الہی سخت سے اترے
شہنشاہوں کے سر سے تاج گر کر
وقت کے زیر قدم آئے

جب اس کی مالی آواز بھری دشمنوں کے
دلا لڑ لکھے
وہ نادان فلسفی غمے ایازی میں
جو بیکتا تھے
جہاں بالوں کی خاطر عذ و شب جو
سوچتے تھے چہرے تھے
ایک آواز بول لکھے
گویہ محنت کشوں کا فلسفہ
جہ زمین کا کوکھ سے نکلا ہے
اس میں پھول پھل ہرگز نہ آئیں گے
نیکے تاجداروں کے بھی خواہوں نے فرمایا
سنو! یہ فلسفہ
یہ دنگ
یا اطلاع بیداری
سراپوں اللہ خوابوں کا
ادب ہے جو بہت ہی خوبصورت ہے
ادب ہے بھی کہیں مزدور کی تقدیر بھی ہے
کس لڑکے کے شکستہ جھوڑے
مکلوں میں بدلے میں؟
وہ دنیا نو سحر مریضوں کے ناکارہ دانشور
جو استحصال کرنے والوں کے کوم
میں اپنا دم ڈالتے تھے
یہ زعم غم خیز
جھانہ قلام نگر کو ہل سمجھ بیٹھے

انہ اے۔ سنیلر جاننے کی باتیں

سلازلے مارکس کے خاندان نے کبھی بھی انتہائی مشکل اور دشوار حالات میں اسیر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ وہ ہمیشہ رجائیت پسند رہا ان کے دوستوں نے اس بات کی نشان دہی خاص طور پر کی ہے کہ یہ سائنس کا انسان، ایک انتہائی مستعد اور توجہ دینے والا باپ تھا۔ فرصت کے لحاظ سے جو انہیں کم ہوا میسر آتے تھے وہ اپنے بچوں کے ساتھ کیلے تھے جنہیں وہ اپنا دوست سمجھتے تھے انہوں نے ایک باپ کی حیثیت سے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کبھی بھی نہیں کیا۔

یونیورسٹی

مارکس کے قدرے سالوے رنگ اور سیاہ بالوں کی وجہ سے ان کی بیوی اور اولاد کے بچے انہیں مور (افریقہ کے شمال مغرب میں آباد مخلوط عرب اور برہمن) کے لوگ کہا کرتے تھے۔ ان کی بچیاں اسی وقت وسیع پیمانے پر رائج "افریقہ" کے کیل کی بے حد دلدارہ تحقیق کیل سوال و جواب پر مشتمل جوتا تھا۔ مارکس کیل کیل میں ہی جو جوابات دیتے ان میں اکثر و بیشتر ایک نڈر انقلابی ایمان کی مدد سے بازگشت سناؤ دیتا۔ وہ ایک عظیم انسان اور پروتاریہ سربراہ کی عظیم صفات کی عکاسی کرتے تھے ذیل میں بعض سوال و جواب درج ہیں۔

آپ کی پسندیدہ غذا۔ سادگ
آپ کی زیادہ خصوصیت۔ مقصد کی یکسوئی
حسرت کے بارے میں آپ کا تصور۔ جدوجہد
آپ کی رائے میں فلاح کیا ہے۔ تابعداری
آپ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت گناہ۔ کمینہ پن
آپ کا پسندیدہ مشغلہ۔ مطالعہ
آپ کا پسندیدہ رنگ۔ سرخ

اپنے باپ کی راست گوئی اور ریاکاری سے نفرت یوں کو دوسٹ میں لی تھی بخاندان میں اکثر سیاہی واقعات انقلابی تحریک کے شرکار کی زندگی اور طبقاتی جدوجہد کے موضوع پر بات چیت ہوتی یہ چیزیں کھٹکے کا بنیادی موضوع تھیں مارکس کے بچوں میں آزادی اور خود مختاری کے تصورات نیز انقلاب اور جدوجہد کے خلاف نفرت و حسرت کے جذبات اعلان کر رہے تھے یہ سب کچھ

مارکس کا ذکر صرف فلاسفی کا سرٹیفکٹ

کارل مارکس

انہی محمد اعظم

ان کے نام اور کام کو بقلے دقا حاصل ہوگا

ایف (ٹیکس)

دن کے مزدور ایک ہو" کا نعرہ دیے والے کارل مارکس کا شمار برصغیر کے عظیم علماء اور عوامی رہنماؤں میں ہوتا ہے وہ ایک عظیم مفکر اور سرگرم انقلابی رہنما تھے۔ تاریخ انہیں ایک ایسی جگہ پر رکھتا ہے جہاں سے مزدور و محنت کش طبقہ اور عوامی استبداد کے شکار لوگوں کو جبر و استبداد سے نجات کا راہ دکھائی۔ مارکس نے سرمایہ دارانہ استحصال کے نظام کو ختم کر دینے اور اس کی جگہ ایک اشتراکیتی سماج کے قیام کے سلسلہ میں مزدور طبقہ کے تاریخی کردار کی بابت ایک نظریاتی اساس فراہم کی۔ طبعیاتی حدود و حدود اشتراکیتی انقلاب اور اشتراکیت کی بابت مارکس، ساتھ ہی انٹیکس کی تعلیم، فطرت، سماج اور انسانی فکر کے ارتقاء کی سائنس بن چکی ہے۔

کارل مارکس ۵ مئی ۱۸۱۸ء کو پروس کے شیا کے صوبہ رائن کے تریئر قصبہ میں پیدا ہوئے ان کے والد نریخ مارکس تریئر میں وکالت کیا کرتے اور مقامی بار کے منتخب مدد ر تھے وہ انتہائی تعلیم یافتہ اور آزاد خیال انسان تھے وہ ترقیاتی فلسفیانہ خیالات کے حامل تھے اور روشنی خیالی اور انسانی دوستی کے تصورات پر یقین رکھتے تھے۔

نریخ مارکس ۱۸۳۷ء میں جگر کے عارضہ میں وفات پا گئے اس وقت کارل مارکس کی عمر ۲ سال تھی۔

کارل مارکس کی ماں ہزیتے پریس برگ نے اپنے آپ کو مکمل طور پر امور خانہ داری اور ایسے ۹ بچوں کی پرورش و پرورش کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ کارل لاچپن پرست ماحول میں گذرا وہ اپنے چھوٹے چھوٹے دوستوں، بھائیوں بہنوں میں سب سے زیادہ مشیر اور خوش مزاج تھے وہ کھیلوں اور شرارتوں کے منتہی تھے طریقہ ایسا دیکھا کرتے تھے وہ عجیب و غریب کہانیاں گڑھا کرتے تھے جنہیں ان کے ساتھ انتہائی توجہ کے ساتھ سنا کرتے تھے۔

۱۸۳۷ء میں کارل نے تریئر جیمز میں داخلہ لیا۔ اسی جیمز میں سنگی دیواری علماء کو روشنی خیالی اور انسانی دوستی کے تصورات میں دلچسپی لینے سے باز نہیں رکھ سکیں کیونکہ ہمارے ہیٹاسٹر اور دیگر سادہ آراء خیالی اور ترقی پسندی پر یقین رکھتے تھے۔

بحیثیت طالب علم مارکس نے پڑھائی لکھائی میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ ممکن چھوٹے وقت انہوں نے ایک معنون پیش کے انتخاب کی بابت ایک نوٹوں کے خیالات لکھا۔ اس معنون سے ان کے اعلیٰ خیالات اور ان کی ثروت مندی عیاں ہو جاتی ہے۔ انہوں نے لکھا تھا۔ "تاریخ ان لوگوں کو ہی عظیم ترین انسانوں کے نام سے یاد کرتے ہیں جنہوں نے سبوں کی رفاہ و بہبود کے لئے اپنے حلقے کے ذریعہ

شرافت کا مظاہرہ کیا۔ تجربہ شاہ ہے کہ سب سے زیادہ مسرور اور مطمئن وہ شخص ہے جس نے سب سے زیادہ لوگوں کو مسرت و شادمانی عطا کی ہو" شاہی امتحان کمیشن نے مارکس کے دہلہ میں یہ لکھا: مارکس بے حد ذہین ہے اور انہوں نے قیام زبانوں، جرمن زبان اور تاریخ میں، علم ریاضی میں اور فرانسیسی زبان میں قابل ترفیت محنت کا مظاہرہ پیش کیا۔ اس کمیشن نے انہیں گراجویٹ کی ڈگری عطا کی کمیشن کو امید ہے کہ وہ ان کی وفات سے سچا طور پر وابستہ سازگار لوگوں کو مزید پورا کریں گے۔

اکتوبر ۱۸۴۳ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مارکس تریئر چھوڑنا پڑا وہ ایک دفاتی جہاز پر سولیس اور اٹن میں سفر کرتے ہوئے یون پہنچے یہاں انہوں نے یون یونیورسٹی کے شعبہ قانون میں داخلہ لیا۔ یون میں ایک سال گزارنے کے بعد مارکس نے برلن یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ اور وہاں قانون کی تعلیم حاصل کی۔

۱۸۴۶ء میں برلن کے لئے سرواہ ہونے سے قبل ایک برلوی کاؤنسلر لروگ وان ویسٹ فالن کی بیٹی جین وان ویسٹ فالن کے ساتھ مارکس کی شادی طے کر دی گئی۔ مارکس اور جینی یچن کے دوست تھے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ رفاقت اور محبت کے مضبوط رشتہ میں بدل گئی جیسے انہیں نامہ حیات ایک دوسرے سے وابستہ رکھا۔

پردہ کشی کی راہدہائی برلن میں مارکس کو ملک کی سیاسی زندگی کو بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ جگرز (بڑے زمینداروں) کی بالادستی محنت کش لوگوں کی بد حالی و عزت اور شاہی نظام کی دوسری خرابیاں وہاں بہت زیادہ نمایاں تھیں۔ پردہ کشی حکومت ترقی اور آزادی کی تمام انگلیوں کو کھیل ڈالنے کے درپے تھی جو مرنے کے قومی اتحاد کی دکالت کرنے والوں کے لئے قید و بند کا غلو ہم وقت موجود تھا

برلن میں مارکس اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ یہاں انہوں نے اپنا توجہ ادب، قانون، نظریہ فن، غیر ملکی زبان، فلسفہ اور تاریخ کی طرف مرکوز کر دیا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اپنے والد کو ایک خط میں لکھا تھا کہ فلسفہ کے بغیر وہ مکے نہیں بڑھ سکتے۔

۱۸۴۱ء سے ۱۸۴۲ء تک فریڈرک ہیگل برلن یونیورسٹی میں لکچر دیتے تھے۔ انہوں نے جدید لاتی طریقہ کو فروغ دینے میں زبردست کردار ادا کیا وہ تمام نظریات کی توجہ، ان کے ظہور، ارتقاء اور محدودیت کے نقطہ نظر سے کرتے تھے لیکن ان کا فلسفہ عینیت کا فلسفہ تھا۔ اگرچہ مارکس ہیگل کے خیالات سے پوری طرح اتفاق نہیں کرتے تھے تاہم وہ اس ہیگل اور ان کے شاگردوں کے قائم کردہ دو کورسز میں شامل ہو گئے۔ اس کورس کے گروپ آپ بہت کم عمر تھے لیکن یہاں ایک عالم اور رجحان پرست فلسفہ کے زبردست ناقد کی حیثیت سے انہوں نے کافی مشہرت حاصل کی۔

۱۵ اپریل ۱۸۴۲ء کو جینا کی یونیورسٹی نے مارکس کو قانون کے ڈاکٹر کی ڈگری عطا کی۔ مارکس نے اپنا مقالہ اسی یونیورسٹی میں داخل کیا تھا۔ مارکس نے جو تحقیقی مقالہ پیش کیا تھا اس کا موضوع تھا: فطرت کا دیو قریطوسی فلسفہ (یا یونین مدی قبل مسیح کے یونانی فلسفی ڈیموکریٹس کا فلسفہ) اور فلسفہ لذت (یونانی فلسفی ایپیکیورس کا فلسفہ جو انسانی زندگی کا واحد مقصد لذت و عیش و عشرت قرار دیتا ہے) کے درمیان فرق۔

جی ایچ ڈی کرے کے بعد مارکس کو اس بات کی امید تھی کہ وہ ایک پھر کے حیثیت سے علمی زندگی کا آغاز کریں گے۔ اپنی سائنسی تلاش و جستجو کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور ایک ایسا رسالہ نکالیں گے جس میں مہریت کا پرچار کیا جائے گا لیکن ان کی یہ توقعات پوری نہیں ہو سکیں کیونکہ پردہ کشی حکومت مخالفانہ جذبات کے فروغ سے بوجھل گئی۔ اس نے ترقی پسند اخبارات پر پابندی عائد کر دی



ہنر خیمے مارکس اور ان کی اہلیہ کے ساتھ
(ایک ڈرائنگ پر مبنی)



ترتیر کا وہ مکان جہاں مارکس پیدا ہوئے تھے

اس سسرپ کو سخت کر دیا۔ ایسے حالات میں مارکس نے ورس وندرس کا
پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

ظہار کو ورس دینے کے امکان سے محروم ہونے کے بعد مارکس
نے پرویشائی حکومت کو ورس دینا شروع کر دیا اور انقلابی جدوجہد کا راہ
برحمانہ ہو گئے۔ ۱۸۴۲ء کے شروع میں کوئٹن میں حزب اختلاف سے
تعلق رکھنے والے رائے صوبہ کے بورڈر وادغا ہونے ایک رسالہ رایشٹے
سائنکلیور پوٹلیک ہانڈل انڈیکس رہے جاری کیا اس رسالہ کی ادارت
کے لئے لائل کوڈٹو کیا گیا۔ کارل مارکس نے اس قوم داری کو قبول کیا اس پر ورس
میں شائع ہونے والے پہلے ہی مضمون نے ایک انقلابی قلم کار کے بعد میں مارکس
کے ذاتی اور جذبیہ جاگروا جا کر کر دیا۔ ایسے مضمون، لکڑی کی چوڑی سے متعلق
قانون پر مباحثہ میں مارکس نے استعمال کے شکار طبقہ کی کھینے کے لئے کے
روپ میں جاگیر دارانہ شاہی ریاست کے طبقاتی کردار کی وضاحت کا جانب اوسط
قدم اٹھائے اس مضمون میں انہوں نے حقیقت مراعات پر، نو مکر شاہی کے
ظلم و ستم اور اس رجعت پرست نظریہ پر بے باکی کے ساتھ تنقید کی جس کا
چلن پرویشائی اور جسے پرویشائی حکام اور بڑے زمینداروں کی مانتا تھا
کوئی بجانب ٹھہرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

مارکس کی ادارت میں یہ اخبار تیزی سے ترقی کرنے لگا۔ لیکن پرویشا
کے حکام نے اس پر سخت سسرپ عام کر دی آخری اس اخبار کے حصہ کے لکھ
نے مخالفانہ موقف سے دست بردار ہونے اور حکومت کے اظہات قبول کرنے
کا فیصلہ کیا تاکہ اس کی اشاعت جاری رہے۔

لیکن اس اخبار کے ذریعہ انقلابی جمہوری تصورات کی تشہیر
مواقع سے محروم ہوجانے کے بعد مارکس نے اس اخبار سے استعفیٰ دیدیا۔
اخبار سے الگ ہونے کے بعد مارکس اپنے آبائی وطن میں سیاسی
جدوجہد میں حصہ لینے کے آخری موقع سے بھی محروم ہو گئے۔ اب انقلابی سرگرمیوں
کے سلسلہ کو جاری رکھنے کی ساری ترغبات پر کس سے وابستہ نہیں لیکن ترک
وطن سے قبل مارکس کو میز ناخ گئے جہاں اس وقت جینی وان ویسٹ فالن اور
ان کی ان مقیم تھیں ۱۸۴۳ء میں جینی کے والد کے انتقال کے بعد وہ لوگ وہاں
نقل ہو گئے تھے وہی جینی اور لائل کی شادی ہو گئی۔

کروٹیر ناخ میں قیام کے دوران مارکس نے بہت سی تحقیقی کام میں
معروف ہو گئے، نیچل کے فلسفہ قانون پر تنقیدی نظریہ ریاست کے بارے

ترتیب لاجنازم (اسکول)

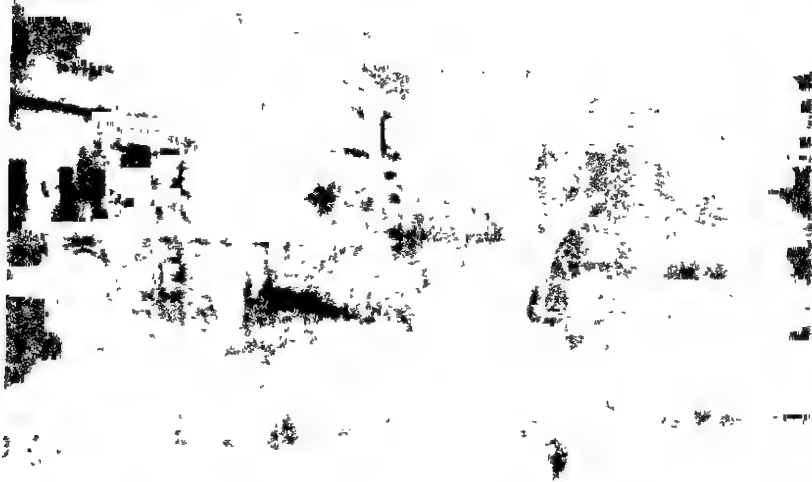
ترتیب لاجنازم کا پہلا شمارہ

اکتوبر ۱۸۴۲ء میں کارل اور جینی سیاق تارکنی وطن کی پڑھوت
 زنگ کے ایک قبیلہ سلسلہ کے آغاز کے لئے پیرس پہنچ گئے۔ ستمبر ۱۸۴۲ء سے
 شروع ہونے والی دہائی کے دوران پیرس یورپ کا سیاسی اور ثقافتی
 مرکز بن چکا تھا یہاں انقلاب گویا پیرس تک دھڑکتا رہا۔
 ۱۸۴۲ء سے شروع ہونے والی دہائی کے دوران میں ہی مارکس نے تخت
 کش خواہ کے مضامین کے پرجوش حامی کارل ادا کرنا شروع کر دیا تھا پیرس
 میں انہوں نے پروتاریہ کے وسیع النظر ارکان پر مشتمل خفیہ ایجنٹوں سے رابطہ
 پیدا کئے۔ فروری ۱۸۴۲ء میں پیرس سے مارکس کے زیر ادایت ایک جریدہ
 ڈائج فرانسوزیٹے زار جو مشرق کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا اس
 جریدے میں شائع ہونے والے مارکس کے مضامین اور مراسلات اس
 بات کے منظر میں کہ انہوں نے غنیت سے آگے بڑھ کر مادیت کو اور انقلاب
 جمہوریت سے آگے بڑھ کر کمیونزم کو اپنا مسلح نظر نالیا تھا پہلے بھی فرانسیسی
 حکومت نے زار جو مشرق کے ایڈیشن کے ایک حصہ کو ضبط کر لیا۔

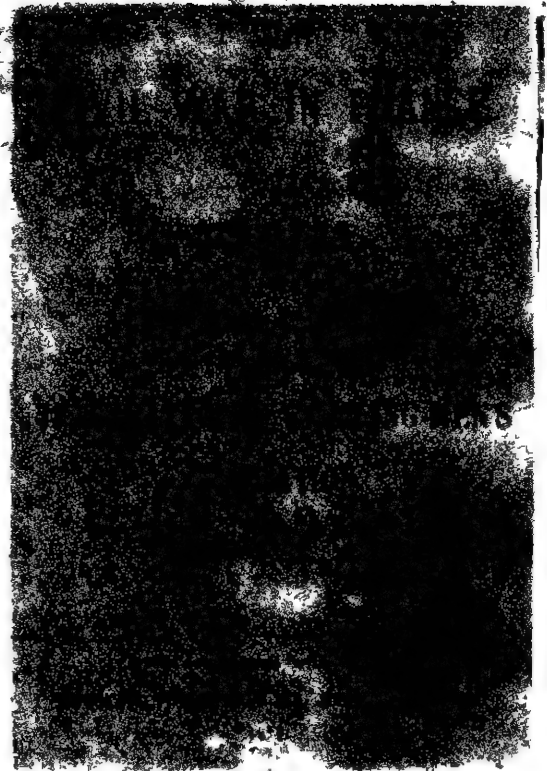
مارکس اور انگلیس کی پہلی مشترکہ تصنیف خاندان مقدسہ یا
تفصیلی عقیدہ پر تنقیدی نظر۔ نروٹ بائزر اور اس کے ساتھیوں کو جواب تھی۔
اسی کتاب کے سلسلہ میں مارکس نے یوں لکھا ہے: "تفصیلے ذخیرے مہتممی پھول
توڑنے پہلی تاکہ وہ (انسان) ذخیرہ کو تار پھینکے میں کامیاب ہو سکے اور زندہ
پھولوں کو بھی چلنے بھس کتابت انہوں نے پروتاریہ کو ایک ایسا طبقہ قرار دیا
جو سرمایہ داروں کے استبداد و استحصال کو ختم کر کے نجات حاصل کر سکتا ہے اور
جیسے لازمی طور پر نجات حاصل کرنی چاہئے خاندان مقدسہ میں انہوں نے ایک ایسے
انقلابی سماجی نظریہ کی وضاحت کی جو سماجی ارتقار کے اور اک میں ایک انقلاب
کی حیثیت رکھتا ہے۔"

برونائی کی حکومت بیرون ملک مارکس کی سرگرمی پر کڑی نظر رکھے جہاں
مقامی مارکس کی تحریروں اور خاص طور پر سائیلیسیا کی قیادت کی حمایت میں ان کے تحریروں
کردہ مضامین کی بنیاد پر برونائی اور فرانس کی حکومتوں نے ایک قیادت نام اٹھایا
اور مارکس کو ۲۲ گھنٹے کے اندر فرانس بھیج دیا۔ مارکس نے فرانس میں پہلی بار کثرت
پانڈے کے لئے مجبور ہو گئے، لیکن پولیس کی دہشت گردی انقلابی جدوجہد کو جاری
رکھنے سے متعلق مارکس کے عزم ہمیشہ کو کمزور نہ کر سکی یہاں بھی مہیم کی حکومت
نے بھی اس انقلابی رہنما کے ساتھ انتہائی سرد مہری کا سلوک کیا۔ پولیس نے مارکس
کو ملک کی موجودہ پالیسیوں سے متعلق مولائش کرنے سے منع کر دیا اس طرح
انہیں ایک صحافی کی حیثیت سے روزی روتی ٹٹلنے کے عرصہ سے محروم کر دیا گیا۔
مارکس کے خاندان کو جلد ہی مالی محرومی کے خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ایک ایسا
خطرہ تھا جو مستقبل میں بھی ان کے سروں پر اکثر و بیشتر متلا تا رہا۔ انگریزوں کی
پرجوش سامراجی بدولت ہی مارکس اپنا کام بدستور جاری رکھ سکے انہوں نے دوستوں
اور جان پہچان کے لوگوں سے چندہ کہے مارکس کی مالی اعانت کی اس رقم میں انہوں
نے اپنی کتاب انگلینڈ میں مزدور طبقہ کی حالت کی راتمی کی پہلی قسم بھی شامل
کر دی۔

پرویشی کے دیار پر مجھ کی حکومت نے بھی ماکس پر دیا ڈاکٹر
 کر دیا ماکس نے قبوٹا اپنی پرویشیا کی شہریت ختم کر دی اس کے بعد انہوں نے کبھی
 بھی کسی ملک کی شہریت حاصل کرنے کے لئے درخواست نہیں دی۔ وہ اپنی زندگی کے
 آخر تک ایک صحیح مفلم طاقتور یعنی عالمی انقلابی تحریک کے شہرہ بے رہے۔
 اس دوران ان کے فائنل کے ارکان کی تعداد بھی بڑھی۔ پیرس
 میں پہلی بیٹی مینی اور دوسری بیٹی لارا پیدا ہوئی اور ۱۸۶۶ء



پیرس ٹاؤن ہال کے سامنے چوک میں کمیون کے قیام کا اعلان
(ایک پٹنگ پر مبنی)



فرانس میں خانہ جنگی کا سرورق

سوشلسٹ انقلاب کے نظریہ کو پہلی بار بطورہ شکل میں پیش کیا گیا۔
۱۸۴۷ء میں جلاوطن انصاف پسند لوگوں نے ایک لیگ قائم
کی تھی جس کی کھینیاں پیرس، جرمن کے متحدہ شہروں میں سوشلزمین میں
قائم کی گئی تھی۔ اس لیگ کے مطلقہ ۱۸۵۰ء میں مارکس اور انگلس کو
اس لیگ میں شامل ہونے کی دعوت دی یہ دونوں لیگ میں شامل ہو گئے۔ جون
۱۸۴۷ء میں لندن میں متقدم ایک کانفرنس میں اس لیگ کا نام کمیونسٹ لیگ رکھا
گیا۔ اس لیگ کے پروتاریہ معاہدہ کا اعلان کیا گیا۔ بورژوازی اقتدار کا
تختہ الٹنا، بردناری کی مکرانی، طبقاتی نظام پر مبنی قدیم بورژوا سماج
کا قاتمہ اور طبقات دہنی ملکیت کے بغیر ایک نئے سماج کا قیام۔ اس لیگ
کا درخواست پر لیگ کی دوسری نشست میں، جو لندن میں ہوئی، کارل مارکس
اور انگلس نے ایک کمیونسٹ مشورہ تیار کیا جس کا انقلابی تحریکوں پر کافی گہرا
اثر پڑا۔

کمیونزم کے لئے بعد و بعد کے مقصد کے ساتھ ان کی گہری وفاداری
محنت کش عوام کے حالات سے ان کا زبردست واقفیت اور ان کی ضرورتوں
سے ان کی عین دلچسپی اور فکر مند ہونے مارکس کو ترقی یافتہ سرورقوں کا محبوب

کے آخر میں ایک بیانیہ گر پیدا ہوا۔
انگلینڈ کے سماجی معاشی حالات اور طبقاتی جدوجہد کا تفصیل سے
مطالعہ کرنے کے لئے مارکس ۱۸۴۵ء میں انگلینڈ گئے اور وہاں انگلس کے ساتھ
کچھ عرصہ گزارے۔ پھر بروسیلز واپس آئے۔ بعد مارکس اور انگلس نے فلسفہ
کے موجودہ پرانی نئے کتاب کی تصنیف کا کام شروع کیا۔ ۱۸۴۶ء میں ان لوگوں
نے جرمن نظریہ، کتاب کی تصنیف کی۔ اس کتاب میں پہلی بار تاریخ کے مادی تصور
اور سماجی ترقی کے نظریہ کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی گئی۔ یہ جہاں مادیت اور
سائنسی کمیونزم کی ایک اہم تفسیس تھی۔

فرانس کے ایک بورژوا مصنف جوزف پرودھوں نے ایک کتاب
بنام 'معاشی تعادلات کا نظام یا عزت کا فلسفہ' لکھی جس میں، درستہ اس
بات پر زور دیا کہ سرمایہ داری کی معاشی بنیاد یعنی وسائل و ذرائع پیداوار کی
نہج ملکیت نیز سرمایہ دارانہ تعلقات پیداوار کو اور اس طرح اجرتی محنت کے
نظام کو برقرار رکھا جائے اس کے جواب میں مارکس نے ۱۸۴۷ء میں 'دی مینڈیٹ'
نظریہ تصنیف فلسفہ کا اقلہ مسخ تحریر کیا۔ اس کتاب میں سائنسی کمیونزم
کے نظریہ تاریخ کی مادی تفسیر اور طبقاتی جدوجہد کے مربوط اصول اور

پناہ دیا اور وہ انہیں فادر مارکس کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔

کیونسٹ خشر کی اشاعت کے زمانے میں یورپ انقلاب کی لہٹ میں آچکا تھا۔ مارکس کی پیش گوئی کے مطابق سب سے پہلے فرانسیسی مرع کی گویج دار بانگ گونجے۔ اس طرح انقلاب کی سرودات فرانس سے ہوئی۔ ۲۲ مارچ ۱۸۴۸ء کو فرانس میں ری پبلک یعنی عوامی جمہوریہ کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ انقلاب کے وقت مارکس بروسیل میں تھے۔ فرانس کی عوامی حکومت نے انہیں فرانس آنے کی دعوت دی مارکس برس کے لئے روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ اچانک بلجیم کی حکومت نے ۲۴ مئی ۱۸۴۸ء کے اندر اندر ملک چھوڑنے کا حکم دیا لیکن اس کے فوراً بعد انہیں اور ان کی بیوی کو بلجیم کی پولیس نے گرفتار کر کے تعیشی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا۔ ان پر آوارہ گردی کا الزام لگایا گیا تھا لیکن ان کی گرفتاری پر وہاں کے جمہوریت پسند عوام نے کئی بار احتجاجی مظاہرے کئے آخر کار حکومت نے ان دونوں کو رہا کر دیا اور انہیں اپنا ذاتی سامان لے کر برازیل روانہ ہو کر رہ گئے۔

۵ مارچ ۱۸۴۸ء کو کارل مارکس اپنے اہل و عیال کے ساتھ برس پورنچے اس دوران جرمنی میں بھی انقلاب لے کر دیچ پورنچ چکا تھا مارکس

کے بعد انگلش بھی اس دوران برس پورنچ چکے تھے اور ان دونوں نے مل کر جرمن انقلاب میں کیونسٹ لیگ کے سیاسی پروگرام، جرمنی میں کیونسٹ پارٹی کے مطالبات کی صورت گیری کی جس میں جرمنی کو ایک واحد قابل تقسیم جمہوریت قرار دیے، عوام کے لئے رائے دی کے عام حق کے ذریعہ سیاسی نظام کو جمہوری رنگ دیے، مفت عام تعلیم کی ترویج عمل میں لائے اور دیگر مطالبات درج تھے جرمنی کے جمہوری عوام نے ان مطالبات کی بھرپور تائید کی۔

اس کے بعد مارکس اور انگلش ۱۶ اپریل ۱۸۴۸ء کو فرانس سے

کولون پورنچے یہ ایک براہمنستی مرکز تھا اور وہاں مارکس کو فوراً آئینے سامٹنگ کی ادارت کی ذمہ داری سونپی گئی مارکس کم جون ۱۸۴۸ء سے ۱۹ مئی ۱۸۴۹ء تک اس اخبار کے ایڈیٹر رہے اس اخبار میں مارکس نے اپنے معنائ میں بورژوائی خیالات اور جدوجہد کی شدید مخالفت کی اور اپنا انقلابی نظریہ پیش کیا کہ مزدور طبقہ اور استبداد و استعمار کے شکار تمام لوگوں کو سماج کی تشکیل نو کے لئے جدوجہد کا تاریخی اعتبار سے ناقابل ترمیم حق حاصل ہے اسے ایک ادارہ میں انہولنے کہا؟ اگر تاج کی طرف سے جوابی انقلاب برپا کیا جائے تو عوام کو بھی ایک انقلاب کی شکل میں اس کا جواب دینے



بروسیلز کا قید خانہ جہاں مارچ ۱۸۴۸ء میں مارکس کو قید کیا گیا تھا۔



مارکس اور انگلش نیورنبرگ کے چھاپہ خانہ میں (ایک پمپنگ پر مبنی)

اس کے بعد وہ انجیل کے لئے روانہ ہوئے اور برطانیہ میں
جنرل پانچ باقی ماندہ زندگی گزارے۔ یہاں ان کے کونسل کا کام ایڈرسنگ
اسٹریٹ میں واقع ایک مکان میں سرچھپائے کو جگہ ملی لیکن یہاں بھی بے روزگاری
اور غریبیت نے ان کا ساتھ چھوڑا اور انہی اور ان کے اہل و عیال کو کئی بار
انچہ پٹنیا لکھ تیلی کرنا پڑا۔ اور بالآخر انہی سوہنے کے ڈین اسٹریٹ میں
واقع ایک تنگ و تاریک قلیب میں آباد ہونا پڑا۔

یورپ میں اس تعلیم کو قائم رکھا نہیں جاسکا اس لئے مسیحی علماء میں اس کی مخالفت ہوئی۔

کے ہنگامہ کو لے کر گئے۔ بعد ازاں کئی سالوں تک ان کی زندگی میں انقلابی تحریکوں کا پھل نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن ان کی زندگی میں ایک ایسا دور آیا جس کی ترقی اور فروغ میں بہت سی نمایاں کردار ادا کیا اور ہر ملک میں تحریکوں میں سوشلسٹ تنظیمیں قائم کیں۔

اس دوران مسلسل محنت اور کام کاج کا ان کی صحت پر برا اثر پڑا۔ ان کی زندگی کے کام میں وہ دن رات مشغول رہتے۔ دوسری طرف دھاپی کتاب سرایہ کو مکمل کرنے کی کوشش کرتے اپنی زندگی کی آخری دہائی میں انہوں نے روس میں انقلابی تحریک کا، نیز روس کی معاشی و سیاسی ترقی، اس کی تاریخ اور ثقافت کا غائر مطالعہ کیا اور اپنے مشاہدات کا لب لباب ایک مسودہ ۱۸۶۶ء کی اصلاح اور روس میں مابعد اصلاح کی ترقی پر تبصرہ میں پیش کیا۔ ۱۸۶۷ء میں گرفتاری ہوئی صحت سے مجبور ہو کر ماکس نے باضابطہ علاج کا سلسلہ شروع کیا اپنی جیوی اور اینگلس کے اصرار پر انہوں نے کئی بار کارلوی دیوہ کے معدنی چشمے سے استفادہ بھی کیا۔ لیکن پھر ۱۸۸۱ء میں ان کی جیساں ٹھکانے کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔

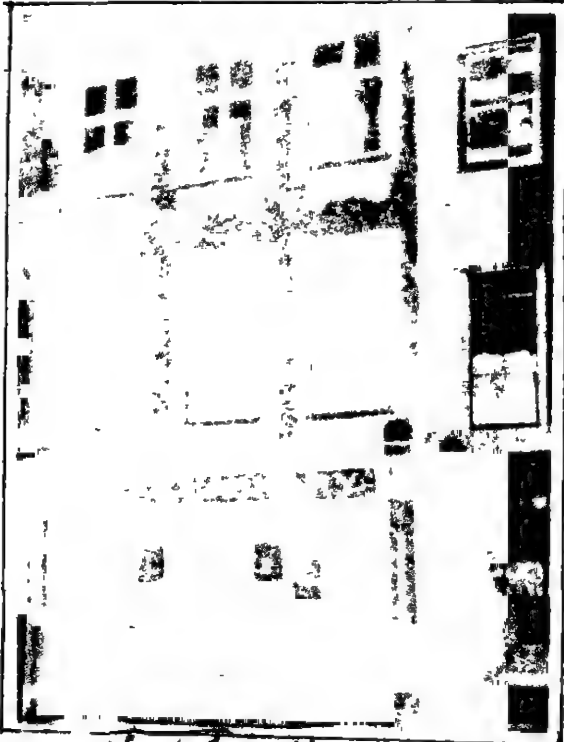
۲ دسمبر ۱۸۸۱ء کو ماکس کو بہت ہی شدید عہدہ پہنچا۔ کیونکہ ان کی طبیعتی کا انتقال ہو گیا۔ اینگلس نے ان کے جائزے پر جو الفاظ کہے تھے وہ اس خاتون کی زندگی کی مصونیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ اینگلس نے کہا تھا: "اس زندگی نے جو انتہائی واضح اور تنقیدی ذہن کا، اتنی دلوں، انجمنوں، خواتین اور اپنی ذات سے اتنی بے اعتنائی کا ثبوت فراہم کر رکھا ہے انقلابی تحریک کے لئے کیا کچھ کیا ہے وہ نہ تو سامنے آیا ہے اور نہ ہی افکارات میں اس کی تشہیر ہوئی ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا علم صرف ان لوگوں کو ہے جو ان کے ساتھ رہتے تھے اگر کوئی خاتون ایسی تھیں جو دوسروں کو خوش دیکھ کر ہی خوش رہتی تھیں تو بلاشبہ وہ یہی خاتون تھیں۔"

بعد کے مہینوں میں ڈاکٹروں کے مشورہ پر ماکس نے معتدل آب و ہوا والے کسی ایسے مقام کی تلاش شروع کی جہاں وہ اپنی صحت کو بحال کر سکیں چنانچہ دھارمیرس گئے اور کچھ دنوں تک جنوی فرانس میں بھی قیام کیا لیکن دوبارہ لندن واپس آئے۔ ان کی حالت ایک بار پھر خراب ہو گئی۔

۱۸ جون ۱۸۸۱ء کو ان کی سب سے بڑی بیٹی کی اچانک موت نے ان کی گرفتاری صحت پر ایک اور ضرب کاری لگائی۔ اور ۱۴ مارچ ۱۸۸۳ء کو

لندن ماکس اپنی آرام کر سی پر ہمیشہ کے لئے سو گئے۔

کارل ماکس کی شخصیت آج بھی ہمارے عہد کے انقلابی لہروں کی منبع اور سرچشمہ ہے ایک عہد کے گزر جانے کے بعد بھی ماکسزم کی افادیت اور اہمیت آج بھی جوں کی توں برقرار ہے۔ تاریخ نے ماکس کی ایک لافانی یادگار تعمیر کی ہے اور یہ ہے اشتراکیت کا عالمی نظام، جو ان کے تصورات کا غلی پکر ہے۔



لندن کا وہ مکان جو ۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۳ء تک ماکس کی رہائش گاہ رہا



ماکس اور اینگلس مزدوروں کے درمیان



مارکس، ہیک کا نفرنس میں تقریر کر رہے ہیں
(ایک پینٹنگ پر مبنی)

ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا
تم نے حق کہہ کے سردارِ نیادت کی ہے
تم نے دشمن کے قدم روکے ہیں میدانوں میں
تم نے قائم کئے ہیں غلط انسان کے سوتوں
تم نے پیدا کیلئے حوصلہ انسانوں میں
ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا

وقت کے دھارے کو بدلنا ہوگا — اکرام سہیل —

ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا
اپنی محنت کا صلہ آج بھی تمہیں جاتا ہے
ریزٹروں، چوروں، لیٹروں کی بھائی ہے یہاں
زندگی کیسی غسریوں کی جتنے جاتے ہیں
جیسے افلاس کی بازی ہوئی لاشیں بے جاں
ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا
یہ ہے بازار جہاں علم دھنسا رہا ہے
غفٹیں بکتی ہیں، ناخوش جی بکتی ہے
تھے معصوم نہتے لوگ اب بھی سودا ہے ردا
دل کے بازار میں آواز سخن بکتی ہے
ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا
تم نے طوفانوں کے رخ پھردیئے ہیں اکثر
تم نے موڑی ہے کلائی گئی زبرداریوں کی
تم نے توڑا ہے غلامی کا جوا طاقت سے
تم نے ٹھوکر سے اڑائی ہے گلاہ مشاہی

قصے اور واقعات

جو تعلیمات و محاورے اور ضرب المثل بن گئے

ڈاکٹر ادیس احمد

قرآنی آیات، احادیث، داستانیں، مذہبی عقائد، عام فرضی قصے اور افسانے ان کا مدار و ماخذ رہی ہیں۔

ذیل میں چند تعلیمات، ضرب المثل و محاورات کی تاریخی و اصلیت بیان کی جا رہی ہے جو کسی نہ کسی واقعہ کے نتیجے میں ظہور میں آئی ہیں۔

ہنوز دلی دور (است)۔ یہ مثل ایسے موقعوں پر بولی جاتی ہے جب حصول مقصد میں کافی دیر ہو، یا مشکل درپیش ہو۔ اس کی اصل اور بنیاد کے متعلق دو روایتیں مشہور ہیں۔

(۱) غیاث الدین تغلق تاج الدین حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے عداوت رکھتا تھا۔ نکال کی ہم سے دہلی کے وقت اس نے حضرت سے کہا: بیجا تھا کہ میرے پہنچنے سے پہلے آپ دہلی خالی کر دیں حضرت نے یہ سن کر کھانے سے صرف اتنا کہا کہ بابا ہنوز دلی دور است، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور غیاث الدین تغلق کو دہلی میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا اور وہ دہلی کے قریب افغان پور میں قعر تغلق میں دب کر مر گیا۔

(ب) ایک دوسری روایت یہ بھی مشہور ہے کہ جہانگیر نے ایک مرتبہ وزیر جہاں کے پاس جو دلی میں تھی کوئی پیام فوری طور پر بھیجنا چاہا ایک قاصد تیز رفتار اور جہیزہ دفا داری و جان نثاری سے سرشار نے اس کام کو انجام دیے گا۔ بیڑہ اٹھایا کہ میں ایک ہی روز میں لاہور سے دلی پہنچ کر جہاں پناہ کا پیام پہنچا دوں گا اور دوسرے دن جواب لا کر پیش کر دوں گا چنانچہ تیز رفتار گھوڑے پر رواں ہو کر شاہی دلی کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں ایک سرائے میں ایک بڑھیلے آسٹھنے مسلم کیا: ماں! یہاں سے دلی کتنی دھڑ ہے؟ بڑھیلے جواب دیا: توج دلی دور توج کے صفی دلی کی زبان میں خدا نہ کرے! کے ہیں قاصد یہ سمجھا کہ اس نے کہا ہے۔ ہنوز دلی دور! اس صدمے سے وہ اسی وقت چھوڑ کر پڑا اور جان بحق ہو گیا۔

علم کلام میں تعلیمات، محاورے، ضرب المثل اور اصطلاحات کا استعمال ہر زبان میں انسانی تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا ہے یہ ہر زبان کے لیے رہنمائی قیمت سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور زبان و بیان کو خوبصورت اور موثر انداز بخشتے ہیں۔ زبان کی ترقی کے ساتھ ساتھ تہذیب نئے نئے محاورے اور تعلیمات کا اضافہ ہوتا رہتا ہے دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانیں تعلیمات کے خزانہ سے سرشار ہیں۔ ان سے ہر زبان کی تدریج ترقی، اس قوم کے مذہبی عقائد ان کی معاشرتی و ملی زندگی، تہذیب و تمدن حتیٰ کہ ان کا تمام ماضی نمایاں ہو کر سامنے آجاتا ہے اور جس طرح قوموں کے تہوار ان کو زندہ رکھنے کے لئے کافی حد تک مددگار ثابت ہوتے ہیں اسی طرح تعلیمات و محاورات اس قوم کی عظمت و شوکت کی نشان دہی کرتی ہیں۔

امریکہ کا مشہور اخبار پر داز، آسٹورن، لکھتا ہے کہ تعلیمات و محاورات ہمارے قوم کے نشان میں جو ہمیں اپنے آباء و اجداد کے خیالات، ادہام، رسم و رواج اور واقعات و حالات کا پتہ دیتے ہیں۔

تعلیم اصطلاح میں اس صنف کا نام ہے جس سے نظم و اثر میں انسان کے طور پر کسی افسانے، قصے یا واقعہ کا اس طرح ذکر کیا جائے کہ بغیر اس کی تفصیل جاننے کلام کا لطف حاصل نہ ہو جیسے حسن یوسف، دم غیسی، یہ بیضا داری، آنچہ فویاں ہم دارند تو تنہا داری۔ جب تک حسن یوسف، دم غیسی اور یہ بیضا کی تشریح فہم میں نہ ہو، شعر کا صحیح لطف حاصل نہیں ہو سکتا۔

محاورے و ضرب المثل کے لئے لازم نہیں کہ کسی خاص واقعہ پر مبنی ہوں مگر اکثر و بیشتر ان کی کسی نہ کسی واقعہ پر ہی مبنی ہوتی ہے یا پھر کوئی فرضی واقعہ یا داستان ان سے منسوب کر دی جاتی ہے۔

اردو محاورے، عربی میں محاورے و تعلیمات کثرت سے ملتے ہیں تیار کی واقعات

جائزے جیہ ستا تو اس کو بہت رنج ہوا اس نے قاعدہ جان نثار کی شاندار قبر
نوا دی جو کہا جاتا ہے کہ دلا کے پانچ کو لے کے قاعدہ پر اب بھی موجود ہے۔ قدر
فرماتے ہیں۔

دیکھئے درودِ حشر کی زندہ دل کو دکھیاں
داغِ زبانِ دلاک ابھی دلی دوس ہے

احمد علی۔ اردو میں یہی نام اور سست آدمی کو کہا جاتا ہے۔ یہاں
نقطہ اختلاف ہے اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اکبر کے ایک قسم کے
منصب دار اس لقب سے موسوم تھے یہ لوگ باقاعدہ فوج میں توشا نہ دیتے
تھے مگر ان کو فخر میٹھے تھوڑے تھے اور ان کا کام سرکش اور نام نہاد زینداروں
سے لگانا وصول کرنا تھا یہ لوگ جہاں جاتے، لگان کی رقم وصول کر کے ہاتھ
حتی کہ دہی باتوں کی وجہ سے دہ کا دل اور سست ہو گئے۔ اسیر کا شعر ہے
ہل نہیں سکتے ہیں مسند سے ذرا بھی ستم
وہریں میں نہ گئے جاتیں یہ آرام پسند

تانا شاہ، تانا شاہی تنگی زبان میں تانا بچہ کہتے
ہیں۔ دیکھئے بادشاہ ابوالحسن

کی باتیں بھی بچوں کی کا تھیں اس لئے وہ تانا شاہ کے نام سے مشہور ہے
کنا یہ ایسے شخص کہتے ہیں جو بہت سخت مزاج اور آمرانہ روتہ رکھتا ہو
تانا شاہ ہی ایسے حکومت کو کہا جاتا ہے جہاں آمریت ہو اور بادشاہ دھمایا سے
خافل ہو۔ ابوالحسن تانا شاہ اورنگ زیب کا ہم عصر تھا یہ اتانا نازک مزاج
تھا کہ آگے بچے پان نہیں کھایا اور نہ کبھی عطر لگایا۔ دوسرے لوگ پان کھا کر اور
عطر لگا کر مس کے سامنے بیٹھ جاتے اور وہ خوشبو سے لطف اندوز ہوتا تھا
دکن کی فتح کے بعد جب اورنگ زیب نے اس کو قید کر لیا اور اس سے پوچھا کہ وہ
اپنے قتل کے لئے کون سا طریقہ پسند کرتا ہے تانا شاہ نے جواب دیا کہ میری خواہش
کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ کوئی شخص میرے قریب سے بیٹے اور کثیف کمزوروں میں
گزر جائے۔ چنانچہ اس کے پاس ایک سیلی گولی گوری بھی گئی تو اس کا دماغ پھٹ
گیا اور وہ فوراً ہی مر گیا۔

تانا شاہ کیا، یار پرنازک مزاجی قسم ہے
عطر منڈل کا جو سوتا تھا در دوسرے لگا

گھر کا بیل دی لٹکا ڈھلے
مہر ظاہر ہے، لگا کاراجا دل
جیہ ستا جی کو زبردستی لے گیا تو

ہام چند جتنے حکما پر چڑھا کی تاکہ ستا جی کو مارنے کی قید سے چھڑائیں۔ زیادہ
جنگ میں راون کے بھائی دھیش نے راجہ رام چندر جی کی بہت مدد کی۔

دھیش کو یہ درد ان کا جوا تھا کہ اس سے کوئی غلط کام سرزد نہ ہوگا اسی
وجہ سے راون سے اس کا بھگڑا رہتا تھا اور اس نے ان کو کام مراعات
سے محروم کر دیا تھا دھیش اڑ کر کیلا شا گئے اور شیواجی کی ہدایت پر وہاں
آکر رام چندر جی کا ساتھ دیا اور وہ تمام راز رام چندر جی کو بتائے جن کے بغیر لٹکا
فوج کرنا دشوار تھا راون کی شکست اور حکومت کے بعد لٹکا کی حکومت
رام چندر جی نے دھیش کے حوالے کر دی تھی اسی سلسلہ میں یہ شہر مشہور ہے۔

جان بیل (درپچا سام)۔ اجاروں اور کارٹونوں میں عام طور پر
امریکہ کو پچا سام اور انگریزوں کو جان

بیل کے فرضی نام سے ظاہر کیا جاتا ہے کہے ہیں ایک انگریز عالم نے تسلیم میں
ایک کتاب لکھی تھی اس میں ایک فرضی شخص جان بیل میں ان اٹھکان کی تمام قویاں
تھیں۔ یہ شخص ان کے تھیں۔ یہ مقبول ہوئی کہ انگریزوں کو جان بیل کہا
جاتا ہے۔

پچا سام (درپچا سام) امریکہ کا کارٹون نام ہے کیونکہ یوناٹم
سیٹس اور انکل سام دونوں کا غنجدی لٹا ہے اس لئے مزاحیہ کارٹونوں
میں عام طور پر امریکہ کو انکل سام لکھا جاتا ہے امریکہ کا یہ نام پڑنے سے متعلق ایک
دوایت مشہور ہے کہ ۱۸۸۰ء میں امریکہ نے ایک شخص البرٹ انڈرسن

(ELBERT ANDERSON) کو فوج کی رسد رسائی کا ٹھیکہ دیا تھا۔

اور ایک دوسرے شخص سیمون ولسن کو گران مقرر کیا تھا۔ سیمون بہت سخی
آدمی تھا تمام لوگ خاق میں انکل سام کہا کرتے تھے ٹھیکہ دار نہ کو جب یہ
کا صندوق حائل کے لئے پیش کرتا تو سیمون کی عادت تھی کہ بجائے پورا نام
نام لکھنے کے کہ B. W. لکھ کر اپنے دستخط کو دیا کرتا تھا۔ B. W. سے مراد البرٹ
انڈرسن اور B. سے یوناٹم سیٹس تھا جب کوئی سیمون سے B. W. کا
مطلب پوچھتا تو وہ مذاق میں کہہ دیتا، انکل سام رفتہ رفتہ یہ مذاق عام ہوا کہ
اخبارات میں بھی پھیل گیا اور امریکہ کا کارٹون نام انکل سام پڑ گیا۔

تیس مارخان۔ بزدل اور ڈرپوک آدمی اگر باوردی دولا دی کاٹو
کرے تو اسے فٹرا تیس مارخان کہتے ہیں۔

کہتے ہیں ایک سیاہی زادہ بہت دماغ سے بھرا تھا جب ساری
پونجی ختم ہو گئی تو تاسخ حاش پر مجبور ہوا چلے وقت یہی کہتے تھیں تو بونا کر دیئے

یہ لڑو کھانے وقت کے وقت بلانے تو ان کو کوڑے وقت ایک زہر ملا
سانپ بھی کنگیا تھا جو اتفاق سے ادا کھلی میں بیٹھا ہوا تھا دونوں اس
بات سے بے خبر تھے کہ یہ لڑو زہریلے ہیں۔

کئی میل چلنے کے بعد سپاہی زادہ کو بھوک عسوس ہوئی تو اس
نے سایہ میں بیٹھ کر لڑوؤں کی پوٹلی کھولی اتفاق سے اسی وقت کہیں سے
تیس ڈکڑے نکلے انہوں نے سپاہی سے لڑو چھین لئے اور ایک ایک بانٹ
لیا اور وہیں بیٹھ کر کھا گئے لڑوؤں کا کھانا تھا کہ وہیں سب لوٹ پرست گئے
سپاہی زادہ نے جب یہ اجراء دیکھا تو سب کے ناک کان کاٹ لئے اور زمان
میں باخود کر کے روڈ نہ ہو گیا جب وہ ایک شہر میں پہونچا تو وہاں کے دستور
کے مطابق وہاں کو راجہ کے سامنے پیش کیا گیا اس نے غریب طور پر اپنے باپ
دادا کے کارندے یاں کر کے ڈاکوؤں کو قتل کرنے کی فریاد داستان سنا
اور ثبوت کے طور پر ناک کان پیش کئے وہ ڈاکو بہت سے قاتلوں کو لوٹ
چکے تھے اور ان کی گرفتاری پر برا انعام تھا۔ راجہ نے جب یہ سنا تو بہت خوش
ہوا اور سپاہی زادہ کو انعام و اکرام دیکر قریب میں رکھ لیا اور ساری ریاست
میں وہ تیس ماہ خاں کے نام سے مشہور ہوا۔

حیدر علی کھیر۔ مشکل کام کو ترسی کھیر کہتے ہیں۔ ایک
نا بیٹا سے کسی نے پوچھا۔ حافظ جی! کھیر کھاؤ گے؟ اس
نے کبھی کھیر نہیں کھائی تھی۔ اس نے پوچھا۔
بھائی کھیر کیسی ہوتی ہے؟ جواب ملا سفید بگے
کی طرح ہوتی ہے۔ حافظ جی نے پھر پوچھا۔ بگلا کیسا ہوتا ہے؟
اسی نے ایسے ہاتھ کو ٹیڑھا کر کے بتایا۔ ایسا ہوتا ہے
حافظ جی نے ہنسنے لگا کہ عسوس کیا۔ اور کہا
نہیں کھائی! یہ تو بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ ہم سے
نہیں کھائی جائے گا۔

حسن یوسف۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے حسن سیرت
کے ساتھ ہی پناہ حسن صورت بھی عطا کیا تھا۔ عزیز مدبر کی
یہ زندگی خود بخوبی حسن تھی مگر حسن یوسف پر رشید اور نفیسی تھی اور کسی طرح عشق
۳۳

سے دستبردار ہونے کو آمادہ نہ تھا جب زیادہ چڑھا ہوا تو شاہی خاندان کی
عورتوں نے بھی حسن و شہینہ شروع کوئی کہ ترنیا کہتے جے جابے کہ ایک کم
حیثیت غلام کے عشق میں گرفتار ہو گئی جب ترنیا نے یہ سنا تو استغام کی کھائی
اور سب کو دعوت دی جب سب دسترخوان پر بیٹھ گئیں تو ترنیا نے ان کے ہاتھ
میں پھل کاٹنے کی ایک ایک چھری دیدی جب وہ تربخ کھٹے لگیں تو ترنیا
نے یہوسف کو بھی وہاں بلا لیا۔ جمال یوسف دیکھ کر تمام غور میں مہو رہ گئیں
اور چھریوں سے تربخ کھٹنے کے بجائے انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور
کہتے لگیں کون کہتا ہے یہ انسان ہے۔ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے ترنیا بولی
یہی وہ غلام ہے جس سے عشق کے لئے تم مجھے مطعون کر رہی ہو۔

سب رقیبوں سے ہوں نا خوش پر زمان مہر سے
ہے ترنیا خوش کہ عموماہ کفناں ہو گئی

دم عیسیٰ۔ دم عیسیٰ کی تلخ حضرت عیسیٰ کے ایک معجزے کی طرف اشارہ
کرتی ہے خدا تعالیٰ نے ان کو بہت سے معجزے عطا فرمائے
تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ کے پھونک مارنے سے مٹی کے جالوں
میں جان پڑ جاتی تھی ایک بار قوم کی ہڈی اور اہر پر آپ نے مٹی کا ایک ٹکڑا
تایا تھا اور پھونک مار کر اسے زندہ بخشی تھی اسی وجہ سے اس مرعہ عیسیٰ کہا
جاتا ہے اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ "قد جاذن اللہ" کہہ کر مردوں کو زندہ کر
دیتے تھے۔

مر گیا حدید یک جنبش لب سے غالب

نا توانی میں حریف دم عیسیٰ نہ ہوا

ید بیضا اور عصای موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ
نے بہت سے معجزے عطا کئے جن میں
یہ بیضا اور عصا موسیٰ بہت مشہور ہیں حضرت موسیٰ کے پاس بحریاں ہلکنے
کا ایک کڑی تھی جب وہ زمین پر ڈال دیتے تھے تو وہ فدا کے حکم سے ایک
حبیب اژدہا بن جاتی تھی اور جب ہاتھ میں پکڑ لیتے تھے تو اپنی اسی حالت پر
وٹ آتی تھی۔

یہ بیضا کے معنی روشن اور منور ہاتھ کے ہیں حضرت موسیٰ جب اپنی بیٹی
سے حسن کر کے ہاتھ باز ملاتے تو ان کی ہتھیلی آفتاب کی مانند چمکنے لگتی تھی حضرت
موسیٰ کے زیادہ عظمت میں فرعون نے ایک بار امتحان لیا تھا ایک ٹشت میں چوڑی
اور دوسرے ٹشت میں دیکھتے ہوئے انکار سے لاکھان کے سامنے رکھ دیئے تھے۔

حضرت مولانا قزاقی اللہ سے لکھا کرتے تھے کہ میں نے جس کو وہ
نے بنا دیا ہے لکھتے ہیں اور پہلی پر سیدہ فارغ ہو گیا اسی سیدہ خان
کے لئے تھا لہذا یہ جہان کے بچوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

حسن یوسف، دم فیس، یہ بیٹا دلو
آپ کے خیران ہمہ دار نہ تو تھا داری

(امام رضا من) کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
میں غلیظہ وقت مومن و مشید سے کربائے علی علیہ السلام
پر سخت پابندی لگا دی تھی لیکن ایسے لوگوں کے لئے جو زیارت کے مشاق
ہوتے نام علی رضا کین و ضامن ہو جاتے تھے اس نسبت سے آپ کو امام
ضامن کہا جاتے تھا لہذا مسلمان عورتوں کا عقیقہ ہو گیا کہ جب کوئی سفر پر
روانہ ہو یا شاہی باہ کی رسم کے لئے جا رہا ہو تو امام صاحب کے نام سے مدد پر
دفعہ یا کوئی اللہ سے باز پر پڑھتے ہیں تاکہ مراد کو پہنچے چنانچہ مقصد پورا
ہو جاتے ہوس روپے کو سیدوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

تاریخ کا خزانہ کہا جاتا ہے کہ قاری حضرت موسیٰ لاچا
زاد بھائی تھا اس کو علم کیا سے واقفیت

تھی جس کے ذریعہ میں نے بڑا خزانہ تیار کر لیا تھا۔ اس خزانے کی کنیاں چالیس
فجروں پر لاد دی جاتی تھیں حضرت موسیٰ نے اسے زکوٰۃ دینے کا تلقین کی لیکن
اس نے ایک نہ سنی بلکہ حضرت موسیٰ کو تہان لگا کر بحلیت پہنچائی چاہی پھر انارڈ
فرز کھانے کے لئے اپنا سارا خزانہ لے کر حضرت موسیٰ کے سامنے سے اکرنا ہو
کر چاہا پھر خدا کے حکم سے زمین شق ہو گئی اور قارون اپنے خزانے کے ساتھ
زمین میں دفن ہو گیا۔

دستہم۔ ایران کا نام پہلوان تھا اس کا لقب تہمتی تھا یہ زالی لایا
اور سام کا پوتا تھا۔ اس کا بیٹا سہراب بھی مشہور
پہلوان تھا جس کو دستہم نے دھوکے میں قتل کر دیا۔ بعد میں اس کے سوتیلے بھائی
شفا دے اس کی دھوکے سے جان لی اور وہی لاشا تہا بد رستم کی بہادری
کو داستانوں سے بھر ابرو ہے کیونکہ بد رستم کے باپ زالی کا نام داستان بھی ہے
اس خط اس کے رستم داستان بھی کہا جاتا ہے۔

میں و سیکوری دولت فیر تہرہ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے ساتھ
سمندر پر کر کے تہی دلو میں

پہنچے تو ان کی لاش کھانے کے طلب گار ہوئے تھے خدا نے ان کی جانب سے

دوسری بھیجا جن سفید لڑکے کا لڑکے کا طرح شہم کی صحبت میں آسمان
سے گرا ہوئی ایک چیر تھی جو نہایت شیریں طوے کی تھی تھی سلی بیرون
کی مانند پڑے تھے جن کے فضل کے قول تیز ہوئے تھے جن کو میں دگر میں پر
اترے آمد اور ادھر پہنچا جلتے تھے۔ بنی اسرائیل ان کو پکڑے اور بھون کر
کھاتے۔ لیکن بنی اسرائیل نے شکایت کی کہ وہ ایک ہی طرح کے غذا کھاتے کھاتے
اتنا لے میں پھر انہوں نے من و سلی کو بچ کر تا خود کھانا کھانا پھر یہ تھیں نازل
ہوئی بند ہو گئیں۔

مردود، (الشیخ مردود، اگر ابراہیم، اذر خلیل اللہ، مادہ خلیل

حضرت ابراہیم خدا کے بلند مرتبہ پیغمبروں میں سے تھے خلیل اللہ ان
کا لقب تھا عام طور پر ان کے والد کا نام آذر بتایا جاتا ہے کچھ مؤرخین کا خیال ہے
کہ آذر ان کے چچا کا نام تھا آذر بہریت تراش تھا حضرت ابراہیم خدا پرست
تھے اور خدا کو ایک ملتے تھے چنانچہ آپ نے بت پرستی کا مخالفت کی اس
مخالفت کے نتیجے میں حاکم وقت غزوئے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالوا دیا۔
خدا کے حکم سے وہ آگ ٹکڑا رہی گئی اور ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

نار مردود کو کیا گلزار

دوست کو یوں بکالیا تو نے

خدا نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو قربان کر دیا
حضرت ابراہیم اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو خدا کی راہ میں ذبح کرنے کے لئے
تیار ہو گئے لیکن جب انہوں نے ذبح کیا تو خدا کے حکم سے ان کی چھری کی بجائے
اسماعیل کے بجائے ایک دنبہ ذبح ہوا اور اس طرح عید قربان کا تہوار نام
ہوا۔ حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے حضرت سارح سے حضرت اسحاق اور حضرت
ہاجرہ سے حضرت اسماعیل۔ حضرت اسحاق کی نسل بنی اسرائیل کے نام سے کھان
و مصر میں پھیلی اور حضرت اسماعیل کی نسل عرب میں پھیلی حضرت محمد صلی اللہ علیہ
بھی حضرت ابراہیم کی نسل ہی میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم مدد و رہبان
تھے اسی بنا پر نامہ خلیل مشہور ہے۔ حضرت ابراہیم کا لقب خلیل اللہ ہے
خدا کے پیغمبر دلی مدی

قدیم مصر پر جنوبی ملکوں کے اثرات

مصر سے تعلق ماہرین اکثر یہ کہتے ہیں کہ مصر دریائے نیل کے کنارے واقع ہے اور دریائے نیل ایک افریقی ندي ہے ان ماہرین نے بحیرہ روم کی تہذیب اور بائبل کے مطالعے سے مصر کے بارے میں جاننے کی کوشش کی ہے۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ مصر کے ایشیائی اور شامیوں سے تعلقات تھے لیکن گزشتہ چند برسوں سے یونان اور سوڈان جیسے جنوبی ملکوں کی اہمیت اور ان کے اثرات کو قبول کیا جانے لگا ہے۔

شمال مشرقی افریقی ملکوں کی طرف سے بنائی گئی بہت سی تہذیبی مصر کی قدیم تہذیب سے کافی حد تک ملتی جلتی ہیں۔ دریائے نیل کے آس پاس ملنے والی چٹان پر اوقیانوس سے لیکر بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی تہذیب و تمدن سے مشابہت رکھتی ہیں۔

یونیا کا پہلی بار ۱۹۳۶ء میں مطالعہ شروع کیا گیا۔ یہ بات یاقوت انوسس کے کہ آسوان پر باندھ جانے والے کے سبب یونیا کا بیشتر حصہ اس وقت زیر آب ہے۔ یونیا کی اذر کی طرف سوڈان ہے اب ہمیں یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو گئی ہے کہ وہاں مصر کے لوگوں نے اپنی ایک بہت بڑی مملکت بنائی تھی اور انہوں نے ساحل کے نزدیک کافی عمارتیں بھی تعمیر کی تھیں۔

توہن سوم اور رامسس دوم دونوں کا یونیا کے قریب کے طور پر احرام کیا جاتا ہے اور ابوسمیل کے مشہور متاور کا ایک علاقہ پر جادو جیسا اثر پڑا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی بڑی عمارتوں کو خاص جنوب کی طرف رکھا جاتا تھا یہ درست تھا کہ مصر کو کوئی خطرہ ہو سکتا تھا اور اس وقت اس طاقت کا سامنا کرنا بہت اہمیت رکھتا تھا۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تہذیب کو پھیلا یا یہ خاص طور پر مقامی روایات پر مشتمل تھی۔ حالانکہ اس میں استعمال کیا گیا بیشتر سامان مصر کا ہی تھا۔ اس تہذیب کا سلسلہ از ۱۹۵۰ء سے قبل مسیح سے لے کر ۴۰۰

۳۲۰ء تک میراٹک مملکت نیل ندی کے وسطی علاقہ کی ایک بڑی طاقت بنی رہی جو طوم سے لے کر چاڈ تک اور اس سے بھی آگے تک مغربی افریقہ تک اسے ایک بڑی طاقت تسلیم کیا جاتا تھا۔

رامسس کی حکمرانی سے ۱۲ برس قبل ابوسمیل کے متاور کی تعمیر سے پہلے امین ہویتب سوم کے زمانے میں دو مندر تخریب ہو گئے۔ صولیب اور مڈے ونگ میں بھی امین ہویتب سوم کے مشہور مندر تھے۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۰ء تک سال تک بائبل جیو جی اور مین فرانسس نے ان متاور کے سلسلہ میں تحقیقات کا کام کیا۔ تحقیق وجہ جو کہ نتیجے میں جامع اور مفصل رپورٹ تیار کی گئی جو اب تک شائع نہیں ہو سکی ہے اس دستاویز سے ہمیں کافی معلومات حاصل ہوئی ہے۔

علاوہ انہی اس قدیم مملکت کے بارے میں بھی ہمارے پاس ۲۵۰۰ ق م پرانے دستاویزات ہیں بعض دستاویزات کا تعلق دیگر مملکتوں سے ہے ان دستاویزات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ لگ بھگ ۹۰۰ ق م میں مصر کی راجدھانی یوباسیس تھی۔ صولیب کا مندر ۱۲۰۰ ق م کے زمانے کا ہے اس طرح ان دستاویزات سے تاریخ کی متعدد عجیب و غریب باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

صولیب کے مندر میں ایک بہت بڑا ہال بھی ہے شمال کی جانب ایشیائیوں کی کچھ شکلیں بنی ہوئی ہیں ان کی مدد سے امین ہویتب سوم کے دور کی مغربی ایشیائی لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے جنوبی جانب افریقیوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ ایشیائی اور کالے لوگوں کی ان شکلوں میں ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں یہ شکلیں دنیا میں مصر کی طاقت اور قوت کی علامت مانی جاتی ہیں۔

اسے متعدد رسائل کی وجہ سے مصر نے صرف زیادہ طاقتور بن گیا بلکہ

حقیقہ:۔ کارل مارکس اور ہندوستان

مطلقاً و لغات حکومت قائم کرتے ہوئے کامیابی ملی۔ لیکن یورپی فکرو افول اور مقامی استعمال پسندوں کے سخت خلاف تھے۔ انہوں نے زمینداروں، تحصیلداروں اور شیعہ کاروں کے، جو غریب کاشت کاروں کا استعمال کرتے تھے، اٹالیا، طرز عمل پر شک پیدا کیا۔

ہندوستان کے مستقبل کی پیش گوئی۔ - اگس نے ہندوستانی تاریخ اور ہندوستانی ثقافت کی انوکھی نوعیت کو زیرِ غور رکھنا ان کی تحریر کے سرسری مطالعے سے کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں ایلدیلوپ میں زندگی کے چنیا دیگر مخلوق کا موازنہ کیا تو اس وقت انہوں نے ایشیا کو، یورپ کا مشرق کو مغرب کا ہم وزن بتایا۔ لیکن غامض تجربہ کرنے کے بعد ہمیں یہ بات معلوم ہو گی کہ اگر کہنے نے ہندوستانی تاریخ کو عالمی تاریخ کی جزو لانیک قرار دیا۔ انہوں نے ان طریقہ کار کو اپنی تجربہ کا نشانہ بنایا جو ہندوستان کے دیگر ملکوں کے ساتھ ابھرتے اور بڑھتے چھٹے رشتہ کی حکاسی کرتے ہیں۔ اگس کو عالمی تاریخ کی ترقی کے طریقہ کار اور مقامی و علاقائی تاریخ کے عالمی تواریخ کے ساتھ ضم ہونے کے طریقہ کار سے دلچسپی تھی۔ مغربی تاریخ نویسوں نے مغرب اور مشرق کے درمیان فرق کو ایک حقیقت کی طرح تسلیم کر لیا تھا آج بھی بہت سارے مغربی تاریخی دان اور سیاست دان کے یہی خیالات ہیں اور اس طرح وہ سب عالم جدید کی ترقی کی خصوصیات کو تو ذرا رد کر رہیں کہتے ہیں۔ اس دوران ۱۹ ویں صدی کے وسط میں کامل اگس نے مغرب اور مشرق دونوں کی علاقائی تاریخ کے دھماخہ کو توڑنا شروع کیا اور اس کے نتیجہ میں مغرب اور مشرق کے درمیان تاریخی فرق آہستہ آہستہ ٹٹا گیا۔ اگس نے ہندوستان کو عالمی تاریخ کا ایک اہم جزو قرار دیا ●

[illegible]

میرڈیک زبان کی لغت اور اس کی شعلی ایجنسی تک ایک راز بنی ہوئی ہے لیکن تبصہ ہمارے پاس اس دور کی تقریباً ایک ہزار کتابیں موجود ہیں ان کتابوں کا دور سے اس دور کے بارے میں کافی معلومات اور جانکاری حاصل ہوئی ہے۔ عین صحت سے مطالعہ چند برس قبل شروع کیا تھا اور یہ تبصہ بھی میرے لئے ایک راز بنی ہوئی ہے ایسی تک اس زبان کے بارے میں بہت سے مفروضے قائم کر چکا ہوں ایک مرتبہ کتاب کا ایک سبق درج کر لینے کے بعد میں اپنے کمپوٹ سے یہ سوال معلوم کرتا ہوں کہ زبان کے کوئی کون سے الفاظ دقیقہ دقیقہ سے بار بار استمال ہونے والے الفاظ سے ملتے ہیں اس طرح میں نے بڑے بڑے شہر و لاکے اشاعت اداروں خصوصی اداروں وغیرہ کی ایک طویل فہرست مرتب کر لی ہے عین بہت سے دیوانی دیوتاؤں کا بھی پتہ لگنے میں کامیابی حاصل کہے میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ ان کے عبارت سے کیا طور طریقے تھے۔

ہم جس چیز کی تلاش میں ہیں وہ کچھ اسی طرح ہے کہ میری ملک خدا کی
تشریف آوری ملک زبان کے علاوہ معری اور یونانی زبانوں میں بھی لکھی ہوگی
یہ ہمارے سابقہ مسائل کا ایک الٹا کھل چکا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ نیا میں سوڈان
میں یہ ممکن ہو کہ ہمارے وہ مسائل حل جائے گا جس کی ہمیں تلاش ہے لیکن ہمیں ہے
اس مقصد کے حصول کے لئے اس علاقے میں کھولنی جاری رکھنی ہوگی۔

سب گنہگار ہے خدا کی قسم
عشق داخل اگر گناہ میں ہے

..... شاکر گلزار

کوئی پوچھے تو ایک بات کہوں
مشق و فنیہ ہے گناہ نہیں

فرمان محمد علی پوری



کل ہند نابیناؤں کی رہا، کے ہفتے میں وزیر اعلیٰ شری جیوٹی یا سر،
نابینا قسطنطنیہ دیتے ہوئے ۔

AQHREBI BENGAL

15th April

Rept. No. WB/CC-52

Vol. No. 8

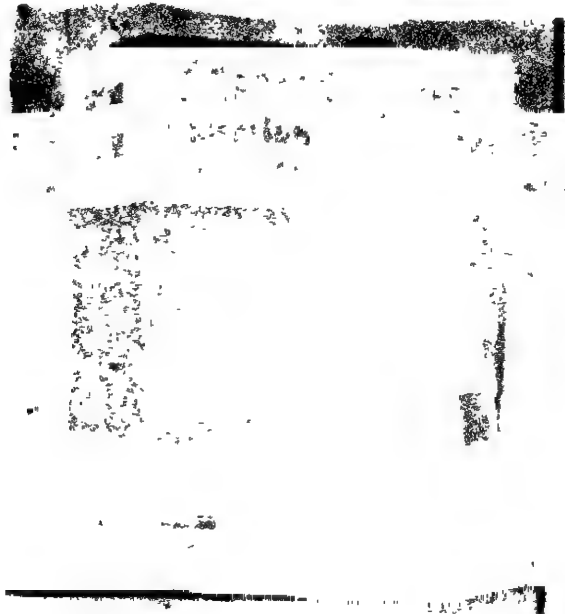
PRICE-12 Paise



لندن کے ہائی گیٹ قبرستان میں کارل مارکس
کی یادگار

کیونٹ پارلیمنٹ میں فیسٹ کے پہلے
ایڈیشن کا سرورق

لینن، ۱۹۱۷ء کو مارل مارکس اور
انگلش کی یادگار کتاب کشا کر رہے ہیں



مغربی بنگال

یکم مئی ۱۹۸۳ء

44
A. 82
18-6-83



دستبرایہ دایوں کی نجات
نہ مقام کا جو رہے جا رہے
زمانہ وہ جلد آنے والا ہے جس
کسی کا نہ محنت پہ دعویٰ رہے

پندرہ ماہ سہ ماہی

شرح خریداری

مغربی بنگال حکومت

قیمت :-
سالانہ

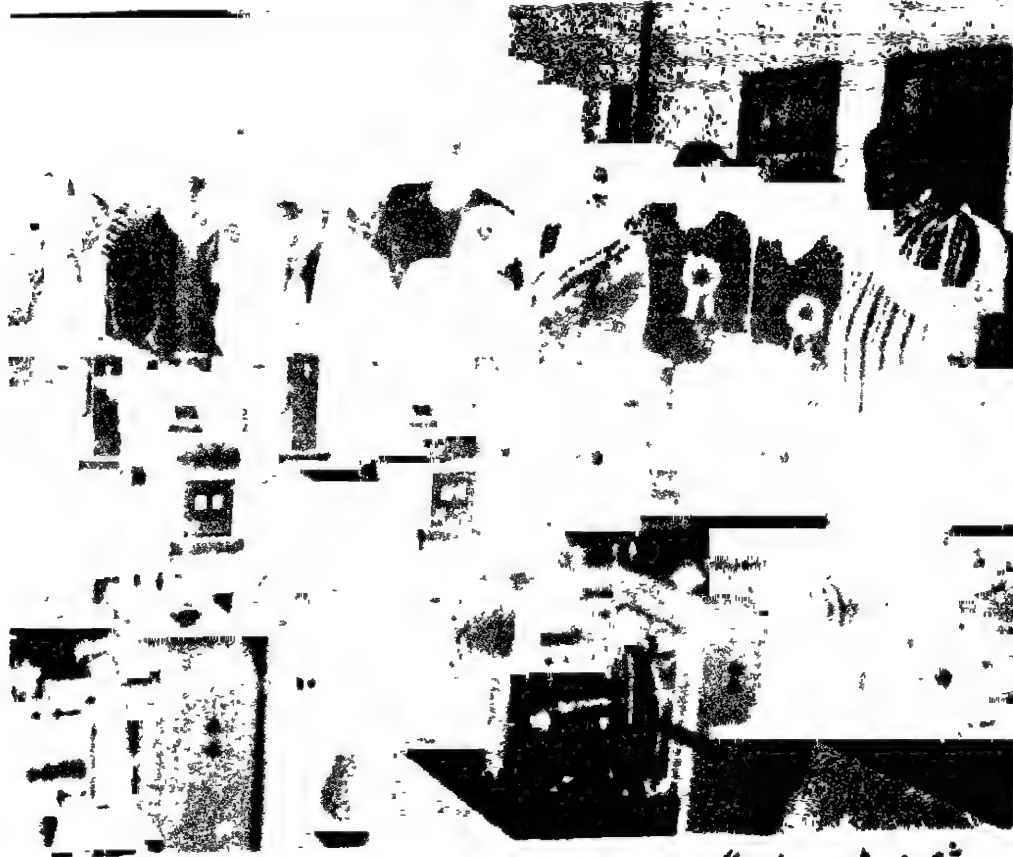
۱۲ پیسے فی پرچہ
۳ روپے

تفصیل ذرا پست

بزنس منیجر
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
۲۳۔ آراین مکھرجی روڈ۔ کلکتہ ۷۰۰۰۱

مدیر اعلیٰ :-
پرتین بھٹا چاریہ
مدیر :-
دھرنند رائے دت
مدیر معاون :-
محمد اعظم

جلد نمبر ۳ • یکم مئی ۱۹۸۳ء • شمارہ نمبر ۹



شرمستی بی، ڈاک، پانڈے گورنر مغربی بنگال ۲ اپریل ۱۹۸۳ء کو کٹا شہور اکیلائی صنعتی مرکز میں،
ویسٹ بنگال فائبرل مینٹس اینڈ ٹیکسٹائلز کی ایک یونٹ کا افتتاح کرنے کے بعد
پلاٹ کا معائنہ کرتے ہوئے۔



ایک روشن روایت

ہر سال تاریخی واقعات کے سالگرہ منائی جاتی ہے۔ اسی طرح ہر سال یکم مئی کو 'یوم مئی' یا محنت کشوں کے یوم قیام کی طرح منایا جاتا ہے۔ یوم مئی کی اہمیت اس کی پرولتاریہ خصوصیت ہے، یوم مئی ساری دنیائے محنت کشوں کے استحکام کی نمائندگی کرتا ہے۔

استعمال کے شعبہ میں جکڑے ہوئے تھے تمام محکوم ملکوں میں محنت کش لوگ اپنے اپنے ملک کی قومی آزادی تحریک میں اہل صف پر سے اور ملک کی آزادی کے لئے رتن من و عن سب کچھ قربان کر دیا۔ فاسح اشتراکیت کی سرزمین سے، نازی ظلم کے خلاف لڑنے کی زندگی اور موت کی جدوجہد سے اور آخر میں ان کی عظیم کامیابیوں سے ان میں قوت تحریک پیدا ہوئی جس نے ساری دنیا کے لوگوں کی قسمت بدل دی۔ بستیوں پر پورے پورے تہذیبی اور شرعی جبر میں نئی نئی سوشلسٹ ریاستیں قائم ہونے لگی اور یہی اس تبدیلی کا مہر نقدی ہے۔

روس میں یوم مئی سب سے پہلے اعلان طور پر ۱۸۷۱ء میں منایا گیا یہ تو ایک شاندار اور اچھے مستقبل کے لئے اور سماجی ترقی اور ترقی کے حالات میں آزاد زندگی کے لئے محنت کشوں کی مسلسل اور شدید جدوجہد کی شاندار فتح کی نشان دہی کرتا ہے اس نے تاریخ کے دھارے کو بدل دیا اور یہ بات استحصال کرنے والوں اور استحصال کے شکار لوگوں کے درمیان رونما ہونے والے مسلحہ درناؤات سے واضح ہو جاتی ہے یوم مئی کی روس انقلاب سے پہلے کیا خصوصیت تھی سماجی تبدیلی کے نقطہ نظر شروع میں سماج پر اس کا کیا اثر پڑا ان تمام باتوں کی وضاحت مارکس گورکی نے اپنی مشہور کتاب 'ماں' میں کی ہے اس کتاب میں گورکی نے یوم مئی کا تعلق سے ذکر کیا ہے لیکن نے اس کتاب کو بروقت کتاب کہا ہے۔

محنت کش طبقہ کے لوگوں کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ سب اپنی زندگی کو بھی آزادی کے ساتھ سوزانے کے لئے خود کو زمانہ قدیم کی ذات بات، رسم و رواج کا زنجیر سے آزاد کریں۔ اس تفریق کی وجہ سے آج لوگوں کو کارخانہ اور ملوں میں ایندھن کی طرح اور جنگ کے محاذوں میں چارہ

گزشتہ صدی میں جب اس دنیا کی کسی جگہ میں مزدوروں کو غلامی سے آزادی نہیں ملی تھی انیسویں صدی کی یوم مئی کی اہمیت کی یوں وضاحت کی تھی۔ "اور آج کا منظر ساری دنیا کے سرمایہ داروں اور زمین داروں کی آنکھوں کو کھول دیا اور انہیں یہ حقیقت نظر آئے کہ آج ساری دنیا کے مزدور ایک ہو چکے ہیں" آج سے تقریباً سو سال قبل سب سے پہلے ملک متحدہ امریکہ میں مزدوروں نے جدوجہد شروع کر دی ان کی مانگ یہ تھی کہ کام کرنے کے لئے آٹھ گھنٹے کا دن مقرر کیا جائے جیسا کہ ان لوگوں کو مزدوروں نے پورا حق جیٹس کالے اور منظر پر لگے لیکن وہاں اس وقت کی حکومت نے انہیں کچل ڈالا پولیس نے انہیں بدرفتار کاٹا بنایا۔ مزدوروں کا قتل عام کیا اسی لئے آج اس دن کو ساری دنیا کے لاکھوں لاکھ مزدور لال جھڑے لہراتے ہیں اور اس المناک واقعہ کی یاد دلاتے ہیں، لاکھوں لاکھ محنت کشوں کے اتحاد کا گیت گاتے ہیں کیونکہ طبقاتی جدوجہد میں وہ ایک دوسرے کی امید ہیں، خواہوں اور ستر کے شرکت دار ہیں۔

جب کہ مغرب کے بڑے بڑے سرمایہ دارانہ ملکوں میں مزدور طبقاتی ظلم کی صورت حال سے دوچار ہیں۔ سوشلسٹ ملکوں کے مزدوروں نے عظیم اکتوبر (نومبر) سوشلسٹ انقلاب کے رونما ہوتے ہی ظلم اور غربت کے دور کو بہت ہی پیچھے چھوڑ دیا ۱۸۷۱ء سے جب امریکہ میں مزدور انصاف کی مانگ پر مالکوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے ۱۸۹۲ء تک، جب امریکہ اور یورپ میں یوم مئی کو سماجی تبدیلی کے لئے استحکام کی تقریب کے طور پر منانے کا سلسلہ شروع ہوا، تو ساری دنیا میں محنت کشوں کو لوگوں کے جوش و خروش کی بھرتی ہوئی لہروں کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا اور افریقہ میں بہت سارے لوگ بے نوآبادیاتی

کی طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔

اس وقت بدل چکا ہے لیکن اب بھی طبقاتی فلاحی سے آزاد لوگوں کے لئے جدوجہد امن کی جدوجہد کے ساتھ منسلک ہو گئی ہے ہندوستان میں محنت کش طبقہ کے لوگ انصاف سے لوری طرح واقف ہیں کہ ان کی جدوجہد اور ان کی لارائیاں سماجی، معاشی تبدیلی لانے کے لئے کثیرالاقوامی اداروں کے نئے نوآبادیوں میں داخلہ کی مزاحمت اور جنگ کے خدشہ کو دور کرنے میں بہت معاون ثابت ہوں گے۔

نیوکلیائی خطرہ بھی سرریز لارہ ہے اس کی وجہ سے سمندر کے ساحلی علاقوں میں واقع ملکوں کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ ایسی حالات میں ہم خاموش نہیں رہ سکتے تمام قوموں کے محنت کش لوگوں کو بھی اس خطرہ کا احساس ہے اسی لئے آج کے دن مزدور اور محنت کش لوگ ہی ایک نئی دنیا، جہاں اس کے سورج کے نیچے کسی بھی خطہ پر برائی اپنا سایہ نہ ڈال سکے گی، کی تعمیر اور مستقل امن کی بجائی کے کام کے لئے خود کو از سر نو طور پر وقف کر دیں گے ان لوگوں کو جہیز نے زندگی میں۔ سماجی یا ردھانی۔ تمام قدریں پیدا کی ہیں، اپنی تخلیقات کی حفاظت کے لئے ایک ساتھ متحدہ طور پر لڑ رہے ہیں۔ ان کے لئے لال جھنڈے کا مظاہرہ نہیں ہے بلکہ ان بچوں کی مسکراہٹ ہے جو ہندوستان کے دیسی علاقوں میں مٹی بھولوں کی طرح نشوونما پا رہے ہیں سوشلزم کے زبانی وطن اور اکتوبر کے اپنے اپنے بھول ہیں جو بہار کی آمد کا انتظار کرتے ہیں۔ ان دونوں علاقوں کے لوگوں کے ساتھ ساتھ ساری دنیا کے محنت کش عوام اپنے بچوں کے لئے ایک بہتر کل کا انتظار کر سکتے ہیں لیکن وہ سب نیوکلیائی دود کی برائیموں کے خلاف اور امن کے قیام کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ یوم مٹی کے لہرائے ہوئے لال جھنڈے انسان کی امیدوں کے علم بردار ہیں۔ اس سے زیادہ پاک اور خوبصورت کوئی اور شے نہیں ہو سکتی۔

ہمیں ہیں بے سرو سامان ہمیں سوال بدست
ہمیں نے سیم وزد مال و دوز نکالے ہیں !

مصطفیٰ زکیر

بقیہ ۱۔ یوم مٹی کی محنت

نظام کو ابھرتے دیکھا۔

استعمال پسند نظاموں میں طبقاتی جدوجہد تو جاری ہے، نیوکلیائی دود میں جس کی شروعات اس وقت ہوئی جب امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم پھینکے تھے۔ محنت کش لوگوں نے امن کے لئے سختی سے اقوام و مسلم جات کے لئے اور امن کے نیوکلیائی ہتھیاروں سے پاک علاقوں کے لئے نرم معام کے ساتھ جدوجہد شروع کر دی۔ روس اور ہندوستان دونوں ہی ملکوں کے لوگوں نے امن اور غیر سنگالی اور بھائی بھائی کے لئے مشترکہ طور پر بہت ساری جنگ میں کانیائی حاصل کی ہیں الاقوامی کمران کے قواعد پر یہ دونوں ملک ایک دوسرے سے کاندھے مل کر کھڑے ہوئے ہیں اور ان دونوں نے ترقی اور تعمیر کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔

اشرافیہ سماج، جیسے کہ سویت سماج نے بین الاقوامیت کی انسانی قدروں، تمام ملکوں کے محنت کش لوگوں کے استحکام کی قدروں کی پرورش و پرداخت کی اور انہیں فروغ دیا اسی سماج نے دیگر ملکوں میں نوآبادیاتی لوٹ کھسوٹ کے نام و نشان کو مٹانے کے لئے ان کی کوششوں کی تائید کی۔ جو لوگ تخلیق کرتے ہیں انہیں امن کے سوا کسی اور چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ مزدور خواہ وہ ہندوستان کے ہوں یا سویت یونین کے یا دنیا کے کسی بھی ملک کے، تمام قدروں کے خالق ہیں اسی وجہ سے وہ اپنے من میں اسی دنیا کا خواب لے لے ہوئے ہیں جو اسلحہ جات اور جنگ کی بنیادوں سے بھوک اور استعمال سے پاک ہو یہ تو استعمال کرنے والے ہی ہوئے ہیں جنہیں جنگ کی حسرت اور معاشی فزیب سے کافی فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ جنگ کی نفسیاتی فضا تیار کرنے کے لئے جنگ کا منصوبہ مرتب کرتے ہیں اور جنگ کی تیاری شروع کر دیتے ہیں تاکہ ان کے نفع کا بازار گرم رہے تمام ملکوں کے مزدور و حوکہ باری، سازش اور عیاری کے نظام کو ہمیشہ کے لئے چھکا چور کرنے اور تمام نیک قدروں کی برتری کا اظہار کرنے کے لئے اپنے نرم معام میں متحدہ طور پر کھڑے ہیں یہ قدریں تمام محنت کشوں کی زندگی میں بہت ہی نمایاں کردار ادا کرتی ہیں اور تمام محنت کشوں کے لئے یوم مٹی از سر نو عہد کرنے کا دن ہے۔

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور حکومت اور عوام کے درمیان

رشتہ کو موثر طور پر برقرار رکھتا ہے

پروجیکشن پھودیکار، وزیر ریاست، شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور

شری پروجیکشن چندرا پھودیکار، وزیر ریاست، شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور نے ۱۲ اپریل ۱۹۸۲ء کو مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی کے سالانہ اجلاس کے لیے اپنے شعبہ کا بیٹھ پیش کیا اس موقع پر انہوں نے تقریر کی جس کا متن اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

میرا شعبہ حکومت اور عوام کے درمیان رشتہ کو برقرار رکھنے کے لیے اس شعبہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کے پھولوں اور سرگرمیوں سے لوگوں کو واقف کر لے اور لوگوں کے رد عمل کی بنیاد پر حکومت کے پروگرام مرتب کرنے میں مدد کرے اس شعبہ کی سرگرمیاں جاری رکھی گئیں اور اس کے ساتھ ہی اس مقصد کو پیش نظر رکھا گیا کہ تمام شعبوں کے لوگوں کے تعاون اور اعتماد حاصل کئے جائیں۔

حکومت کے اعراض و مقاصد کی اشاعت کے لیے تمام واسطوں میں اشتہار کا کردار کافی اہمیت کا حامل ہوتا ہے ہم نے بار بار اس بات کا اعلان کیا ہے کہ ہم اشتہارات کی تقسیم کی پالیسی کے سلسلہ میں جمہوری اصول پر کاربند ہیں گئے تمام اقسام کے اخباروں کو اشتہارات دیئے جاتے ہیں اس سلسلہ میں ان کے سیاسی خیالات کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ اس کے علاوہ ہم لوگوں نے اس پالیسی کو اپنا یا ہے کہ اصلاح کے چھوٹے چھوٹے اخباروں کو زیادہ سے زیادہ اشتہارات دیئے جائیں۔

برسر اقتدار آنے کے بعد ہی ہم لوگوں نے اس بات پر زور دیا کہ یہی اطلاعات نظام کو بہتر بنایا جائے اس لیے منہجی کے تحت بہت سارے پروگرام مرتب کئے گئے جیسے پانچ سالہ منہجی کے تحت ۸۳-۸۴ء میں پانچ سب ڈویژنلی مراکز اطلاعات کھولے گئے یہ اقدام ہماری پالیسی کے مطابق ہی کیا گیا کیونکہ ہماری پالیسی یہ ہے کہ تمام سب ڈویژنوں میں مراکز اطلاعات

قائم کئے جائیں آئندہ سال اس طرح کے اور چار مراکز کھولے جائیں گے اس کے بعد یہ پروجیکشن مکمل ہو جائے گا۔ دارملنگ، جلیانی گورنمنٹی کے جیلے یاغات کے علاقوں کے لیے تین مراکز اطلاعات اور آسٹونل، رانی گنج گورنمنٹی کے علاقوں میں دو مراکز اطلاعات کھولنے کی منظوری دی جا چکی ہے ان تمام مراکز میں کئی فلم یونٹیں شامل ہوں گی مختلف سماجی اور ثقافتی تنظیموں کے درمیان ملی ڈیزٹنل سٹنٹیم کرنے کے ایک پروجیکشن کو روہر علی لیا گیا۔

ہمارے نمائندے سیکشن نے اس ریاست کے اندر ادبیات بہت ساری اچھی نمائندوں کا انتظام کیا ان نمائندوں کا کثیر تعداد میں لوگوں نے معاہ کیا اور یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ بائیں محاذ حکومت کی سرگرمیوں میں لوگ دلچسپی لیتے ہیں۔

اس ریاست میں سرکاری کام کا برج میں بنگلہ اور ضلع دارملنگ میں نیپالی زبان استعمال کرنے کے سلسلہ میں کوششیں جاری ہیں بنگلہ اور نیپالی میں ٹائپسٹوں کی تربیت کے لیے انتظامات کئے گئے ہیں اس سلسلہ میں بھی اقدامات کئے جا رہے ہیں کہ ہر بلاک دفتر میں ایک بنگلہ ٹائپ رائٹر کا انتظام کیا جائے۔ دارملنگ میں ایک نیپالی بھاپہ خانہ قائم کیا گیا ہے اس میں کاریگروں کی نئی بھرتی کا کام جاری ہے ۸۳-۸۴ء میں چالو ہو جائے گا۔

اس شعبہ کو روزانہ بنگلہ اخبار سونمیتی کے انتظامیہ کی ذمہ داری سونپی گئی ہے فی الحال اس اخبار کی روزانہ تعداد اشاعت ۶۵۶ کے لگ بھگ ہے۔ پائیکریو اور ڈی ٹیلیکس پر اس اخبار کو مزید مالی بوجھ برداشت کرنا پڑا۔ لیکن اب آہستہ آہستہ اس کے نقصانات میں کمی ہوتی جا رہی ہے اس کے ساتھ ہی اخبار کی قیمت میں کچھ زیادہ اضافہ بھی نہیں کیا گیا یہ اخبار اب خود کفالت کی راہ پر گامزن ہے۔

نثر و اشاعت کے میدان میں بھی ہمارے شعبہ نے اچھی کامیابی
ہے اس شعبہ سے چوبیس سالوں میں رسالے شائع کئے جاتے ہیں ان میں ہنگامہ میں
پچھتر سالہ ہے اب زیادہ سے زیادہ لوگ ان رسالوں کا مطالعہ کرتے
ہے ان رسالوں میں شائع ہونے والے مضامین اور ان کی ادارت کو
نی سزا دیتے ہیں

ماضی میں ہم لوگوں نے عزت مآب مجروں کو مغربی ہنگامہ میں فلم صنعت
بجراں سے آگاہ کیا تھا اس صورت حال پر تاج پالے کے لئے ہم لوگوں نے
ہر عرصہ کے کئی اقدامات کئے جیسے تکنیکی فلم تجربہ گاہ کا قیام، اس فلم تعمیر
اقیام، فلم بنانے کے لئے عطیات، براہ راست حکومت کے ذریعہ فلموں کی
باری، برقی قندیلوں میں دستاویزی فلمیں تیار کرنا وغیرہ۔ یہ تمام پرودھیکہ

فلم صنعت کو بہت سارے مسائل سے دوچار ہے لیکن ان میں سب سے اہم مسئلہ
فلموں کی نمائش ہے بہت ساری ہنگامہ فلمیں جن میں ہماری تیار کردہ فلمیں بھی
مافی ہیں، اب بھی نمائش کی منتظر ہیں۔ ان فلموں کی نمائش کا انتظام بھی
نہ ہونے لگا جاسکا کیوں کہ فلموں کی تقسیم اور نمائش کا انتظام مکمل طور پر چند
لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ نیز سینما گھروں کی کمی نے بھی اس مسئلہ کو اور
بھی شگین بنا دیا یہ مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہو سکے گا جب تک کہ ریاستی
حکومت کے زیر انتظام چند سینما ہوں سینما کے مالکان بھی ہنگامہ فلموں کی
نمائش سے ہچکچاتے ہیں اس لئے میرے شعبہ سے قومی فلم ترقیاتی کارپوریشن
اور کاروباری ہنگامہ کے ساتھ مل کر نئے نئے سینما گھروں کی تعمیر کا کام شروع
کر دیا ہے ۸۲-۸۳ء میں اس مقصد کے لئے ۵۰ لاکھ روپے کا اخراجات
کا تجویز پیش کی گئی۔ اس سلسلہ میں بھی پوری کوششیں کی جا رہی ہیں کہ ہمارے
فلموں کی تقسیم کے لئے حکومت خود اپنی ایک تنظیم قائم کرے یہ فیصلہ کیا گیا
ہے کہ اس کام کو تکنیکی فلم تجربہ گاہ کارپوریشن کی ذمہ داری میں دیدیا جائے
اس بات کا امید کا جاتی ہے کہ اس نئے انتظامات کے اچھے نتائج برآمد
ہوں گے۔ کیوں کہ سرکاری قوانین اور ضوابط کے تحت فلموں کی تقسیم جیسے
پیچیدہ کام کالج کو شعبہ کے تحت انجام دینے میں بڑی دشواری ہوتی ہے۔

فلم تیار کرنے کے سلسلہ میں بھی یہ بات قابل ذکر ہے کہ پورے
وقت کی فخر فلم جو کھڑا نکھ کو دہلی میں حال میں منعقدہ بین الاقوامی فلم
فیسٹول میں انعام ملا۔ اس فلم کی نمائش کے لئے ہمیں برلن، کنیس اور
دیگر جگہوں سے دعوت نامے موصول ہوئے ہیں یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ

جسٹو، گورنر اور ڈپٹی گورنر شہرہ سلا وینس فلم فیسٹول میں انعام
ملا اسی طرح ہماری ایک اور فلم 'آروہ' (عروج) کو نیو یارک و دیگر میں کارڈ
دری فیسٹول میں انعام ملا۔ لندن فیسٹول میں بھی اس فلم کی نمائش کے لئے
ہمیں دعوت دی گئی ہے ۸۲-۸۳ء میں تین فخر فلم، چار بیوزریل اور نو
چھوٹی دستاویزی فلمیں تیار کرنے کے لئے عطیات دیئے گئے ۸۲-۸۳ء
میں فلموں کی تیاری کے لئے ۱۰ لاکھ روپے بطور عطیہ اور تیار کرنے کی قیمت
دینے کی منظوری دی گئی ایک اسکیم یہ بھی ہے کہ مختلف اضلاع میں فلم فیسٹول
کا انتظام کیا جائے اس مقصد کے لئے ۸۲-۸۳ء میں ایک لاکھ روپے بطور
اخراجات کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

یہ شعبہ صحت مندرجہ جانات کے فروغ اور ارتقاء کے لئے بہت
ساری اسکیموں کو برسر عمل لارہا ہے مقصد یہ ہے کہ ثقافت کے میدان میں
عام لوگوں کی نمائش پوری ہوں۔ جازا، تھیٹر، موسیقی، ادب، فائبر
آرٹس، لوک ثقافت وغیرہ کے میدانوں کے مشہور لوگوں کے مشورہ
سے ثقافتی اسکیموں کو برسر عمل لایا جا رہا ہے۔ گزشتہ سال موسیقی
اور فائن آرٹس کے میدان میں قابل توجہ خدمات انجام دیئے والے ۸۴
افراد کو عطیات دیئے گئے

اگھرتے ہوئے نوجوان ادیبوں کی جن کی کاروباری پبلیشرس
عام طور پر تیار نہیں کرتے تخلیقات کی اشاعت کے لئے حکومت کی طرف
سے عطیات دینے کی منظوری دی گئی ۸۲-۸۳ء میں اس طرح کے ایک سو
ادیبوں کو عطیات دیئے گئے آئندہ سال بھی یہ اسکیم جاری رہے گی۔ منشی
پریم چند کی تخلیقات کا ہنگامہ ترجمہ چار جلدوں میں شائع کرنے کے لئے اقدامات
کئے گئے ہیں پہلی جلد تو مکمل ہو چکی ہے اور بہت ہی جلد سے شائع کر دیا جائے
گا اسی طرح قاضی نذر اللہ اسلام اور دیگر شاعروں اور ادیبوں کی تخلیقات
کو شائع کرنے کی ایک اور اسکیم کو رو بہ عمل لایا جا رہا ہے حتیٰ اشاعت کی مشکلات
کی وجہ سے ان کی تخلیقات کو ۸۲-۸۳ء میں شائع نہیں کیا جاسکا۔

ڈرامہ، موسیقی اور آرٹس سے وابستہ بہت سارے اداروں
اور افراد کو عطیات دیئے گئے مہجوری اور سنگ تراشی میں بہترین کام
انجام دینے کے لئے سلالہ آئنندرا الوارڈ دیا جاتا ہے کچھ عرصہ قبل
حکومت نے آئینہ جانی جینی رائے کی پینٹنگس کو خرید لیا اور ان کے گھر میں
ہی ایک آرٹ گیلری قائم کی گئی۔ گزشتہ سال آرٹسٹ کو پال گھوش کی بھی

بقیہ - مغربی نیگال اردو اکیڈمی

انتظامی تقریب کے بعد فنکار گروپ کی طرف سے کمال احمد کاکھیا
ہوا ڈرامہ پیشکش کا گھر اور یونیورسٹی لیبلی تعمیر کے زیر انتظام ساگر سروری کا
ڈرامہ "بھوکے بھجن نہ ہوئے گوبالا" پیش کیا گیا۔

تقریبات کے دوسرے اور آخری دن کا آغاز صبح ۱۰ بجے سٹیٹ
یوتھ سنٹر، مولائی میں پروفیسر عزیز اقبال کی ہدایت میں ایک سیمینار سے ہوا
جس کا افتتاح پروفیسر نے ڈبلیو محمود نے اپنی اثر انگیز تقریر سے کیا۔ سیمینار
کے دو دورے تھے۔ نقابت کے فرائض علقہ شبلی نے انجام دیے، سیمینار میں جن

قلم کاروں نے حصہ لیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔
ڈاکٹر لوی، شری شانتی رجنی بھٹا چاریہ، پروفیسر عبدالرؤف، جناب ڈاکٹر
جناب لطف الرحمن، جناب منظر امام، جناب ابراہیم ہوش، ڈاکٹر جاوید نبال
جناب عنوان چشتی، جناب منظر حفی، سیمینار کے بعد پبلک سرکس میدان

کی شاداب اور کھلی فضا میں کل منہ مشاعرہ ہوا۔ مشاعرے سے پہلے صحافت
کورس میں کامیاب ہونے والے طلباء طالبات کو مناد تقسیم کئے گئے، ان کے
علاوہ ادبی و ثقافتی مقابلے میں اول و دوم اور سوئم نے دے طلباء طالبات
کو انعامات دیے گئے۔ تقسیم انعامات اور اسناد کے بعد تقریباً ۱۵ بجے باغیچہ
مشاعرے کی کاروائی شروع کی گئی۔ مشاعرے کی ہدایت جناب سالک کھنوی
نے کی اور نقابت کے فرائض جناب منور رائے نے انجام دیے۔ مشاعرے میں ملک کے
مولد و عرض سے ممتاز شعرا حضرات نے حصہ لیا جن کے نام گرامی حسب ذیل ہیں۔

مقامی شعراء :- جناب رفیع منظر، جناب رئیس الدین مزنی
جناب ابراہیم ہوش، پروفیسر اثر صدیقی، جناب قیسر شمیم، جناب علقہ شبلی،
پروفیسر نضر غزالی، جناب احسان در بھنگوی، جناب عین رشید، جناب اسد الزمان
اسد، جناب کنول سیالکوٹی، جناب غلام حسین ایاز، جناب نایم سلطان پوری
جناب شمیم انور، جناب فاروق شفق، جناب بشیر احمد خیر، جناب ایم عظیم آبادی
جناب شہود عالم آفاقی، جناب وحید عرشی، جناب رونی نعیم، جناب معصوم
شرقی، جناب رئیس آلاوی، جناب منور رائے وغیرہ۔

حیرونی شعراء :- جناب نازش پرتاب گڑھی (دبائی صبر)،
جناب بشیر، جناب منظر امام، جناب منظر حفی، جناب عنوان چشتی،
جناب لطف الرحمن، جناب وفالک پوری، جناب علیم حبیب زیدی، اور
جناب ساعر اعظمی۔ مشاعرے کے تقریباً ۱۵ بجے کامیابی کے ساتھ اختتام
پزیر ہوا۔

چند ٹینکس خریدی گئیں اور انہیں کس آرٹ گیلری میں رکھ دیا گیا۔ کلکتہ
انتظامی سنٹر میں ایک آرٹ گیلری تعمیر کی جا رہی ہے اس میں یہ تمام ٹینکس
رکھی جائیں گی۔ اس گیلری کے نمائش گاہ میں آرٹ عائشوں کا انتظام کیا جائیگا
۱۹۸۲ء میں جاترا اور ڈرامہ کے میدان میں نمایاں کارنامے انجام

دینے کی وجہ سے بہت سارے انعامات دیئے گئے۔ تعمیر کے ۱۲ اہل
ورکروں کو ماہانہ وظائف دیئے جا رہے ہیں۔

قائمی ثقافت کے فروغ کے لئے سوہری اور جھارکھم میں
دو مراکز کھولے گئے ہیں غنیمت مستقبل میں دو اور مراکز، ایک علی پور
دارو دوسرا پورلیا میں کھولنے کی تجویز زیر غور ہے۔

دارو ملک میں نیپالی اکیڈمی قائم کی گئی ہے اس اکیڈمی کی سربراہی
میں نیپالی زبان اور ثقافت کی ترقی کے لئے بہت سارے اقدامات کئے
جا رہے ہیں سالانہ کھانا بھکت انعام دیا جاتا ہے۔

موسیقی میں سجت و مباحثہ کرنے اور تحقیق کرنے کے لئے
کلکتہ میں ایک موسیقی اکیڈمی قائم کی گئی ہے۔ باغ بازار اور جھوڑ
پارک میں جدید تعمیر گھر تعمیر کرنے کا کام جا رہا ہے ان میں جدید سہولتیں فراہم
ہوں گی۔

مغربی نیگال کے مختلف اضلاع اور سب ڈویژن شہروں میں
رہنہ را بھولوں کو حکومت کے زیر انتظام لائے گئے ہیں اس ایوان نے
ایک قانون پاس کیا تھا اس کے تحت حکومت نے ایک کل آٹھ رہنہ را
بھولوں کو اپنے اختیار میں لے لیا گیا۔ ان بھولوں کی ترقی کے لئے مالی
امداد فراہم کی جا رہی ہے آئندہ سال میں امدادی جائے گی۔

عوامی ہال کی تعمیر کے لئے اس شعبہ کی اسکیم کے تحت بہت ساگر
اداروں کو عوام کے استعمال کے لئے ہال کی تعمیر کے سلسلہ میں مالی امداد
فراہم کی جاتی ہے۔ اس اسکیم کے تحت ۸۲-۸۳ء میں پانچ اداروں کو مالی
امداد فراہم کی گئی۔

انتظام میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے مسائل پیچیدہ ہیں
اور طرح طرح کے ہیں ہماری مالی ملاحیت بہت ہی محدود ہے اس کے باوجود
ہم اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ عوام کی فلاح اور بہبود کے لئے اپنی
سرگرمیوں کو جاری رکھیں اور حکومت کے مقاصد کو صحیح تناظر میں جلد از جلد
تمام لوگوں کے سامنے پیش کریں ہم اپنی منزل کی طرف آگے بڑھنے کی کوشش
کر رہے ہیں اور اس کا یہ عوام کا تعاون ان کی تائید ہماری رہنمائی کریں گی۔

جان نثار اختر

آخری وار

آخری وار آج باقی ہے

گرم ہے اب بھی آتش و آہن
وہی زندان وہی ہے دار و سن
ظلمتیں آج بھی ہیں سایہ فگن
تحت باقی ہے تاج باقی ہے

آخری وار آج باقی ہے

مفسی، بھوک، قحط، ناداری
رشتوں، لوٹ، چور بازاری
قتل، غارت، قساد، خونخواری
بربریت مزاج باقی ہے

آخری وار آج باقی ہے

جنگ کے دیوتا ہوئے ہیں ہم
کارخانوں میں ڈھل رہے ہیں ہم
ہیروشیما کی سرزمین کی قسم
وحشیانہ مزاج باقی ہے

آخری وار آج باقی ہے

گوخ اسٹی غوام کی لاکار
اب جھپکنے نہ پائے گی تلوار
ساتھیو! بڑھ کے اک کدال کا دار
سخت جان سا مزاج باقی ہے

آخری وار آج باقی ہے



یوم مئی کی عظمت

ہندوستان میں مئی کے مہینہ میں گرمی ہوتی ہے لیکن ایک طرح سے اسے ہمارا موسم کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو ساری دنیا کے مزدور اور محنت کش لوگ بین الاقوامی استحکام کا تقوایا مناتے ہیں۔ پھر اس مہینہ میں ہندوستان کی دارالسلطنت میں گلے کے درختوں کی سبز شاخیں پر سرخ مہورت پھول لعل لگاتے ہیں۔ مئی کے مہینہ کے بڑے بڑے اور لال لال پھول گرم و تیز ہوا میں زندگی اور اس کی پیش قدمی کی علامت برداری کرتے ہیں۔

ہیں۔ اور سماجی انصاف کے لئے ان کی جدوجہد میں ان کے اتحاد پر مبنی اقدامات بہت زیادہ دست پختہ ہیں۔

۱۸۸۶ء میں مئی مہینہ کی پہلی تاریخ کو چیکا گورڈا امریکی ہنسے مزدوروں کے جن کی محنت نے امریکہ کی صنعتی طاقت کی تعمیر کی متحدہ اقدامات کا منظر دیکھا۔ مزدوروں کے جھنڈے کو ان لوگوں نے خون سے لت پت کر دیا کیونکہ ان کے خیال میں مزدوروں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ سب اپنے فلاح و بہبود کے لئے معمولی سی معمولی مانگ کریں ۱۸۹۱ء کے بعد سے امریکہ اور یورپ میں، دن مزدوروں کے استحکام کا تہوار بن گیا جیسے ہی مزدوروں کے اتحاد کی بانی نے بین الاقوامی سرحدوں کو پار کیا، زیادہ سے زیادہ تعداد میں مزدور اور محنت کش لوگ اس تہوار میں شامل ہونے لگے۔ اور جہاں انہوں نے اپنی مانگ کی ہزست پیش کی۔ ہندوستان میں پہلی بار انگریزوں کے دور حکومت میں یوم مزدور کو یوم مزدور کی طرح منایا گیا۔ روس میں، جہاں ۱۹۱۷ء میں پہلا اشتراکی انقلاب رونما ہوا، عظیم پروتاری معضف میکسم گورکی اپنی مشہور کتاب 'ان' میں پہلے یوم مئی کے مظاہروں کا تفصیل سے ذکر کیا۔

یوم مئی پر انگلستان نے یوں اظہار خیال کیا تھا۔ 'اور آج کا منظر تمام ملکوں کے زینداروں اور سرمایہ داروں کی آنکھیں کھول دیا اور سب یہ دیکھیں گے کہ تمام ملکوں کے محنت کش طبقے کے لوگ ایک ہی اور متحد ہیں' یہ ۱۸۹۰ء کی بات تھی جب آٹھ گھنٹے کے کام کرنے کے حق کے جدوجہد شدہ دے کی گئی تھی اس کے بعد سے بہت سی لڑائیاں لڑی گئیں، فتح حاصل ہوئی تاریخ نے محنت کشوں کی پہلی راست سویت یونین کو نمود ہوتے اور پھر دوسری عالمی جنگ کے بعد مختلف ملکوں کے لوگوں پر تشکیلاتی (باقی صفحہ)

دہاں بھی جہاں لگی دلالہ نہیں ہوتے مزدوروں کی امنڈتی لہروں میں سرخ پھر پیسے ہوا میں لہرتے ہیں۔ یہ جھنڈے اور گرجاں لہرے مزدوروں کے خوابوں اور ان خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کے لئے ان کی ملی جدوجہد کی علامت کرتے ہیں یہ خواب یہ جدوجہد تو مزدوروں کی بیداری کی تاریخ ہے۔ اس تاریخی بیداری نے، جس نے گزشتہ صدی کی آخری دو دہائیوں میں طبقاتی ظلم اور استحکام کے شکار لوگوں کی نجات کے لئے مزید دست تحریک کی شکل اختیار کر لی اور ساری دنیا میں استحکام کرنے والوں اور استحکام پسند نظام کی بنیاد دکھادی۔ اسی تحریک کی لہر ساری جغرافیائی اور سیاسی سرحدوں کو پار کر گئی۔ اس دنیا کے محنت کش لوگوں نے اپنی قسمت کو بدلنے کے لئے اپنی متحدہ کوششوں کے ذریعہ انسانی تہذیب کے مناظر کو بدل دیا۔

محنت کشوں کے استحکام کا تصور تو صنعتی دور کا متفقہ ہے کیونکہ اس دور نے بنیادی محنت کش طاقت یعنی پروتاریت، کو جنم دیا اور یہی طاقت صنعت کے پیچھے کوروں دواں رکھے ہوئے ہے اسے انسانی دقار اور جہور کا حقوق کے لئے جدوجہد میں اپنے حقوق، کے علاوہ کچھ اور کھونا نہیں ہے۔

مزدوروں کی پہلی بنیادی مانگ جس کے لئے ان لوگوں نے متحدہ طور پر اقدامات کئے۔ آٹھ گھنٹے کام کرنے کے دن کے لئے تھی اس سے محنت کشوں کی ایک نئی قسم کی بنیاد کی جہاں ہو جاتی ہے۔ جاگیر داریت کے دلائل کے قریب اور مصیبت زدہ محنت کشوں کی بیداری کے پیچھے یہ بیداری مختلف تھی۔ آج مزدور کسی بات سے پوری طرح واقف ہیں کہ وہی پیداوار کی بنیادی طاقت



محنت کش عوام کی عصییت کا دن

دنیا بھر کے محنت کش عوام یکم مئی کو مزدور طبقہ کی قومی عصییت کے دن سے منسوب کرتے ہیں جو عام طور سے یوم مئی کے نام سے مشہور ہے۔ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یکم مئی محنت کش عوام کے لئے رجسٹرڈ تقریبات منانے کا دن ہے۔ سال اس خاص دن میں مزدور عوام جلسہ جلسوں کا اہتمام کرتے ہیں اور دنیا میں استحصال سے پاک ایک ایسے سماج قائم کرنے کے عزائم کی تجدید کرتے ہیں جہاں صرف امن و امان ہو، سکون ہو۔

محنت کش عوام ۱۸۹۱ء سے ہی یوم مئی کو مزدور طبقہ کی بین الاقوامی عصییت کا دن مناتے آ رہے ہیں۔ ایک پُر عزم جدوجہد اور ولد و زما ساتھ سے ہی اس دن کا اعزاز ہوا جسے آگے چل کر ایک یادگار کے طور پر بھی طے کا دن قرار دیا گیا۔

۱۹ ویں صدی کی آخری نصف میں ہی اس سلسلہ میں یہ منظر سامنے آیا۔ امریکہ میں سرمایہ داروں کی اجارہ داری قائم تھی اور جو مزدوروں کا استحصال کر رہے تھے مزدوروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر انہیں ۱۲-۱۴ گھنٹے مسلسل کام کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ امریکہ کے بڑے سرمایہ دار تمام دنیا میں استحصال کرنے کی راہ ہموار کر رہے تھے ان لوگوں نے اپنے مقامات کی مصوبیاں کے لئے گھنٹا گھنٹے سے گھنٹا دنے جرم کئے حتیٰ کہ انہوں نے کارخانے میں ہڑتال کا فائدہ کرتے اور مزدوروں کو قتل کرنے کے لئے ایک کمپنی دستکاروں کی بنیادی قائم کی ۱۸۸۷ء میں جو فی مرتبہ ریکو کی مشہور ہڑتال کے موقع پر مذکورہ ریلوے کے بدنام مالک مشرے گولڈ باسٹون نے اعلان کیا کہ وہ ۵۰ فیصد مزدوروں کو بقیہ ۵۰ فیصد کے قتل کے لئے تیار ہے۔ پر رکھ سکتے ہیں۔ ان دنوں مزدور طبقوں کو ان دشمن اور ظالم مالکوں کا انتہا پسند جاعظوں کے خلاف، جن ہی مزدوروں پر اجاب مارا جائے گا محنت کش عوام اپنا انتہائی مزدور تھا

یوگت ۱۸۸۷ء میں ۶۰ ہڑتالوں کے غائیدے بالی طور میں طاقت کے عزیزین لیبر یونین کی تشکیل کی۔ جنگ میں ایک قرار داد منظور کی گئی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ امریکہ کے مزدور طبقے کو سرمایہ داروں کی غلامی سے نجات دہانے کے لئے متحدہ انقلاب بنایا جائے۔ ان کے کام کے لئے آٹھ

گھنٹے مقرر کئے جائیں۔ مزدور طبقہ اس وقت تک اپنی پُر عزم جدوجہد جاری رکھے گا جب تک کہ ان کا تانیاک مقصد پورا نہ ہو جائے۔ اس فیصلے سے ایک دالہانہ تحریک نے جنم لیا اور مزدوروں نے مظاہرہ شروع کر دیا مالکان بھی استقامت اور تشدد پر اتر گئے ۱۸۸۷ء میں دس جانیاز مزدوروں کو اس جدوجہد میں شامل ہونے کے جرم میں پھانسی پر لٹا دیا گیا مزدور طبقہ کی یہ تحریک ادریز ہو گئی اور نیرنگ سے ملک بھر میں پھیل گئی۔

۱۰ اکتوبر ۱۸۸۷ء میں امریکہ اور کناڈا کے ٹریڈز اور لیبر یونینز کی منظم کردہ فیڈریشن نے ایک قرار داد منظور کی جس میں اعلان کیا گیا کہ منظم مزدوروں کو دن بھر میں آٹھ گھنٹے کام کرنے کے مطالبے کو منولے کے لئے یکم مئی ۱۸۸۷ء سے ملک بھر میں وسیع پیمانے پر تحریک چلائی پڑے گی۔ یکم مئی ۱۸۸۷ء میں مزدوروں کی ملک گیر ہڑتال نے پورے امریکہ کو متاثر کیا۔ جیسا کہ اس تحریک کا مرکز تھا۔ پانچ لاکھ سے زیادہ مزدوروں نے ملک گیر ہڑتال میں حصہ لیا مزدور طبقے کے اتحاد باہمی کی قوت نے مالکوں کے اندر دہشت اور کھلی پیدا کردی انہوں نے محسوس کیا کہ اگر حکومت مزدور طبقے کو کچلنے میں ان کی مدد کے لئے آگے نہیں بڑھتی تو وہ حالات سے نپٹنے میں بری طرح نام سوجائیں گے مالکوں کے اکسائے پر پولیس میک کیرنک ہارڈسٹر کے ہڑتالیوں پر لوٹ پڑی اور ان میں سے چھ مزدوروں کو ہلاک کر دیا گیا۔ فوزی طور پر ہے مارکیٹ میں ہم مئی ۱۸۸۷ء کو احتجاجی جلسوں کا لایا گیا۔ پولیس کے کرنے کے آدمی نے سرجن پر ہتھیار پھیر کر اسے پولیس نے فوراً پورے فورس کے ساتھ جلسوں پر حملہ کر دیا۔ غور و خیر ایک مزدور اور پولیس والوں کے درمیان جنگ ہوئی نتیجہ میں چار مزدور مار گئے جیسا کہ وہی فوزی کے بعد مزدوروں کے تمام سرگرم لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا



● اسرار الحق مجبات

ممت سے یہ مانا پتھر ہیں ہم
آرام سے کوسوں دور ہیں ہم
پر لڑنے پر مجبور ہیں ہم

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

گواقت و غم کے مارے ہیں
ہم خاک نہیں ہیں تارے ہیں
اس جگ کے راج دلارے ہیں

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

بننے کی تمنا رکھتے ہیں
مٹنے کا کیجیہ رکھتے ہیں
سرکش ہیں سراونچا رکھتے ہیں

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

ہر چند کہ میاں دار میں ہم
کہتے ہیں کھلے بازار میں ہم
ہیں سب سے بڑے سنار میں ہم

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

بس سمت بڑھادیتے ہیں قدم
جھک جاتے ہیں شاہوں کے تہنم
سادت ہیں ہم، بلونت ہیں ہم

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

گو جان پہ لاکھوں بار رہی
کر گذرے مگر جوجی میں تھی
ہم دل کے کھرے باتوں کے جینی

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

ہم کیا ہیں کبھی دکھلا دیں گے
ہم نظم کھن کو ڈھادیں گے
ہم ارمن و سما کو ہلا دیں گے

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

ہم جسم میں طاقت رکھتے ہیں
سینوں میں حرارت رکھتے ہیں
ہم عزم بغاوت رکھتے ہیں

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

جس روز بغاوت کر دیں گے
دنیا میں قیامت کر دیں گے
خوابوں کو حقیقت کر دیں گے

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

ہم قبضہ کریں گے دفتر پر
ہم وار کریں گے قیصر پر
ہم ٹوٹ پڑیں گے لشکر پر

مزدور ہیں ہم، مزدور ہیں ہم

ملتشی پریم چند

مدن گوپال

ہندوستانی ادب کا سنگ میل قرار دیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ ۲۹۰ سے زائد افسانے بھی تھے ان کے مدعوں میں اکثر بحث چھڑاتے کر وہ ناول نگاری حیثیت سے زیادہ اہم تھے یا افسانہ نگاری کی حیثیت سے۔ دراصل دونوں ہی میں انہوں نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ تاہم دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے ناول نگاری سے ابتدا کی لیکن سب سے پہلے افسانہ نگاری میں پختگی حاصل کی۔

ان کا پہلا اہم ناول "سیواسدن" (یا بازار حسن) ۱۹۱۷ء میں لکھا گیا لیکن ان کا افسانہ بڑے گھر کی بیٹی "دسمبر ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا جس نے افسانہ نگاری کی حیثیت سے انہیں مسلمہ حیثیت دی ان کے افسانوں کے مجموعہ "مان سرودور" کی آٹھ جلدیں شائع ہوئیں۔ پریم چند کے اردو اور ہندی افسانوں میں کچھ ایسی نئی بات تھی کہ پریم پچھپی پڑھنے کے بعد سر محمد اقبال نے انہیں لکھا "یہ کتاب لکھ کر آپ نے اردو ادب میں ایک اہم اضافہ کیا ہے جن اخلاقی قدروں کے بارے میں آپ نے افسانے لکھے ہیں وہ جدید ادب کا ایک لازمی حصہ ہیں۔

ماہرین نے یہ معلوم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے کہ بنیادی طور پر پریم چند اردو کے مصنف تھے یا ہندی کے جس وقت انہوں نے لکھنا شروع کیا تھا اس وقت اردو سرکاری زبان تھی اور اس کے کئی جریدے نکلتے تھے ہندی کی صحافت نے اس قدر ترقی نہیں کی تھی چنانچہ یہ بات قرین از قیاس ہے کہ انہوں نے اردو میں لکھنا شروع کیا ہوگا۔ پریم چند کی اہمیت دراصل اس وجہ سے ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے ہی اردو ہندی ادب میں عوام کی زندگی سے متعلق سماجی معاہدہ کو سامنے کیا۔ اگست ۱۹۱۷ء کے "اویس میں انہوں نے اردو ناول کی اس وقت کی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے نکتہ کیا تھا کہ وہ عوام کا زندگی سے الگ اوسے تعلق تھا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح

جیل یل ہندوستان کے غنیم معشوقوں میں مٹی پریم چند کو ممتاز حیثیت حاصل ہے وہ اردو اور ہندی کے غنیم مصنف تھے وہ بارس سے تقریباً چھ کیلو میٹر دور ملی گاؤں میں پیدا ہوئے ان کا اصل نام دھن پت راس تھا اور پریم چند ان کا تعلیمی نام تھا ان کے والد حکیم ڈاک کے کلرک تھے۔ ابھی وہ اسکول کے طالب علم ہی تھے کہ ان کے والد اور سوتیلی ماں نے ایک بد صورت لڑکی سے ان کی شادی کر دی اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ان کے والد کی وفات ہو گئی گھر میں کچھ بھی نہ تھا اور انہیں بیوی، سوتیلی ماں اور ایک سوتیلی بھائی کی کفالت کرنا تھی چنانچہ انہیں طالب علمی کے زلزلے میں ہی روزی بھی کما پڑی عزت کے باعث دیکل بسنے کا خواب پورا نہ ہو سکا۔ چار کے عیسائی مشن اسکول میں انہیں مدرس کی نوکری ملی بعد میں یہ نوکری چھوڑ کر وہ سرکاری نوکری ہو گئے۔ ۲۰ برس کی سرکاری ملازمت کے دوران وہ سب ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز اور سکند ماسٹر کے عہدے تک پہنچے۔ جلیاں والا باغ کے قتل عام کے خلاف احتجاج کے طور پر اور گاندھی جی کی طرف سے عدم تعاون کی اپیل پر ۱۹۲۱ء میں انہوں نے سرکاری ملازمت چھوڑ دی۔ اس وقت تک وہ ایک غنیم مصنف کی حیثیت سے ابھر چکے تھے۔

پریم چند کی ادبی زندگی اس صدی کے آغاز میں شروع ہوئی ان سبب سے پہلے مسلسل اردو ناول "اسرارِ معبد" کی پہلی قسط ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی اس کے ۳۳ برس بعد ٹھیک اسی تاریخ کو ان کی وفات ہوئی وہ تین تاحہ سرشار کا فسانہ آزاد اور کھتری کی "چندر گانتا ملتشی" سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے ادب میں نام کمانے کی کھائی۔ وہ مختلف موضوعات پر مضامین بھی لکھتے تھے لیکن ان کو اصل دلچسپی ناول نگاری سے تھی وہ تقریباً ایک درجن ناولیں چھوڑ کر فوت ہوئے جن میں سے کچھ کو کس دور کے

اس خامی کو دور کیا جاسکتا ہے جذبات اردو ادب کے لئے درست تھی وہ
 ہندی ادب کے لئے بھی صحیح تھی۔ لیکن ناول پریم آشرم کا مقصد جاگیر
 داری کی بڑی لڑائی کو توڑنا تھا۔ رنگ بھومی میں وہی علاقوں پر صنعت کاری
 کے اثرات پر روشنی ڈالی گئی تھی: کرم بھومی میں چھوٹے چھوٹے جہات اور مندروں
 میں دھن کے مسائل کو لیا گیا ہے۔ گو دان میں غریب کاشت کاروں کی معیشتوں
 کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۹۲۱ء کے دوران باری داس جی تو دیر کے نام اسے خط
 میں ہندی کے کئی سرکردہ مصنفوں کا نام لیے ہوئے لکھا تھا کہ ان میں سے کسی
 نے عوام کے کسی بھی حصے کے مسائل پر نہیں لکھا ہے۔ اگر نے اس طرف کچھ قدم
 بڑھایا لیکن پھر وہ بھٹک گئے میں نے کاشت کاروں کا موضوع اپنا لیا ہے
 اب بھی سماج کے کئی ایسے طبقے ہیں جنہیں کسی نے اپنا موضوع نہیں بنایا۔
 حقیقت یہ ہے کہ ہم نے بھی تک ادب کو زندگی کا ذریعہ نہیں سمجھا ہے میری
 زندگی اقتصادی طور پر بالکل ناکام رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔“

پریم چند نچلے متوسط طبقے کے فرد تھے اور ان میں وہ تمام خامیاں
 موجود تھیں جو اس طبقے کا خاصہ ہیں ہم انہیں کبھی کسی حکان کی تصویر میں یا کوئی
 پرین قائم کرنے کی کوشش میں مصروف پاتے ہیں اور کبھی لو کر شاہی اور
 برطانوی حکومت سے مختلف قسم کی مراعات حاصل کرنے کی کوشش کرتے
 ہوئے دیکھتے ہیں۔ مثلاً اپنی کتابوں کے نصاب میں شمولیت یا ایسے جدیدوں کے
 لئے اشتہارات کا حصول وغیرہ۔ اس سب کا مقصد اپنی اور اپنے کنبے کی کفالت
 تھا انہوں نے پرین چلانے کے لئے جدید بکالے تھے لیکن اس میں خسارہ ہوا
 جیسے پورا کرنے کے لئے وہ بیٹی کی فلم لائن میں گئے، تاہم ہمیشہ وہ عوام کی معیشتوں
 پریشانیوں اور خوشیوں کی تصویر کھینچنے کی کوشش کرتے رہے یہ بات اس
 دور کی کسی بھی ادیب میں نہ تھی۔ چنانچہ ان کی تخلیقات کا تقریباً تمام ہندوستانی
 زبانوں میں ترجمہ ہوا اور لوگوں نے انہیں خوب پسند کیا۔ پریم چند کو نہی سے
 بھی برا لگاؤ تھا ۱۹۰۸ء میں انہوں نے ہندی کا خصوصی امتحان پاس کیا ہے ان کا
 پہلا اردو ناول ہم خرم دم تو اب، کا کچھ ہی عرصہ بعد ایک ہندی ترجمہ شائع ہوا
 اس کے بعد دوسرا ناول جلوه انار (دردان) میں وہ ہند
 کے پرزور حایت کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں ملک کی آزادی
 کا جھروجا بلند کیا گیا تھا۔ انہوں نے کانگریس کے اجلاس
 میں شرکت کی۔ وہ انہوں نے لال پال کی زیر قیادت اتھابند گردپ کی
 حیات کی ان کے گھر میں خودی رام بوس کی تصویر لگی رہتی تھی۔

دو کیا تھے بھی مار تھے۔ چنارو کے پہلے ادیب تھے جنہوں نے قومی آزادی کے مقصد کو اردو میں سمایا
 ان کے تاریخ افسانوں کا مجموعہ سوز وطن، حکام کے غلاب کا شکار ہوا۔
 ہیر لوہ کے انگریز ٹکڑے تمام کاپیوں پر قبضہ کر کے انہیں تلف کر دیا اس واقعہ
 کے بعد انہوں نے پریم چند کا قلمی نام اختیار کیا اس سے قبل ان کا قلمی نام نوبیا
 رہا تھا اس لئے میں انہوں نے سرکاری طاقت سے استغنیٰ دیدیا مقرر ناولوں
 اور افسانوں کے ذریعہ اقتدار پر حملے جاری رکھے ان کا مجموعہ سمریا ترا، قنط
 کر لیا گیا اور ان کے جدیدے جنس کے لئے متعدد بار ضمانت طلب کی گئی۔

اس صدی کے آغاز سے ہی آزادی کی خواہش ہمارے زندگی کا
 ایک پہلو تھی۔ دوسرا پہلو تھی دیگر شعبوں میں ملک کی ترقی اس کے لئے سودیشی
 مال چھوٹی مصنفوں، تعلیم کم عمر بھائیوں کی دوبارہ شادی وغیرہ کے فردغ
 کی ضرورت تھی۔ جب سوتیلی ماں کے برے برتاؤ کے باعث پریم چند کی پہلی
 بیوی نے انہیں چھوڑ دیا تو انہوں نے ایک کم عمر بھائی کے ساتھ شادی کی یہ اس
 زمانہ میں ایک انتہائی دلیرانہ قدم تھا۔ ●

بقیہ:۔ یوم می محنت کش

اور ان میں سے چار ماہ نازیروں کو چھوٹے مقدمے کے تحت پھانسی دیدی گئی
 مزدوروں کی مسلسل ہرج و مرج اور یہ مثال قربانیوں کی وجہ سے دنیا
 کے محنت کش عوام اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور تمام ملک میں کام کے
 لئے آٹھ گھنٹے مقرر کر دیئے گئے

دسمبر ۱۸۸۸ء میں امریکہ کے فیڈریشن آف لیبر نے سینٹ لوئس میں
 ہونے والی ایک میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ آئندہ کم می ۸۸۸ء کو تمام امریکہ میں یوم می
 کے نام سے منسوب کیا جائے گا۔ اس فیصلہ کے کچھ دن بعد ۱۴ جولائی ۱۸۸۹ء کو
 سکندرمیونسٹ انٹرنیشنل کی پری کانگریس اور انگریز کی موجودگی میں (ملکس
 کا استعمال ہو چکا تھا) یہ بات طے پائی کہ یوم می کو دنیا بھر میں بین الاقوامی مزدوروں
 طبقے کی عصبیت کے ذریعے منسوب کیا جائے گا اسی دن سے یوم می مزدوروں
 اور محنت کشوں کے لئے چھٹی کا دن مانا جاتا ہے نیز اس دن کو استحقاق سے پاک
 اور پر امن سماج قائم کرنے کے عہد کی تجدید کا دن بھی تصور کیا جاتا ہے ●

مغربی بنگال اردو اکیڈمی کی دو روزہ زنگارنگ تقریبات

تقسیم انعامات اسناد، ڈرامہ، سیمینار اور مشاعرہ۔

گزشتہ ۲۳ اور ۲۴ اپریل کو مغربی بنگال اردو اکیڈمی کی جانب سے دو روزہ تقریبات خالی گیس پہلے دن یعنی ۲۳ اپریل کی شام کو پارک سرکس میدان میں گورنر مغربی بنگال بی ڈی پانڈے علیہ کا افتتاح کیا دوسرے اور آخری دن صبح کے ساڑھے دس بجے اسٹیٹ لوتھ سنٹر مولاعلیٰ میں مغربی بنگال کی اردو مشاعری پر سیمینار ہوا اور اسی دن شام کو پارک سرکس میدان کی کھلی فضا میں کئی ہندو مشاعرہ کا بھی اہتمام کیا گیا۔

مغربی بنگال اردو اکیڈمی کے نئے چیرمین جناب محمد امین (سابق وزیر ٹرانسپورٹ) نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ حکومت نہ تو کسی زبان کو نیا سمجھتی ہے اور نہ ختم کر سکتی ہے عوام ہی کسی زبان کو نباتے ہیں اور اسے ترقی دیتے ہیں حکومت اور عوام کے ربط باہمی سے اس کی ترقی میں ضرور مدد ملتی ہے۔ اکیڈمی، حکومت اور عوام کے تال میل سے ہی اس ریاست میں اردو کو فروغ دیا جاسکتا ہے انہوں نے اکیڈمی پر کی جانے والی یا معنی تنقید کا غیر مقدم کیا اور امید ظاہر کی کہ اردو اکیڈمی عوام کے تعاون سے اردو کے فروغ میں اہم رول ادا کرے گی۔ اس تقریر کے بعد صدر جلسہ جناب ہاشم عبدالحمید نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ ہم نے محض دکھا دے کے لئے اردو اکیڈمی کی تشکیل نہیں کی ہے بلکہ اردو کی ترقی و ترویج کے لئے ٹھوس خدمات انجام دینا چاہتے ہیں۔ قومی کھیتی کے لئے ہر زبان و کلمہ کے ساتھ کسان سلوک اور اس کا تحفظ ضروری ہے اور مغربی بنگال میں اسی مقصد کے تحت اردو اکیڈمی قائم کی گئی ہے اردو ہمارا قومی ورثہ ہے جس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے جب تک ہندوستان زندہ ہے اردو بھی زندہ رہے گی۔

تقریب کے آغاز میں اردو اکیڈمی کے سکریٹری جناب محمد فخر الدین نے گورنر مغربی بنگال اور دیگر مہمان ہزرات کی گل پوشی کی اور جناب محمد فخر الدین نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ آخر میں جناب علیہ شیلے نے اکیڈمی کی جانب سے حاضرین اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ (بقیہ مآل)

مغربی بنگال اردو اکیڈمی کی دو روزہ تقریبات کا افتتاح کرتے ہوئے گورنر مغربی بنگال بی ڈی پانڈے نے اپنی تقریر میں بتایا کہ حکومت مغربی بنگال لایہ اقدام قابل ستائش ہے کہ اس نے ریاست میں اردو کی ترقی و ترویج کے لئے اکیڈمی کی تشکیل کی۔ انہوں نے اکیڈمی کی سرگرمیوں اور کارگزاریوں کو سراہتے ہوئے اور خاص طور سے کتابت کو سراہتے اے اکیڈمی کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ خطاطی اردو، فارسی اور عربی کا ایک ایسی خصوصیت ہے جس سے دنیا کی دیگر زبانیں محروم ہیں۔ اس فن کو بانی رکھنے کی ضرورت ہے انہوں نے اکیڈمی کو مشورہ دیا کہ وہ خطاطی کی تربیت بھی دے نیز دوسرے انعامات کی طرح خطاط کو بھی ایوارڈ سے نوازے اس نیک مقصد کے لئے وہ گورنر کے خصوصی فنڈ سے رقم فراہم کریں گے۔ تقریر کے بعد مغربی پانڈے نے اکیڈمی کی طرف سے ڈاکٹر ظ انصاری کو پریز شاہدی ایوارڈ اور پروفیسر اعجاز افضل کو مولانا طبع آبادی ایوارڈ پیش کئے جو دس دس ہزار روپے کے تھے اس موقع پر گورنر نے بنگلہ دیش کے پروفیسر بارون رشید کی کتاب سرگزشت آصفیہ کی رسم اجرا بھی ادا کی۔

ڈاکٹر ظ انصاری اور پروفیسر اعجاز افضل نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ جناب احمد سعید طبع آبادی نے اپنی تقریر میں ڈاکٹر ظ انصاری اور پروفیسر اعجاز افضل کو ایوارڈ کے سستی قرار دیا اور اپنی ایوارڈ ملنے پر مبارکباد دی۔



طوفان زدہ گائے گھاٹا



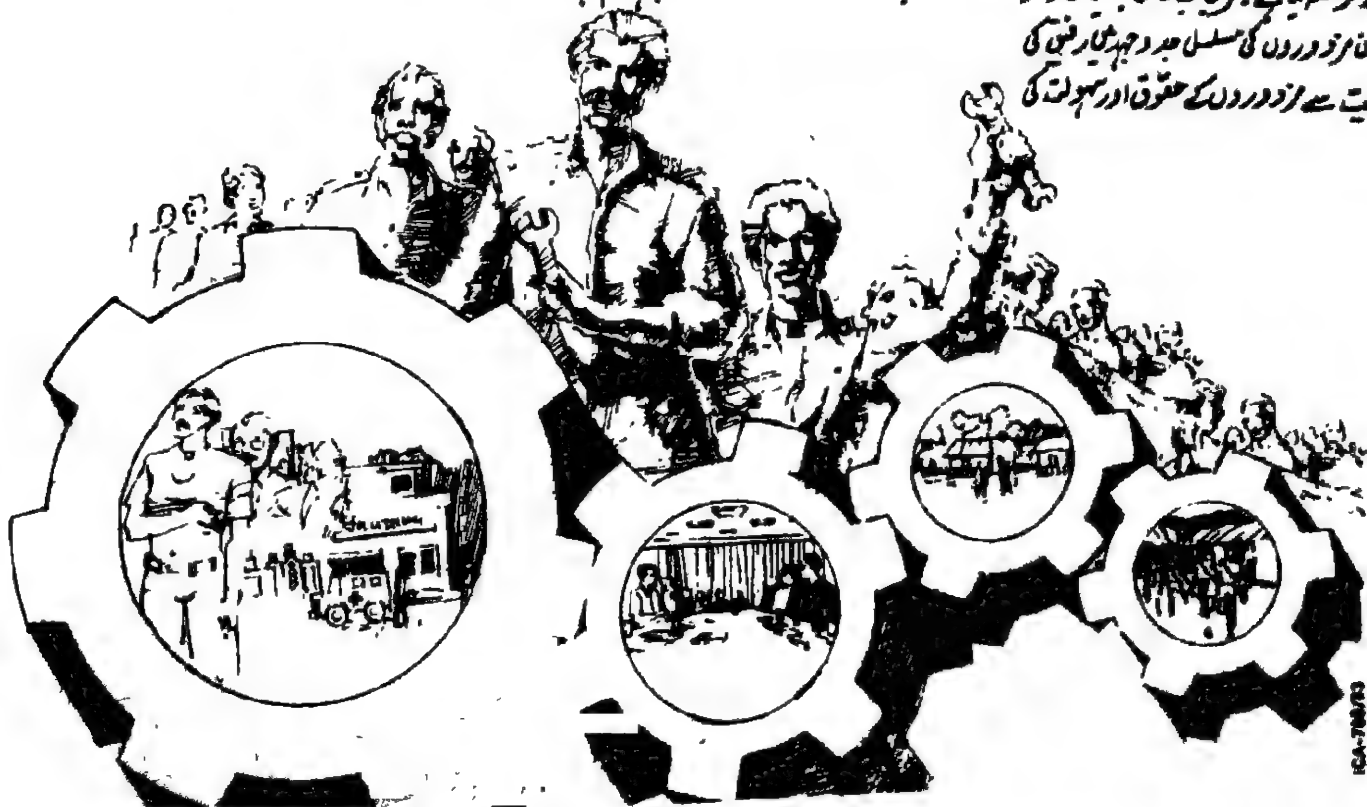
یوم مئی کے تاریخی موقع پر مغربی بنگال کے مزدور طبقہ کی حد و جد کو ہمارا سلام

ہی۔ ریاست میں برقیہ پیمان صنعتی تعلقات قائم
کئے گئے ہیں اس تاریخی یوم کے موقع پر بائیں محاذ کی
حکومت مغربی بنگال کے مزدوروں کے حقوق و مراعات
کے تحفظ، ان کے جمہوری حقوق کی نگہبانی کی اس
جد و جد کو ہمیشہ ہمیشہ جاری رکھنے کے عہد کی تجدید
کرتی ہے۔

حکومت مغربی بنگال

حفاظت کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں اپنے
مطالبات کو منوانے کے لئے مزدوروں کی پڑتال
کے حق میں پولیس کی مداخلت بند کر دی گئی ہے جا
جوت، انجینئرنگ، پرنٹنگ اور جوئی کی صنعتوں
میں دجروں میں اضافہ کے لئے مزدوروں کی حمایت
کا جاری ہے مزدوروں کے تنازعات کے تھقیے
کے لئے دورخی اور سرخی گفتگو جاری ہے اور ہی
کا نتیجہ ہے کہ مغربی بنگال کی صنعتوں میں پڑتال
تالا بندی اور لے آن کے واقعات بہت کم ہو گئے

آج مئی 1983ء کا پہلا دن ہے مزدور طبقہ کے
فون سے رنگا تاریخی دن ہے اس موقع پر ہم
مغربی بنگال میں مزدوروں کا جد و جد کو سلام کرتے
ہیں مغربی بنگال کے سیدار مزدوروں نے ہمارا آزاد
کا قوی تحریک کے دھڑے بڑی بڑی جد و جد میں
حصہ لیا جمہوری تحریک اور مزدور طبقات کے بجا
مطالبات کو منوانے کی تحریک کے ہر میدان میں مغربی
بنگال کے سیاسی طور پر باشعور مزدوروں نے بڑھ
چڑھ کر حصہ لیا ہے مغربی بنگال کی بائیں محاذ حکومت
نے ان مزدوروں کی مسلسل جد و جد میں اپنی
حیثیت سے مزدوروں کے حقوق اور سہولت کی



شیخو سید
منقرنی سنگال
صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵ مئی ۱۹۸۳ء

مغربی بنگال

ٹیکور ممبر

اس شمارے میں

- ۱۔ نذر ٹیکور
 - ۲۔ ٹیکور اپنی کہانیوں اور ناولوں میں
 - ۳۔ فالگونی ناپچ نامک
 - ۴۔ ٹیکور کا آخری سوال
 - ۵۔ عورت
 - ٹیکور کی کہانیوں اور ناولوں میں
 - ۶۔ رہنمائی سنگیت اور ناپچ
 - ۷۔ ٹیکور کی تخلیقات اور تاریخ
 - ۸۔ سوانح حیات
 - تظہیں
 - ۹۔ زیارت گاد بند
 - ۱۰۔ روح روشن کا پرتو
 - ۱۱۔ تناسخ
 - ۱۲۔ اک بار مجھے لوٹا دو
 - ۱۳۔ کس بزدل کو تو ڈراتا ہے۔
- تشریح کار: سادہ پرشاد داس





نذیر ٹیگور

ولادت: ۲۵ مئی ۱۸۶۸ء نیکلا سال
(۱۸۷۱ء)

وفات: ۲۲ سادون ۱۳۳۸ء نیکلا سال
۱ رگست ۱۹۲۱ء

زیارت گاہِ ہند

انے میرے دل! پاکیزہ زیارت گاہ میں آہستہ سے جاگ
خند کی عظیم اندلی ہوئی آبادی کے سمندر کے ساحل پر
یہاں کھڑا ہو کر دلوں بازو بڑھا کہ ان کی شکل میں نظر آئے وہ اے
دیوتا کو منسکار کرتا ہوں

آواز اور کھلے ہوئے سنگیت میں حقیقی مسرت قلب سے ان کی
مناجات بڑھتا ہوں
یہ دیکھو دھیان میں ڈوبا ہوا، گمبھیر بہار، ندی کی تسبیح ہاتھ میں
لے پھیلا ہوا مسیدان

یہاں برابر دیکھتے رہو پاکیزہ دھرتی کو
خند کی عظیم اندلی ہوئی آبادی کی شکل میں سمندر کے ساحل پر
کوئی نہیں جانتا کہ کس کی بکار پر اتنے آدمیوں کی دھارا
کہاں سے ایک سرچشمہ بن کر پھوٹ پڑی اور بھارت ساگر میں کھو گئی
ہاں آریہ، ہاں غیر آریہ، یہاں دراوڑ اور چنی
شنگ، ہون، دل، پٹھان اور نعل ایک جسم میں تناسل
یہاں کسی رملے میں اوبکار کی عظیم لگا تار دھن
دل کے تار میں اتحاد کے متر سے گونجی تھی

ریاضت کے بل سے ایک (ودت) کی آگ میں اینٹا دھرتی کی ریت و دیگر
ہم تغیرت بھول گئے، ایک عظیم دل کو بیدار کیا
آؤ اے آئے، آؤ اے غیر آریہ، ہندو مسلمان
آؤ آؤ آج تم لے اہل شنگ، آؤ آؤ اے عیسائی!
آؤ اے برہمن یا کیز کی قلب کے ساتھ، سب کے ہاتھ پکڑو
آؤ اے پست اقوام کے لوگو، دور کرو اپنی توہم کا بوہ
ماں کی آغوشِ محبت میں آؤ، جلد آؤ مکمل ابھی بھرم نہیں گیا
سب کے چھوئے ہوئے پاک تیرتھ کے جل سے
خند کی عظیم اندلی ہوئی آبادی کے سمندر کے ساحل پر

ربندہ دانا تھتھیکو، (گیتا جلی)
ترجمہ: قرآن گو کہ پوری •





ٹیکور

اپنی کہانیوں اور ناولوں میں
انہوں نے چمپا دھیلے

درشہزادوں میں طرح طرح کے مسائل رونما ہونے لگے لیکن اسکے ساتھ ساتھ ایک نیا جذبہ بھی رونما ہوا اور وہ کہ لوگ اب تنہا نہیں رہتے چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ گویا جان پہچان کی، سوجھ بوجھ کی ایک نئی دنیا نمودار ہوئی۔ ایک نئی تاریخ شروع ہوئی۔ ساری دنیا میں نئی روشنی پھیلنے لگی اس وقت کے اخباروں اور رسالوں میں سماج اور سماج کے لوگوں کے دکھ درد، خوشی شادمانی اور کامیابی کامیابیوں کی کہانیاں شائع ہونے لگیں۔ اس وقت مصنفین اپنی کہانیاں اور افسانے اخباروں میں شائع کرتے یا یوں کہتے کہ وہ اخباروں کے لئے ہی لکھتے۔ شروع شروع میں اخباروں اور رسالوں میں خیریں اور ادبی مضامین شائع ہوا کرتے پھر بعد میں قارئین کی دلچسپی کے لئے طنز و مزاح کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا لیکن اس کے بعد ہیر و دلے، بیات و بیکھی، کہ لوگوں کی خوشنکی کچھ حد تک باقی رہ گئی۔ دسے دسے درکھنے کے لئے انہوں نے اخباروں اور رسالوں میں چھوٹی کہانیاں شائع کرنا شروع کر دیا۔ اس زمانہ میں اخباروں اور رسالوں کی اشاعت بھی کم ہوتی تھی۔ اس وقت ادباء لوگوں کی زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنی کہانیوں میں اجاگر کرتے اور آہستہ آہستہ یہ قطرے سمندر بن گئے۔ اب چھوٹی کہانیوں کا دور شروع ہوا اور ملک ملک میں ادیبوں اور مصنفوں نے چھوٹی کہانیاں لکھنی شروع کیں۔ جو پانچ لکھ گواہ اور چھ بلامک اخباروں میں چھوٹی کہانیاں لکھیں، اسی طرح بے کوف سے اس کو لکھی اور یوں لوگ اخباروں میں وہ ایلینو نے سر ڈلے کو لکھا اور سر ڈلے کے زیر اثر میں کہانیاں لکھیں۔ رنبدرا ناٹھ سے سنگھ کی لہروں کی طرح اپنے نئے نئے خیالات کو اپنی چھوٹی کہانیوں میں اجاگر کیا۔ ان کی چھوٹی کہانیاں بھیتو بادی، سادھونا، سوبھو پرتو، رسالوں میں شائع ہوئیں۔

نیکم اور اپ میں مختصر کہانیوں کا اقتدار رنبدرا ناٹھ ٹیکور نے کیا۔ انہوں نے ان کی چھوٹی کہانیاں نیکم ہفتہ وار رسالہ ہیتو بادی کے ادبی صفحہ میں شائع ہونے لگیں۔ اس وقت مسٹر ونگٹھاب سے بعد یورپ کی سماجی زندگی میں نمایاں تبدیلی ہوئی وہاں کے عام لوگ سماج سے اپنے حقوق۔ کام کرنے کے، زندہ رہنے کے حقوق۔ طلب کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ان تمام لوگوں کو رنبدرا ناٹھ ٹیکور کی چھوٹی کہانیوں میں جگہیں ملیں۔ بیسویں صدی کے شروع میں سائے یورپ میں عام بے مین پھیل گئی تھی۔ آئینا اور نئی کہانیوں کا دور شروع ہوا۔ سرمایہ داروں کے خلاف عام لوگوں کی جدوجہد شروع ہو چکی تھی۔ سرمایہ دارانہ نظام کا قلعہ متع کرنے، سماجی زندگی میں تبدیلی لانے اور طبقاتی نظام کو ختم کرنے کے لئے وہاں کے مزدور سرمایہ داروں سے بڑا آواز ہو گئے۔ نیز اس جدوجہد کے دوران مزدوروں کے خیالات نے کڑے دارانہ نظام کو بھی چکنا چور کر دیا۔ اب مزدور خود کو دہلی سپرد اور ہیر و دلے سے بہتر سمجھنے لگے یعنی

Men and women are better than heroes and heroines

سنگھ کی سماجی اور ثقافتی زندگی میں یہ بنیاد کی تبدیلی رونما ہوئی اس لئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ رنبدرا ناٹھ نے تاریخی سرو اور زمینہ کی جگہ موجودہ سماج کو اور عام لوگوں کو اپنی کہانیوں اور افسانوں میں جگہیں دیں۔ اس زمانہ میں دنیا کے مختلف ملکوں میں اور خاص طور پر یورپی ملک میں کئی لاکھوں میں، گھیسوں میں لاکھوں

وہی علاقہ کے عام لوگوں کی زندگی کا حرفِ رہبر و نشانہ کی طرح رکھو۔
 چنگی اب ایسی فوج تیار کرنا پڑا اب وہ اس فکر میں ڈوب گئے کہ عوام
 اور سارے درویشانِ عالمی علیٰ علیہ کیسے پالنا جاسکتا ہے اس سلسلہ میں یہ کہا جاسکتا
 ہے کہ اگر تنازعات نہ ہوتے تو وہ عظیم شاعر بن سکتے۔

اسی بنیاد پر رہنما ناٹھ کی چھوٹی کمپنیوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے
 اور اسی لئے ان کی چھوٹی کمپنیوں میں ہم سیاح کے غیر تالوس، نامحروف اور کچے درجہ
 کے لوگوں کی تصویریں دیکھتے ہیں ان سے قبل ماحول سے بے خبر نگا اور بربر و پیش
 میں ہیر و اور ہر کی تصویریں کھینچی ہیں۔ ہم چند کے نادلوں میں محلات کی اور تار
 کی تصویریں ہیں دیگر کرداروں میں جن لوگوں کو دکھایا گیا ہے وہ رتبہ اور حیثیت کے
 لحاظ سے کچھ ادیر ہی کے تھے ہم لوگوں نے رہنما ناٹھ کی چھوٹی کمپنیوں میں عام لوگوں
 کو دیکھا اس سے قبل ایسے غریب اور عام لوگوں کو تاریخ میں اور تہذیبی شاکر
 میں کوئی جگہ دی گئی۔ سب ہمارے خوابوں کے ہر کین تھے لیکن رہنما ناٹھ نے ان
 کے کردار کو ان کے مساکی کو، ان کی غربت اور ہمانگی کو، ان کے چار اور محبت
 کو اپنی کمپنیوں میں اُجاگر کیا۔ اس سلسلہ میں رہنما ناٹھ یوں رقم طراز ہیں۔

میری کہانیوں میں حقائق کی کمی نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا، پہلی نگہا یہ میرے تصور کی تصویر ہی نہیں ہے یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کہانیوں میں میں نے جو کچھ لکھا، اس کے پچھلے کارفرمے میرا تجربہ میں نے خود دیکھا۔۔۔۔۔ سوچ کر دیکھئے آپ سمجھ سکیں گے کہ جو کہانیاں میں نے لکھی ہیں ان میں رنگا رنگی سماج کی علمی زندگی کی تصویریں ہیں اس سے پہلے کسی نے بھی اپنی کہانیوں میں ایسی تصویریں نمایاں نہیں کیں۔ مزید فحاشت کرتے ہوئے اہولے کہا۔

”لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ میری کہانیوں میں نیگا لے کے متوسط خاندان کی تصویریں نہیں ملتی تھیں۔ مجھے ان لوگوں کو جواب دینے کا موقع ملا ہے میں نے جیسا دیکھی زندگی کی تصویروں کو بیان کیا میرے خیال میں مجھے قبل اُسے وسیع پیمانے پر کسی اور نئے نیگہ ادب میں دیکھنے کی تصویروں کی مسلسل اشاعت نہیں کی اس وقت متوسط طبقہ کے ادیبوں کی کمی نہیں تھی لیکن انہوں نے پرتاب سنگھ یا پرتاب ادیتو کی کہانیاں یا تاریخی ہیرہ کی کہانیاں لکھیں انہوں نے اپنی کہانیوں میں شاہی شان و شوکت کے گیت گائے۔ مجھے فخر ہے کہ میری کہانیوں کا مجموعہ گوپو گچھو کو پورے روائی ادیب غازی قرار دیں گے۔“ اسی وقت اس مجموعہ کے سلسلہ میں عقید کار بر دست طوفان اٹھا۔ اس سے بیدار انا کو تو تھک چکی تھی لیکن گوپو گچھو کو غازی ادیب کہنے کی بات تو دور ہی سارے عالم کے ادیب کی حائلہ بن گئی اور عالمی ادیب کے اہلے میں اس نے اضافہ کیا۔

و بنیدار اناقتہ بنکر میں فخر کیا یوں کہ نہ صرف موصیہ کے ساتھ اپنے لئے اکی
 کیا نیکی پر روشنی پڑا دیا بلکہ اسی اناقتہ نے ظلموں گیتوں در احسن ادا مال کے ساتھ
 ساتھ چھٹی کہا میں ابھی کھتی شروع کی اہوں نے چھٹی کہا یوں کہ مساد کی بہت
 دی۔ مساد دیا میں و بنیدار اناقتہ شاعری حقیقت سے مشہور ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ
 بلا شیک دستہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہی کے مشہور کہاں لڑکیوں جیسے مہاشا
 وین پوچھ کوں و غیر کے ساتھ مساد کی جگہ دی جا سکتی ہے۔

رہنما ناخونہ تھیں سال کی عمر سے کہانیاں لکھنا شروع کی ہیں۔
 ایک کی حالت بھی پریشان کن تھی سائے ملک میں سیکی بے چینی پھیلی ہوئی تھی جگہ جگہ ظالم
 انگریز حکمران خند و ستایوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے تھے اس وقت رہنما
 ناخونہ کی عمر بھی بہت ہی پریشان اور بے صبر رہا کرتے تھے اور انہوں نے شہری زندگی
 سے وعدہ جاکر پیمانہ کے گناہ سہارا لیا۔ لیکن یہاں کے مناظر قدرت، ماحول اور یہاں
 کے لوگوں کے دکھ درد نے ان کے دل میں ایک نیا خیال اجاگر کیا۔ رہنماری کی دیکھ بھل
 کے لئے انہیں مشرقی بنگال کے گاؤں میں جانا پڑا۔ یہاں کے قدرتی مناظر اور یہاں کی
 آب و ہوا انہیں کافی پسند آئی نیز یہاں انہیں دیہات کے غریب لوگوں کو بہت ہی فریب
 دیکھنے کا موقع ملا۔ شائے یہ بات دیکھی کہ بنگال کے دیہی علاقوں میں اخصالی کے
 شکار غریب نادار لوگوں کا ایک طبقہ خون چوس رہا ہے ان تمام باتوں نے ان
 شاعر و تجلی کو ایک نئے جذبہ سے بیدار کیا اور انہوں نے ایک نظم "اے بار بھر اور"
 اس بار لوٹا دو مجھے لکھی جس میں انہوں نے حیوان دیتا سے درخواست کی وہ اتنا
 ظلم و ستم کا منظر نہیں دیکھ سکے۔ اس لئے اس بار انہیں واپس بھیج دیا جائے جسکے
 سے ظلم و ستم اور اخصالی کا سلسلہ جاری ہے۔ خاص طور سے وہ اسے برداشت نہ
 کر سکے اور احتجاج کرتے ہوئے قلم اٹھا یا۔

ان سب نادان، حیران، مریض، گنگے، چرند کو
زبان دینی ہوگی، ان سب تھکے، سوکھے اور لڑے ہوئے
سیتوں میں

امید کی جھینکار پیدا کر فی ہوگی : پکار کر کہنا ہوگا
ایک لمحہ کے لئے سر جھکا کر سب اکٹھے کھڑے ہو جاؤ، دیکھو تو
جس کے دُرسے تم دُرسے ہوئے ہو وہ ظلم تم سے بھی
زیادہ دُرِپولک ہے

یوں ہی تم جاگو گے وہ دھڑک رہا ہے گا
یوں ہی کھڑے ہو جاؤ گے تم اس کے سامنے وہ کھڑا ہے گا
سامنے کے کتے کا طرح سکڑ کر ڈرے

رہنما تھانے تقریباً چالیس برسوں تک چھوٹی کہانیاں لکھیں اس عرصہ کو تین دور میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پہلا دور تو ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک تھا اس عرصہ میں انہوں نے رسلے ہتھو باری جس کے ایڈیٹر فلسفی کرشنا بھٹا چاریہ تھے اور سادھونا جس کے مدیر شری سدھیندر ناتھ تھا کرتے، میں بہت ساری چھوٹی کہانیاں لکھیں جب انہوں نے اپنے مجموعہ کلام سونا رکھالی، چتر اور چھوٹے مالی، سونے کے تھوڑے ساٹھ انہوں نے اسی دوران بہت ساری چھوٹی کہانیاں لکھیں نیران کے خطوط کے مجموعہ چھپو پورا بولی، میں اس وقت کی لکھی بہت سی کہانیوں کی تقویریں نمایاں ہوتی ہیں۔ ان کے دوسرے دور کا آغاز ۱۹۹۰ء سے ہوا۔ اس دور میں ان کی بہت ساری کہانیاں سولہ پور توڑ جس کے مدیر شری پرودھ چودھری تھے میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے ان کی کہانی فونسی کی رفتار کچھ سست ہو گئی ان کی زندگی کے آخری دور کی کئی ایک چھوٹی کہانیوں کو تیسرے دور کی کہانیاں بھی جاسکتی ہیں۔ پہلے دور میں انہوں نے قدرتی ماحول اور دماغ کے درمیان جو رشتہ ہے اسے اپنے افسانوں اور اسی رشتہ کی بنیاد پر عام لوگوں کی زندگی کی بات چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھیں۔ آخری دور کی کہانیوں میں سمجیدگی کی جھلک ملتی ہے انہوں نے عام زندگی اور شہر کی زندگی پر تجرباتی کہانیاں لکھیں نیران کی نظم بلا لکھ میں بھی روزمرہ کی زندگی کی جھلک ملتی ہے۔

پہلے دور کی کہانیوں میں عام سماجی اور گھریلو مسائل ہیں۔ قدرتی ماحول قدرتی ماحول کی زندگی، خاص طور پر دیہی زندگی۔ اس کی مدد جہد، مشکلات، پیار محبت۔ کی کہانیاں ہیں۔ اس دور کی دینا پونا، جو گسٹوریو جوگو، ہوتی توتی، وغیرہ کہانیوں میں سماج کی برائیوں کو، خاص طور پر جہنم کے لعنت کو انہوں نے ابھارا ہے اور سماج کے متصفوں کا جو اخلاقی قرض ہے اس کی بھی انہوں نے نشان دہی کی ہے ان کی کہانیوں کا مطالعہ کرتے کرتے مجھے مائٹائی کے ریزورکشن (RESURRECTION) کا ایک حصہ یاد آ جاتا ہے۔ گھریلو کہانیوں میں سانشی (مرا) کی کہانی قابل ذکر ہے۔ اس کہانی میں انہوں نے سماج کی نا انصافی اور بے رحمی کی شکار دیہات کی نئی دلہن چندرا کی پرمانندی کے کنارے بچا لٹکے کے ساتھ کو بہت ہی خوبصورتی سے اور پر خلوص طریقے سے بیان کیا ہے اس طرح ان کی عالمی شہرت کی حامل کہانی، کابلی والا، میں میٹی کے لئے صرف باب کی محبت کا ہی اظہار نہیں ہے بلکہ یہ کہانی تو ملک، ذات بات، مذہب سب کو پار کرتے ہوئے دنیا کی ایک بہترین کہانی بن گئی اس کہانی کے طرز تحریر اور حقیقت اندازی کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صرف رہنما تھانے ہی کہانیاں لکھ سکتے تھے چھوٹے چھوٹے گھریلو واقعات کو ان کی کہانیوں میں چھپیں ملیں۔

محبت اور انسانی زندگی، اس سے رہنما ہونے والے تنازعات اور پیچیدگیاں، محبت کی مختلف شکلیں، دیہی زندگی اور اس کے مسائل ان تمام باتوں کو رہنما تھانے اپنی کہانیوں میں پیش کیا۔ بہت ہی صاف اور واضح طور پر ادبیت کے ساتھ ان مسائل کو سلجھا دیا یہ بات واقعی قابل تعریف ہے ان کی کہانیوں میں کہیں تو دیہی لڑکی سادگی کا انداز کہیں دیہات کا منورہ ہوتی ہے کہیں تو تشنگ اور پیچیدہ حالات کی ٹھنڈی برسات ہوتی ہے تو کہیں پریم کی پیاسی رو میں پریم کے جھوٹے جھول رہی ہیں۔ رہنما تھانے کی ایک رات، اہلہ، سیپائی، درشتی خان، مودھو بورتی، مائو ڈال، مان بھون جون، ادھاپک، سیشر راتیر وغیرہ کہانیاں سماجی محبت کی جتنی جاگتی تصویریں ہیں۔ ایک چھوٹی سی کہانی میں خودی اور ایووسی کو کسی طرح ابھارا جاسکتا ہے اس کی مثال، مائو ڈال کی چھوٹی کہانی مودھو بورتی میں دیکھ سکتے ہیں اس کہانی میں لالہ نارائن، اپنی بیوی پرودھ سندی کی ایسا پرستو بلا، نام کی ایک کم سن لڑکی سے شادی کر لے لیکن اس لڑکی کو ناخوشی اور نا اشنائی سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور آخر میں قیامت وقت وہ مرجاتی ہے اس کے بعد سابق شوہر اور بیوی پھر ایک ساتھ رہنے لگے لیکن اس درمیانی لڑکی کو کیا ہم فراموش کر سکتے ہیں ۱۹۹۰ء کی کہانی کے آخر میں رہنما تھانے نے خودیوں جواب دیا۔ پہلے جو شکلیں پاس پاس سوتیں اب پھر وہ پاس پاس سوتے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان ایک مروجہ لڑکی بھی سوتی ہوئی ہے اسے کوئی بھی فراموش نہیں کر سکا، چھوٹی کہانی کی ایسی خوبصورتی صرف جیکوٹ کی کہانیوں میں ملتی ہے اسی طرح ان کی کہانی کھاسہ، مائو محبت کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حوالہ اور تشدد کا ذکر ہے اور ان کی شکار لڑکی رو ما اسی تکالیف کو ظاہر کر سکی۔ رہنما تھانے رو ما کی تکالیف کا بہت ہی اچھی تصویر کھینچ ہے

رہنما تھانے کی کہانیوں میں شاعرانہ تصویر نمایاں طور پر ظاہر ہو رہی ہیں نے محبت کی انجھون کو شاعرانہ روپ میں اپنی کہانیوں میں آجا کر لکھا ہے۔ مہمانیہ کہانی کی ہیروئن گھونگٹ میں اپنے چہرہ کو چھپائے رکھتی وہ ذات کی کوئی بھی اندیشہ نہیں کرتی جب اسے سستی ہونے کے لئے جایا گیا تو وہاں چند ترقی پسند نوجوانوں نے اسے گلے سے بجالایا لیکن چٹائی آگ میں اس کے چہرہ کا کچھ ہمہ جھلیس گیا تھا اور اسی دیر سے وہ گھونگٹ ڈال رہی تھی اس کے بعد پھر اس کی شادی راجب سے ہوئی لیکن وہ اب بھی گھونگٹ میں رہنا پسند کرتی۔ راجب نے بھی کبھی اس کی گھونگٹ اٹھا دینے کی ہمت نہیں کی لیکن ایک رات کو جب مہمانیہ بے خبر سو رہی تھی تو راجب نے اس کی گھونگٹ اٹھا لی اور اسے اس کے چہرہ پر چسکے جلنے کا داغ ملا اتنے میں مہمانیہ کی نیند ٹوٹ گئی لیکن اسی وقت وہ اس کے گھر سے ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔

پہلے دور کی کہانی شاید سب سے سترن کہانی نو سترن روٹا گھر ہے
یہ سترن روٹا گھر کے لحاظ سے جدید ترین کہانی ہے عقلی زندگی اور دلی قربت
لا آنا جو بصورتِ طالب اور گہری دیکھا نہیں گیا۔

گھر سنسار کی چار دیواری میں صبا کی مخالفت کرتے ہوئے اکی اور
چار دیواری کی جو کہانی رہنما لکھتے تھے کسی شادی کی کوئی جگہ لکھی اسے اچھی طرح پڑھ
تھے کیونکہ وہ سب ایسے ماحول سے آشنا تھے اگلے اس دور میں اس کہانی پر
بہت ساری تنقیدیں ہوئیں۔ چار دیواری کی شادی کی زندگی برباد ہو جاتی ہے
اس کی وجہ بھڑپوٹی کی بے اعتنائی اور لاپرواہی ہے چار دیواری کی زندگی میں ایک غلام پیدا
ہو گیا لیکن اسے اکی کی محبت سے پر کر دیا۔ پریم کی ستوانی چار دیواری سے دلزدگی تک سکہ کر
کاتھان لکھی تھی لیکن اب وہ پھر سے سرسبز و شاداب بن گئی اس کی وجہ صرف اکی کی محبت
ہے لیکن جب اکی کی شادی دوسری لڑکے سے ہو جاتی ہے تو اس وقت چار دیواری کی ایک عجیب
کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور اس کے دل کی باتیں زبان سے ظاہر ہونے لگتی ہیں اس کہانی
کی ٹھنک جتنی سترن ہے اس کا افتخار بھی اتنی ہی لامحالہ ہے۔ رہنما لکھتے کہیں بھی اس
میں ٹھونس ٹھانسنے کی کوشش نہیں کی چار دیواری اور بھڑپوٹی کی دل جلنے کی وجہ سے اس
کہانی کو المیہ کی سرحد تک پہنچانے کے بعد ختم کر دیا گیا تقریباً ایک ہی طرح کے موضوع
پر ستر چندر کی بی چار دیواری (گھر کا غلام) کی کہانی ہے لیکن ٹھنک کے لحاظ سے رہنما لکھ
کی کہانی برتر ہے اس طرح نالسانی کے آنا کار سنسار ناول میں تقریباً ایک ہی طرح کے
واقعات ہیں لیکن رہنما لکھ کی نو سترن اس سے کہیں بہتر ہے۔

(۳)

رہنما لکھ کے پہلے دور کی کہانیوں میں ایک اور خصوصیت یہ ہے
کہ ان میں فطرت اور انسانی دونوں کو اچھا لکھا گیا ہے پدماندی کے کنارے سیلا دامو
اور سجاد پور میں جو حسین قدرتی مناظر ہیں ان ہی کے درمیان انہوں نے کرداروں
کو پیش کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگل کے پھولوں کے جھڑے پتوں کو انہوں نے پھر
سے سرسبز بنا ڈالا۔ سوہا، کہانی کی سوہا، جھولی کہانی، کے فطرت، اور جھولی
کہان کے بارہ پور، اتر، کہانی کے نئی کوٹھی، صرف قدرتی مناظر کے جو ذریعے تھے
یکساں ہی سلیج اور سنسار کے بھی اہم اراکین تھے سنسار کے روایتی قانون میں کم
تبدیلی رونما نہیں ہوتی اس کے لئے ان کرداروں کو سنسار سے ہر وہ چیز کرنی پڑی
قدرتی ماحول میں رہنے والے یہ سادے دیے لوگوں اور اس وقت کے انسانی
سلیج میں کیا فرق تھا اس کی رہنما لکھ نے اپنی کہانیوں میں تفصیل سے ذکر کیا۔ وہ

غریب لوگوں کی تکالیف اور مشکلات کو، ان کے دکھ درد اور دس ظالم سنسار
کی صورت حال کے درمیان کسی قسم کا انضباط قائم نہ کر سکے۔ در دس دور تھو کی روتھ
(RUTH) اور فطرت کی بیٹی لیکن رہنما لکھ کی سوہا نے صرف فطرت کی بیٹی
تھی بلکہ فطرت اس کی تیار واری بھی تھی۔ سوہا کو لگتی تھی اس کی زبان نیز ہر جگہ تھی اسے
بہت ساری دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا لیکن فطرت اس کی کمی کو پورا کر دیتی ہے۔
فطرت اس سے باتیں کرتی اسے باتیں سناتیں ہندی کے پانی کی کل کلاہٹ، لوگوں
کے بولنے کی آواز، ماہی گردوں کے گیت، جڑیوں کی چہچہاہٹ، پتے پتوں کی جھڑپا
سمندر کے لہروں کی طرح غلغلہ لڑکی کے پاس پہنچ جاتی۔ فطرت اس کے دکھ درد کو
سمجھتی لیکن جب وہ سنسار میں داخل ہوتی ہوئی کوئی اس کی باتوں کو سمجھ نہ سکا۔ سنسار میں
ہمردی نہیں ملتی چھوٹے بچوں کے فٹنگ کو موت نے نجات دلائی اور اچوتھی کے تار اور
کو اس سنسار سے دور بھاگ جانا پڑا۔ در دس دور تھو نے فطرت پر غصہ کر کے فطرت
فرار کا سہارا لیا تھا لیکن رہنما لکھ نے اپنی کہانیوں میں ایسی باتوں کی پرجا کر کے
کوشش نہیں کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کرداروں کے لئے سنسار کے
لوگوں سے اور صبا سے ہمردی سمجھ اور پیار محبت مانگی ہے اور یہی موجود رہنما لکھ
لیکھ کی عظمت خود دار ہوتی ہے۔

عالم غیب کو بھی رہنما لکھ اپنی کہانیوں میں لے آئے کھودی توپاشا
فیشی تھے، جھولی پارامی انہوں نے حقیقت اور عالم غیب کے درمیان رشتہ کو
اجاڑ گیا یہ سب صرف بھوتوں کی ہی کہانی نہیں ہے۔ بنیادی تصور ہے ان کہانیوں
میں ایک نئی روح بھونک نکلی۔ ایسی کہانیوں میں کاحیاتی بہت ہی مشکل امر ہے اور
رہنما لکھ کے بعد اس قسم کی کہانیوں میں کسی اور کو کامیابی نہیں ملی۔ مافوقیت
آرٹ اور ٹھنک کو انگریزی شاگردوں کو لیتے اپنی نظموں میں استعمال کیا لیکن ان
کے بھوت یا تو گھٹے۔ ٹھنکوں میں رہتے یا متوسط طبقہ کے قلعہ کے اندر۔ لیکن بھوت
اور موجودہ دور کو ایک ساتھ پیش کرنا اور رہنما لکھ ہی کا نام ہے۔ یوں تو
بھوت کی بابت نفسیاتی تشریح یوں کی گئی۔

*The spot in the brain that will
show itself out*

یعنی بھوت دماغ کی الجھنوں کی شاعری ہے۔ رہنما لکھ نے اس
تشریح کو قبول کیا۔ وہ نہایت سیدھے سادے لیکن عجیب غیر طریقہ سے مافوقیت
کو، ایسا سیدھے الفاظ میں بیان کرتے کہ جادو ستر سے بھوت پر توں کھائے اس پاس
کے گھروں میں لے آئے مشرقی بندھو کا رہنما لکھ پانچواں راستے میں تو رہنما لکھ

کی ایسی کہانیاں تو گویا امتحان تھیں جس میں وہ کامیاب ہوتے تھے۔ کہانی میں پہلی بیوی پر ظلم کرنے اور اس کے ساتھ نا انصافی کرنے کی وجہ سے شوہر کے دل میں تلام پر پورا جو حقیقت کی عکاسی کرتا ہے اس کی پہلی بیوی مرنے سے پہلے یہ پوچھتی ہے۔ "وہ کون ہے، وہ کون ہے، وہ کون ہے؟" خواب؟ شوہر کے دل میں اس سوال نے ایک گہرا زخم کیا اور نقش چھوڑ دیا۔ جتنی تو دور تیرہ زندگی اور موت! کہانی میں اگر ان نہ ہوتے تو سبب سنار کے گھر لو معاملہ کے سلسلہ میں خود غرضی پر زبردست چوٹ کی گئی۔ کونکال (جسٹائی ڈھاکچہ) کہانی تو ایک مردہ عورت کی زبانی سننے میں گرہ پر مردہ کی باتیں ہیں لیکن ان باتوں میں جو حقائق پوشیدہ ہیں ان سے پڑھنے والے کافی مستفید ہوتے ہیں۔ مولیٰ ہارا (ہیرے کا کھوجانا) کہانی کو پڑھنے کے بعد ایک عجیب احساس ہوتا ہے کہ ہم جگے ہوئے ہیں یا خواب دیکھ رہے تھے اس کہانی میں بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کی کالیف کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ کھودی تو پاشان، (بھوکا پتھر) اس طرز پر لکھی گئی بہت ہی اذوقی کہانی ہے۔ حقیقت سے یہ کہانی منسوب ہوئی لیکن اس کے بعد قارئین کو بادشاہ کے دربار میں لے جایا جاتا ہے۔ انہوں نے جن لڑکے اور لڑکیوں کی تصویریں پیش کیں ان میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب جتنی جاگتی تصویریں ہیں اس کہانی کا مقصد اور انداز بیان بہت ہی نرالا ہے دنیا کی تاریخ میں اس کہانی کے برابر اور دوسری کہانی نہیں ملتی۔ درآشت (دو تاج پوری نہ ہو) کہانی بھی اسی طرح کی ایک عظیم کہانی ہے۔

(۴)

عام طور پر "میکہ وردود" (بادل اور سورج) "در بدھ" (ذائقہ مندی) "راج ٹیکے"، وغیرہ کہانیوں کو رہنما کہانی کی سیاسی کہانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کہانیوں میں اس دور کی سیاست کی صفات جھلک ملتی ہیں۔ لے ان کہانیوں پر مختلف انداز سے غور کرنا چاہئے کہانی کے لحاظ سے تو سب بہت دلچسپ ہیں۔ لیکن ان میں قوی کردار اور ملک کی صورت حال ایک دوسرے سے اس طرح جھکے ہوئے ہیں کہ انہیں سمجھنے کے لئے غائر غور و خوض کی ضرورت ہے۔ در بدھ، کہانی دار و در کے ظلم کی کہانی ہے اس کے ساتھ ہی اس کہانی میں استحصال کے شکار لوگوں کے دکھ درد کی تصویریں بھی پیش کی گئی ہیں اس کے ساتھ ہی بزدل تلام کے ہاتھوں سے عوام کی رہائی کو بھی بیان کیا گیا ہے اس کہانی میں متوسط طبقے کے لوگوں کی بھی ایک تصویر پیش کی گئی ہے یعنی ان لوگوں کو فخر بھی ملتا ہے

اور وہ سب بہت جلد مصالحت کر لیتے ہیں۔ لیکن مصالحت کی کوشش کرنے پر مصالحت تو نہیں بھی جاسکتی۔

سرمایہ دارانہ نظام میں عام لوگوں کی زندگی کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے اس کی تفصیل "میکہ وردود" (بادل اور سورج) اور "چندر پور" (خطوط کاچوہا) میں ملتی ہے لیکن ان کہانیوں کی ابتدا کیسے ہوئی اس سلسلہ میں رہنما کہانیوں میں لکھا ہے۔ آج صبح کے وقت نگرانی بالانا کی ایک روشن صورت سنجیدہ لڑکی میر خواہوں کی دنیا میں آکر میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔ مرق پانچ سطریں میں نے لکھی تھیں اور ان پانچ سطروں میں میں نے مرق ہی باتیں لکھیں کہ کل یا ریش ہوئی۔ آج بارش کے ختم ہوجانے پر پچھلی بادل اور چمکانی دھوپ کے درمیان ایک دوسرے کو شکار کرنے کے لئے ایک جدوجہد شروع ہو چکی ہے "میکہ وردود" کی کہانی ذرا لمبی ہے رہنما کہانی کے ناول گرا کی ملک اور ملک کے لوگوں کی تصویریں پیش کی گئی ہیں ان کی شروعات اس چھوٹی کہانی "میکہ وردود" میں ہوئی ہے یہ کہانی ۱۸۹۹ء میں لکھی گئی اس وقت ۱۸۵۸ء کی پہلی جنگ آزادی جسے انگریز سپاہیوں کی بغاوت کہتے ہیں، کا پرتو تو تقریباً بٹھکا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی سماج میں احتجاج کا ایک نیا رجحان نمودار ہوا۔ انگریز حکمرانوں نے ہندوستانی عوام پر ایسے ظلم و ستم کا یا زار گرم رکھا تھا۔ انہیں تو چند سارے کی رتی بھر پروا نہیں تھی۔ استحصال اور لوٹ کھسوٹ کے کام میں وہ مشغول رہتے اس وقت صبح فور پر یہ کہا جاسکتا کہ ملک کے لوگوں سے کہیں زیادہ ملک کے مرنے والے آزاد تھے لیکن سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت عوام میں ایک بے بسی چھا گئی تھی اس وقت قومی سربراہی کا خیال پیدا ہوا لیکن افسوس کہ کانگریس کے سیاسی لیڈر عوام کے ساتھ اپنے تعلقات اور ربط و ضبط مستحکم نہیں کیا سکے اس وقت کے رہنما اور جاگیردار گھرانے کے لوگوں نے اپنی فلاح دیہیوں کے لئے اپنے مقصد کی برآوری کے لئے خود کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا اور انگریزی حکومت کی اطاعت کرنے کو اپنا فرض بنا لیا لیکن عام لوگ اور محنت کش لوگ تو ایسا کرتے سکے اس وقت چند توجہ اتون نے انفرادی طور پر مجموعی طور پر نہیں بلکہ گروہ اور گروہ کے کا بیڑا اٹھایا یہ نوجوان پڑھے لکھے تھے اور مذہبی ثقافت سے روشناس تھے۔ مذکورہ بالا کہانی کا ہیرو سکوشی، بہت ہی تسلیم یافتہ تھا وہ اپنی اور ہوشیار بھی تھا لیکن وہ سماج کے کام آہ سکا وہ خود پسندی میں مبتلا تھا۔ لاشہ خودی میں مست رہتا، کڑو تھا، ناتوان تھا اور اس وقت کے پڑھے لکھے بنگالی توجہ اتون کا نمونہ تھا۔ لیکن رہنما کہانی نے اس کردار کو بھی

آہستہ آہستہ ابھار دیا یہ نوجوان سماج پر عام لوگوں پر ڈھائے جانے والے ظلم کے خلاف سیدھا ہولہ اٹھا۔ جدوجہد کی جیل میں گیا اور آخر میں خود کو قریب کر دیا لیکن حق تھا تھا اس نے ظلم کو ساتھ لے کر بغیر تباہی و تباہی اور مادی و مادی کے لئے خود کو قربان کر دیا۔ اس کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ قوت کی عزت و وقار کے خاطر ایسے احتجاج کی ضرورت تھی اس قسم کی احتجاج کی ایک بڑی شکل گورانا دل میں دیکھی گئی اس ناول کا ہر دو قانون کا امتحان پاس کرتا ہے لیکن ملک کے لوگوں پر انگریزوں کے ظلم و ستم کو دیکھتے دیکھتے آخر وہ انگریزوں کے خلاف ہوجاتا ہے اور انگریزوں پر حملہ کرنے کی بات سوچتا رہتا ہے ملک کے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے اس نے تحریف پسندی کا راستہ اختیار کر لیا ہے اس طرح یہاں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کچھ حد تک ایک تنظیم قائم ہوئی یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ جب رہبر رانا تھتے سوئس کے متعلق لکھتا ہے کہ کیا تو انہوں نے اسے سیاسی کردار کا روپ نہیں دیا لیکن آہستہ آہستہ اسے سیاست کے میدان میں لا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے باوجود رہبر رانا تھتے بہت ہی اچھے فنکار کے ذریعہ جیل سے رہائی پانے والے ہر دو کو ایک چھوٹی سی لڑائی کے پاس بھیج کر کہاں کو ختم کر دیا کہ انہیں ہر دو کی سیاسی زندگی سے ہم کچھ متاثر نہ آتے کہ اس کے ملک یا ظلم کو کی جو اس کی بات کہہ نہیں کہا گیا۔ اس کے باوجود اس کہانی میں ذیلی واقعات کی کچھ تصویریں بھی پیش کی گئی ہیں۔ سوشلسٹ اور گری باؤل کے درمیان فرق کو اجاگر کیا گیا۔ ناممکن ہونے کے باوجود ہم گورانا دل میں اس کہانی کا انعکاس دیکھتے ہیں گورانا ۱۹۰۵ء تک دیش کی آزادی کی جدوجہد سے الگ تھلک رہا اور حق تھا انقلابی قدم اٹھا یا اس سلسلہ میں رہبر رانا تھتے یوں لکھتا ہے۔ میں تو اکیلا ہوں۔ میں نہیں ہوں، میرا ایک چھوٹا سا جسم ہے اسی طرح میرا ایک بڑا جسم ہے میرے ملک کی مٹا، باقی آسمان یہ سب میرے جسم کے حصے ہیں ان کی مزامیری سزا ہے میرے دیش کے تمام لوگوں کے سکھ دکھ میرے سکھ دکھ ہیں۔ لیکن یہ احساس رہبر رانا تھتے کی کہانی میں نہیں ملتی۔ جلا تحریف پسندی کو جوٹ پھونچا گیا۔ یہاں سیاسی نا انصافی بھی کی گئی لیکن بعد کے حصہ میں پروجیکٹ رسالہ میں شائع ہونے والے نا منظور اور سنسکار کہانیوں میں آزادی کے منکر نام میں غائبی بڑا دلچسپ الٹنی کو نوادار کیا گیا ہے لیکن یہاں بھی وہ جتنی تہدایت دے نہ سکے۔

دوسرے دور میں رہبر رانا تھتے، سولوزو پترا، ادا ستر قطا میں اترے پوترا (بیوی کے خطوط)، پولا پتر (بلا پتر)، ہالدار گوشی (ہالدار خانک)

دوسرے دور میں کہاناں لکھیں۔ اس دور کی کہانیوں میں انہولنے شہری زندگی کو اجاگر کیا۔ گاؤں کی زندگی سے دور اب ان کے سورج و چار کاوا اور کوا بھی وسیع ہو گیا، انہولنے لوگوں کے نفسیاتی مسائل کو ان کہانیوں میں ابھارنے کی کوششیں کیں ہالدار گوشی کہانی کے سر و بنواری لال میں نظریات کے ساتھ حقیقت پسندی کے ٹکڑ کو پیش کیا گیا ہے اس کہانی میں وجودیت کے باوجود خوبصورتی ہے وہ رہبر رانا تھتے کو اس سنسار سے بہت دور خواہوں کی دنیا میں لے گئی۔

اس دور کی کہانیوں میں رہبر رانا تھتے عورت اور اس کی شخصیت کو نمایاں کیا ہے اس وقت تو ایک طرف جاگیر دارانہ نظام رو بہ زوال ہو رہا تھا تو دوسری طرف سرمایہ دارانہ نظام بڑھ رہا تھا اس وقت کی صورت حال نے رہبر رانا تھتے کو بہت متاثر کیا۔ جو گاؤں کا ناول میں لکھتے ہیں اسے احساسات کا ایسے لفظوں سے اظہار کیا جنہیں بچے نہیں سمجھ سکتے یا میں ان لوگوں کی بڑی بہو ہوں یہ بیکار سی بات ہے اگر میں نہ جاؤں انھوں نے بنگلہ ادب میں اس سے قبل انتخابے باکی سے کسی عورت کی زبان سے ایسی باتیں نہیں سنی تھیں۔ ستر پوترا کہانی میں ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ صرف ایک عورت نے حق تھا احتجاج کیا، انہیں ساری عورتوں نے بغاوت کی۔ چند نقادوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک کہانی ہے اور ایک اشتہار نا کہانی ہے اس سے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔ لیکن نقاد کی باتوں سے میں اتفاق نہیں کرتا۔ انقلاب کی باتوں کو تو دوسرے کہنا چاہئے اس وقت سامنے یورپ میں عورتوں کی آزادی کے لئے چیخ و پکار ہونے لگی۔ ایوٹس کے دہائی ہاؤس کی ہیروئن لورا کے کیرکٹر سے یہ بات خیال ہوجاتی ہے کہ اس ملک میں رہبر رانا تھتے کی جگہ تھک ہی ڈھنگ پر ستر پوترا کی جگہ بیوی کی بغاوت کو پیش کیا۔ ایک بڑے خاندان کی بہو کا وقار کی خاطر گھر سے باہر نکلی جانا بڑی عجیب بات ہے اور ایسی باتیں کہیں بھی دیکھی نہیں گئیں اس لئے سوازا نے بھی نہیں کیا جاسکتا جس جگہ میں رہبر رانا تھتے نے یہ پیش کیا تھا اس جگہ میں کسی نے بھی ایسا کرنے کی ہمت نہیں کی یہ باتیں تو آج رونما ہو رہی ہیں لورا کی بغاوت سے کہیں زیادہ مٹھلی ہو کی بغاوت قابل غور ہے اس بغاوت کی وجہ غلط فہمی نہیں ہے۔ ازدواجی زندگی کے جھگڑے نہیں بلکہ ایک نا تصور ہے عورتوں کی آزادی سماج کے ظلم و ستم سے آزادی کا مٹھلی ہو کے خدا کے آغوش حشر میں خد بے لایم لوگوں کے گھر سے اب میں نہیں ڈرتی۔

یہاں ہم رہبر رانا تھتے کی قراردادیت کو دیکھتے ہیں۔ وقت کی ضرورت کو وہ تسلیم کرتے ہیں سماج کی برائیوں کے خلاف وہ احتجاج کرتے ہیں۔ ان باتوں کا (جاسوسی نقطہ نظر پر)



روح روشن کا پرلو

انہی کے موکلش بسمواس

جمالِ بالی تروق سے سراسر
جلے ہو، جھلے ہو
ڈوبے ہو
امرت کی بالائی میں
لیکن نہیں ملی تمہیں حسبِ خواہ دینا
ہو سکتا ہے کہ
ابھی، تمہارے جنم دن کے موقع پر
عوام کی بکثرت خیالی
سفید بچکے کی طرح
تمہاری روح کی پہنائیوں میں
اڑ رہی ہے

ربند رانا تھا !
ہوں میں بھی اک روشن خیال
لیکن تصور میں میرے
تمہاری موت اک المیہ ہے
مسائل میں الجھے ہوئے اس جہاں میں
موت برحق ہے
تسلیم کرنے ہوئے اس حقیقت کو
دقت کے دھاروں میں ہم
بہہ جاتے ہیں
سجا سجایا سراسر
روک نہیں سکتا دقت کی رفتار کو

ربند رانا تھا !
کوایا تھا تم نے سارے جہاں سے
تعارف عظیم ہندوستان کا
عظیم ہندوستانیوں کا
سوائے اس کے نہ اور کچھ بھی
تمہارے خیال کے مطابق
اس دن
آسمان ہوا تھا نیلا، پھر گہرا نیلا

ربند رانا تھا !
خنگ و جہل بھی تم نے دیکھی
ڈرے نہیں موت سے کبھی تم،
نہیں مانگی تم نے
خونی ذلت کے عمن
عزت کے زبور
تحت و تاب، حیا و ادب و جاگیر
طلب نہیں کی تم نے



لیکن تجھ پر ہمارا دنیا
موج زن تھی دل میں ہمارے
ہمالہ کی روشنی
تمہارے تجس سے
بیدار ہوئے تھے جو کھوتوری راہم
توڑا تھا اس نے رسم تحریم کو

اور
رقص فرما ہوئی تھی صحن دکھن پر
بست کی گلابی پوربی ہوا
باوجود اس کے
وقت کے سیسے کو چاک چاک کر کے
کھڑکے ، سندھائی ،
ابھی بھی ہمارے سروں پر
چھائے ہیں گہرے کلے یادوں
طوفانی ہواؤں سے لمحہ لمحہ
کاب اٹھنے لے
اعتماد مصمم ،

دنیا کے تذبذب کا سینہ
بند ہیں دنیا کے اندھے غبار میں
زندگی کی جبال کی خوشیاں

ربند رانا تھا !

ہمارے خوابوں ، ہماری حقیقتوں کے ایں !
تمہارے نام کی قسمیں کھا کر
جادو ہستی میں سرگرم سفر میں ہم
ای گنت دیر جو ان
تازہ دم بوڑھے
صحت مند مائیں
صبح کی روشنی سے منور پئے

۱۲

کلیوں جیسے نکھرتے پئے
نغمہ زنی جھروں کے سرتال ،
گیتوں کی لے کے ساتھ
نکل آتے ہیں ، لوگوں کے
زندگی کے سچائی اور امن کے
جلوس میں

ربند رانا تھا !
تمہارے جنم دن پر
پر بہار پیش بیسا کھ کے پیش نظر
لاموت زندگی کے قتلاشی زندگی
ہے سنگرام ہمارے خوابوں کا
زندگی کے نا تمام گیتوں کو
پورا کرنا ہے ابھی بھی ہم کو

شاغل اور صفت !
تہذیب و علم کے اس عظیم مرحلہ پر
گہری خاموش تاریکی میں
ہم تم سے بس یہی طلب کرتے ہیں
سر پر آزاد آسمان ہو
غلامی سے آزاد دنیا کی ساری زمیں ہو
تاریک دنیا کی خاطر حسب خواہ
تیرے امتحان ہو بھارت ہمارا
مگر شرم ہے
ستم رسیدہ ہے روح انساں

(سبک سے آزاد ترجمہ)



فالگونی نایح نائک

انہی سو مت ڈانا تھارے

راہنہ زمانہ ٹیکور کے نایح۔ نائک فالگونی کی ابتدا میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بہت سارے نوجوان ایک بوڑھے کا چھپا کر رہے وہ اسے پکڑنا چاہتے ہیں لیکن جب بوڑھا خود کو دیکھ فارگی تاریکی میں چھپا لیتا ہے تو سب نوجوان حشمتک کرکھڑے ہو جاتے ہیں اب انہیں کیا کرنا چاہیے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اس وقت ان کے سربراہ اور ان کے دوست چند رہا، یہ دونوں بہت نہیں ہارے۔ غار کے اندر داخل ہو کر اس بوڑھے کو پکڑ لاسے کے لئے آگے بڑھے۔ لیکن یہ بوڑھا تھا کون؟ اس کی بابت شاٹ ٹیکور لیون رقم طراز ہیں۔

” موت مجھے درمیان

وہاں کسی کام کے لئے بیٹھا ہے

قدیم تر مین اور عمر و سید کا

اس دنیا کا نہیں ہے۔“

زندگی یعنی طرز پر موت کی طرف جاتی ہے اس غم کے ساتھ کہ موت پر اسے فتح حاصل ہوگی۔ لیکن موت کے غامض گھس کر کوئی بھی باہر نہیں نکلتا جو اس غامض جاتے ہیں ہمیشہ کے لئے کھو جاتے ہیں اگر کوئی واپس آجائے تو زندگی کے درمیان اگر کوئی شخص اس بوڑھے کی موت کو اپنی گرفت میں لے لے تو! اگر بڑھا ہے کی گھنوں کو زندگی کے چراغ کی روشنی کے سامنے لا کر کھڑا کر دے تو ہم کیا دیکھیں گے؟ یہ نایح نایح فالگونی کا موضوع ہے۔ موت پر فتح حاصل کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد، نوجوانی کی جدوجہد، موت کو پرے ڈال کر زندگی کو محفوظ، مستحکم اور جیسے کے قابل بنانے کے لئے موت سے ہم کنار بوڑھے سے نوجوانوں کی بچہ نشی کی وجہ کیا ہے؟

”شاخہ حقیقت، بھائی میں ۱۰ مرتبہ پرو (اثر کاٹا) کے عنوان کے تحت ایک مضمون میں رہنما دانا تھوے ان سوالوں کا جواب دیا۔

” موت کی تاریکی حقیقت نہیں ہے۔ سچائی اور حقیقت تو روشن ہے۔ یہ ہمیں صدیوں سے چمکاتا ہے ہے۔ ہماری طرف تانتی جھانکتی رہتی ہے لیکن صدیوں سے لوگ اپنی ذہانت اور عقل مندی سے جہالت پر قابو پاتے آ رہے ہیں۔ صدیوں سے لوگ گناہ اور گنہ گروں کو دور کر کے نئی خوبیاں اجاگر کرتے آ رہے ہیں۔ کثرت میں وحدت، ایک حقیقت ہے اور لوگ مختلف راستوں سے سچائی کو پا رہے ہیں؛“

دوسری جگہ وہ لیون رقم طراز ہیں۔ ”ان کو کسی کی حقیقت کی مصیبتوں سے بچانا ہے لیکن کیسے؟ کس طرح؟ کہاں؟ وہی نجات دے گی جہاں ابدی زندگی ہے۔ ستارے صرف ایک ہی نام موت کو پکڑ رکھے ہیں وہ بھول کو توڑتے پھوٹتے موت کی طرف دھکیل دیتے ہیں لیکن موت کی طرف بھول کو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے یہ سچائی ہے اگر سچائی واجب الوجود ہوتی ہے تو کوئی بھی نئی چیز دنیا نہیں ہوتی اور پھر کس دنیا میں جاتی تہ جوڑا (بڑھاپا) کا مورٹی تو ہر جگہ نمودار موت کی شہادت تو چاروں طرف ہے لیکن لوگ یہ کہتے آ رہے ہیں

”سو! سو! تم لوگ سب امرت کے فرزند ہو، تم لوگ سب موت کے برستہ دار نہیں ہو! اسی لئے نایح، نائک فالگونی کے نوجوان یہ کہتے ہیں کہ ”دلیرا، یہ دنیا ہماری دلریا ہے۔ یہ خوبصورت دنیا ہماری مشق ہے۔ وہ ہمارے پاس جو کچھ ہے طلب کرتی ہے ہمارے ہاتھوں کا لمس، ہمارے دلوں کے گیت“

”لیتے وقت ہم مقروض زندگی بھر بھاڑ کیا۔ لیکن ڈرے نہیں۔ اب بھی نہیں ڈروں گا۔ اب یہاں رہنے کا کھیل کھیلیں۔“ اب بوڑھی موت اور اس کے پیچھے جو انوکھے حملے کی تصویریں ہیں۔

”ہم لوگ تو کھیل کھیل رہے تھے لیکن کھیل کیا تھا، یہ بھول گئے ہم لوگ تو اسے پکڑنے کیلئے جو سب سے زیادہ ضعیف تھا۔ راستہ میں بھول

سے کہا تھا: "اے وہ لڑکھنوی! اس طرح کے شوخ مزاج کو کھانا ہے
ایک منہ کھولے ایک دھار میں سمجھ کر ہم کو کھانا ہے وہ لڑکھنوی کے چاند کو ٹل کر
کھانا پاتا ہے۔ اسے باؤل، چدر بار، ایک دھار میں کیوں نہیں آیا؟
باؤل نے جواب دیا: "وہ چان گیلے، کیا آپ لوگوں کو اس کی
بابت کچھ معلوم نہیں ہے۔"

لڑکھنوی نے پوچھا: کہاں گیا ہے؟

باؤل: "وہ یہ کہہ کر یہاں سے گیا ہے کہ میں اسے جس سے سب
دوست ہیں میرے لئے آؤں گا۔ وہ میری جولانی کا کیا مفقود؟ جو لوگ مرا کر
ہوتے ہیں، موسم بہار کے نئے پتوں کو، ہونے کے خط و طے میں وہ سب نواخان
کند ہے۔ ہم لوگ راستہ کی پیچیدگیوں کا ذکر نہیں کرتے۔ نہ راستہ کے خرچ
کا حساب رکھتے ہیں ہم لوگ دھڑکتے ہوئے آتے، ہم لوگ کھیل کھیل کر نکلتے۔"

لڑکھنوی: "لیکن وہ کس طرف گیا۔"

باؤل: "اس غار کے اندر گیا۔"

لڑکھنوی: "عجیب بات ہے وہاں تو گہری تاریکی ہے۔ ہم
لوگوں سے کچھ کہے بغیر وہ چلا گیا کیا وہ پھر واپس آئے گا۔ اگر چدر بار چلا
جائے تو ہمارے دل میں اندازہ نہ کی کیا باتیں نکے گا۔ جلتے وقت اس نے
ہم لوگوں سے کچھ کہا تھا؟"

باؤل: "ہاں! اس نے کہا تھا: "میرا انتظار کرنا، میں پھر واپس
آؤں گا۔ میں فتحیاب ہو کر واپس لوٹوں گا۔"

لڑکھنوی: "کس وقت اس نے کہا تھا؟"

باؤل: "بہت دیر ہوئی، رات کے پہلے پہر ہی۔"

لڑکھنوی: "ابھی تو شاید تین پہر گزر چکے ہیں۔ کتنی ٹھنڈی
ہوا چل رہی ہے جسم سرسبز رہا ہے۔ خواب دیکھ رہے ہیں عورتیں اپنے بانی
کھولے در در ہیں اور در در ہیں لیکن وہ کسی کو بھی پکڑ کر اپنی گرفت میں نہیں رکھ
سکتی۔"

لڑکھنوی کا منہ باؤل سے ہی موت کے غار کا پتہ ملتا ہے۔ باؤل
اندر چلے آئے کھولے سے تو دیکھ نہیں سکتا لیکن وہ اپنے جسم، دماغ، روح اور
احساس کے ذریعہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ ہماری سلطنت اور ہمارے احساس و شعور
سب اس ناخیا باؤل کی طرح ہیں اور ہم علم کی راہ پر مگے بڑھے جارہے ہیں آنکھوں
کی روشنی سے ہم وہ سب دیکھتے ہیں جو عیاں ہوتے ہیں جو عیاں نہیں ہوتے نہیں

ہم اندر سے آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس طرح ہم اندر سے روشنی سے جہالت کی تاریکی
کو دور کرتے ہیں جو موت کی تاریکی کو مار بیٹھتے ہیں۔ سچائی جسم کے سورج کی طرح
ہیلا اندر نکلتی ہوتی جاتی ہے۔

باؤل خود اعتمادی اور خود بیداری کا گیت گاتا ہے۔

"ہوگی جیت، ہوگی جیت، ہوگی جیت اسے بہادر، جو نڈر ہوتا ہے۔
ایک زندگی کی جیت ہو رہی ہے خوشی کے گیت۔
ہماری محبت لافانی ہے۔ امن لازوال ہے۔ موت پر فتح حاصل کرنے کے بعد چدر بار
واپس آتا ہے اس کے سب لڑکھنوی دوست اس سے پوچھتے ہیں: "تجربے کو غدار کرنے گئے
تھے کیا تم نے اسے گرفتار کیا؟ چدر بار: "ہاں بھئی! میں نے اسے پکڑ لیا، اسے
گرفتار کر لیا۔"

دوست: "کیا اسے ہم نہیں دیکھ سکتے؟ کہاں ہے وہ؟ تم نے
کیا دیکھا؟ چدر بار: "اسے تو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اسے تو میں نے
اپنے حواسِ حس سے دیکھا تھا اگر میرا جسم میری آواز بن جاتا تو وہ کہہ سکتا۔
لڑکھنوی: "اے بھئی! کسے تم نے گرفتار کیا؟ ہماری سمجھ میں تھا کہ
باتیں نہیں آتی۔ دنیا کا سب سے قدیم بوڑھا تو رشی منی اگست کی طرح جولانی
کے سمندر کو چوس کر پناہ مانا چاہتا ہے۔ یہ بوڑھا تو تاریکی کی طرح خضر ناک ہے۔
چدر بار جب غار سے نکلا کر باہر آتا ہے تو اس کے ساتھ اسے تھر تھرتی
تھرتی سے دیکھتے ہیں سب اسے بھرتے سمجھتے ہیں۔"

لڑکھنوی سب کہتے ہیں: "وہ دیکھو کون غار سے باہر نکلا۔ اسے بہت تعجب
کی بات ہے۔ اسے یہ تو تم ہی ہو، یاں ہاں، تم ہی ہو۔ ہم لوگوں کے سردار، لیکن بوڑھا
کہاں گیا؟"

سردار: "کہیں نہیں، وہ تو خواب ہے۔"

لڑکھنوی: "تو تم ہی برسوں برس تک جوان رہو گے۔"

چدر بار: "ہم لوگ ہی ہمیشہ کے لئے ہیں۔"

"موت پر فتح پلے کے بعد غسل کر کے تازہ دم ہو کر آئی ہے، موت پر
فتح پانے والی ہوئی۔"

فالگوں، گیت، ناٹک کا یہ اصل مطلب ہے۔





ٹیگور کا آخری سوال

از شبنم کمار گھوٹ

پہلے دن کے سورج نے
پوچھا
نئی صبح کے ظہور پر
تم کون ہو؟
کوئی جواب نہیں آیا
سال پر سال گذر گئے
دن کا آخری سورج
آخری سوال پوچھتا ہے
عزلی ساحل سمندر میں
ایک خاموش شام کو
کون ہو تم؟
اسے جواب نہیں ملا

یہ ترجمہ سیدھا سادہ ہے لیکن اس میں گویا ایک پریشانی کو دیا گیا ہے یعنی آخری سطر میں لے "ماڈر ٹیگور کی طبع زاد نظم میں نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ترجمہ میں زبردست غلطی کی گئی ہو۔"

دربند رانا تھ ٹیگور کے اشعار کا بیان کرتے ہیں لیکن سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اس بیان میں ان کے منتخب کلام نہیں ہیں یعنی ان کی زندگی کے آخری دور کے منتخب اشعار کے ساتھ ساتھ ان کے اور بھی بہت سا شاعر میں جنہیں اس بیان میں شامل نہیں کیا گیا ہے مگر یہ میدان بہت ہی تنگ ہے تاہم اس کے اندر بہت ہی حیرت انگیز اور بے کلامی مضمین موجود ہے۔
ٹیگور کی نظم "پہلے دن کا سورج" بے کلام کر دینے والی نظموں میں سے ایک ہے اس کے پڑھنے سے کھلبلی پیدا ہوتی لیکن یہ ایک حقیقی نظم ہے ہونے اپنے بستر پر اس نظم کو لکھا یا یوں کہئے کہ وہ کہتے تھے اور ان کے بستر کے قریب بیٹھے لوگ لکھتے تھے پھر انہوں نے اس نظم کی زبانی نظر انی بھی کی ٹیگور کے مجموعہ کلام میں یہ نظم کچھ بے جوڑی نظر آتی ہے یہ ایک سوالیہ نظم ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا بلی زندگی کی شام کے آخر میں بھی ہم ایک لامنت استفادہ لگا دیں۔ ہمیں اس سے لڑنا چاہئے لیکن اس کے لئے ہمیں بلکہ اس سے لڑنا چاہئے۔
یہ نظم اور اس نظم کی بنیاد میں میوڑ کر دی ہے۔

اختصار کے ساتھ ان کی نظم "پہلے دن کا سورج" کا سیدھا مادہ ترجمہ یہاں پیش کیا جا سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ منکلم یہ جانتا چاہتا ہے کہ تم کون ہو؟ ظاہر ہے کہ کمال
 محنت علمی کے پیش نظر یہاں کسی کا نہ ہونا ہی موضوع ہے۔ ایسا ہے کہ اگر اور
 دوسری نظم میں پہلے دن کا سورج، کوکب و ریح ہی نئی زندگی کے ظہور کا
 باب بتایا گیا۔ یہاں کون کس سے سوال کر رہا ہے؟ کیا سبب اور اثر کے درمیان
 شدت ایک سوال ہو سکتی ہے یا کیا اس پر سوال کیا جاسکتا ہے۔ علم الوجود کا
 بلج آہستہ آہستہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ ممکن طور پر مومنوی ہونے کے باوجود
 نظم اندرونی خود کلامی ہے۔ خود کلامی ہے لیکن ایک سری نہیں ہے جواب نہیں
 یا، اور اسے جواب نہیں ملا۔ ان دونوں میں جو فرق ہے اسے کوئی نظر انداز نہیں
 کر سکتا بلکہ زبان میں یہ نقطہ الفاظ میں ہے۔ اور پایا نہیں، سے عیاں ہو جاتا
 ہے۔

پہلے سوال میں جو اعلانات تھے وہ دوسرے سوال میں دب گئے
 ہو یہ طرح معنی فیزیا سے کہ منکلم ہی لکھی اس نظم کے ہم سوال "تم کون ہو؟"
 کے آخر میں سوالیہ نشان نہ تھا۔ شاید اس لئے کہ یہ اتنا ہم سوال نہیں تھا جسے
 ایک معین اور مخصوص جواب کا انتظار ہے بلکہ تو سرگوشی ہے جسے حلقہ فیزیکی
 سنا جاسکتا ہے یا شاعر کے الفاظ میں بولتے ہیں کہ یہاں ہاں اور نا "میں
 تفریق ختم ہو گئی ہے اور ہم لوگ اب منطق اور زبان کی سرحدوں پر آکر کھڑے
 ہوئے ہیں۔

ایک طرح سے لایہ ایک سوال ہے لیکن اس سوال میں جو شخصیت
 کے آخری یا قبل آخری بحران کی طرح اس نظم کی حقیقت کا تین کرتا ہے۔
 ماقبل آخر اس لئے کہا گیا ہے کہ ہستی اور رد ہونے والی ہستی، خودی
 اور قدرت، شعور اور شعور خودی کی ابتداء کے درمیان صحیح رشتہ کی وضاحت
 نہیں کی گئی کیا اس تعاقب کو اٹھایا گیا ہے یا نہیں، اس کی بابت ہم کچھ نہیں
 جانتے اور نہ ہم سے اس سلسلہ میں کچھ کہا گیا ہے۔

اس کے باوجود کون سوال پوچھتا ہے اور کس سے؟ کیا علم
 اور تخلیق کا علم برادر سورج ہی ہے جو پوچھتا ہے اور کیا یہ ہستی فانی ہے جس
 سے پوچھا گیا ہے؟ لیکن ہستی تو کیا جواب دے سکتی ہے یا یہ زمانہ نشأت
 ہے جس سے پوچھا گیا ہے ایک سوال جب پوچھا جاتا ہے تو اس میں زمان
 کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس میں دو کا ہونا ضروری ہوتا ہے یا بھی ہوتا
 ہے کہ یہاں خود کو مخاطب کیا گیا ہے۔

اسے تاریخی واقعہ نگاری اور سوانح حیات کے ڈھانچہ میں

دیکھنا بھی غلط ہے ایسے حالات اس نظم کے حقائق کو تباہ کر دینگے اسے
 لئے لکھتے وقت شاعر تمام لوگوں کے لئے لکھتے ہیں یہ گنگام نظم تو مراد ایک نئی
 نظم ہے۔ ہر دور ہر وقت ہے جو قہر کو اپنی طرف مرکوز کر رہا ہے۔

یہاں ہماری قہر کی مرکز کو نظم ہے جسے الفاظ میں لکھا گیا
 ہے نہ کہ شاعر اس کی شخصیت پر اپنی شاہد ہی کوئی بہتری نظم لکھی گئی
 اس کے باوجود ہم یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ کون سوال کر رہا ہے اور
 کس سے، اس کے تو قہات کیا ہیں، مدعا کیا ہے؟ ہم لوگوں نے تو لفظ
 اسے، یادہ، کو تو مسترد کر دیا۔ ایک اور سوال بھی ہے جسے ہم نظر انداز
 نہیں کر سکتے۔ کیا ہوتا ہے اور کہاں؟ زمان یا مکان کہاں ہے؟ وقت
 گذرتا جا رہا ہے اور اپنے پیچھے کچھ چھوڑتا بھی نہیں۔ کیا وقت بگڑتی ہے
 یا فلسفہ غایت سے اس کا رشتہ ہے؟ تجزیہ کا مواد صفر ہے، ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ انسانی تجزیہ کا جو پتھر ہے اس میں اور مستقیم یا تاریخ دار
 وقت میں کوئی رشتہ نہیں ہے اور یہ ایک پریشان کن تخیل ہے کیا اس
 نظم میں وقت کی ساخت نہیں ہے؟ حرف خلا کا اشارہ ہے اور دیگر
 کے مطابق خلا تو مابعد الطبیعی شعور کے بہت ہی قریب ہے۔ کیا یہی،
 جس کا براہ راست ذکر نہیں کیا گیا ہے، چھیداکش یعنی دل کا آسمان ہے؟
 جو ہستی کو ساحل سمندر کو، پہلے اور آخری سورج کو، صبح اور شام کو،
 فطری طور پر سمیوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے، اور یہ تمام، جیسا کہ ہم
 دیکھتے ہیں ایک واحد ذات کی مختلف شکلیں ہیں۔

نامعلوم ان کی زمین میں یادداشت کی ایک ہتھپتاک کہاں
 ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے بغیر سلسلہ جاری نہیں رکھا جاسکتا۔ لیکن اس میں کوئی
 پیش بینی نہیں۔ تو قہات نہیں ہیں۔ یہاں مجھے دیکھنے کی بات ہے سلسلے دیکھنے
 کی نہیں جیسا کہ پوائنٹ نے مارسل براؤڈسٹ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔
 یہ جو تجزیہ ہے وہ موجودہ خودی نہیں، جو کھو گئی ہے اور ناقابل تلافی ہے بلکہ یہ
 تو ایک لازمی خودی ہے جو سماں و زمان سے آزاد ہے جو بذات خود اپنا مرکز
 اور اپنا خالق ہے نظم خود اپنی اور اپنی خودی کا خالق ہے یہاں ٹیکسکی نقطہ یہ
 ہے کہ کیسے؟ یہ پریشان کن سوال ہے جس کا کوئی جواب نہیں، یا ہو سکتا
 ہے کہ اس کے بہت سہل جواب ہو یا آسان لیکن ناقابل قبول۔

سطر د کے درمیان پڑھنے سے ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اس نظم
 میں مایوسی نہیں ہے بلکہ حیرت ہے جو یہ پوچھتی رہتی ہے، ہونے کا کیا ہوتا

ہے؟ جناب ابوسعید الیوی کی، جن کے خیال میں اس نظم میں بہت ساری باتوں کے جوابات ہیں، ضرورت کے ساتھ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں حقیقت کوئی جواب نہیں ہے اور نہ کوئی جواب ہو سکتا ہے یہ ایک پہلی پہلی ہے بلکہ ایک راز ہے جسے حل کرنے کی ہم کوششیں کر رہے ہیں۔ آخر میں راز اور حقیقت دونوں ایک ہو گئے۔ تاریخ اور بعید از تاریخ کے عرصہ ایک دوسرے سے پاتال کے آریار سے کاٹا پھوسی کرتے ہیں، اور میں اس نظم کی جیت ہوتی ہے۔

جس عرصہ کا اس نظم میں ذکر ہے اس کے لئے ایک جواب شاید اتنی اہمیت کا حامل نہیں ہے اس نظم کو غور سے سننے کے بعد ہم اس سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ کیا اہم سوال مکانیکی طور پر دہرایا گیا ہے یا شدت میں باریک فرق نہیں ہے یعنی بذات خود خاموشی کی آواز میں کچھ فرق ہے۔ دوسری نفی کے لئے — کوئی جواب نہیں آیا۔ اور اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہاں محدودیت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس نظم میں ایک طرح کا ایجاب پوشیدہ ہے ایک جدید اسکا ریکاشن ہر دور کی کے خیال کے مطابق، دوسرا سوال ایک نئی ضرورت پیدا کرتا ہے جو وہ پیدا کرتا ہے شاید وہ ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک شدید بحران کا احساس ہے ایک سیارہ کی زندگی کو حد شدت لاحق ہو گیا۔ بلاشبہ، یہ تو سوال ہے جسے دہرایا گیا اور جوانی صورت حال کی تعریف کرتا ہے سوال ہی جواب بن جاتا ہے مٹی کی جگہ ہستی کیوں ہے؟ یہ بھی ایک طرح کا سوال ہے جس کا کوئی جواب نہیں ملتا۔

یہ نظم نہ کسی نقصان کی، نہ ناکامیابی کی اور نہ بیگانگی کی روداد ہے بلکہ ہستی کا ایک قدیم معنی ہے۔ یہ تو ایک پرواز دیوانی کی پہلی ہے جس سے انسان کو کسی نہ کسی وقت درچار ہونا پڑتا ہے یہاں لا ادریت کی شکستہ کا ذکر کرنا کافی نہیں ہوتا کیونکہ یہ نظم ایسے میدان سے سادے تضاد اور اقسام سے باہر نکل چکی ہے یہ نظم نفی کی سرحدوں پر ایک انسانی دستاویز ہے یہ نیگور کا ایک آخری سحیفہ ہے اس نظم میں انسان کی حیرت کے، اس کی تنہائی کے، قہرروں سے آزاد خلا میں قہرروں کے احساس کے دفع کا ذکر کیا گیا۔ ایسے مقابلہ کی گویا پر موت کا تسلط ہو نہیں سکتا۔

اس نظم سے ایک رہنما رانا تھ خود ار ہوتے ہیں جن کی ہمیں ضرورت ہے اور یہ ہم دعوئی کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے اپنے عزیز ہیں۔ اپنے

اس فقرہ مذہب میں جب پہلے دن کا سورج آخری دن کے سورج سے ملے وہاں ہم زبان کی ایک گلاب حدت دیکھتے ہیں ساتھ ہی ایک غیادی تجربہ بھی ہمیں حاصل ہوتا ہے یہاں بلوغت سے پر نیگور کی انسانی دوستی اور لافانی ہے یہ تو حقیقت کی احیاء لڑ ہے دوسروں کو بیدار کرنے والی ہستی روزما ہو چکی ہے اور

ایک دوپہر کو، جب اسے تن تنہا پھوڑ دیا گیا،
وہ آئینوں میں دیکھتا رہا،
تکھارہا، اور پلچھتا رہا،
پہلی اپنے نام کی،
کون؟ کون؟

حقیقہ: سفرِ عمل کا

ذکر انہوں نے استریر پوتر، کہانی میں اور کچھ حد تک "لوکلایز" کہانی میں الولا کی زبانی کیا۔ الولا نے اودوں کو چون اور سیانگسو مولک کو نیلے کاغذ پر ایک ہی طرح کے خط لکھے میں جا رہی ہوں۔ مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کرنا اگر کر دے تو میری نانی بھی نہ پاؤ گے، اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس نے خود کو سنسار کی رومانیت اور کشش مکش میں پھنسا کر نہیں رکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الولا یہ کہنا چاہتی ہے: میں دیوی نہیں ہوں میں ایک عام عورت ہوں۔"

چھوٹی کہانی لکھنے والے رہنما رانا تھ کی ذہانت کی روشنی تصویر میں سنگھی زمین ساتھ ساتھ کہانی میں بالکل عیاں ہے۔ مذکورہ سینوں میں کہانیوں میں پرواز تخیل اور انداز بیان اتنا نرالا ہے کہ بیان نہیں کیا جا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک امتحان شروع کیا ہے اور اس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی ہے بلکہ ادب کی چھوٹی کہانیوں کے بھاگتھ رہنما رانا تھ نہ صرف چھوٹی کہانیوں کے موجد تھے لیکن ان کا شمار دنیا کے بہترین کہانی نویسوں میں ہوتا ہے ان کا شاعرانہ مزاج کہانی نویسی میں ان کے معاون ثابت ہوا۔ انہوں نے اپنے خوبصورت الفاظ سے بلکہ ادب کو مزین کیا جو شاید کوئی اور کر سکے۔ ●●

تناسخ

ٹیگور کی آئینہ سے

جب نئی رات میں کہیں پھول کھلے
بلبلیں چکیں، ہوائیں ہسکیں
دل ہوازمزمہ پر دواز تیرا

جب بھی غمناک ہوئی چشم بصر، تو رویا
جب بھی چہرہ آدم پہ ابھرائیں لکیریں غم کی
درد میں ڈوب گیا ساز تیرا

جب بھی انسان پہ سیاست کے خداوندوں کے
قبر و غم اترے، قیامت لڑی
بوش میں آیا ترا دوق سخن
ہوئی سرگرم لڑا شعلہ لڑائی تیری

ابن آدم کے مقدر کو بنانے کے لئے
کرۂ خاک پہ جب بھی کوئی رحمت کا فرشتہ اترتا
دیدہ و دل نے ترے اس کو بکارا، — تو نے
اس کی غفلت کے قہیدے گھاتے

جب بھی پرمردہ ہوئی روح بشر
گل ہوا سینے میں قندیلِ امان
زندگی لذت احساسِ محروم ہوئی
روح افروز نئے نئے الایے لوانے
لذتِ عشق سے مہمور ہیں گیت بے



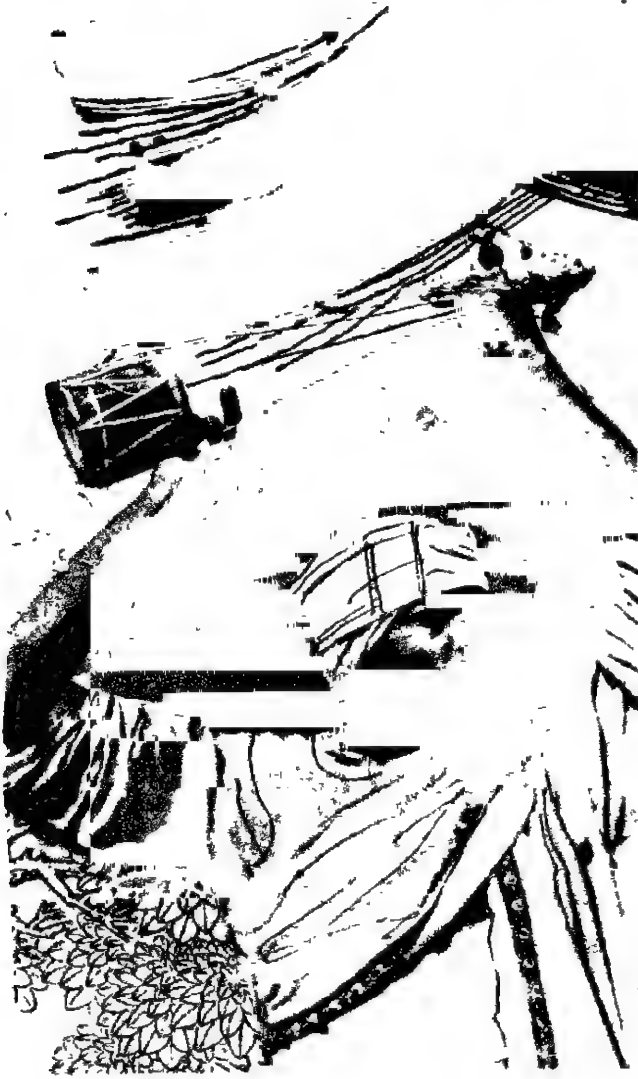


آج جب سارا ٹوٹ گیا
نقہ بے راگ، ہمدیں بے مہوت
بیلیں جب ہیں، ہوائیں قافوش
فصل گل آتی ہے بے کیفیت گزرجاتی ہے

آج جب سارا ٹوٹ گیا
شاہ وقت نے لمحہ کو غنیمت جاتا
نعرہ و غور سیاست کو بہت تیز کیا
جس کے ملبوں کے تلے
دھڑکنیں ڈوب گئیں، سانسوں کی لے لوٹ گئی
روح کے نقوں نے دم توڑ دیا

شاعر رش نشیں!
تیرے نقول سے سچی دنیا میں
آج ویران ہے دل کی دنیا
ریزہ ریزہ ہے وجودات
چھن گئی شان بشریت ان سے
نہ کوئی خواب، نہ خواہش، نہ متائیں ہیں
زندگی خود پریشیمان ہے آج
جانے یہ جان کے کیا سمجھ پر گزرتی ہوگی
فجہ کو معلوم، تیری روح تر پتی ہوگی

لیکن اسے شاعر فطرت، اے یہی خواہ بشر!
قہر مجبور روح تو مجبور نہیں
تو ہے مجبور تو کیا، روح کے نغے آزاد
کیا ہوا لوٹ گیا ساز تیرا
میں ابھی لوٹا نہیں
ساز دل، ساز گویا سلامت ہے ابھی
وقت کے زخموں کو بھرنے کے لئے
بس کہ موزوں ہے ترے نقشہ شیریں کا تزلزل •





عورت

نیگوس کی کہانیوں اور ناولوں میں
نہل، شریقی الویشلا داس گپتا

ربند رانا تھہ شیکور کی کہانیوں اور ناولوں کے سلسلے میں بات چیت کرتے وقت ہمیں اس نقطہ کو پیش نظر رکھنا پڑے گا کہ وہ بہت بڑے شاعر، لیم ادیب و فنکار تھے۔ ان کے جذباتی، بھولی کہانیاں اور ناول، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شاعر کے قلم سے لکھے گئے ہیں یعنی ان کا انداز تحریر شاعرانہ ہے اسی لیے افسانوں اور ناولوں میں انہوں نے تفصیل سے عورتوں کی تصویر کشی کی ہے۔ ایک ماں کی شکی میں اور دوسری معشوقہ اور بیوی کی شکل میں۔ انہوں نے اپنے ایک قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔

ربند رانا تھہ کے گولہ گچھو، کہانیوں کا مجموعہ کی کہانیاں انسان اور فطرت سے وابستہ ہیں۔ تیک کہانی کی ہیروئن، کسم، کے کردار میں تضاد اور

جدوجہد کی جھلک ملتی ہے اور اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ کسی سے بھی اپنی محبت کا اظہار نہیں کر سکی۔ اسی وجہ سے جب ہنسنے انکے کا سٹھ ہونے کی وجہ سے اس

سے منہ موڑ لیا اور ایسے چھوڑ دیا تو اس وقت اس جیالی کو اس آسانی سے قبول کر دیا۔

حود و بوری (درمیان) کہانی میں ربند رانا تھہ نے ایک انسانی نفسیات کا تجزیہ کیا ہے ان کی سائنسی (سرم) بھی اسی درجہ کی کہانی ہے اس

کہانی میں چندرا، کے کردار کو بہت حد تک ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ زندگی کے آخری ایام کی اس میں تصویر کشی کی گئی ہے ایک بے مقصد زندگی کی

تکالیف، درد و غم، مشکلات اور غم کی تمام تصویریں اس کہانی میں پیش کی گئیں۔

تاریخی ناول وراسا (ناامیدی) کی کہانی تو خاص طور پر قابل ذکر

ہے اس کہانی میں تضاد اور تضاد کے ذریعہ جو تصویر بنائی ہوئی وہ صحیح معنوں میں قابل ذکر ہے۔ مودی، افسانہ میں ایک دینی عورت کے نفسیاتی تجزیہ کے

ذریعہ شیکور نے ایک ایک سیرھی اور آہستہ کی کوشش کی بتو تیر کی دنیا سے جب ہم بے بس تھے۔ ایسے شہر کے منہ میں آگ، تب ایک نڈرا اور بہادر خاتون

کو پاتے ہیں جو انصافی کے خلاف کھڑی ہوتی ہے لیکن ربند رانا تھہ اس خاتون

مائل اور ناولوں میں عورتوں کے ایسے کردار کو اظہار جنہوں نے عورتوں کے تھہ سماج کی نا انصافی کے خلاف شہادتیں دیں، غم و غصہ کا اظہار کیا اور کہیں میں تو انقلاب برپا کر دیا۔ جب ہم ان کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا جو کردار انہوں نے پیش کیا وہ گویا جتنی جاگتی حقیقتی کردار ہیں جو عورتوں کی فائزنگ کرتے ہیں۔ سماج کے کمرٹن کو بنیاد ربند رانا تھہ نے اپنے ناولوں اور افسانوں اور کہانیوں میں بہت ہی اہم جی مسئلہ کو اجاگر کیا۔

جب ربند رانا تھہ شیکور کی عرصہ سترہ سال کی تھی تو اس وقت ان فلسفے یعنی کورونا، ناول کی اخبار میں سلسلہ دار اشاعت ہوئی کہیں میں ہے اس ناول میں سادگی مزدور ہے لیکن گہرائی نہیں ہے۔ یہ باتیں کورونا کے کردار

، اچھی طرح نمایاں نہیں ہوئی اس کے بعد انہوں نے بھکاری، (بھیک

گئے) ناول لکھا ان دونوں ناولوں میں ایک ہی طرح کی سماجی کہانیاں

، ان دونوں کہانیوں میں کردار کی سادگی اور سماج کے ظلم و ستم کی جھلک

کا ہے۔ بکول، امر سنگھ سے پیار کرتی تھی۔ لیکن بڑھتی سے کنول کی شادی

۔ ظالم شخص مہمن لال سنگھ سے ہو گئی۔ ظالم شوہر اپنی من مانی کرتا لیکن آخر میں

لکھا سنگھ اسے شکست دیتے ہیں اسی طرح گھاسٹر کو تھہ، کہانی میں بیوہ کسم

محبت کی روداد کھلے عام بیان کرتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ربند رانا تھہ

لوگ مسرتاً مسرتاً علی میدان سے تھوڑی جگہ میں لے گئے ہیں اس کے ساتھ ہی ہم سوئٹزرلینڈ، شنگھائی اور ہریانہ عورت اور مشرق کی شکل میں بھی دیکھتے ہیں۔

”سوئٹزرلینڈ“ تو ناگہرا میں رہنا تھا نے ایک نیا رخ پیش کیا اتنے دنوں تک انہوں نے سماج کی قدامت پسندی کو تسلیم کیا اور اسی کے مطابق اپنی کہانیاں لکھیں لیکن اب انہوں نے ایک آزاد اور مختلف راستہ اختیار کیا یہ بات غیر متوقع تھی لیکن ناگزیر تھی اس کہانی کے مشرور میں ہیں چاروں دن کی زندگی میں ایک خلا نظر آتا ہے، بے اعتنائی نظر آتی ہے۔ اس کی قیمت میں چاروں کو نجات کا راستہ ملا اور سماجی مسئلہ اور انسانی نفسیات کی پیچیدگیوں کا ابتداء ہمیں سے ہوئی ہے۔

لوگھا کر رانیہاٹ (بھوٹا کرانی کا بازار) اور راجوشتی سنی ناول، دونوں کم دیش ایک ہی وقت میں لکھے گئے۔ دونوں کی کہانیاں تاریکی ہیں چونکہ انہوں نے یہ دونوں ناولوں کو کسی میں یا لکھنے لکھنے میں لکھا تھا اس لئے انہیں خالص ناول میں شمار نہیں کیا جاسکتا لیکن ان دونوں ناولوں میں انہوں نے عالمگیر محبت اور ان کی مہروری کے دروازے کھول دیئے اس طرح رانیہاٹ ناگھ نے خود کو اب ایک نئے راستے پر گامزن کیا بعد کے ناولوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے توگھا کر رانیہاٹ میں بیٹھا کا کردار ان کے آئندہ کے ناولوں میں نئی شخصیت اور نئے رویے میں نمودار ہوا ہے۔

”نو کا ڈوبی“ (ناؤ ڈوبا) میں ہندو مت کو فروغ دیا گیا ہے۔ نوئی ناک کھٹو کے یاؤں پر کلا کا سر ٹھونکنا، گویا عورتوں کی بے کسی اور بے بسی کا اظہار ہے۔ عورتیں خود کو سماج کے رحم و کرم پر چھوڑتی ہیں یہاں سماج کی قدامت پسندی نمودار ہوتی ہے لیکن اس میں عورتوں کی خصوصیات کا تجزیہ تفصیل سے نہیں کیا گیا۔ نو کا ڈوبی کی کہانی ایک غلطی پر مبنی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ المیہ کے لئے اس غلطی کو نمودار کیا گیا اور عورتوں کے اعتقاد پر ہی وجہ زور دیا گیا۔ اندرونی تنازعات سے دوچار تھی لیکن وہ سرگرم عمل نہ تھی یعنی وہ بے شعور اور نادان تھی، سماج کی لہروں کے ساتھ بہہ گئی۔ احتجاج کرنے کی طاقت اس میں نہ تھی۔ اس میں نادانی اور بے شعوری کا جذبہ زیادہ تر مہم نظر آتا ہے۔ لیکن اور بھی بہتہ سارے کردار ہیں جیسے ”ہمنوینی“ کے کردار میں غریبی اور سنجیدگی شروع سے آخر تک ایک ہی طرح کی ہیں۔ کلا کی ذہنی کشش اور اندرونی درد نے ایک طوفانی رات میں گویا بغاوت کر دی تھی۔ ایسا میدان

جہاں ہوا نہیں، نہیں کہتے ہوئے طوفانی انداز سے بہہ رہی ہے۔ صرف ایک زبردست انکار کی بات کا انکار... اس کی بات کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ لیکن ہوا نہیں رہی، نہیں، نہیں کہتے ہوئے اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کلا کے اندرونی جذبات بغاوت پر آمادہ ہو گئے لیکن مواقع کی فراہمی کے باوجود کلا کے کردار میں تضاد کو پیش نہیں کیا گیا۔ نوئی ناگھ کے رحم و کرم پر خود کو چھوڑ دینے کے بعد نہ کلا نے کسی قسم کی تنہا بہت محسوس کی اور نہ کہیں کے دل میں کسی قسم کا ناز پیدا ہوا، ہمنوینی کے کردار میں بھی اس طرح کی شخصیت کا اظہار نہیں ہے لیکن رانیہاٹ کلا کی بعد کی کہانیوں میں ناک اور ناک کے کرداروں میں ہمنوینی کی جھلک پاتے ہیں۔ اسی طرح سوچو رتی، لایز، روڈ کو دینی، میں اہم کردار ہمنوینی جیسے ہیں چو تو رنگو، نادلی میں داسی کے کردار میں قدامت پسندی کی کچھ جھلک ملتی ہے تاہم اس میں یہ بات نمایاں ہے کہ اس سنسار میں غلامی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں جو دینی کیفیت کا اظہار کیا گیا وہ قدامت پسندی سے بالاتر ہے بہت سارے ناقدین اس کردار کو ”قدرتی“ نہیں سمجھتے۔ بعض ناقدوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس کردار کی تخلیق نہیں کی گئی بلکہ اسے فرض پر لا یا گیا ہے۔ داسی کے کردار کے ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ Doll's House کی ہر دین، توڑ سے بہت متشابه ہے۔

سوئٹزرلینڈ، میں رانیہاٹ ناگھ نے جو حقائق رونگٹے اور جو جو باتیں دریافت کیں بعد کے برسوں میں جو کھیر پائی، جسے ان میں اد بھی وسعت پیدا ہوئی ان میں پیچیدہ تنازعات کے کردار کو ابھارا گیا۔ چند نقاد کرسٹو کا تودل، کی بیرونی روٹی، کی کے ساتھ جو کھیر پائی، کی بیرونی بی تو دینی، کا حقیقہ کرتے ہیں اور دونوں کو ایک ہی سطح پر لیتے ہیں لیکن یہ ایسے نہیں ہیں۔ رانیہاٹ ناگھ کی وقت اور توں کی حالت نیم کے دور کی طرح اتنی پیچیدہ اور گھٹن نہیں تھی اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ رانیہاٹ ناگھ کی نوئی

کے کردار کو لے کر ایک قدم آگے کی طرف بڑھ گئے۔ بی تو دینی، کی محبت کی برتری کو انہوں نے اجاگر کیا۔ انہوں نے عورتوں کی زندگی سے غفلت پرستے کی جگہ ان کی عزت کی۔ بی تو دینی کے کردار میں دو خوبیاں اجاگر کی گئی ہیں اور اس کے عاشق ”بہاری“ کی سمجھ میں یہ بات پہلی دفعہ آئی۔ اس عورت کو خلی میں پھینک کر رکھا نہیں جاسکتا۔ لیکن آگ ایک شکل میں گھر میں چراغ بن کر چلتا ہے تو دوسری شکل میں گھر کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ بی تو دینی، ظاہری طور پر سچ دیکھ کرنے والی لوجوان لڑکی تھی لیکن اس کے اندر ایک اور عورت بھی پوشیدہ تھی جو عبادت اور ریاست میں دن گزارتی۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بی تو دینی، کو دو روپ میں پیش کیا گیا

میں نے ان کی دلجوئی کو بھلا کر دیا تھا۔ میں نے ان کی دلجوئی کو بھلا کر دیا تھا۔ میں نے ان کی دلجوئی کو بھلا کر دیا تھا۔

"While Binodini refused to marry Bihari, lest she should lower down his social prestige, Domini was bold enough to accept the offer of marriage from Sri Bilash. In utter disregard of social opinion she engaged herself in the uplift of muslim Tanners. The difference between Binodini and Domini measures the degree of liberation and Universalism to which Robintra Nath moved between 1901 and 1905"

۱۔ بیونودینی نے بھاری سے شادی کرنے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ اس شادی سے بھاری کی سماجی حیثیت و سلطنت پر لوگ انگلیاں اٹھائیں گے۔ اس کے برخلاف "سری بلش" نے شادی سے شادی کرنے کی تجویز کو قبول کر کے بڑی جرأت مندی کا ثبوت پیش کیا۔ سماجی رائج کے مخالفت کرتے ہوئے وہ چوڑے کام کرنے والے مسلمانوں کی بہتری اور فلاح و بہبود کے کام میں مشغول ہو گئی۔ بیونودینی اور دامینی میں فرق ہے کہ اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رابندرانا ٹھاکرے نے ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۵ء کے درمیان حریت پسندی اور دنیا کی کے میدان میں کسی حد تک آگے بڑھ سکے۔

سماجی خدمات پسند کرنے والی تھی کہ وہ میں کسی قسم کی جھکاپٹ یا آؤریشن پر اپنی کمر بستہ تھی۔ اچھی پہلی شادی کے لئے شری بلش کو قبول کرنے میں کسی قسم کی جھکاپٹ یا رد کا دل نہیں ہوئی۔ چوتھری بانی، کی بیونودینی، تو تہمت اور جرات کی علم بردار تھی۔ گوراکھ لال کے کردار کو پیش کیے میں ٹھیکہ قدم اور آگے بڑھ سکے۔ یہاں تو اس نے اپنی شخصیت کی بنا پر خود کو قابل شناخت بنا لیا۔ لومکا ڈھول، کی بھولنی کے

گوراکھ لال جو ان میں سے ایک تھے گوراکھ لال جو ان میں سے ایک تھے گوراکھ لال جو ان میں سے ایک تھے۔ گوراکھ لال جو ان میں سے ایک تھے گوراکھ لال جو ان میں سے ایک تھے۔ گوراکھ لال جو ان میں سے ایک تھے۔

"گوراکھ لال کی سیاسی روئداد (پلاٹ) میں جو تنازعات ہیں ان میں ان کی نفسیاتی الجھن بھی رونما ہوئی۔ بالکل، کی زبانی کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد بالاک کی آہستہ آہستہ زندگی بہت ساری الجھنوں میں جکڑ جاتا ہے۔ اس کی محبت بھی ناقابل حل مسئلہ بن جاتی ہے لیکن ان تمام دشواریوں کے باوجود بالاک آؤر ڈیم کی ان تمام مشکلات کا مقابلہ کرتی رہی۔ بالاک کا کردار قضا اور ریش غوری سے جڑا ہوا تھا، مرنے والا تھا کہ کسی اور کردار میں یہ بات نہیں دیکھی جاتی ایک امیر و کبیر خانہ کی کہ بیٹے کی بھیلیش کے ساتھ بالاک اسودیشی تحریک میں شامل ہو گئی یہاں اس کی طاقت منہج سے چلتی ہے اور وہ اس کی طرف رجوع ہوتی ہے اب یہیں سے شروع ہوتی ہے نفسیاتی الجھن اور دلی جلن۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ گوراکھ لال، کی دلی جلن گوراکھ لال کی اور بھی بڑھ گئی۔

جو کا جوگ نادول میں سماج، انسانیت اور سیاست کی بابت رہنمائی نہایت بیداری بالکل نمایاں ہے۔ ان کے مختلف مضامین میں نیز ہوا، نظم میں بھی یہ بات نظر آتی ہے۔ اس نادول کی ہر دھن کو دلی کی ذہنی نفسیاتی الجھنوں کو بردہانا تھا۔ بھابھے دھابھے پہلے، سوسائٹی کی کہانی میں ایسی ہی صدوں اور الجھنوں کو نمایاں طور پر بھابھے ٹھیک ہی طرح - ۵۵۷۷ House کی ہر دھن کو دلی کی کہانی تھا۔

"I believe that before all else I am a human being..... I must make up my mind which is right - Society or I."

”مجھے یقین ہے کہ دیگر باتوں کے علاوہ مجھے میں ایک انسان ہوں۔۔۔۔۔
مجھے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ صبح کو کون ہے۔۔۔۔۔ سماج یا میں۔“

چوتھو رنگ (چار سہیلیں)، گھر سے باہر سے لنگھ رہا اور جو گاؤں (سیل جول) ان تینوں نادلوں میں رہتا تھا۔ مختلف قسم کی عورتوں کو پیش کیا اور ان کی زندگی کی پیچیدگیوں، تنازعات اور سماجی رسومات کو بھارا ان کا نظم بنایا، اسے کچھ ہی جذبات رو دیا جوتے ہیں۔

بالدار گوشتی، مورتی، بوسٹھی، ہسٹریو، بھائی پھول، سیشر، تیر، ادو، بھتیو، توپو، پولا، غرا اور پارتو پارتی، کہانیوں میں لوگوں کے عام مسائل کو بھارا ہے اور بہت ہی نفوس تھریں کیلئے ہے۔ ہسٹریو (بیوی کا خط) کہانی میں اہم کردار ہے مرثیال، سما کی شادی کی زندگی اس کے لیے بڑی پریشان کن ثابت ہوئی اسے خود بخود لعل طعن سناتا ہے عزتی برداشت کرتی پڑی۔ اس سماج کے خلاف اس کے دل میں نفرت پیدا ہو گئی۔ سجات اور آزادی کا رستہ نہ پا کر اس نے سنار کو چھوڑ دیا۔ اس سنار کو چھوڑنے میں تو عورتوں کا غصہ، ان کا دکھ اور ان کی بغاوت۔ یہ تمام باتیں نظر آتی ہیں لیکن ان کی آزادی کا رستہ کہیں نظر نہیں آتا۔

آپوری جیتو (ناقابل ختم) کہانی میں جس آزادی کا ذکر ہے وہ ذاتی آزادی ہے۔ تنہا خود کی مثال ہے۔ تیشی سنی، کہانی میں جو مسائل پیش کئے گئے وہ ابھی نہ تھے۔ یہ کہانی قدامت پسندی کی ایک تصویر ہے۔

سیشر کو دتا (آخری نظم) اور دانی کہانی ہے۔ اہیت کی محبت سے لوہوں کے دل میں روشنی اجاگر ہوئی تھی لیکن اس نے اہیت کی محبت کو غیر منصفانہ کہہ کر سہارا نہیں دیا ہر قدم پر وہ سوچ و چار کیا کرتی رہتا تھا کہ نادلوں میں ایک اور خوبی یہ ہے کہ ان میں عورتوں کے کردار میں یکسانت نہیں پائی جاتی اور اسی وجہ سے پیچیدگیاں رونما ہوتی ہیں۔ لاہو کا کردار اس نقطہ نظر سے مختلف ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر بات پر پہلے سے سوچتا رہتا ہے۔ یہاں ان کا تضاد کہ ہے: دو کو بول، (دوسری) اور مانیو، افسانوں میں محبت کی تصویر بنایا ہے لیکن یہاں بھی ایک قسم کی جھکاؤ

پائی جاتی ہے۔ یہاں تضاد کا کوئی امکان نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رہتا رہتا جتنی خواہشات کو اجاگر نہ کر کے محبت کو اجاگر کرے گا کوئی شش کا ہے۔ عورتوں کی، ان اور مشقہ دونوں تصویروں کو ان دونوں کہانیوں میں اجاگر کیا گیا ہے۔

سیشر کو دتا (آخری نظم) کہانی میں جویات عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شادی شدہ زندگی کے فرائض اور رومان دونوں کی مشابہت تاہم ہے۔ اسی لئے آخر میں اہیت کو کے فی منزل کے ساتھ اور لاہو کو سوہن لال کے ساتھ شادی کی بندھنوں میں جکڑ دیا جاتا ہے

آزادی کی جدوجہد کا بنیاد پرچار ادا ہائے، ناول لکھا گیا ہے۔ صورت واد کے پیش نظر اس ناول کے اہم کردار یعنی ادا (اور دین، کی محبت ابھر کر سامنے آئی لیکن سماج کے قدامت پرست ان کا کچھ کاڑھ نہ سکتے تھے۔ مینی سنگی، موریو، کہانی میں سوہنی کا کردار دیگر کہانیوں اور افسانوں کی عورتوں کی کردار سے مختلف ہے یہاں بھی عورتوں نے قدامت پرستی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ عورتوں کی فتح ہوئی۔

رہتا رہتا نیگور کی ہر دین ایک جیسی نہیں ہے لیکن پڑھنے والے کا وہ سب دل موہ لیتی ہیں، ان کے بہت سارے ناولوں، کہانیوں اور افسانوں میں عورتوں کے فائزوں احتجاج بھی رونما ہوئے۔

پندرہ روزہ
مغربی سنگال کلکتہ

ٹیکو نمبر

مدیر (علی)۔۔۔ پریستین بھٹا چار دیو

مدیر۔ دھرمندرا شاہد دت

مدیر معاون۔۔۔ عظیم اعظم

جلد ۲۰۵ ۱۹۸۲ء شمارہ ۱۰

اس خصوصیت نمبر کی قیمت

۲۵ پیسے فی پرچہ

اس بار مجھے لوٹا دو

از

رہنما رانا تھ سیگور

وہ ہے استادہ سر جھکا ہے
 بالکل گونگا ہے
 مرجھا ہے چہرے پر اس کے
 صرف لکھی ہوئی ہے کتنے صدیوں کی
 دکھ درد کی پر درد کہانی
 گاندھے پر اس کے بوجھ جتنا بھی
 لاد دیا جائے
 دھیرے دھیرے ڈھولے چلتا ہے
 جب تک کہ اس میں جہان باقی ہے
 اس کے بعد
 وہ اس بوجھ کو دے جاتا ہے
 نسل در نسل اپنی اولاد کو
 نہیں کوستا اپنی تقدیر کو نہیں کرتا شکوہ دیوتاؤں کا
 نہیں ٹھہراتا مجرم انسان کو، نہیں جانتا روتھنا وہ
 اناج کے صرف دانے کی خاطر وہ جانِ حسیں کو
 نہ جانے کیا کر کے رکھ چھوڑتا
 اس آن کو جب کو پھینتا ہے اس کی جان کو لگتی ہے چوٹ
 جب کوئی زور و ظلم سے مغرور ہو کر
 ستاتا ہے اسے





تب نہیں جانتا وہ، کس کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو
انصاف کی امید لئے
غریبوں کے بھگوان کو یاد کر کے
اک بار اس سے فریاد کر کے، ٹھنڈی سانس لے کر
چپ چاپ مر جاتا ہے
ان سب نادان، حیران، فسرہ جان، گونگے چہرے کو
زبان دینی ہوگی

ان سب نکلے ہارے اور اجڑے ہوئے سینوں میں
امیدوں کی ترنگ پیدا کرنی ہوگی، پکار کر کہنا ہوگا
ایک لمحہ کیلئے سڑاٹھا کر سب ایک ساتھ کھڑے ہو جاؤ
دیکھو تو!

جس کے ڈر سے تم ڈرے ہوئے ہو، وہ ظلم تم سے ڈرا ہوا ہے
جوں ہی تم جاگو گے وہ دوڑ کر بھاگ جائے گا
جوں ہی کھڑے ہو جاؤ گے تم رو برو اس کے، وہ کتر جائے گا
راستہ کے کتے کی طرح سکو کر ڈرے
دینا اس سرگرم میں، خلا اس کے ہے زماہ کوئی نہیں ہے اسکا مونس
صرف منہ سے بڑبڑاتا ہے، وہ جانتا ہے اپنی کمزوری
دل ہی دل میں

اے شاعر! اب چلے آؤ، اگر تم میں حوصلہ ہے
تو اسی کو ساتھ لے لو اور آج سے دے ڈالو
بڑا دکھ ہے، بڑا درد ہے، سامنے مصائب کا اک دنیا ہے
بہت غریب، سوتی، بہت معمولی، بندھی ہوئی تاریکیوں سے بھری ہوئی
اناج چاہیے، زندگی چاہیے، روشنی چاہیے اور چاہیے کھلی ہوا
چاہیے طاقت، چاہیے تندرستی، چاہیے (خوشی سے جگمگانے والی لمبی عمر
چاہیے بہت و حوصلہ سے پھیلی ہوئی چھاتی، اس غریبی کے بیچ
اے شاعر!

اک بار لے آؤ جنت سے ایمان و اقتدار کی دولت
اس بار مجھے لوٹا دو، مجھے لے جاؤ سنسار کے کنارے
(آزاد ترجمہ)



رندرا سنگیت اور نایچ

ایک مشرقی سرشت یا چکر درخت

رندرا ناٹھ کے شہر دہلی کا دور تو بچپن ہی سے شروع ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنی زندگی کی پانچویں دہائی پار کر چکے تو اس وقت انہیں کوئی پرائز ملا۔ اس کے بعد بنگال اور ہندوستان کے ساتھ ساتھ ساری دینے والے شاعر کی حیثیت سے انہیں تسلیم کر لیا۔ لیکن جہاں تک ان کے گیتوں کا تعلق ہے ان کے بیٹے جی ان کے گیت مقبول عام بن نہ سکے اس سلسلہ میں انہوں نے دلی افسوس کا بھی اظہار کیا لیکن وہ درد اندیش تھے اور انہیں اپنے گیتوں اور بنگال کے لوگوں پر پورا بھروسہ تھا انہوں نے کہا تھا کہ آج میں تو کئی بنگالیوں کو میرے گیت گانے سونپ دے۔ میرا گیت بنگال کے کوڑے تک پھیل جائے گا۔ اتنے اعتماد کے ساتھ انہوں نے یہ باتیں کہیں، کیوں؟ اس کی طرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ ان کے گیت بنگال کے لوگوں کے دلی احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں اور بنگالیوں کے دلوں پر ان کے گیتوں کا اثر لازمی ہے رندرا ناٹھ کی موت کے بعد میں اس بات کا ثبوت ملا ان کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ آج بنگال کے ہر گھر میں ان کے گیتوں کا چرچا ہوتا ہے بنگال میں ان کے گیتوں کے بغیر کوئی تقریب مکمل نہیں ہوتی۔

اب آئیے، گیت کے بعد کچھ سنگیت یعنی رندرا سنگیت کا بھی ذکر کریں۔ رندرا ناٹھ کے دور میں ماسٹری سنگیت کا بول بالا تھا۔ ماسٹری سنگیت سے مراد راج اور لڑاؤ کے جذبات کا سنگیت۔ ان کے درباروں میں بڑے بڑے سنگیت

رندرا ناٹھ کو دنیا کا میگزین شاعر کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں بنگال کے لوگ انہیں رندرا سنگیت کے بانی کی حیثیت سے یاد رکھتے ہیں اور ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ رندرا ناٹھ نے بچپن ہی سے شاعرانہ مشورہ شروع کر دیا تھا۔ گلے پیٹنے کا شوق تو انہیں بچپن ہی سے تھا اسی لئے بچپن ہی سے انہیں سنگیت کی تعلیم دی جانا لگی۔ انہوں نے بچپن سے لے کر زندگی کے آخر تک ہمیشہ سارے اشعار گائے، تخلیق کیے، گیت لکھے اور گیتوں کو ستر سال سے سچایا۔ کبھی کبھی انہوں نے اپنی بہت سی نظموں کو دھن میں لاکر گیتوں میں تبدیل کر دیا۔ ایک اخراجہ کے مطابق رندرا ناٹھ نے تقریباً ڈھائی ہزار گیت لکھے اس کے علاوہ انہوں نے بہت ساری کہانیاں افسانے ناول اور فلمیں لکھے۔

بنگال کے لوگ رندرا ناٹھ کے گیتوں کو کافی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کا کوئی بھی فن ایسی نہیں ہوتی جہاں رندرا ناٹھ کے گیت گائے نہیں جاتے۔ ان کے گیت دل کو جھپٹتے ہیں جس فن میں ان کے گیت گائے جاتے ہیں وہاں لوگ بہت ہی خاموشی کے ساتھ سنتے ہیں ان پر گویا رقت جاری ہو جاتی ہے۔ ان کے گیتوں کے راگ، سسر، زبان اور بحر میں کچھ ایسی خوبیاں ہیں کہ سننے والوں کا احساس پیدا ہو جاتا ہے ان کی موسیقی ادا ہی معلوم ہوتی ہے اسی لئے رندرا ناٹھ شاعر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بنگال کے لوگوں کے لئے گیتوں کے راجہ تھے۔

اور گویے تھے جو مشتری سنگیت کا چرچا کرتے رہتے تھے۔ غریبوں کو اور عام لوگوں کو ایسے درباروں میں جگہ نہیں ملتی۔ کسی غریب سنگیت کار یا گویے کی ایسے درباروں تک رسائی بھی نہیں ہوتی۔ رہبرانا تھ ٹیگور عام لوگوں کے اور خاص طور پر غریبوں کے ہمدرد تھے۔ اپنی زمینداری کے علاقوں میں انہوں نے دیہی زندگی میں بہتری لاسنے کے لئے بہت سارے اقدامات بھی کئے۔ انہوں نے عام لوگوں کی شادمانی کے لئے مشتری سنگیت کی نال، ہسٹ اور دھن کو سہن کر کے ایک نئے سنگیت یعنی رہبرانا سنگیت کی تشکیل کی تاکہ عام لوگ آسانی سے اس سنگیت کو سمجھ سکیں اور اس سے فیضاب ہو سکیں اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے راج دربار سے سنگیت کو لاکر ننگالیوں کے آئینے میں چھوڑ دیا۔

اب آئیے، ناچ رنگ کی کچھ باتیں کریں۔ رہبرانا تھ کے وقت میں ننگالی گھرنے کی اور خاص طور پر متوسط طبقہ کے خاندان کی لڑکیاں گھروں کی چار دیواری میں بند رہتی تھیں۔ ناچ گیت سے وہ محروم رہیں کیوں کہ ناچ رنگ کا ان کے گھروں میں رواج نہ تھا۔ اس وقت قدامت پسندی کا رواج تھا لوگ کیر کے فیر کرتے لیکن ایسے وقت میں رہبرانا تھ ایسے زمینوں کو شادی نکیتی کی کھلی اور آزاد فضا میں لے آئے۔ انہیں گانا سکھایا، ناچ سکھایا اور شادی نکیتن اور کلکتہ میں ان کے لئے گیت اور رقص کی تقریبات بھی منعقد کیں اس وقت کے قدامت پسند سماج نے بہت احتجاج کیا اس سلسلہ میں رہبرانا تھ نے بہت سمجھ داری اور دور اندیشی سے کام لیا۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ کھلے دل و دماغ سے بات چیت کی اور ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی۔

لوگ رہبرانا تھ سے اچھی طرح واقف تھے۔ شاعر ہونے کے ناظر ان کی اپنی ایک شخصیت تھی لوگوں نے ان کی باتیں تسلیم کر لیں اس طرح ساتی نکیتن میں ایک نیا درشدرع ہوا۔ یہاں ننگال کی عورتوں کی ثقافتی زندگی رونما ہوئی۔ ننگال کے متوسط خاندان کی لڑکیوں نے شادی نکیتن میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ گیت ناچ اور ڈراموں میں حصہ لینا شروع کر دیا اور اس طرح سبھوں کا دل جیت لیا۔ اس کا بیانیہ میں لڑکیوں کے خلوص اور لیاقت کا جتنا ہاتھ ہے پس پردہ رہبرانا تھ کی تعلیم اور دور اندیشی بھی کار فرما تھی۔ اسی کے بعد انہوں نے شادی نکیتن میں عورتوں کی تعلیم کے سلسلہ میں نہایت ہی اہم فیصلے کئے۔ ان کے ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ رہبرانا تھ کا یہ خواہش تھی کہ لوگ ان کی تحریروں اور تخلیقات کا مطالعہ کریں۔ اور ان کے ذریعہ اپنی لیاقتوں کو ابھاریں

فن کار اور مصوہ بھی اپنے فن کو بلا بخشش اس طرح عورتوں نے رہبرانا تھ کی تخلیقات کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور انہیں سمجھنا شروع کر دیا اس نے طرح شادی نکیتن کی ثقافتی زندگی میں سبھوں کو عورتوں کے کردار کو تسلیم کرنا پڑا۔

ہماری ثقافتی زندگی میں رہبرانا تھ کتنے انقلاب لائے اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے سنگیت کو عام کیا ان کی مصوری سے لوگ واقف ہو گئے۔ گرچہ سبھوں پر ان کی مصوری کی اہمیت نمایاں نہ ہو سکی کیوں کہ اس کی گہرائی کو سمجھنے کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔

ادب میں جہاں انہوں نے سماج کے اعلیٰ طبقہ کی باتیں کیں وہاں انہوں نے سماج کے دیگر طبقوں کا بھی ذکر کیا خاص طور پر انہوں نے اپنی کہانیوں میں عام لوگوں کی، غریب، پس ماندہ اور استحصال کے شکار لوگوں کی زندگی کی تصویریں کھینچی ہیں ان کے خطوط اور تحریروں میں بھی عام لوگوں کی فلاح و بہبود کا بار بار ذکر ملتا ہے ان کے ناولوں نے، علامتی ہونے کے باوجود عام لوگوں کی فح کے گیت لکھے ہیں۔ انہوں نے

سیدھے سادھے طریقے سے لیکن جرأت مندی کے ساتھ اپنے گیتوں کو، اپنی تحریروں کو اپنے آرٹ اور فن کو لوگوں کے پاس پہنچایا۔ اسی طرح رہبرانا ناچ کے سلسلہ میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کھٹا کھلی، بھارت نام اور می پوری ناچ کی ٹنگ کے غائر مطالعہ کرنے کے بعد ان میں کچھ تبدیلی کر کے اپنے ناچ کا کچھ طرز انداز شالی کر دیا اس طرح رہبرانا ناچ میں ہم ناچ کا ایک نیا ڈھنگ دیکھتے ہیں۔ ایک اور بات یہ ہے کہ رہبرانا تھ نے اپنے گیتوں اور ناچ کے درمیان ایک رابطہ پیدا کر دیا ہے۔ رہبرانا سنگیت اور رہبرانا ناچ دونوں ہی سامعین اور ناظرین کے دل کو مزہ لینے کا کمال رکھتے ہیں۔

ہم سب یہ جانتے ہیں کہ رہبرانا تھ ٹیگور ایک زمیندار اور امیر خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی خاندانی امارت سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچایا ان کی تخلیقات ان کی نظمیں، گیت، سنگیت، رقص مقبول عام ہو گئے۔ عوام کی ثقافتی فلاح و بہبود کے لئے انہوں نے گران قدر خدمات انجام دیں امیر و کبیر خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے باوجود انہوں نے سادگی کو اپنایا۔ ان کی سادگی لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور انہیں روشناس کراتی ہے کہ یہ رہبرانا تھ ٹیگور ہیں، سادہ لوح شاعر۔ ●

میگور کی تخلیقات اور تاریخ



روح ہے تاریخ کے بلبل میں ہمیں روح کرب زدہ و اذیت کو شن تپا آتی ہے مگر یہی رہنما تھے میگور کی تخلیق میں ان کے آرٹ اور فلسفہ کی آمیزش سے خوبصورت روپ میں جلوہ افروز ہوتی ہے۔ یہی نوع ان کی یہ مخصوص تاریخ ہیں صرف شاعر اعظم رہنما تھے میگور کے یہاں نمایاں طور پر ملتی ہے اس کے علاوہ تاریخ کے کسی باب میں نہیں۔

میگور نے اپنے تخلیقی ادب کے لئے تاریخ کی شعور دہ گاہی کو موقوف کر کے طور پر بنایا۔ شعور ان کی ذہانت سے نکھر سوز کر ایک نئے روپ میں نمودار ہوا۔ قدیم ہندوستانی زندگی سے دلچسپی اور اس سے بے لوث لگاؤ کا پرتو خاص طور پر ان کی شاعری اور ناولوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ میگور کے بیشتر شعرا و افسانہ نویس بھی لوگوں کے زندگی کے پہلوؤں کو تاریخی طور پر اجاگر کیا گیا۔ عصری تاریخ کے پس پردہ لکھے گئے ناولوں میں ان کی سیاسی تشریح کی جھلک ملتی ہے۔

انسانی تاریخ میں انہد کی سائنسی کا سلسلہ از لہ سے ہے۔ دنیا کی تاریخی اقدار بنا کر پے در پے انسانی ذہن پر ضرب لگاتی ہے جس سے حاسن روح میں درد اور راحت کے نئے گونج اٹھتے ہیں۔ قوت اظہار کی بنا پر ادب میں کئی صورتوں میں اس ارتعاش کی جھلک ملتی ہے۔ احساسات کی رنگارنگی اور اس کے طریقہ اظہار نے دامن ادب میں گلی کاری کی ہے۔ تخلیقی ادب کے نئے رجحان نے وقت و مقام کے تغیر میں پینے والی انسانی قدروں کی تبدیلیوں کے مطابق نئے نئے دوا کا انتخاب کیا۔ میگور ہنگامہ ادب میں ایسے ہی ادب کے معیار ہیں۔ جہان نے شعور و فکر کے انتخاب، تشریح کی فراہمی اور خود میگور کے مختلف انداز بیان نے نئی سوچ فکر کے لئے راہیں ہموار کر دیں۔

رہنما انما تھو داتی طور پر تاریخ داں نہیں تھے تاہم ان کی تاریخ شعور اور ان کی تاریخ سے لگا ہی ہے۔ اسی دور کے ممتاز تاریخ دانوں کی اپنی طرف متوجہ کیا رہنما تھو چین سے وید، اپانیشاد، رامائن، تہا بھارت اور ہندوستانی زندگی کے نصب العین کا گہرا مطالعہ کیا وہ اپنے والد محترم رہنما تھو سے بہت متاثر ہیں۔ جو ننگالی علوم و فنون کی اجیار لو کے ہادی اسے جاتے تھے۔ لہذا قومی جذبات کی گڑھی اور ہندوستانی روایات سے لگا ہی ان کی زندگی اور ان کے تعلق میں بدو، اہم موجود تھی۔

رہنما تھو نے ہماری قومی زندگی میں علاقائی تاریخ کو رائج کیا۔ انہوں نے صرف ہنگامہ زبان و ادب میں ہی انقلاب رونما نہیں کیا بلکہ ہماری زندگی اور احساسات میں بھی ایک انقلابی تقادم برپا کیا۔ رہنما تھو میگور کی ذہانت کے پھول انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کی ابتدا سے ہی پھوٹنے شروع ہوئے تھے۔ اس دور میں قومیت اور قومی تاریخ کے نظریات نے انگریزی تہذیب و تمدن کے تعلق سے کافی تقویت پائی۔ ہم نے جو شہر سے اپنے ملک اور اس کی تاریخ سے پیار کرنا سیکھا جس کا عکس ہمارے ادب پر پڑا۔ اگرچہ قدیم و وسطی دور کے ہنگامہ ادب نے اپنے وقت کے سراج اور لوگوں کو موضوع شعور و ادب بنایا تاہم تاریخی شعور کے جدید طے خیال سے یہ کوسوں دور تھا۔ تاریخ سے دلچسپی اور اس پر غور و فکر کرنے کا عمل تاریخ کے یورپی فلسفہ کی مدد سے ۱۹ ویں صدی کی ابتدا سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ ایسی ہی ہنگامہ ادب میں تاریخی شعور پیدا ہے۔ رہنما ادب، یہی ہے تاریخی شعور مختلف شکلوں میں دکھائی دیتا ہے۔ میگور کی تخلیق کا ایک اہم موضوع انسانی

تاریخ کا دواچی تصور لائیفک طور پر نگہ کرنے کی تخیل اور ان کے خیال سے مختلف ہے وہ یہ ہے کہ ان کی تخلیقات میں جن موضوع اور مواد سے قائمہ اٹھایا گیا، وہ کسی صورت میں رواج نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ ان کی ذہانت کی مرصع کاری سے مختلف رنگ و لذت کے ساتھ ایک نئے روپ میں خود رہتے ہیں۔

ادب کا معیار کم و بیش مواد اور نفس موضوع پر ہے جسے اس نے احساسات و تصورات کی نگینوں سے ایک فن کار کو سجانا ضروری ہو جائے۔ بشرطِ دنیاویات کے مفرد اظہار کے لئے تفکارانہ تخیل میں نفس موضوع کو بنیادی طور پر دخل ہے لیکن جو چیزیں فن کار کو سب سے زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہے وہ ہیں انسان کا دل اور انسانی کردار کی پراسرار دولت۔ وہ حاضر کے قارئین کے لئے ادب میں غم، خوشی، بے قراری اور جذبات کی نمائندگی کرنے کے لئے تاریخی کے ماحول کی معرفت پڑتی ہے۔

ادب میں تاریخ کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے رہبر نامہ کہتے ہیں کہ تاریخ کے استعمال کی بابت کہا اس سلسلہ میں وہ یوں رقم طراز ہیں۔

”جب میں نے بدھ مت کی کہانیوں اور دیگر تاریخی کہانیوں کا مطالعہ کیا تو میری آنکھوں کے سامنے ایک نمایاں تصویر ابھرتی اور میرے دل و دماغ میں تخلیقی سحران برپا ہوا۔ یکایک بہت سارے چشموں سے کھتا کہانی کے قصے بہنے لگے۔ کھتا کہانی کی خوبصورتی نے رہبر نامہ کے دل کو خوشی سے بھر دیا۔ اس کی وجہ تاریخ نہیں رہبر نامہ کی داخلی کیفیت اور روحانیت تھی“

انہوں نے تنوع سے زائد چھوٹی کہانیاں اور افسانے لکھے جن میں دو تین افسانے ایسے ہیں جہاں تاریخ کی پردہ پوشی کی گئی رہبر نامہ کی کہانیوں میں تاریخ کی جھلک ملتی ہے اس سلسلے میں وہ یوں رقم طراز ہیں۔

”جب میں بنگال کی ریج وچم کھائی ہوئی تھیلوں کے ساتھ ساتھ بنگال کی سیر کر رہا تھا تو اس وقت میں نے زندگی کی دھڑکنیں سنیں یہ سراسر لذت غم و خوشی سے برتر ہو گیا اور اسی وقت میں نے داخلی طور پر مضافاتی بنگال کی تصویریں کھینچیں۔ ایک کسی نے بھی ایسا نہیں کیا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ تخیل کا تہائی میں کام کرنا ہے شاعر کے دماغ میں سیاہی تاریکی کا سیدھی اور آدھی لکیری ابھرتی ہیں لیکن اس کی تخلیقات میں انسانی غم و خوشی کا تاریخ ہوتی ہے جو دیگر تاریخیوں کو پس پشت ڈال دیتی ہے وہ روزمرہ کی زندگی کے ساتھ دھان کے کھیتوں، دیہی میلوں میں اور کبھی منلی سلطنت میں بھی جاتا ہے کبھی کبھی انگریزوں کے وہ حکومت میں وہ سیدھی سا انسانی محبت کا ذکر کرتا

ہے جیسا کہ ان کے گولپوں کو چھوڑ کر انہوں کا مجموعہ سے ظاہر ہے۔

تاریخ سے آگاہی اور اس کا یہ شعور ادب میں نفس موضوع کے اعتدال سے بالکل اچھوتا اور طبع زاد ہے ہم تاریخی ناول میں مکرکوں اور بادشاہوں کی بہادری شان و شوکت اور اہم واقعات سے واقف دیکھتے ہیں لیکن ہمیں نگہ کے اضافوں اور ناول کے پس منظر تاریخی کی جھلک نہیں ملتی ہم اگر ان کی نگارشات میں تاریخ کا تلاش کریں تو ہمیں مایوسی ہوگی۔

ایک تخیل کار ہونے کے ناطے رہبر نامہ کہتے ہیں کہ انہوں نے یوں رقم طراز ہیں۔

”مجھوں کی محبت روح کے لئے سود مند ہے کیونکہ اس کے ذریعہ روح ایک خالی کی طرح خود کو ظاہر کر سکتی ہے وہ وسائل جہاں تخیل کے لئے مسائل حل ہوں گے؛ تاریخ ہو سکتی ہے یا سماجی ماحول لیکن روح کبھی سماجی چیزوں سے نہیں بنائی جاتی۔ ان وسائل کو استعمال میں لا کر یہ وہ خود کو خالی بناتی ہے۔“

”نگہ کرنے ایسے حصہ میں میں بڑی دیدہ ریزی سے ہندوستان کی قومی تاریخ کی لازمی وحدت کے لئے اس کی نوعیت متوزع اور رسمی علی پر بحث کہے انہوں ہمارے موجودہ حالات اور زمانہ قدیم کی تاریخ کے مابین پیدا ہونے والی تفریق پر اپنے خیالات کا نمایاں طور پر اظہار کیا ان کی تخلیقات میں ہندوستانی تاریخ کا استعمال باطنی دوسرے معنوں میں کیا گیا یہاں انہوں نے ایک تخیل کار کی حیثیت سے داخلیت اور روحانیت کا اظہار کیا ہے ممکن ہے کہ کوئی بھی تاریخ دان نگہ کار کی لکھی گئی یا دل سے اتفاق نہ کرے۔“

تم جو کچھ بھی لکھنا چاہتے ہو

وہ سچائی ہوگی

دنیا میں رونا ہونے والے تمام واقعات

سچے اور معتبر نہیں ہوتے

خبریں تمہارا، جو بے رام کا جنم استھان

ہے جو دھیا سے کہیں زیادہ معتبر (اے دوست!)

شاعر کا ذہن تاریخی کا جنم بھوم ہے، یہاں تخلیقی حقیقت تاریخی حقیقت سے کہیں زیادہ مستحکم اور معتبر ہے اس لئے نگہ کار کی شاعری، ڈرامہ، ناول اور افسانہ میں تاریخی کا پروردہ سی انداز میں نہیں ملتا۔ تاریخی مواد ذہن کا آئینہ شمس سے ایک نئے روپ میں نمودار ہوتا ہے جو موضوع مواد آسا لطیف

ہے کہ اس پر تاریخ اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ادب کا بنیادی موضوع انسانی روح کا
تجزیہ کرنا اور اس کی تشریک کرنا ہے۔ ایک آرٹسٹ کو معلومات کے زیادہ
کے تحت رہنا نہیں چاہئے۔ اس میں معلومات کی کمی کو تھیل پر گردیتا ہے ایک شخص
کو یہ جانا چاہئے کہ ایک آدمی اپنے روزمرہ کی سرگرمیوں کے بوجھ تلے درحقیقت
کیا سوچتا ہے، کیا تصور کرتا ہے اس کے لئے آرٹسٹ کو آزادی کی اشد ضرورت ہے
کبھی کبھی تاریخی معلومات ادب میں خشک معلوم ہوتی ہیں۔ تاریخی
کہانیاں اور افسانے لکھنے والوں کا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ جالیانی ذوق کو، نہ کہ
تاریخ کو، اجاگر کیا جائے۔ تخلیقی تحریریں میں نسخہ شدہ تاریخی معلومات کو
استعمال کیا گیا ہے لیکن تاریخ کے نئے نقطہ آغاز کی دریافت کے ساتھ
ادب کی جالیانی قدروں میں کمی نہیں ہونی چاہئے۔ اگر ہم نے نظروں
میں غلط بات کا مطالعہ کیلئے قلم تاریخ پڑھ کر اس کی تصحیح کر سکتے ہیں لیکن
اسے اس شخص کی بد فیسی کہے جو صرف نظم کا مطالعہ کرتا ہے اور تاریخ
سے کوسوں دور رہتا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بد نصیب وہ لوگ ہیں جو تاریخ
کا مطالعہ لو کرتے ہیں لیکن انہیں نظم پڑھنے کے لئے کبھی بھی وقت نہیں
ملتا۔

اپنے مضمون "ادب کی تلاش" میں ٹیکو نے ان باتوں کی وضاحت
کی ہے کہ تاریخی تحریریں صرف اس وقت ادب کی شکل اختیار کرتی ہیں جب یہ
بات معلوم ہو جاتی ہے کہ تاریخ تو موقع ہے، مقصد نہیں۔ اگر تاریخ کا حصہ
غلط بھی ثابت ہو جائے تب بھی تحریر کو یہ معنی نہیں کہا جاسکتا۔
ہندوستان کی تاریخ کے تقریباً تمام ادوار کو ٹیکو کی نظروں
ماتوں، نادلوں اور کہانیوں میں چمکیں ملی ہیں لیکن قدیم ہندوستان اور برہ
مت کے دور کی کہانیوں کو بہت ہی بہترین طریقے سے اجاگر کیا گیا ہے اس زمانے
شاعر کو کالی داس کے دور سے ایک عموماً محبت تھی۔ تاپو بان میں زندگی کی تاریخی
مستند کے سلسلے میں شک و شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن اس کے باوجود
یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسے دور کو اجاگر کیا جو مسرتوں سے بھرپور تھا۔

ظاہر ہے کہ رہنما تاتھ کی مختلف تخلیقات میں تاریخی امور کو
مختلف شکلوں میں اجاگر کیا گیا ہے جن طرح شاعری میں تاریخ کو استعمال کیا
گیا ہے اس طرح نادلوں اور کہانیوں میں بھی کیا گیا کیونکہ ادبی طرز ورائے مختلف
ہوتے ہیں انہوں میں مختلف تصویروں پیش کرنے کے لئے تاریخ کا استعمال کیا گیا

ہے وقت کے وقت کے ساتھ ساتھ موضوعات کی نوعیت کے انتخاب میں بھی
تبدیلی ہوتی گئی۔ ایک بار انہوں نے بدھ مت کی کہانیوں پر نظریں لکھیں وہ یہ
کہ وہ یہ رسول تک ان کہانیوں کے تاثرات کو محسوس کرتے رہے جیسے جیسے شخص
کا ارتقا ہو رہا تھا انہوں نے بعد کے عہد میں ان کہانیوں کو نائٹوں اور نائچ
نائٹوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا لوگوں کی فلاح و بہبود اور آزادی
کا شاندار پیغام ان کی تصانیف میں روشن ہوتا گیا ہے اور تاریخ کا پس منظر لگ
ہوتا گیا۔ انہوں نے پہلے نیک جذبہ کی پروری کرتے ہوئے عمومی تاریخی پس منظر کو
پیش نظر رکھ کر ناول لکھنا شروع کیا لیکن بہت ہی جلد اس قسم کے صرف دو
ناول لکھنے کے بعد اس راستے کو چھوڑ دیا مختلف لوگوں سے متاثر ہونے اور خاص
خاص کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد انہوں نے کہانیوں پر مبنی نظریں لکھیں اس
کے بعد ان کے تخلیقی دھارے بدلنے لگے۔ بچپن میں قومی فضا سے وہ بہت متاثر
ہوئے تھے اور انہوں نے قدیم ہندوستان کی شان و شوکت پر بہت ساری نظریں
لکھیں، گیت لکھے بچپن کی یادداشت سے متاثر ہو کر انہوں نے پھر تاریخی پس منظر
میں کہانی لکھنی شروع کی اور اس طرح انہوں نے بہت شاندار کہانیاں جن میں
کھودی توپا شان دھوکا پتھر شامل ہے، لکھیں۔ اس سے قبل انہوں نے
دوالگ الگ کہانیاں لکھیں تھیں۔ پھر ان دونوں کو میکر نے یک جا کر کے ایک
نامک کا روپ دیا اور اسے وقت انہوں نے انسانی روح کی لائیف لک ہم آہنگی کو
پیش نظر رکھا۔ عمری تاریخ کو بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے اپنے استدلال
اور یقین کئی پر مبنی اپنے خیالات کو پیش کیا۔ گھورے بائرنے ان کو اور باہر
اور چار ادھائیہ (چار باب) اس قسم کی تحریر کی مثالیں ہیں۔ ان تمام
کہانیوں میں رہنما تاتھ نے تاریخ کی شان و شوکت کو پرے رکھا، تاریخ
شان و حیثیت کی حامل بن گئی اور شاعر کا تصور ہمیشہ کے لئے جگمگا رہا۔

مغربی جنگلات کے لئے
توسیل زر کا پتہ۔

برنس میجر
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور،
حکومت مغربی بنگال

۲۳۔ آر۔ این۔ مکھرجی روڈ، کلکتہ، مغربی بنگال

رندراناتھ ٹیگور مختصر سوانح حیات

ارد۔ ایم۔ اے۔ نسیم

جہاں بانی ذوق کے نقطہ نظر سے رندراناتھ ٹیگور لامتناہی تھے۔ ان کی ہمہ گیر شخصیت کے جوہر ہر فن و ادب کے میدان میں جلوہ گر نظر آتے ہیں رندراناتھ بہت بڑے قوم پرست اور محب الوطن تھے، مایہ ناز ادیب، شہرہ آفاق شاعر، عظیم مدبر، مفکر اور فلسفی بھی تھے۔ موسیقی میں انہیں گہرا دخل بھی حاصل تھا۔ نیز وہ ایک مصور بھی تھے۔

رندراناتھ ٹیگور جیسی عظیم شخصیت کی وسعت اور رفعت کا احاطہ کرنا مشکل ہے تاہم ان کی زندگی کے اہم اہم واقعات اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

۷ مئی ۱۸۶۱ء (مطابق ۲۵ مئی ۱۲۶۸ھ بنگلہ سال) کو کلکتہ میں دوارکاناتھ ٹیگورین میں واقع مہارشی بھون میں رات کے آخری پہر کو رندراناتھ ٹیگور پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مہارشی دندراناتھ ٹیگور تھا اور والد کا نام شریمنی سارودادیوی رندراناتھ کے کل ۱۴ بھائی بہن تھے اور خود مہارشی کی آٹھویں اولاد تھے۔



سلسلہ ماسٹر۔ رہنما ناتھ کا بیٹا اور شیل سمندری اسکول
 میں پرنسپل اسکول میں اور اس کے بعد بنگال انگریزی اسکول میں
 داخلہ کر لیا گیا۔ اس کے بعد اسکول میں ان کا دل نہیں لگا، کیونکہ اس
 وقت کے نظام تعلیم سے ان کا دل اکتا سا کیا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں کلکتہ
 میں ڈپٹی کمشنر ہارو باکی صورت میں پھیل گیا۔ اس لئے وہ اپنے
 اہل و عیال کو ساتھ لے کر کلکتہ کے نزدیک پانی پانی میں گنگا کے کنارے
 واقع اپنے مکان میں کچھ دنوں کے لئے رہنے لگے۔ اس طرح
 رہنما ناتھ کو پہلی بار بنگال کے دیہی علاقے کو دیکھنے کا موقع ملا۔
 ۱۸۷۳ء میں وہ اپنے والد کے ساتھ پہلی بار شانتی نیکتی گئے اور
 وہاں چند دنوں تک قیام کیا۔ یہیں انہوں نے پہلا ڈرامہ پرشوی راج کی
 شکست لکھا، اس کے بعد انہوں نے اپنے والد کے ساتھ مشائی
 ہندوستان کا سفر کیا۔ یہاں ہمالہ کے دامن میں واقع ڈھوپتری میں
 دو مہینے گزارے۔ تیرہ سال کی عمر میں یعنی ۱۸۷۳ء میں ان کا ان کے
 بھائیوں کے ساتھ سفیت ریویرس اسکول، کلکتہ میں داخلہ کر لیا گیا
 لیکن اسکول سے بھی ان کا دل اکتا گیا۔ آخر کار ان کے والد نے گھر میں
 ان کی تعلیم کا انتظام کیا۔ اس دوران انہوں نے اپنے برائیوٹ
 "پھر گیان چندر بھٹیا چاریہ کے تحت سنسکرت نالکے لکھ مار لکھیے" کا
 اور انگریزی ڈرامہ میک بیتھ کا جنگل میں مخلوم ترجمہ کیا۔ انہوں نے
 تیرہ سال کی عمر میں اپنی پہلی نظم "اُدھی لاش" لکھی جسے بچوں کے
 رسالہ میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۵ء فروری ۱۸۷۵ء کو انہوں نے ہندو میلہ کی
 تقریب میں اپنی نظم ترنم کے ساتھ پڑھی جسے سامعین نے کافی سراہا۔
 اس موقع میں انہوں نے پراگرتیر کھد (فطرت کا غم) اور بن بھول
 نظمیں لکھیں۔ یہ نظمیں قسط وار ماہانہ رسالوں میں شائع ہوئیں ۱۸۷۶ء
 میں دلی دربار میں رانی وکٹوریہ کو ہندوستان کی مہارانی قرار دینے کی
 تجویز کی رہنما ناتھ نے سخت تنقید کی اور اس سلسلہ میں ایک
 تنقیدی نظم "اے بھارت، تیرے ذرہ ذرہ کی بڑا نامی پسند و میلہ
 میں پڑھی۔"

۱۸۷۷ء تا ۱۸۸۵ء۔ رہنما ناتھ، اپنے بھائی سندھ ناتھ
 کے ساتھ ۲۰ ستمبر ۱۸۷۷ء کو انگلینڈ گئے وہاں برائیسٹن کے ایک

اسکول میں رہنما ناتھ کا داخلہ کر دیا گیا۔ اس طرح انہیں انگریزی
 سماج کو بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ انگلینڈ میں قیام
 کے دوران انہوں نے لاطینی زبان سیکھی، انگلینڈ سے انہوں نے
 انگریزوں کی تہذیب اور ثقافت کی بابت خطوط لکھے۔ یہ خطوط کلکتہ
 کے بھارتی، رسالہ میں یورپ کی سیر کرنے والے ایک بنگالی
 نوجوان کے خطوط، کے زیر عنوان شائع ہوئے۔ ۱۸ فروری ۱۸۷۸ء
 کو رہنما ناتھ انگلینڈ سے ہندوستان واپس آئے۔ کلکتہ میں ۱۹
 اپریل ۱۸۸۱ء کو بیٹوں سوسائٹی کے زیر اہتمام میڈیکل کالج میں
 "شگیت اور دھن" کے موضوع پر انہوں نے تقریر کی۔ یہ انکی پہلی
 عوامی تقریر تھی۔ اسی دوران ان کی گیتوں کا مجموعہ "شونہ پھر شگیت"
 (شام کے گیت) شائع ہوا۔ ۱۸۸۳ء کو حبیبور کے بے بی مادھب
 رائے چودھری کی بیٹی شرمیستی مرہٹا لکھنؤ دیوی سے رہنما ناتھ کی شادی
 ہوئی۔ ۱۸۸۸ء میں رہنما ناتھ برہمچو سراج کے ادبی رسالہ کے
 مدیر بنے۔

۱۸۸۵ء تا ۱۸۹۶ء۔ ۸ مارچ ۱۸۸۵ء کو بولپور کے نزدیک
 شانتی نیکتی کے لئے ان کے والد "بھارتی" نے ایک وقف نامہ تیار
 کیا۔ ۱۸۸۵ء کو شانتی نیکتی قائم کیا گیا۔ اس کے بعد
 عرصہ میں یعنی ۱۸۸۹ء سے ۱۸۹۶ء تک رہنما ناتھ بیگور کو اپنی آبائی
 زمینداری کی دیکھ بھال کرنے کے لئے مشرقی بنگال کے سیلائی داہ
 کالی گروم، شہزاد پور اور دیگر جگہوں کا دورہ کرنا پڑا اور وہاں قیام کرنا
 پڑا۔ چند دنوں تک وہ انہوں نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ سیلائی راہ
 کے بوٹ باؤس (کشتی) میں قیام کیا۔ اس عرصہ میں انہوں نے
 راہ رانی اور ریسرچ جیسے ڈرامے لکھے اور دینا پونا
 (قرض) پوسٹ ماسٹر (گرہنی دیوی) وغیرہ مختصر کہانیاں لکھیں
 نیز ایک بڑی نظم سونا ترتری اور ایک رقص ڈرامہ وچترانگدہ
 بھی لکھا۔ نومبر ۱۸۹۳ء کو راجشاہی ایسوسی ایشن میں شکست پھر پھر
 (تعلیم میں جمیدگیوں) موضوع پر ایک مقالہ پڑھا۔ اس مقالہ میں
 انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ذریعہ تعلیم ہار دی زبان ہونی چاہیے۔

۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۵ء کے عرصہ میں انہوں نے مشرقی اور شمالی بنگال کا دورہ کیا۔ حکم جبر کے ایک بارنی نشست میں ایک مقالہ نام "انگریزوں کی چال" پر مباحث میں انہوں نے ہندو مسلمان کے اتحاد پر زور دیا۔ کلکتہ میں سرکاری سیدیشن بل کی تاؤں ہال میں ایک خفیہ نشست میں انہوں نے پرزور مخالفت کی۔

۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۰ء | ۱۸۹۹ء میں رہبر رانا ناتھ بھارتی رسالہ کے مدیر بنے۔ یہ رسالہ شانتی نیکیتی سے شائع ہوئے لگا اس عرصہ میں کلکتہ میں طاعون پھیل گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے خاندان کو لیکر شانتی نیکیتی چلے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے شانتی نیکیتی اسکول کا افتتاح کیا۔ اس وقت اس اسکول میں مرد و پانچ طلبہ تھے۔ رہبر رانا ناتھ نے اپنے ایک بیان میں انگریز ساراجیوں کے خلاف جنوبی افریقہ کے باشندوں کی جدوجہد کی بھرپور حمایت کی۔

۱۹۰۲ء میں کلکتہ میں انکی جوی شرمینی مرنبائی دی کی انتقال ہو گیا۔ ۱۹۰۳ء کو رہبر رانا ناتھ انگلینڈ گئے اور وہاں بھارت کی سیر اور مذہب کی بابت تقریریں کیں۔ ۱۹۰۵ء جنوری ۱۹ء کو کلکتہ میں ان کے والد مہارشی رہبر رانا ناتھ ٹیگور کا انتقال ہو گیا۔ کلکتہ میں ۷ راکٹ کو تاؤں ہال میں انگریزوں کو بائیکاٹ کرنے کی تحریک کی حمایت میں پرزور مقالہ پڑھا۔ ۱۹۰۵ء میں شری اور ہندو گھوش کی گرفتاری پر انہوں نے "آرہندو گھوش کو سلام" ایک نظم لکھی۔

۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۰ء | ۱۹۰۸ء میں مظفر پور میں بم پھینکنے کے کیس میں شری کھودی رام کو گرفتار کر لیا گیا تھا اور

انہیں پھانسی دیدی گئی۔ اس موقع پر رہبر رانا ناتھ میں ایک مقالہ لکھا جس میں انہوں نے تمام انقلابیوں کی تعریف کی۔ ۱۹۰۹ء میں انہوں نے گیتا جلی کے گیت لکھے۔ یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں شانتی نیکیتی میں آسہ کار سوامی اور رجیت کار چکورتی کے تعاون سے رج رانا ناتھ نے گیتا جلی کا انگریزی میں ترجمہ کیا، ۱۹۱۰ء ہندوستان کی راجدھانی کلکتہ سے دہلی منتقل ہو گئی۔ ۱۹۱۲ء میں انگریزوں کی حکومت نے ایک خفیہ سرکلر کے ذریعہ شانتی نیکیتی کو سرکاری ملازمین کے بیٹوں

کی تعلیم کے لیے دہلی میں ۵ سو روپے ادارہ قرار دیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۱۲ء کو رہبر رانا ناتھ انگلینڈ کے روانہ ہوئے۔ انہوں نے لندن میں ۱۹۱۲ء میں انگریزوں کو ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم دینے سے روکنا اور ہندو گھوش کی گرفتاری پر انہوں نے "آرہندو گھوش کو سلام" ایک نظم لکھی۔

پڑھ کر متاثر ہوئے۔ انہیں خوب سراہا۔ لندن میں انکی سوسائٹی نے گیتا جلی کا انگریزی ترجمہ کتابی شکل میں شائع کیا۔ اس کتاب کا دیا چند شاعر تینیس نے لکھا تھا۔ ۱۳ نومبر ۱۹۱۳ء کو رہبر رانا ناتھ کی لاک کی کتاب گیتا جلی پر نوبل پرائز ملا۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۳ء کو کلکتہ یونیورسٹی نے رہبر رانا ناتھ کو دی۔ لٹ کی ڈگری عطا کی۔ پھر ۱۹۱۵ء سے رہبر رانا ناتھ اپنی زمینداری کے علاقوں میں دیہی ترقیاتی کام شروع کر دیا۔ ۱۹۱۶ء میں آپ نے جاپان اور امریکہ کا دورہ کیا۔ جاپان کے چین پر حملہ کرنے کی شدید مذمت کی۔

سو پور پور دس برس رسالہ میں پہلی بار آپ کی عام بول چال کی زبان میں مختصر کہانیاں شائع ہونے لگیں مسز ایم سنیت کی نظربندی اور ہندوستان کے سیاسی کارکنوں کی گرفتاری کے خلاف آپ نے عدائے احتجاج بلند کی۔

۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۰ء | ۱۹۱۸ء میں رہبر رانا ناتھ نے شانتی نیکیتی کو ایک بین الاقوامی درس گاہ میں تبدیل کرنے کے لئے اقدامات کئے۔ ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیا نوالہ باغ امرتسر میں معصوم اور بے گناہ لوگوں پر جبریل ڈاڑ کے حکم سے فائرنگ کی گئی نتیجہ سیکڑوں لوگ ہلاک ہو گئے۔ اس ظلم کی پرزور مذمت کرتے ہوئے رہبر رانا ناتھ نے برطانوی حکومت کا عطا کردہ سر کا خطاب واپس کر دیا۔ رومارو کر کی درخواست پر تمام محکوم قوموں کی آزادی کے پروانہ پر دستخط کئے۔ اسی عرصے میں یورپ اور امریکہ کا دورہ کیا اور وہاں ادبی نشستوں میں مقالات پڑھے۔ امریکہ، بیلین کیلر سے ملاقات کی۔ ۶ فروری ۱۹۲۲ء کو شانتی نیکیتی میں دیہی تعلیم کا ایک ادارہ قائم کیا۔

۹ جنوری ۱۹۲۳ء کو سندھ رانا ناتھ ٹیگور کا انتقال ہو گیا۔ ۱۹ مارچ ۱۹۲۳ء کو کراچی کے تھیو فزیکل سوسائٹی ہال میں انہوں نے تقریر کی۔ ۲۹ مارچ ۱۹۲۳ء کو چیمبرنگون، کوالالمپور، سنگاپور، بانگ کانگ اور جاپان کا دورہ کیا۔ وہاں مختلف شہروں میں تقریریں کیں۔ پیکنگ کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ اشیائی مذاہنی اتحاد کے بھاری ہیں۔ ٹوکیو میں انقلابی رہنما راش بیاری بوس سے ملاقات کی ۲۳ جولائی ۱۹۲۵ء کو ڈھاکہ میں بنگال کی عورتوں کی بابت بنگال کے گورنر نے نازیبا باتیں کیں تھیں، اس کے خلاف ٹیگور نے انہیں ایک احتجاجی خط لکھا۔

۲۷ ستمبر ۱۹۲۸ء کو دبئی کے بہت سے ممالک امریکہ اور جنوبی
امریکہ کے دورہ کے لیے ٹیکور روانہ ہو گئے۔ امریکا میں صدر ڈاکٹر ایسٹور
سے ملاقات کی۔ ۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء کو راجی میں جوہنڈراناٹھ ٹیکور کا
انتقال ہو گیا۔ ۲۵ جولائی کو سار سے ملک میں تحریک آزادی کی حمایت
میں ایک مقالہ لکھا اور اسے شائع کیا۔ مسئلہ میں شاعر نے ۱۶ مئی کا
دورہ کیا اور فاشنزم کے شکار لوگوں سے ملاقات کی ۱۱-۱۴ ستمبر
۱۹۲۹ء کو برلن سے فاشنزم کے خلاف ایک خط لکھا جو انگلینڈ کے
سچو گارڈین اخبار میں شائع ہوا۔ ۲۹ نومبر کو مصر کا دورہ کیا۔ ۳۰
فروری ۱۹۳۰ء کو ہندوستان میں حکومت کے ظلم کے خلاف کھلا خط لکھا۔
۱۲ جولائی ۱۹۳۰ء کو جنوبی مشرقی ایشیاء کے ملکوں کے دورہ کے لیے روانہ
ہوئے اور ۲ اکتوبر کو کلکتہ واپس آئے۔

۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۰ء ۲۸ مئی ۱۹۳۰ء کو پانڈیچری میں مشری
اور ہندو گھوس سے ملاقات کی۔ ۱۹۳۹ء
میں کنڈا گئے۔ دہا قومی تعلیمی کاؤنسل کی تقریب میں تقریر کی۔ ۲۷ مارچ
۱۹۳۰ء کو آکسفورڈ لیبرٹ لکچر دیئے گئے۔ ۱۹۳۹ء کو انگلینڈ روانہ ہوئے وہاں
انہوں نے انسان کا مذہب موضوع پر تقریر کی۔ جرمنی میں شاعر کی
معمری کی ناشر کی گئی۔ وہیں انہوں نے انگریزی میں ایک مضمون لکھا
جن کا عنوان تھا CHILD، ۱۱ ستمبر ۱۹۳۰ء کو سویت روس گئے اور
۱۳ دہائی تک وہاں کے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ ۱۲ ستمبر کو ماسکو کے
نزدیک پامینز کوٹوں میں "جن گن من" گیت گائے یا۔ یہاں ایک ٹریڈ
یونین سبھی نے انہیں استقبال دیا جس میں مقامی شاعروں نے ان کی
نظموں کو بنگلہ اور پھر روسی زبان میں پڑھ کر سنایا۔ روس سے جرمنی
پھر امریکہ اور لندن ہوتے ہوئے کلکتہ واپس آئے۔ ۳۱ جنوری کو
دارجلنگ میں قاضی نذیر اسلام سے ملاقات کی ۲۶ ستمبر کو کلکتہ میں
منومنٹ میدان میں ایک احتجاجی جلسہ میں جہلی جیل میں قیدیوں پر ظلم و
ستم کے خلاف پرزور احتجاج کیا۔ ۸ جنوری ۱۹۳۰ء کو گاندھی جی کی
گورنمنٹ آرڈر پر برطانیہ کے وزیر اعظم کو خط لکھا۔ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء کو ایرانی
اور عراق کا دورہ کیا۔ شیراز، ایران میں حافظ اور سعدی کے مقبرہ پر
پہنچے جہاں سے اور اس کے بعد واپس آئے۔ ۱۳ اپریل کو مغربی
میں گونہندوستان کی بابت تجاویز پیش کرنے کے لیے انفارمیشن سسٹر

کھولنے کی تجویز پیش کی، دسمبر میں حیدرآباد کے نظام سے ملاقات کی۔
نظام ۱۹۳۰ء میں دسویں بارہائی کو ایک لاکھ روپیہ بطور عطیہ دیا۔ ۹ جنوری
کو شانتی نیکیتی میں سروجنی نائیڈو سے ملاقات کی۔ ۱۹ جولائی کو کلکتہ میں
گاندھی جی سے ملاقات کی۔ اس جیسے جیس کے نان۔ یون۔ سائی۔ شانتی
نیکیتی آئے اور وہاں چینی یون کھولنے کی تجویز کی جسے شاعر نے تسلیم کر لیا
۸ فروری ۱۹۳۰ء کو بنارس یونیورسٹی سے انہیں ڈاکٹر کی ڈگری ملی بلکہ
میں ہندو کی درخواست پر شہری آزادی کے ہندوستانی قومی کاؤنسل
یونین کے صدر بنے۔ ۲ مارچ ۱۹۳۰ء کو فاشنزم کے خلاف ایک
صدر بنے۔ ۱۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو چٹل مزدوروں کی حمایت کے لیے عوام
سے اپیل کی ۳۱ اگست ۱۹۳۰ء کو کلکتہ ٹاؤن ہال کے ایک جلسہ میں شاعر
نے انڈمان میں قیدیوں پر ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا۔

۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۱ء ۳۱ جنوری کو ہندو کے باقوی شانتی نیکیتی
میں ہندی یون کا افتتاح ہوا۔ شاعر نے زیگوسلواکیہ پر ہٹلر کے حملہ کی
تندید مذمت کی۔ شانتی نیکیتی میں سچا سچ ہندو س اور ہندو سے ٹیکور
نے بات چیت کی۔ ۸ مئی ۱۹۳۹ء کو دنیا اور ہندوستان کی سیاسی حالت
کی بابت امریکہ کے صدر روزولٹ کو خط لکھا۔ ۱۹ اگست ۱۹۳۹ء کو
آکسفورڈ یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹر کی ڈگری عطا کی۔ ۱۳ اپریل ۱۹۳۹ء
سیتھ سنگھ (ہندی جرنل) نامی ایک مقالہ لکھا۔ ۲۵ مئی کو تریپورہ کے
راجہ نے بھارت بھاشکر کا خطاب عطا کیا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۳۹ء کو ملاح کے
لئے انہیں شانتی نیکیتی سے کلکتہ لایا گیا۔ ۳ جولائی کو انہوں نے اپنی آخری نظم
(شیش لیکھا) لکھی۔ ۱۹ اگست ۱۹۴۱ء (۲۲ سادون ۱۳۳۵ بنگلہ سالہ)
کو دوپہر کے ۱۲ بجے ۳ منٹ پر ریندراناٹھ ٹیکور نے دائمی اجل کو لبیک کہا۔ ۸۰ سال
۳۰ مہینہ کی عمر میں ان کی موت واقع ہوئی۔



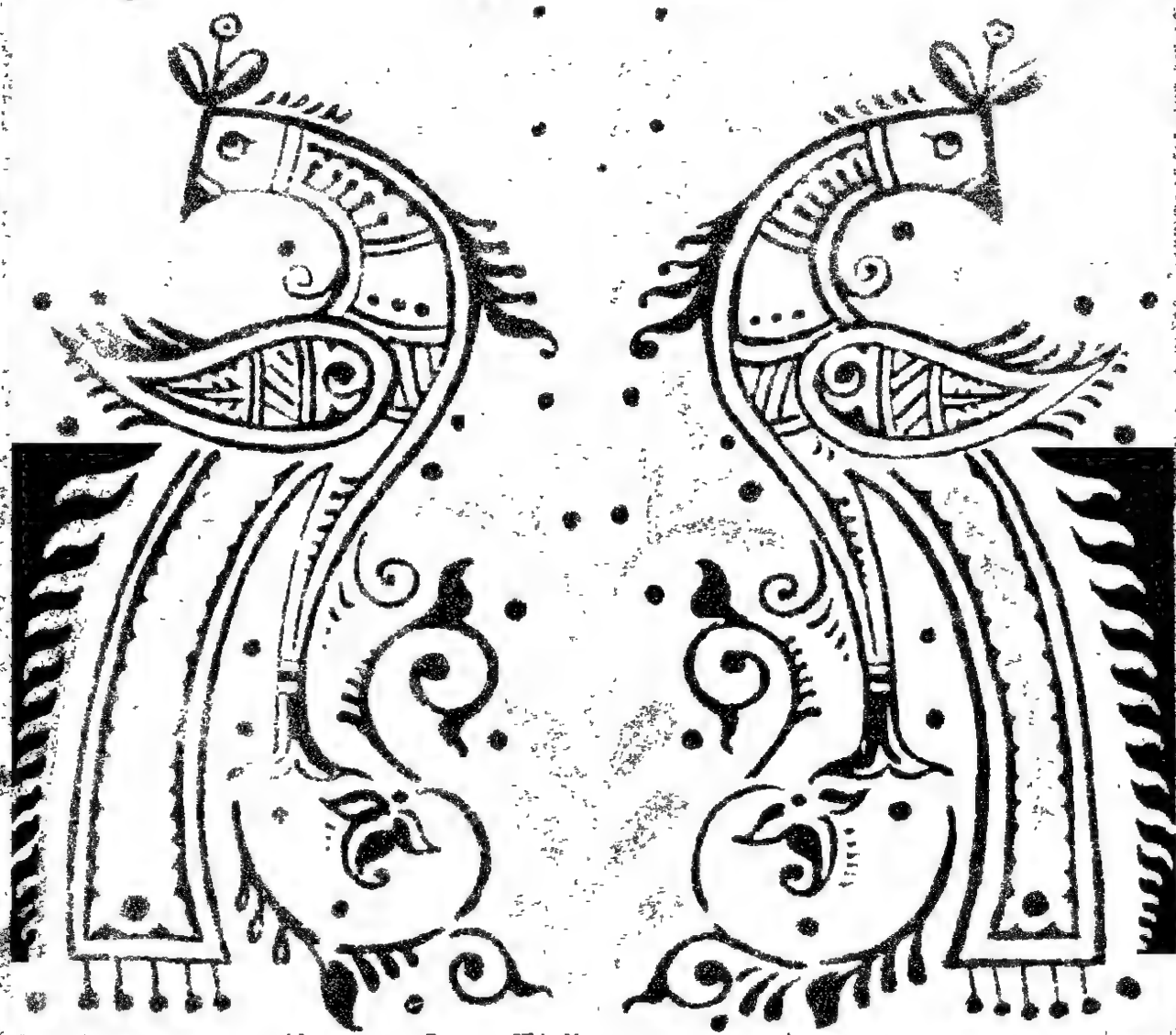
در بندہ (ناٹھ ٹیکو)

کس بزدل کو تو ڈراتا ہے

کس بزدل کو تو ڈراتا ہے؟
 یہ تاریکی جو سامنے ہے میرے،
 باطل ہے سب، جھوٹ ہے!
 میرا اعتقاد کیا راہ گاہ ثابت ہوگا
 تو نے اگر مجھے نیچے گرا دیا
 تو سمجھ لے کہ انسانی کام تو نے بڑھالیا
 خود تجھے نیچے اترنا ہوگا، اگر مجھے نیچے گرا دیا
 تجھے میرا امتحان مقصود ہے
 بس کھیل کسای ہے
 وہ جو تیرے ہاتھ کو نہیں دیکھتے
 اور صرف تیرے ہاتھ کی سزا دیکھتے ہیں
 خوف سے ان کی جان کا پتی ہے
 جو تیری سزا کو نہیں دیکھتے، اور دیکھتے ہیں صرف
 تیرے محبوبانہ ہاتھ کو
 حقیقت کو دی پہچانے ہیں
 کس بزدل کو تو ڈراتا ہے
 یہ تاریکی تیری، سب باطل ہے۔

(ترجمہ: نظم پرواہیانی)





مفتی محمد امجد علی

4
A.M.
1932

1932

شرح خریداری

قیمت - ۱۲ پیسے فی پریم

سالانہ ۳ روپے

ترسیل زر کا پتہ

بزنس منیجر
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
۲۳- آرا این مکھرجی روڈ کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

پندرہ روزہ مغربی بنگال کلکتہ

مدیر اعلیٰ - پریتین بھٹاچاریہ

مدیر - دھیرنیدرانا کھوت

مدیر معاون - محمد اعظم

جلد نمبر ۳ • یکم جون ۱۹۸۳ء • شمارہ نمبر ۱۱



شرعی فی ڈی بانڈے، گورنر مغربی بنگال علی بی راج بھون کے سپرہ زار می ریڈ کر اس ہینہ، کی افتتاحی تقریب میں
ریڈ کر اس کے لئے عطیہ قبول کرتے ہوئے۔

مخدوم محی الدین

ضم دول

(کسمادی اندرادھن راج گیر جی کی نظم
BOTH OF US کا آزاد ترجمہ)

رات ہے، باتیں ہیں، شرگوشی ہے
ترے، میں ہوں

اپنے گوندھے ہوئے غم کے بندھن
شب کے سناٹے میں

جاگ اٹھتے ہیں، ٹرپ جاتے ہیں چلا تے ہیں

دامِ افسون و طلسمات میں گھس جاتا ہے دل

جسم اور جان کو کھسا جاتا ہے غم

غیشِ غم اور دل زار میں پیکار چلی جاتی ہے

گرم گرم آنسو ڈھلک جاتے ہیں رخساروں پر

زندگی یاروں کا مینار بنا لیتی ہے

جوارِ آتا ہے جہاں میں ابدیت کا مذاق

دیکھتے دیکھتے چپ چاپ بکھر جاتی ہے تاروں بھری رات

چاند چھپ جاتا ہے

رات ہے، باتیں ہیں، شرگوشی ہے

ترے، میں ہوں

ان پرندوں کی طرح شرگوشی

جو دلی سانس میں گاتے ہیں بکھڑنے کے لئے

گیت — تاروں بھری راتوں میں جسے ہم نے جینا

دھیمی آواز میں شرگوشی کے انداز میں گایا ہوا گیت

ہاتھ پھرائے، جدائی کی گھڑی آہنی

ہاتھ میں لے لے میں نے ترسے ہاتھ

تاکہ ان ہاتھوں کو بھی پاؤں

ان ہاتھوں سے محبت کر لوں

جسم اور جان کے رشتوں سے بکھر جانے تک

جاوداں شعلہ جواہر کی اک چنگاری

میں نے لے لی ہے ترے ہونٹوں سے

میں جہاں بھی رہوں، جس جا بھی رہوں

اپنی آنکھیں توافق زاروں پہ ملتی ہی رہیں گی کہیں مادود

اور دل چپکے سے مل جائیں گے دل ہی دل میں

میرے سیلابِ تحیل میں تری یاد اسے دوسرے

اس طرح تیرے کی

صبح دم تیرا پھرتا ہے کسی جھیل میں جیسے کوئی مہنس

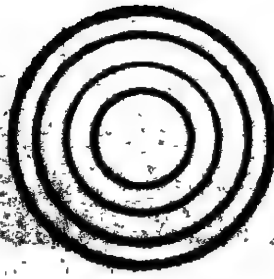
ان ہواؤں میں ترے گیت

وہ بکھرے ہوئے گیت

گورج اٹھیں گے مرے کانوں میں

میرے عدم

میرے دوست!



مغربی بنگال میں تعلیم عامہ

ابتدائی تعلیم

کرنے کی اسکیم کو بھی رو بہ عمل لایا جا رہا ہے۔ گذشتہ تین برسوں میں پرائمری اسکول کے بچوں اور بچوں کے لئے سکین گرو اور سپورٹس کے سلسلہ میں اسکیم کو جاری کرنے میں رو بہ عمل لایا گیا۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ اسکیم آئندہ بھی جاری رہے گی اس پروگرام کے ذریعہ علاقہ میں بچوں، والدین اور سائنس کے ماحول میں ایک نئی بیداری پیدا کی ہے اور تعلیم کے میدان میں یکسانیت میں کچھ حد تک کمی لاکر رہا ہے اس لئے ایک خوش گوار فضا قائم کی گئی ہے

اسکولوں میں دوپہر کا ٹشن

ساری ریاست میں شہرہ اور حفا فانی علاقوں کے طلباء کو دوپہر کا ٹشن دھانا سہلائی کرنے کے پروگرام کو رو بہ عمل لایا جا رہا ہے اس ریاستی منصوبہ اسکیم کے تحت ۲۶۲۱ لاکھ طلباء کو ٹشن سہلائی کیا جا رہا ہے۔ صرف ریاستی حکومت کی مالی امداد سے اس اسکیم کو رو بہ عمل لایا جا رہا ہے اس کے علاوہ سی لے آر ای کی امداد سے مزید سات لاکھ بچوں کو، اور کلکتہ شہر میں ۲ لاکھ بچوں کو دوپہر کا ٹشن سہلائی کیا جا رہا ہے اس ریاست میں سیلابات اور دیگر آفات ناگہانی سے پرائمری اسکولوں کی عمارتوں کو کافی نقصان پہنچا ہے اس لئے گذشتہ چند برسوں سے ایسے اسکولوں کی عمارتوں کی از سر نو تعمیر اور مرمت کے پروگرام کو رو بہ عمل لایا جا رہا ہے یہ پروگرام ابھی بھی جاری ہے اور اسکولوں کی عمارتوں کی نو تعمیر کے لئے تقریباً ۵۲ کروڑ روپے کی منظوری دی گئی۔

پرائمری تعلیم کا مغربی بنگال بورڈ اور ضلع پرائمری اسکول کاؤنسلز

مغربی بنگال پرائمری تعلیم پرائمری اسکول کاؤنسلز کے انتخاب کے لئے، رائے دہندگی کا دستور، رائے دہندگان کی فہرستوں کی تیار اور اشاعت رو بس سلسلہ، مغربی بنگال پرائمری تعلیم (پرائمری اسکول کاؤنسلز) کے انتخاب

عالمی ابتدائی (پرائمری) تعلیم کے نشانہ بنک پر پانچویں کے لئے ہوتا ۱۱ سال کی عمر کے بچوں کو اسکولوں میں لے کر لے کر مغربی بنگال میں ایک وسیع پروگرام کو رو بہ عمل لایا جا رہا ہے۔ تجویز ہے کہ چھ بچہ سالہ منصوبہ کے آخر تک یعنی ۱۹۸۵-۸۶ تک ۶ تا ۱۱ سال کی عمر کے تقریباً ۵۰ لاکھ بچوں کو ابتدائی تعلیم کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں۔ اس نشانہ بنک پر پانچویں کے لئے سائنس میں، تیز رفتاری سے ۱۹۸۵-۸۶ میں ۱۲۰۰ نئے پرائمری اسکول کھولنے کی منظوری دی گئی اب تجویز ہے کہ سائنس میں زیادہ ۱۳۰۰ نئے پرائمری اسکول کھولے جائیں۔ ایک اعزاز کے مطابق سائنس کے آخر تک پرائمری اسکولوں میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد ۱۱ لاکھ سے زیادہ ہوگی یعنی ۱۱.۶ سالہ کے تقریباً ۹۵ فیصد بچے پرائمری اسکول میں زیر تعلیم رہیں گے۔ مذکورہ بالا نشانہ بنک پر پانچویں کے لئے بچوں کی بہت افزائی کرنے کے لئے متعدد اسکیموں کو رو بہ عمل لایا جا رہا ہے۔

نصاب تک کتابوں کی مفت تقسیم۔ پرائمری اسکولوں میں کلاس ۱ سے کلاس ۵ تک کے تمام بچوں اور بچیوں کو نصاب کی کتابیں مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ سائنس کے تعلیمی سال کے دوران ۲۹ نصابی کتابوں کے تقریباً ۲۵ کروڑ کاپیاں مختلف زبانوں میں شائع کی جارہی ہیں اور تقسیم کی جارہی ہیں۔ بنگلہ اور نیپالی زبان کے اسکولوں میں کلاس ۱ سے کلاس ۵ کے طلباء کو کلاس کی کتابیں مفت تقسیم کی جارہی ہیں اور اردو اور ہندی اسکولوں میں کلاس ۱ اور ۲ کے طلباء کو دیکھ کی کتابیں اور سنہالی طلباء کو کلاس ۱ کے لئے آئی جی کے رسم الخط میں نصاب کی کتابیں مفت سہلائی کی جارہی ہیں۔ اس اسکیم کو مقامی کے ساتھ پائیدار بنانے کے لئے بچاؤ اور میڈیٹیشن کے ماحول جاری ہے۔ اس اسکیم کے لئے اس ریاستی بجٹ سے تقریباً ۲۰ کروڑ روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ شیڈولڈ کاسٹ اور آئیب کے طالبات کو اسکول کی پوشاک مفت تقسیم

تقریباً ۱۹۸۷ء میں برائے تعلیم لاہور میں مغربی بنگال بورڈ (دراے دہنگ) کا دستہ دہائے دہنگان کی فرسٹوں کی تیار اور شاعت (روسیں) ۱۹۸۷ء اور مغربی بنگال پرائمری تعلیم (برائے تعلیم کے مغربی بنگال بورڈ کے لئے انتخاب کرنا) قوانین ۱۹۸۲ء کو مکملہ گزٹ میں شائع کر دیا گیا ہے۔ ان قوانین کی شاعت کے بعد اب مغربی بنگال پرائمری تعلیم ایکٹ کو رد عمل لایا جاسکتا ہے اس بات کی کوششیں کی جا رہی ہیں کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے جنھوں میں پرائمری اسکول کاؤنسلوں میں اور ریاستی سطح پر پرائمری تعلیم کے بورڈ کے لئے انتخابات کرے جائیں۔

نظام امتحان

ششماہی اور سالانہ امتحانات کے پرانے نظام کو ختم کر دیا گیا اور اس کے جگہ مسلسل وقفہ وقفہ کے بعد طلباء کی لیاقت کا تعین کرنے کی اسکیم کو رائج کیا گیا ہے۔ اساتذہ کی اس سلسلہ میں ہدایت کے لئے صاحب ضروری کتاب شائع کی گئی ہے۔ نصاب کیسٹ (جسے حکومت مغربی بنگال نے قائم کیا تھا) کے سفارشات کے مطابق کلاس لکچر کسی بھی طالب علم کو ایک ہی کلاس میں ایک سال سے زیادہ عرصہ تک رکھا نہیں جاسکتا۔ حکومت نے اس پالیسی کو اپنایا۔ جو بنیادی تربیت اداروں میں اساتذہ کی تربیت کے لئے ایک نیا نصاب رائج کیا گیا ہے۔

مدرسہ تعلیم

حکومت مغربی بنگال اساتذہ ہندوستان میں مغربی بنگال میں مدرسہ تعلیم نظام میں اصلاح و تجدید کرنے کی ایک مثال قائم کر رہے۔ فی الحال مدرسہ میں تمام طلباء کو مفت تعلیم حاصل کرنے کی سہولتیں فراہم ہیں۔ مدرسہ تعلیم کے میدان میں اس تعلیم کو طلباء کے لئے باسٹھ اور باسٹھ تباہ کرنے کے لئے نصاب میں تبدیلیاں لگائی گئی ہیں اور اس طرح موجودہ مطالبات کے پیش نظر اقدامات لے گئے ہیں۔

شاہری تعلیم

محرم گزشتہ پانچ برسوں میں شاہری تعلیم کے میدان میں فائدہ خواہ ترقی ہوئی۔ حکومت اس بات سے آگاہ ہے کہ اس میدان میں اب بھی بہت کچھ کرنا

ہو۔ شاہری اسکولوں میں زیر تعلیم طلباء کی موجودہ تعداد کم و بیش ۳۰ لاکھ ہے ایک اسکول میں سچوں کو پڑھانے کے لئے جتنی بچوں کی ضرورتیں ہوتی ہیں اسے تسلیم طلباء کی تعلیم کے لئے متعلقہ اسکولوں میں اتنی ہی بچیں نہیں ہیں حکومت اس بات کی حتی الامکان کوشش کرے گی کہ سکولری اور نائرسکولری اسکولوں کی دس ہزار تک موجودہ تعداد میں اضافہ کیا جائے اور اس طرح ان اسکولوں کے مساحی کو حل کیا جائے۔ ۱۹۸۳-۸۴ء میں ۱۲۱ دو کلاس کے جوئری اسکول کو چار کلاس کے جوئری اسکولوں میں اور ۱۲۲ جوئری اسکول کو پانچ اسکولوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے امید کی جاتی ہے کہ اس طریقہ کار کو آئندہ سال بھی جاری رکھا جائے گا۔

ہائرسکولری تعلیم

اعلیٰ تر شاہری تعلیم دینے کے لئے اس ریاست میں تقریباً ایک ہزار ادارے ہیں حکومت آئندہ مالی سال میں مزید اسکولوں اور اداروں میں اعلیٰ تر شاہری تعلیم کا سلسلہ اور نصاب رائج کرنے کے سوال پر غور کرے گی۔

جوئری تکنیکی تعلیم

اس ریاست میں جیٹ جوئری تکنیکی اسکول ہیں۔ ان اسکولوں میں داخلہ کے لئے کلاس ۱۰ کے امتحان میں کامیاب ہونا ضروری ہے۔ ہر سال ان اسکولوں سے کم و بیش ۵۰ طلباء کامیاب ہوتے ہیں ان اسکولوں میں تعلیم کی بہتری کے لئے چند اسکیمیں حکومت کے زیر غور ہیں۔

جسمانی لحاظ سے معذور طلباء کی تعلیم

جسمانی لحاظ سے معذور طلباء کی تعلیم کے لئے فی الحال ۲۸ اسکول ہیں۔ ان میں ۸ اسکول حکومت کی سرپرستی میں ہیں اور باقی ۱۲ اسکولوں کو حکومت نے تسلیم کر لیا ہے۔ معذور طلباء کے لئے تعلیمی سہولتیں کی توسیع پر حکومت زور دیا ہے۔ مشیڈ ولڈ کاسٹ و ٹرائب طبقوں کے درمیان تعلیم کے فروغ کے لئے شبہ تعلیم جیٹ خصوصی اقدامات کر رہا ہے۔

ریاستی تعلیمی ریسرچ و تربیتی کاؤنسل

ریاستی حکومت نے بھی مرکزی حکومت کے قریبی کاؤنسل برائے تعلیم

تحقیق اور تربیت کی طرح یہاں بھی ایک ادارہ قائم کیا ہے۔ اساتذہ کی تربیت و ان کی تعلیم و ترقی کے لئے نصاب تیار کرتے ہیں یہ ادارہ بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے نیز اس ادارہ کے پیش نظر یہ ادارہ اہم اور بہتر طور سے کام کر سکے،
شاہد فیضی جھنگ کے لئے
لائبریری خدمات

علم کی پائیں بچانے کے لئے کتاب بہت ہی اہم ذریعہ ہے اور صحیح تعلیم ہی لوگوں کے دلوں میں اس پائیں کو جا کر گرنے والی ہے علم کا خزانہ گھر جیسے ہم لائبریری کہتے ہیں ایسی کتابوں کے مجموعہ کا نام ہے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ریاستی حکومت سندھ سے لائبریریوں کی توسیع اور ترقی کے سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے اس سلسلہ میں کام شروع کر دیا گیا ہے اور مضافاتی آبادی کے درمیان علم حاصل کرنے کے لئے ایک نئی فضا اور ذمہ داری تیار کی گئی ہے اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ پس ماندہ لائبریریوں میں نئی روح بھونک دی جائے۔

لائبریریوں کی ترقی کا ایک اہم پہلو ان کے انتظامیہ کا نظام ہے اس نظام کو ادھی بہتر بنانے کے لئے مغربی بنگال عوامی لائبریری (ترمیم) ایکٹ ۱۹۸۲ء پاس کیا گیا۔ اس لئے ایکٹ نے لائبریری ایکٹ ۱۹۷۱ء کی بہت سی غامضیوں کو دور کر دیا۔ دوسری طرف ریاستی سطح پر لائبریری خدمات کی ایک اگلی نسل قائم کی گئی تاکہ ترقیاتی سرگرمیاں اور منصوبہ بند کوششیں جاری رکھی جاسکیں۔ نیز اس ایکٹ کے تحت ۱۲ مقامی لائبریری آئٹور میں ریاست کے ۱۶ جے ۱۶ اضلاع میں قائم کئے گئے ہیں۔ یہ ضلع سطح پر اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے لگے۔ ۱۹۸۰-۸۱ء میں حکومت کے زیر انتظام علاقائی مضافاتی / ابتدائی یونٹ لائبریریوں کی تعداد ۱۷۷۶ تھی۔ سب ڈویژنل سرشہری لائبریریوں کی تعداد ۱۱۹ اور ضلع لائبریریوں کی تعداد ۱۶ تھی اس ریاست میں سرکاری لائبریریوں کی تعداد ۲۰ ہے ۱۹۸۰-۸۱ء میں ۲۰ شہری لائبریریاں اور ۵۵ مضافاتی / ابتدائی یونٹ لائبریریاں قائم کرنے کی منظوری دی گئی تھی۔ ۱۹۸۰-۸۱ء میں ہم نے موجودہ لائبریریوں کو مستحکم بنانے کی کوششیں کیں۔ ان کی تعداد میں اضافہ کرنے کی فکر ان کی سرگرمیوں کو کچا کیا جا رہا ہے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اس ریاست میں مانگ کے مقابلہ میں لائبریریوں کی تعداد بہت ہی کم ہے تاہم یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک لائبریری جس کے پاس کتابوں کا

کافی اسٹاک ہو اور جس کا انتظامیہ بھی بہتر ہو ایک وسیع علاقہ کی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے۔ اس لئے علاقائی ترقیاتی کمیٹیوں پر مشتمل ۱۹۸۰ء میں ایک سرگرمی مند لائبریری کو مستحکم کرنے کا حکم بنانے کے لئے کوششیں جاری ہیں۔ مالی وسائل کی کمی کے باوجود ریاستی حکومت لائبریری خدمات میں اہم شعبہ کی توسیع و ترقی اور لائبریری کے ملازمین کی رفاد و بہبود کے لئے کوششیں کر رہی ہے لائبریری کے ملازمین کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا گیا ہے لائبریری کے ان ملازمین کے لئے جو رہائش گاہیں ملے ہیں، ہم لوگوں نے سماجی تحفظ کے اقدامات کے لئے کوششیں کی ہیں۔ ہر ضلع کی لائبریری میں بہتر کارکردگی کے ضلع لائبریری افسر کے عہدے تیار کرنے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں۔ ہم لوگوں نے اس بات کی طرف دھیان دیا ہے کہ لائبریریاں درحقیقت علم کا خزانہ بن جائیں تاکہ لوگوں کے رکھنے کا گودام، ہم لوگوں نے حکومت کے خرچ پر ایک کتاب شائع کی ہے جس میں مختلف موضوعات پر اچھی اچھی اطلاعی اور ادبی کتابوں کا ذکر ہے ہر لائبریری کے لئے کتابوں کی یہ فہرست بہت ہی گرل قدر آسان اور رہنما ہے۔ اس شاخ کے لئے بجٹ میں زیادہ سے زیادہ گنجائش رکھنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں ۱۹۸۰-۸۱ء میں لائبریری شاخ کے لئے بجٹ میں ۲۸۵ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی تھی لیکن ۱۹۸۰-۸۱ء کے بجٹ میں اس حد کے تحت ۳ کروڑ روپے رکھے گئے۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محدود وسائل کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

غیر رسمی تعلیم

جہالت کی لعنت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے مغربی بنگال کی موجودہ ریاستی حکومت نے غیر رسمی تعلیمی نظام کو کافی اہمیت دی ہے۔ ۱۹۷۱ء سال کے بچے تعلیم کے اس نظام سے مستفید ہو سکے ہیں اس ریاست میں اس قسم کے تقریباً ۱۵۰ ہزار مراکز ہیں جہاں سماج کے غریب طبقہ کے بچے لاکھوں سے زیادہ بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے ان بچوں کے لئے خصوصی نصاب رائج کرنے کی بات زیر غور ہے اس بات کی کوششیں کی جا رہی ہیں ۱۹۸۰-۸۱ء میں ان مراکز سے ایسے طلباء کو نصاب کی کتابیں مفت فراہم کی جائیں گی ایک تجویز ہے کہ ۱۹۸۰-۸۱ء میں اس طرح کے تقریباً ۲۵ مراکز کھولے جائیں

ساعی و بھری تعلیم

مغربی بنگال کے مختلف اضلاع میں ۱۴ ساعی و بھری تعلیمی مراکز ہیں۔ یہ تعلیم اپنی امداد فراہم کرتی ہے۔ ایسے مراکز مختلف رضا کار تنظیموں کے زیر انتظام ہیں۔ نظامت تعلیم کے تحت ایک ساعی و بھری تعلیمی شاخ ہے۔ اعلیٰ تعلیم کی اشاعت کے لئے اس تعلیمی شاخ کی توسیع اور ترقی کی اشد ضرورت ہے لیکن مالی بندشوں کی وجہ سے اس سلسلہ میں ترقیاتی اقدامات کئے نہ جاسکے۔ موجودہ مالی سال میں اس شاخ کی توسیع اور ترقی کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں۔

رہائشی مراکز

یہاں ریاست کے محتاج اور یتیم بچوں کے لئے ۵۰ مراکز (مجموعاً) ہیں۔ جنہیں ریاستی حکومت امداد فراہم کرتی ہے لیکن جنہیں رہا کار ادارے چلاتے ہیں۔ گیارہ رہائشی مراکز ریاستی حکومت کے زیر انتظام ہیں۔ کل ۸۲۵ بچے ان رہائشی مراکز میں پناہ گزیں ہیں۔ ۱۹۵۷ء تک بچوں کے لئے فی کس عطیہ جیسے میں صرف ۳۵ روپے تھے ہمارا کام دشواریوں کے باوجود ہم نے اس عطیہ کو ۳۵ روپے سے بڑھا کر ۵۵ روپے کر دیا۔ مزید برآں فی کس بچے کو ۱۲ روپے دوسرے معاونتی اخراجات کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ یاد جو اس کے ہیں یہ معلوم ہے کہ ان مراکز کو بچے کام میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کے لئے کافی رقم کی فوری ضرورت ہے ہم اس وقت سنگین دور سے گزر رہے ہیں لیکن اتنا مزید کہا جاسکتا ہے کہ ہم اپنے فراغت اور ذمہ داریوں کو نبھانے کی سکت رکھتے ہیں۔

کالج کی تعلیم

محکمہ کے لئے نئے موضوعات کی شمولیت اور اس کی توسیع کے عمل کو سات کالجوں کے لئے جو زیادہ تر سہ ماہیہ علاقوں اور ضلع دربھنگا کے بارڈر علاقوں میں واقع ہیں منظور کر دیا گیا ہے اور پہلی بار کلکتہ کے ایک کالج میں مصافحہ کے لئے ڈگری کورس کا اہتمام کیا گیا۔ مغربی بنگال کالج کونجوہ کی ادائیگی ایک سالہ کے تحت ایک غیر سرکاری کالج کو اپنی آمدنی کی ۵ فیصد رقم کو ریاستی حکومت کے پاس جمع کر دینی چاہئے تاکہ وہ اپنے ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے سرکاری امداد کے مستحق ہو سکے باقی ۱۵ فیصد آمدنی

عزتخواہ مدد کے اخراجات کے لئے رکھے جاسکتے ہیں۔ ہائر سکولری سطح پر کالج اور جیو کلاسوں کے طلباء کے لئے تعلیم مفت فراہم کرنے اور کیمیاوی اشتیاء، کافڈ، کابیوں، چھپائی وغیرہ کی قیمتوں میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اخراجات کا زمرہ اندازہ لگایا گیا۔ ۱۹۵۷-۵۸ء میں موجودہ مرکز کالجوں کی ترقی کے لئے سالانہ منصوبہ ہیں۔ الاکھ روپے کی گنجائشی رکھی گئی ہے چھپائی گوری میں ایک نیا قانون کالج قائم کرنے کے لئے منظوری دی گئی ہے۔

سرکاری کالج

در کالج سرکاری کالج میں ۸۳-۸۲ء سے آراہیات میں پورے گراجویٹ کورس چالو کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ ۸۳-۸۲ء سے اس کالج میں حیاتیاتی سائنس کا کورس بھی رائج کر دیا گیا ہے۔

ہدیہ، مدنا پور، میں ۸۳-۸۲ء میں آرٹس اور سائنس دونوں میں ایک سرکاری کالج قائم کرنے کی منظوری دی گئی ہے اور اس کالج کے لئے عمارت کی تعمیر کے لئے بھی انتظامیہ نے منظوری دیدی ہے سالٹ لیک (دبھلن) کلکتہ میں آرٹس اور سائنس کے ایک سرکاری کالج قائم کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔

یونیورسٹی تعلیم

اعلیٰ تعلیم کے میدان میں یونیورسٹیوں، کالجوں اور دیگر تعلیمی اداروں کے کام کاج میں بھری اور ترقی پر اور نئے اداروں کے قیام پر زور دیا گیا ہے۔ نگران اداروں میں نئے نئے موضوعات کی تعلیم کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر دیا ساگر کالج کے لئے جو قطعات اراہتی حاصل کئے گئے ہیں ان کی حد بندی کا کام شروع کر دیا گیا ہے اس مجوزہ یونیورسٹی کے انتظام اور تعلیمی شعبوں کے لئے عمارتیں تعمیر کرنے کے لئے ۱۴ لاکھ روپے فراہم کئے گئے ہیں مجرور کے انتخاب اور تعلیمی نصاب کے لئے یونیورسٹی اقدامات کر رہے ہیں۔

یونیورسٹیوں بہت ساری ترقیاتی اسکیموں کو برسر عمل لائیں گی۔ اس سلسلہ میں اپنی یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی منظوری کا انتظار ہے۔ یو جی سی کی ٹیمیں اس دیاست کی مختلف یونیورسٹیوں کا دورہ کر رہی ہیں اور

نایاب کی امید کی جاتی ہے کہ چھٹا سالہ دستہ جاری کیا جائے گا۔
 تعلیم کی حکومت نے اس سالہ کو ریٹائرمنٹ
 ملت اور ایسے اساتذہ کو ترقی کے انتظامات کی گنجائش رکھی ہے

۱۔ العون کی تعلیم

فی الحال مغربی بنگال میں کلکتہ کے علاوہ دیگر ۱۵ اضلاع کے ۹۰
 کئی ہیں ۲۰ دیہی باضابطہ خزانہ پر وجیکٹ ہیں جنہیں ریاستی حکومت
 راجہ قلم کرتا ہے نیز یہاں اس طرح کے ۱۵ اور پراجیکٹ جو مرکزی حکومت
 زیر انتظام ہیں ان ۱۵ پراجیکٹوں میں سے ۱۵ پروجیکٹ ریاستی حکومت کے
 تحت ۱۵ پروجیکٹوں کے چاروں گوشوں میں ۱۵ پروجیکٹوں میں مرکزی پروجیکٹ کے لئے
 ۱۵ لاکھ روپے ریاستی پروجیکٹ کے لئے ۶۶ لاکھ روپے خرچ کئے گئے
 ہیں مالی دستاویزوں کی رو سے ۱۹۵۲-۵۳ میں ریاستی پروجیکٹوں میں
 سکیم کے تحت جب غلام احمد پورام میں کیا جائیں
 ریاستی حکومت کے پراجیکٹ پروجیکٹ، غیر رسمی تعلیم، کالوں کے
 باضابطہ خزانہ پروجیکٹ، ریاستی خزانہ، اسکول، جامعہ علاقہ ترقیاتی
 اور دیگر امور جیسے بالوں کی تعلیم پر وگرام کے تحت اب تک ریاستی
 حکومت نے ۲۲۸۱ روپے خرچ کئے ۱۹۵۲-۵۳ میں مرکزی پروجیکٹوں
 میں بنیادی کورس کے بعد ماہد خواندگی پر وگرام کو روپیہ مل لایا گیا۔
 بالوں کی تعلیم کے ریاستی پروجرام کے تحت ۱۹۵۲-۵۳ سے دسمبر
 ۱۹۵۳ تک تقریباً ۹ لاکھ افراد کو اور دسمبر ۱۹۵۳ تک تقریباً ۲ لاکھ
 افراد کو تعلیم و تربیت کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔

شہر ایک دیا پتہ کلکتہ نے دسمبر ۱۹۵۳ سے کام کرنا شروع
 کر دیا ہے یہ ادارہ کلکتہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کے صنعتی شہری
 مزدوروں کی تعلیم ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ بالوں کی تعلیم کے میدان میں
 چند رضاکار ادارے بھی کام کر رہے ہیں ان اداروں کو مالی سہولتیں فراہم کرنے
 کے سلسلہ میں حکومت ہند سے درخواست کی گئی ہے۔

ایک تجویز ہے کہ ۱۹۵۳-۵۴ میں مرکزی اسکیم کے تحت ۵۵ ہفتے مرکز
 اور دیہاتی اسکیم کے ۵۵ مرکز کھولے جائیں اور ان میں ۵۵ نو آموزوں
 کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

۱۹۵۳-۵۴ میں جی پری پری اسکول کو بدھ علی لیا گیا ان کا خاکہ

درج ذیل ہے۔

(الف) انجینئرنگ اور ٹکنالوجی کالج

(۱) بی۔ ای۔ کالج جوڑہ میں ۱۹۵۲-۵۳ سے کچھ ترسانہ
 اور ٹکنالوجی میں چار سالہ ڈگری کورس کی تعلیم کا سلسلہ جاری کر دیا گیا اور
 اس کورس کے لئے ۲۰ طلباء کی گنجائش رکھی گئی ہے اس سال کورس کے
 لئے تجربہ کار ماہرین کے قیام کے سلسلے میں حسب ضرورت آلات خریدنے کے لئے
 ۱۹۵۳-۵۴ میں ۲۰ لاکھ روپے کی منظوری دی گئی۔

(۲) جلیانی گوڑی انجینئرنگ کالج کے لئے اس سال کے طلباء کے
 ہاسٹل میں برقی تنصیبات کی خصوصی رست کے لئے ۱۰ لاکھ روپے کی منظوری
 دی گئی۔

(۳) جوڑہ کی ٹکنالوجی کے کالج کے لئے ایک نئے بلاک کی تعمیر
 ممکن ہوئے کہ اس کالج کے بہتر کے لئے نو ای ڈی پی اسکیم کو تمام
 متحدہ کے حکام نے تسلیم کر لیا ہے یہ بات کا اس کی جانب سے کہ اس کی تعمیر
 سے اس کی ترقیاتی اسکیم پر کام شروع کر دیا جائے گا۔
 ۱۵ لاکھ روپے لاؤنس برائے تکنیکی تعلیم کی مشرقی علاقہ کی کئی
 سالٹ ایک کلکتہ میں ایک نئے انجینئرنگ کالج قائم کرنے کی ریاستی حکومت کی
 اسکیم کو منظور کر لیا ہے اگر فنڈ دستیاب ہوا تو امید کی جاتی ہے کہ سالہ روڈ سے
 اس پروجیکٹ پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

(ب) پالی ٹکنکس

(۱) ۱۹۵۲-۵۳ سے آستون پالی ٹکنک میں میٹالرجی (خام دھاتوں
 کے صاف کرنے کا طریقہ) کا نیا ڈپلومہ کورس رائج کر دیا گیا ہے ۱۹۵۲-۵۳
 میں میٹالرجی میں یکمور کے ایک پوسٹ کی منظوری دیا گیا ہے۔ آر۔ ای۔ کالج
 ورکس پوسٹ کے میٹالرجی کے طلباء کے لئے تجربہ کار ماہرین کے کلاسوں کے سلسلے میں
 انتظامات کئے گئے ہیں۔

(۲) پرولیا پالی ٹکنک کے سیرے ہاسٹل کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا
 ہے پانی کی سپلائی اسکیم مکمل ہو چکی ہے

(۳) ویدھنگ پالی ٹکنک، اگر سیرنگ کے علاقہ کے اندر واقع
 زمین پر عمارتوں کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا ہے ۱۹۵۳-۵۴ میں اس پالی ٹکنک کو ان

تعداد میں متعلق کر دیا جائے گا۔

دعا۔ ماہی گیری شعبہ کے تعاون کے ساتھ کوشاں پالی ٹکنک میں ماہی گیری ٹکنولوجی میں ایک ڈپلومہ کورس شروع کرنے کی ایک تجویز مرتب کی گئی ہے کوشاں میں پالی ٹکنک کی بڑی عمارت کی تعمیر کالام مکمل ہو گیا ہے لیکن اس عمارت میں پانی اور بجلی کی سپلائی کو غیر کالام ابھی تک مکمل نہیں ہو رہا ہے۔ قدرتی کمی کی کمی سے کام شروع نہیں کیا گیا۔

لہذا۔ رائے گنج میں نئی پالی ٹکنک کے لئے عمارت کی تعمیر کالام مکمل ہو گیا ہے قدرتی کمی کی فراہمی کے پیش نظر اس پالی ٹکنک کے لئے اسٹاف کی منتقلی کا تجویز زیر غور ہے۔

ایشیائی مطالعات کے لئے نیتاجی انسٹی ٹیوٹ

جنوری ۱۹۸۲ء میں ریاستی حکومت نے ایشیائی مطالعات کے لئے نیتاجی انسٹی ٹیوٹ قائم کیا تھا اس ادارہ نے دسمبر ۱۹۸۱ء سے کام کرنا شروع کر دیا اس ادارہ کے لئے انتظامی اور تعلیمی عہدوں میں نئی بھرتی کی تجویز کو آخری شکل دی گئی ہے ایشیائی سماجوں کی زندگی اور ثقافت کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کے کام کو فروغ دینے کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ سماجی اور سیاسی تواریخ، بین الاقوامی تعلقات، معاشی تعاون وغیرہ کو اہل اور ماہرین کے زیر انتظام دے دیا گیا ہے۔ اس انسٹی ٹیوٹ نے جنوری ۱۹۸۲ء میں جنوبی مشرقی ایشیا میں بدلتے ہوئے سیاسی معاشی اور سفارتی منظر پر ایک بین الاقوامی سیمینار کا انتظام کیا اس انسٹی ٹیوٹ کی زیر رپورٹ اور سیمینار کی روداد بہت جلد شائع کر دی جائے گی۔

ادبی لوگوں کو پیش

صحافیوں، ادیبوں کو جن کی عمر ۵ سال سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اور جن کے ذرائع معاش ناکافی ہیں ادبی پیش دینے کے لئے ۱۹۸۳ء میں ۱۲ لاکھ روپے کی منظوری دی گئی۔ ۸۳-۸۲ء میں ۲۱۰ سے زیادہ افراد کو پیش دیا گیا کیس فی ماہ ۱۰ روپے سے ۵ روپے تک پیش دیا گیا۔

مغربی نیکال ریاستی بورڈ کو ریڈیو داری سہولت کی کتابوں کا بورڈ

نیکال میں مختلف موضوعات پر نصاب کی کتابوں کی تیاری ایتھم اور فروخت کا انتظام وہ کرے ۱۹۸۲-۸۱ء میں نئی کتابیں شائع کی گئیں۔ ۱۶ کتابیں زیرِ اٹھا ہیں۔ ۳ کتابوں کے مسودے چھپائی کے لئے تیار ہیں۔

سائنس اور ریاضیات پر دوسرا ماہی رسالے شائع کے بارے میں اس بورڈ نے راکھال داس بڑی کی رجائی کی اور چندرانا تھپا کی کی تصانیف کی اشاعت کالام شروع کر دیا ہے۔

تعلیمی انعامات

۱۹۸۲ء میں رنڈرا میموریل، نکم چندر میموریل اور وویا ساگر میموریل انعامات عطا کئے گئے۔ جو وہ ماہی سال میں بھی ایسے انعام دیئے گئے ہیں جس پر مزید اقدامات کئے گئے ہیں سرت چندر میموریل انعام دینے کی ایک تجویز زیر غور ہے۔

مغربی نیکال اردو اکیڈمی کو خود اختیار ادارہ بنا دیا گیا ہے اس طرح اکیڈمی بحسن و خوبی اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔

رینڈرا راجپانیلی

رینڈرا راجپانیلی کا دوسرا حجم بھی شائع ہو چکا ہے۔ لیکن چند انتظامی دشواریوں کی وجہ سے ۱۹۸۲ء میں مزید دو جلدیں کو شائع نہیں کیا جاسکا بہر حال اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ تیسرے حجم کی اشاعت کالام بہت ہی جلد مکمل ہو جائے گا۔

مغربی نیکال ریاستی اسمبلی میں اپریل ۱۹۸۲ء کو ۸۳-۸۲ء کے لئے تعلیم کی بابت شری نرمل بوس، وزیر اعلیٰ تعلیم، شری کانتی بسواس، وزیر اعلیٰ اور شالوئی، تعلیم مشنری محمد عبدالباری، وزیر ریاست، برائے ابتدائی اور مدرسہ تعلیم اور شری جھادیہ برا، وزیر ریاست، برائے سماجی تعلیم، غیر رسمی تعلیم اور لائبریری خدمات، نے ایک تقریر کی تھیں۔ مذکورہ بالا مفہون ان کی تقریروں سے اقتباس ہے۔

امراؤ جان اکا ایک شاہکار

سے فنی ضبط اور احتیاط امراؤ جان ادا کی بہت نمایاں اور قابل تعریف خصوصیت ہے جان تک موضوع کا تعلق ہے امراؤ جان بظاہر ایک طوائف کی زندگی کا مرقع ہے اس کی خلوت نشینی، عالی دماغی اور اس کا سچا ادبی ذوق شاعرانہ ہی میں نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلع :-

کس کو سائیں حال دل زار اسے ادا
آوارگی میں ہم سے زمانے کی سیر کی

اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی سرگزشت مزدور غیر معمولی اور دلچسپ ہوگی۔ امراؤ جان ایک طوائف تھی اب تاب ہو چکی ہے شعر و سخن کا ذوق رکھتی ہے۔ خود شاعر ہے۔ بچپن متوسط گھرانے میں گزرا، یہاں اس کا نام امراؤ جان نہیں کچھ اور ہے۔ دلاور خان کی اس کے باب سے دشمنی تھی۔ اس نے اس معصوم کو چار دیواری سے نکال کر اسی دنیا میں پھینک دیا جہاں دوزخ دہکتے ہیں اور فردوس خاموش ہیں۔

امراؤ جان کا موضوع زوال زدال کا خاص معاشرت کا ہے۔ رسوا اس زوال کی تصویر دکھانا چاہتے ہیں زوال پذیر معاشرت کا مطالعہ کرنے کے لئے خاتم کے نگار فلسفے سے بہتر کوئی اور منظر نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ خانقاہ میں یہ عجیب نظر نہ آتے۔ لڑائیوں کے ایوانوں میں چڑھ چکے ان دکھائی دے سکتی تھیں مگر تصویر بنانا یہی اچھے لئے رسول نے خاتم کا ملکہ تلاش کیا۔

اس زمانہ میں خاص دماغ کی تفریح کا کوئی ایسا نظام ایجاد نہ ہو سکا جو ہمارے دور کی تفریح کا ہوں میں اپنی طرح کو پہنچ چکے تھے تو اس ضرورت کی کیفی ہی طوائف تھیں جس کے نگار خانقاہ میں اجاب نہیں ہوتے اہل مہضوفا پر بھیجی ہوئی تھیں شعر و سخن کے نگار دکھائی دیتے اور زوال و مزل کی جانی جام دینکے دور بھی چلتے۔ یہاں موسیقی کے علاوہ صرف دوسری مخلوق اند

انسان مٹا لفظ تہ ہے وہ آپس میں ملنا جلتا پسند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ جماعت میں جیتا اور مرزا پسند کرتا ہے اس لئے ایک انسان کو دوسرے انسان سے دلچسپی ہے۔ یہ دلچسپی مردود اور ہر مقام پر پائی جاتی ہے اور کی بنیاد ہی دلچسپی پر قائم ہے

ناول، ادب کی ایک شاخ ہے جو ہماری زندگی کی مختلف گتھیوں کو سلجھانے میں مدد دیتی ہے ناول ایک صنف نثر ہے جس میں نفسیاتی دلچسپی، ڈرامائی تضاد اور پچھلے قریب قیاس کردار نگاری کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھال کر کس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ واقفیت کا اثر پیدا ہو۔

امراؤ جان ادبی اردو کا ایک ایسا ناول ہے جو اس تعریف پر ہر طرح پورا اترتا ہے امراؤ جان ادا اردو ناول نگاری کا سنگ بنیاد ہے اور عیشہ مانی جلتے گی۔ امراؤ جان ادا محسن رسوا کی شاہکار نہیں اردو میں فن ناول نویسی کا شاہکار ہے۔ یہ ایک فنی چیز ہے اور مرزا رسوا کی فنکاری کا بہترین نمونہ ہے اس میں بظاہر کوئی دلچسپ بات دکھائی نہیں دیتی نہ کوئی سنسنی خیز واقعہ ہے اور نہ کوئی جاسوسی تلاش ہے۔ ایک طوائف کا یہ سادہ سادہ حال ہے جو اس نے خود بیان کیا ہے۔

امراؤ جان کا پلاٹ نہایت درجہ سادہ اور خوبصورت ہے یہ ایک "pic a reue" کا پلاٹ ناول ہے جس میں پلاٹ کی تعمیر ہے اس ناول کا نام (pic a reue) قسم کا ہے اور منظم و سادہ پلاٹ کی بہترین مثال ہے یعنی جس ایک مخصوص فرد امراؤ جان کہہ کر اس کی زندگی کے حالات گزرتے ہوئے نہ ملنے اور بدلنے ہوئے ماحول کے ساتھ ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ ساخت کے لحاظ سے امراؤ جان ادا پلاٹ کا لازماً اور پرفورٹیت رکھتا ہے سادہ ناول کی تعلیم یا قاعدگی تو ذرا جس تشکیل کے اعتبار سے لاجواب ہے۔ واقعات میں ترتیب اور ربط اور ارتقاء ہے وہ ایک فطری اور انسانی ہے۔ اردو شاعری کے احساس سے قطعی مرہبہ مجموعی حیثیت

کامیابی نظم و تدبیر کی تحصیل پر خاص زور دیا جاتا۔ طوائف شہسازان
بولتیں، لب و لہجہ کی تراکبتوں میں طاق ہوتیں۔ ان لوگوں کے مرتبہ، منزلت
اور خلاق پہچانتیں۔ نوابوں کے بچوں کی تربیت میں ان کا بڑا ہاتھ ہوتا۔
اگرچہ وہ محترم نہ تھے مگر عقیدہ چلے کے باعث انہیں شریف خواتین اور
بلگات حشرات کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔

اس دور کے اتنی اعلیٰ چتر رسوئوں کی پابندی تک محدود
تھے بیشتر رسوئوں میں ہر ایک مزدی جزو کی حیثیت رکھتا تھا اسی لئے طوائف
اور ڈومینیا شریف خواتین کی محفلوں کی جان دیاں بن گئی تھیں بزازادی
جو ایک مذہبی فریضہ تھا اور جن میں حد درجہ محنت اور سجدگی لازم تھی اس میں
بھی طوائفوں نے سوز و غالی کے کمال سے فائدہ اٹھا کر دھن حاصل کر لیا اس
طرح دنیا ہی نہیں آخرت بھی ان کے ہاتھ میں چلی گئی۔ زوال کے اثر سے ان طوائفوں
کا صحبت سے مولوی، رند، امیر و غریب کسی کو غار نہ تھا۔ گویا طوائفیں ایک
فصح عاویہ تھیں جسے ہر شخص استعمال کر سکتا تھا۔ وہ ایک ایسی تبلیغ تھیں جس
نے قوی و دایوں میں ایک مقام حاصل کر لیا۔ سیر و شکار میں سخی محفلوں میں،
مذہبی رسوئوں میں ان کا ہونا ضروری تھا۔ یہ اس زمانہ کا کتب، اس زمانہ کا
میکرہ اور محفل تھیں۔ خانم کے یہاں ہیں اس کی سچی تصویر دکھائی دیتی ہے۔
پڑھنے کے لئے مولوی، موسیقی سکھانے کے لئے بہترین استاد ہیں۔ ان کے مالوں
کی چیزیات، اور ان کی بود و باش کو دیکھ کر ہم آسانی سے اس زمانے کا اندازہ لگا
سکتے ہیں۔

کردار نگاری کے سلسلہ میں بھی رسوا کی ہوشیاری کم نہیں چاہیے۔ تخلیق
قوت کچھ کم معلوم ہو اور جان ادا کا ہر کردار نہایت صاف نمایاں اور سڈول
ہے۔ سب سے اہم کردار امراء کا ہے۔ تکنیک کے لحاظ سے یہ اردو میں کردار نگاری
کی بہترین مثال ہے جس نے اسے طوائف تو بنا دیا لیکن فطری طور پر وہ طوائف
نہیں وہ اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ وہ اپنی اس سلسلے کی دلچسپی
یوں بیان کر رہے ہیں۔

جیسے تو اور کسی سے کام نہیں لوگوں کے چہرے دیکھنے کا شوق ہے خصوصاً
بچے، تماشوں میں خوش، ناخوش، غفل، تنگ، صحت، نا عفتل، عقل مند
شریف، رزق، سخی، گھوسا کے چہروں سے یہ راز کھل جاتا ہے۔

پھر دوسرا کردار عالم کا ہے جس میں جلال کم اور حلال زیادہ ہے۔ وہ دنیا
کمی بننے سے واقف ہے مگر اس کا درد محسوس نہیں کرتی بلکہ اس سے فائدہ اٹھاتی
ہے۔ سبکیا زبردست قوت ادا رکھتے۔ جذباتی باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں مگر اس
اعتقاد میں جان نہیں وہ چند روایتی باتوں کو دہرا کر گناہوں کی تلافی کر لیتے ہیں۔

ناول کا سب سے زندہ کردار بسم اللہ جان کا ہے عالم کی تیز فطرت
اور خود ارادگی نہایت کمال کے ساتھ پیش کی گئی ہے اس میں ایک خاص قسم کی
یہ بڑی اور مشوقانہ بے رحمی ہے ناول کے سب سے زوردار حصے دی ہیں
جہاں بسم اللہ اپنی لوری فطرت کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ جب بسم اللہ ضعیف
عالم فاضل چاہے دلے مولوی صاحب سے اپنی بند رہا کو ڈالتے کا بدلہ لیتے ہیں
کہ قبا اترا کر پڑ پڑھنے کا حکم دیتی ہے وہ بھی بہت گراں تر رکھتا ہے پھر ایک دفعہ
مولوی صاحب بسم اللہ کے پاس آتے ہیں اس کا حال سننے۔

بسم اللہ (مولوی صاحب کو دیکھ کر) آٹھ دن سے کہاں تھے؟
مولوی صاحب: کیا کہوں۔ ایسی تیر شدہ ملاحت ہو گئی
تھی کہ بچا محال تھا مگر تہا را دیدار دیکھنا تھا اس لئے عاجز ہو گیا۔
بسم اللہ: واللہ اچھا ہوتا۔

مولوی صاحب: میرے مرنے سے آپ کو کیا نفع ہوتا۔
بسم اللہ: جی آپ کے عرس میں ہر سال جایا کرتے تھاتے،
ناچے لوگوں کو رکھاتے اور آپ کا نام روشن کرتے۔

اس ناول میں ہر قسم اور ہر طبقہ اور ہر مزاج کے لوگ ہیں۔ رسوا، اپنی
بے لوثی سے دکھاتے ہیں۔ آدمیوں کے بارے میں اس کا زاویہ نگاہ دی ہے جو اردو
جان کا ہے یعنی ہر بڑے آدمی بالکل بڑے نہیں ہوتے چنانچہ ان نوابوں میں جو ہر
اعتبار سے عاقل رہے عاقل رہتے ہیں چند غریب مل جاتی ہیں۔ نواب جعفر علی
خان اور نواب چھپن ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے دام میں گرفتار ہے
رسوا ان خاگوں کے چہرے اسے انداز سے دکھاتے ہیں تا محسوس طور پر راز
میں بانگین اور فاضلہ ابھر آتا ہے یوں تو عام طور پر ان خاگوں میں ہر ہے
مگر جہاں بھی مولوی صاحبان کے خاکے ہیں وہاں اس ذریعہ طنز میں قیامت
کا نکھار پیدا ہوتا ہے۔

ناول کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار بڑی حد تک اچھے مکالموں
پر ہوتا ہے۔ مکالموں کے ذریعہ ہم کردار کو سمجھاتے ہیں اور اس کی روح تک
پہنچتے ہیں۔

سرمکاری خبریں

کلیوننگ میں اورک کی کاشت

اورک کلیوننگ اورکس کے آس پاس کے علاقوں کا ایک اہم زرعی ہے کیونکہ ان علاقوں کے زرعی کارکن کی آمدنی کا یہ ایک اہم ذریعہ ہے۔ فی الحال کلیوننگ سب ڈویژن، ایکڑ قطعاً آرائشی میں سالانہ ۹۰۰۰ ٹن سے زیادہ اورک پیدا کیا جاتا ہے لیکن پیداوار میں اضافہ کے باوجود کسان کو مناسب قیمت نہیں ملتی کیوں کہ بہت سارے درمیانی لوگ بیخ کا زیادہ تر حصہ کھا جاتے ہیں گزشتہ سال کوآپریٹو مارکیٹنگ سوسائٹی کے ذریعہ اورک فروخت کرنے کے سلسلہ میں جو تجربہ ہوا اس سے یہ بات شاہد ہو جاتی ہے کہ کھارٹیں جن قیمتوں پر اورک خریدتے ہیں ان کی حد فیصد رقوم درمیانی لوگوں کی جیبوں میں چلی جاتی ہے اس استحصال کو نیست نابود کرنے کے لئے اورک کی پیداوار میں اضافہ کرنے کی ہمت افزائی کرنے کے سلسلہ میں کلیوننگ کے جامع علاقائی ترقیاتی پروجیکٹ رسی لے ڈی پالیسی ایک تجویز پیش کی ہے کہ ایک رہنما پروجیکٹ کے طور پر کلیوننگ میں اورک کو پھینے کا ایک پلانٹ نصب کیا جائے تاکہ یہ علاقائی تنظیم کے قومی پیداوار کاؤنٹ کی تیار کردہ ایک رپورٹ کے مطابق یہ پروجیکٹ نہ صرف مالی لحاظ سے نفع بخش ہے بلکہ یہ بہت ساری معاشی مفادات جیسے اورک اگانے والوں کے لئے اورک کی اچھی قیمت اور دھکار کے زیادہ مواقع کی فراہمی، اورک کاشت کے لئے زرعی قطعاً آرائشی میں اضافہ، نقل و حمل کے اخراجات میں کمی وغیرہ بھی فراہم کرتا ہے۔ مجوزہ پلانٹ میں روزانہ ۱۰۰ کلوگرام خشک اورک پاؤڈر تیار کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ اورکس کے لئے ۶۰ کلوگرام خام اورک کی ضرورت ہوگی۔ اورک پاؤڈر کی فروخت کا کام دارجلنگ پھل اور سبزی پروڈیونگ کوآپریٹو سوسائٹی لمیٹڈ، اپنے مقبول تجارتی نام کچن کے تحت کریگی۔ دارجلنگ میں پہاڑی امور شاخ سکریٹریٹ کے ترقیاتی اور مقبوضہ بندی کے شعبہ نے اس پروجیکٹ کے لئے ۵۶ لاکھ روپے دینے کی منظوری دے دی ہے ان میں سے ۱۰ لاکھ روپے فوری ساز و سامان اور ۴۶

لکھ روپے کھانے کے لئے اورک کے ذریعہ سے لئے کرنا کو ذمہ رکھ لیتے ہیں۔ شہریتان میں مزدوری دیکھنے میں اور ان کے ذریعہ ماحول کو روشن کر لیتے ہیں۔ اورک ادا میں جاننا اور کھانوں کے درمیان نہایت لطیف فاصلہ ہے۔

روس کے نزدیک مغربی گاری ایک خاص اہمیت رکھتی ہے وہ کہانی کے حصول کو آسان کرنے کیڑوں کو حقیقت کا رنگ دینے یا تاثر کے دماغ کو تازہ کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوتی۔ بلکہ اندرون میں کسی خاص فضا کو چمکانے کے لئے کہیں کہیں استعمال کے طور پر لگائی گئی ہے کان پور کے بیگلے کا منظر ملاحظہ ہو۔

ہر کے کنارے باغ تھا یا رخ کی قطع بالکل انگریزی تھی۔ مٹھری درمیان چاند لکھ آیا جانے پھیل گئی۔ مالا ب کے پانی پر تہاب کا عکس عجیب کیفیت دکھا رہا تھا۔ جس وقت امراؤ جان گھر سے نکلتی ہے دلادرا سے پہلی میں ڈال کر روانہ ہوتا ہے اس وقت کا منظر یہ ہے۔

چاروں طرف اندھیرا تھا چاروں کے دل تھے منہ کی ہوا چل رہی تھی میری بولی بولی ٹوٹی ٹوٹی گانپ رہی تھی دم نکلا جا رہا تھا پھر دوسرے منظر جیسے میٹھ باغ کا میلہ جاں جو ان کے بوڑھے اپنی زندگی کا منظر ہر کرتے ہیں وہ منظر جاں متوسط اور ادنیٰ متوسط گھر لے کی تصویر تھوڑا سا ہے رسوا ان کا پھوپھو، روایت پرستی گھر کی چار دیواری میں حکومت کا تصور اس صفائی سے دکھاتے ہیں کہ ان کتا فٹوں میں جو پاکیزگی ہے اس پاکیزگی کو ہم آسانی سے محسوس کر سکتے ہیں۔

امراؤ کی زندگی ایک نرم دریا کی طرح بہتی چلی جاتی ہے اس میں کوئی انقلاب نظر نہیں آتا اسے کوئی منزل دکھائی دیتی ہے نہ وہ اپنے آبا سے فرار ہوتی ہے تو کشتی اور قاتلہ کے علاوہ بھی کچھ مقامات ہیں اور امراؤ جان ان مقامات پر کہیں کہیں دکھائی دیتی ہے۔ (بشکریہ بہار کی قریں)

مشتیں خریدنے کے لئے اور ۲۵ لاکھ روپے بطور کام کرنے کے سرمایہ کے طور پر پروجیکٹ ڈائریکٹر مغربی بنگال اجتماعی علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کلیوننگ۔ ۱ پروجیکٹ کو قرض دیا گیا یہ تیز تیز بہاؤ ترقیاتی پروگرام کے تحت زرعی شعبہ میں ایک اہم پروجیکٹ ہے۔

تیسری دنیا اور اشتراکیٹی طبقہ

اور سیاہ آزادی کو مستحکم بنانے کے خواہاں ہیں، اشتراکیٹی طبقہ میں پر غلو میں اندہ
پر اعتماد و دوستی ہے۔

سی ایم ایم اے ملک اب ایک سو سے زیادہ ملکوں کے ساتھ
تعاون کر رہے ہیں ان کے تعاون سے ترقی کی راہ پر گامزن ملکوں نے ۱۹۸۴ء
پلانٹ نصب کئے ان میں سے ۳ پلانٹ کام کر رہے ہیں۔

اس امداد کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ جو صنعتی پلانٹ تعمیر کئے گئے
انہیں ترقی پذیر ملکوں نے بذات خود اپنے قومی منصوبوں کے مطابق منتخب کیا تھا
دوسری بات یہ کہ سی ایم ایم اے نے بنیادی صنعتوں کی جو امداد پانے والے ملکوں
کو صنعت کے میدان میں خود کفیل بننے میں معاون ہوں گی، تیسرے امداد
فراہم کرنے میں کبھی بھی چھپکا ہٹ محسوس نہیں کی

ایک اور اہم نقطہ یہ ہے کہ ترقی پذیر ملک اپنے ملکوں میں اس
طرح کے پلانٹس کے لئے اپنے اپنے ملک کے رائج الوقت کے میں ذکر
مبادلہ میں اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ امداد دینے والے سوشلسٹ (اشتراکیٹی)
ملک اس طرح جو رقم پاتے ہیں انہیں وہ ان ملکوں کی تیار کردہ مصنوعات اور
دیگر چیزوں کی خریداری پر صرف کر دیتے ہیں اس طرح اس اقدام سے ترقی پذیر ملکوں
میں بہت سارے معاشی میدانوں میں سرگرمیاں تیز ہو جاتی ہیں اب ترقی کی راہ
پر گامزن ملک مغربی ملکوں سے امداد کی جگہ زیادہ سے زیادہ آلات اور مشین
طلب کرتے ہیں۔

مغربی ملک ترقی پذیر ملکوں کو امداد فراہم کرنے کا جھوٹا دعویٰ
کرتے ہیں وہ اس بات کی طرف دھیان نہیں دیتے کہ ان ملکوں سے جو امداد ملتی
ہے وہ اسٹیل پلانٹس، مشین سازی پلانٹس اور اسی طرح کے دیگر جدید
پلانٹس جیسی بنیادی صنعتوں کے لئے نہیں ہوتی، کیوں کہ ایسے پلانٹس کی تعمیر
سے امداد ملنے والے ملک بہت ہی جلد صنعت اور صنعتی میدان میں خود کفیل
بن جائیں گے۔ ان ملکوں کی فراہم کردہ امداد تو امداد پانے والے ملکوں میں سرگرمیوں

دوسری عالمی جنگ کے اختتام کے بعد ایک اشتراکیٹی طبقہ دنیا
ہو جس نے عالمی معاشی نظام میں سمجھوتہ سے اپنی متحدہ عظیم طاقت کا لوہا منوالیا۔
جب پہلی عالمی جنگ چھڑی نہ تھی اس وقت تک ساری دنیا میں صرف چند سرمایہ دارانہ
ملکوں کا تسلط تھا۔ انہوں نے جبراً ساری دنیا کو متعدد نوآبادیاتی علاقوں میں
منقسم کر رکھا تھا۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے نوآبادیاتی علاقوں کے قدرتی وسائل
کو لوٹا، مزدوروں کا استحصال کیا، حد سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کیا پھر اس سرمایہ سے
صنعتیں قائم کیں اور اپنی صنعتوں کی مصنوعات کی فروخت کے لئے ان نوآبادیاتی
علاقوں کو اپنے صنعتی بازاروں میں تبدیل کر دیا۔ اس طرح اس طریقہ کار کے
ذریعہ وہ سامراجیت کے دور میں داخل ہوئے۔ یعنی مالیاتی سرمایہ کا دور سرمایہ
معاشی نظام کے اس دنیا کے استحصال کے شمار لوگوں پر تسلط کو ۱۹۱۴ء میں
روس کے نومبر انقلاب کی فتح سے سلسلہ کر دیا۔ شاندار نومبر انقلاب نے اس کے
ساتھ ہی زار شاہی مطلق العنانیت اور سامراجی معاشی نظام کی قدرت
کا طے کی خرافات کو نیست و نابود کر دیا اور ایک نیا معاشی نظام، اشتراکیٹی
معاشی نظام رائج کیا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد کے عرصہ بہت ساری
قوموں کو نوآبادیوں سے دیکھ کر اپنی ملکیت سے معاشی نظام کو رو بہ عمل لایا۔
اور اشتراکیٹی ملکوں کو مستحکم بنایا۔

اشتراکیٹی طبقہ کے عروج نے سامراجی معاشی نظام کو بنیاد سے
ہلا کر رکھ دیا اس نے نوآبادیاتی ملکوں میں آزادی کی تحریکوں میں تیزی لائے
اور بہت سارے ملکوں میں آزادی کی جدوجہد کو فتح سے ہمکنار کرنے میں کامیاب
نمایاں کر دیا اور اکیلے ہے۔

نیز اشتراکیٹی ملکوں جنہوں نے باہمی اخوت، امداد کے لئے باہمی معاشی
امداد کاؤنسل (سی ایم ایم اے) نام کی اپنی معاشی تعاون تنظیم قائم کی ہے، میں تیز
تر معاشی ترقی سے ان ملکوں کو اس قابل بنادیا کہ وہ نوآبادیوں کو امداد فراہم
کر کے نوآبادیوں کو اپنے سابق ملک طاقتوں کی مدد کے بغیر اپنی معاشی آزادی

کی تعمیرات و محکمات کے نظام اور سماجی خدمات وغیرہ میں بہتری لانے کے لئے ہوتی ہے بلکہ امداد دینے والوں کا تیار کردہ جبریں امداد پانے والے ملکوں میں ترقی اور آسانی سے قرضوں فروخت کی جاسکیں۔

مغربی ملکوں کی امداد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امداد پانے والے ملک قرضوں کے بوجھ تلے مجبور ہوجاتے ہیں مگر جب ایسے ملک بین الاقوامی بانڈوں میں اپنے اپنے ملک کی تیار کردہ مصنوعات کو سستی قیمتوں پر فروخت کر کے زر مبادلہ کی صورت میں اپنے قرضوں کو ادا کرتے ہیں اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ترقی پذیر ملک کو برآمدات کے لئے نسبتاً کم قیمتیں ملتی ہیں اور انہیں ترقی یافتہ ملکوں کی مصنوعات کی بڑے ملکوں میں فروخت کے لئے زیادہ قیمتیں دینی پڑتی ہیں۔

یہ بات تو اس حقیقت سے عیاں ہوجاتی ہے کہ سن ۱۹۶۶ء میں ترقی پذیر ملک مغربی ملکوں کے ۱۰ بلین ڈالر کے مفروضہ تھے لیکن سن ۱۹۷۰ء سے قرضوں کی رقم بڑھ کر ۱۰۰ بلین ڈالر ہو گئی اور آئندہ دہائی کے آخر تک یہ رقم بڑھ کر ۶۰۰ بلین ڈالر ہوجائے گی۔ ترقی پذیر ملکوں کو اب ۵۰ بلین ڈالر بطور سودا کرنا پڑے گا نیز بطور سود حاصل کردہ رقم کے زیادہ تر حصے کو امداد دینے والے ملک بطور نیا قرض ترقی پذیر ملکوں کو دیتے ہیں اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ترقی پذیر ملکوں کی مالی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے اور دوسری طرف مغربی ملک ایر سے ایر تر بننے جا رہے ہیں یہ بات تو بالکل عیاں ہے کہ یہ استحصال کا نظام ہے۔

مغربی ملک اس بات کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ جن ملکوں کو وہ امداد فراہم کرتے ہیں ان ملکوں میں ان کی امداد سے تیار کردہ پلانٹ کی بڑی یا جزوی ملکیت انہیں حاصل ہوجائے نیز وہ مزدوروں کی ہڑتال، قلعہ کو اپنے اپنے ملکوں میں منتقل کرنے کے سلسلہ میں سیاسی تحفظ طلب کرتے ہیں کیوں کہ ہڑتال وغیرہ سے متعلقہ ملکوں کی سیاسی زندگی میں عام طور پر مداخلت ہوتی ہے لیکن سی ایم ای اے ملک ایسے تحفظ کے تلاشی نہیں ہوتے کیوں کہ جن ملکوں میں ان کی مدد سے صنعتی یونٹیں قائم ہوتی ہیں وہاں ان یونٹوں کی ملکیت امداد پانے والے ملکوں کو دے دیتے ہیں۔

بہت سارے ترقی پذیر ملکوں میں سی ایم ای اے نے کئی صنعتوں کی تیاری کے لئے صنعتی مشینیں نصب کیں ساتھ ہی سی ایم ای اے کی ٹیکنیکی ماہرین اور انجینئرز جنہوں نے ایسے پلانٹ کی تعمیر میں مدد کی ایسے شہر کو امداد پانے

والے ملکوں کے لوگوں کے ہاتھ منتقل کر دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی عام لوگوں کو ملک متعلقہ بریلوں کے لئے اپنے اداروں میں اعلیٰ تربیت یافتہ افراد کا مزدور بننے کا انتظام کرتے ہیں ایک تکنیک کے مطابق سوشلسٹ ملکوں میں اب تک ۸۶۰۰۰ سے زیادہ افراد کو تربیت دی گئی اور ۱۰۰ طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں تعلیمی سہولتیں فراہم کی گئیں۔

سی ایم ای اے کا ہر ممبر ترقی پذیر ملکوں کی بہترین طور پر مدد کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک چھوٹا سا ملک دیکھو سلاواکیہ جہاں آبادی ۵۰ لاکھ ہے اسے ایک خیر دوستان میں ۶۰ پلانٹس کی تعمیر کے کام میں مدد کی ہے ان پلانٹس میں بڑی بڑی مشینیں جیسی راکٹی میں مفار خانہ یا مشین اور آلات سازی پلانٹ یا نیرو چلا پولی میں ہائی پریشر ٹوربین پلانٹ وغیرہ شامل ہیں۔

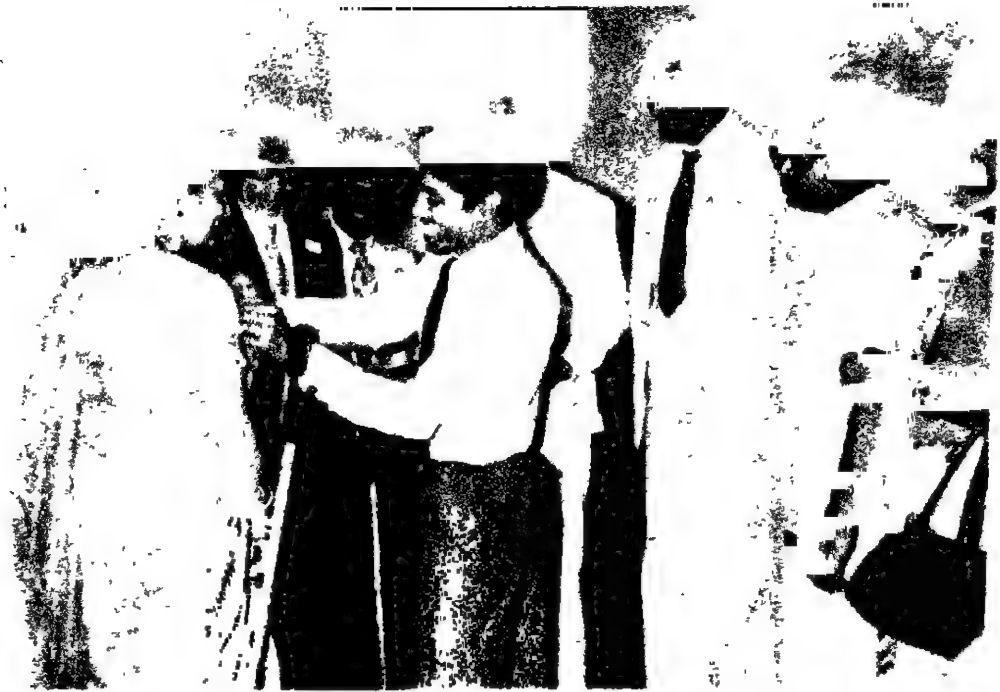
اب عالمی طور پر کس بات کو قبول کر لیا گیا ہے کہ سی ایم ای اے سے ترقی پذیر ملکوں کو بطور اخوت جو امداد ملتی ہے وہ اقوام متحدہ میں اور تمام بھاد شمال جنوب سلاواکیہ جیسے عالمی معاشی فورم میں واجب قومی معاشی تعلقات کے لئے ترقی پذیر ملکوں کی جدوجہد میں مدد کر رہی ہے اس جدوجہد میں ترقی پذیر ملک تمام سوشلسٹ ملکوں کی طرف زبانی یا غیر زبانی ہنسی بلکہ حقیقی اور کٹھن معاشی امداد پر بھر دوسہ کر سکتے ہیں۔

دارجلنگ میں اسٹیڈیم کی تعمیر

ریاستی حکومت نے تیز زبانی علاقہ کی ترقی کے پروگرام کے تحت ضلع دارجلنگ میں میزبان اسپرنگ میں ایک اسٹیڈیم کی تعمیر کے کام کو جاری رکھنے کے لئے ۲۴ لاکھ روپے دینے کی منظوری دی ہے۔

نیگورسوسائی کو عطیہ

حکومت مغربی بنگال نے نیگورسوسائی برائے حفاظتی ترقی کو ضلع پرگتہ میں رنگا جلیا میں واقع اس کے مرکز صحت اور شفا خانہ کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے ۲۵ ہزار روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دی ہے۔



مغربی بنگال کے گورنری ڈی پانڈے کی اہلیہ حال ہی میں بھارتی ہندوستان کے
موقعہ پر پہلا جھنڈا خریدتے ہوئے۔

MAHABHARAT BENGAL
1st JUNE

Regd. No. WB/CC-82
Vol. 30 No. 11
PRICE-12 Paise



وزیر عدلیہ سٹری سید منصور حبیب اللہ حال ہی میں گریٹ ایسٹن ہوٹل، کلکتہ میں چین کے وکلاء
کے وفد کے سربراہ سے گفتگو کیے ہوئے۔

پندرہ روزہ مغربی بنگال کلکتہ

شرح خریداری

قیمت - ۱۲ پیسے فی پرچہ

سالانہ ۳ روپے

ترسیل زر کا پتہ

مدیر اعلیٰ - پریتین بھٹا چاریہ

مدیر - دھیرنند رانا کھدوت

مدیر معاون - محمد اعظم

بزنس منیجر
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
۲۳- آراین مکھرجی روڈ کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

جلد ۳ ۱۵ جون ۱۹۸۳ء شماره ۱۳



۶ جون ۱۹۸۳ء کو شیشیر منجی، کلکتہ میں رگمین ٹیلی ویژن پروگرام کے افتتاح کے موقع پر وزیر اعلیٰ مشری جیوتی باسو
مرکزی وزیر ریاست مشری ایچ۔ کے۔ ایل۔ بھگت کے ساتھ عکاس ہوئے۔

جاگیردارانہ سرمدیہ دارانہ معشیت

معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے کہ

وزیر اعلیٰ — شری جیوتی باسو

ثابت ہوئی ہے۔ جاگیردارانہ نظام کے ساتھ معاملات کو کے ایسے بلکہ ارا
معشیت کو فروغ دینے کی موجودہ کوششوں کو جہت ساری دشواریوں کا
سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ایسی صورت حال میں بھی اور ایک مشترکہ معشیت
میں اچھے نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں، علاقائی غیر توازن کی روک تھام کی
جاسکتی ہے، امیر اور غریب میں فرق کو کم کیا جاسکتا ہے۔

روزگار کے زیادہ مواقع پیدا کئے جاسکتے ہیں اور دولت کی کچھ
عزت کم مساوی تقسیم کی جاسکتی ہے اگر دیگر باتوں کے علاوہ چند صنعتی دولت کٹھا
ہونے کی روک تھام کی جائے، اعتماد خودی کے مقاصد کو نہ دیا جاسکے
اور منصوبہ بندی میں امتیاز کی ناقص پالیسی پر مبنی جائے۔ صحیح معنوں میں
اصلاحات آراضی کے اقدامات کو روک کر مل لانے کی سیاسی رضا کی کمی کو جو
سے کسانوں اور زرعی مزدوروں کی اپنی معاشی حالت میں بہتری لانے کے لئے
پہل اور کوششوں کو سربردست دیا دیتا ہے۔ اس قسم کی تبدیلی لازماً بغیر
سبز انقلاب، اگرچہ فرقہ بندی کی طور پر بہتری کا نام ہے، عوام کی حالت میں
حسب خواہ عزت کم بہتری نہیں لاسکتا۔

میں حقیقت پسند ہوں لیکن قنوطانہ طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس شدید
اور طویل معاشی بحران میں جس سے ہندوستان اور تمام سرمایہ دارانہ ممالک
دچار ہیں، اور جس سے ہم لوگ بھی بہت عزت کم وابستہ ہیں یہ تصور کرنا بھی
مشکل ہے کہ ہم لوگ سونار۔ بانگہ، کی مستحکم بنیاد تعمیر کرنے کے سلسلہ
خاطر خواہ عزت کم آگے بڑھ سکیں گے۔ ان ریاستوں میں جہاں حالات میں نسبتاً
بہتری ہوئی ہے، وہاں معاشی مظہر عوام کی بڑی اکثریت کے لئے تسلی بخش
نہیں ہے۔ بے روزگاری کے مضمرات میں بروز گلوں کے نام میں اضافہ

سر

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے کلہ میں گزشتہ ۲۳ اپریل کو منعقدہ
سونار بانگہ۔ مشن کے سمینار میں اور اس کے ساتھ ہی بھارت چیمبرز آف
کامرس کے سالانہ عام جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک۔ ال
جاگیردارانہ۔ سرمایہ دارانہ معشیت معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی
ہے۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس کے علاوہ ناقص
منصوبہ بندی نے علاقائی غیر متوازن صورت حال بد کردی ہے اور اس کو جو
سے وسیع پیمانہ پر لوگ بد حالی کے شکار بن گئے ہیں۔ وزیر اعلیٰ کی تقریر کا
اختصار کے ساتھ متن درج ذیل ہے۔

میں آپ لوگوں کا مشکور ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے سونار۔ بانگہ،
مشن پر سمینار اور اس چیمبر کے سالانہ عام جلسہ میں شرکت کرنے کیلئے
مدعو کیا۔ سونار۔ بانگہ (دو سونے کا بنگال) کا ناظر جہت ہی جاذب نظر ہے
اور اس کا خواب دیکھنا احساس کے لئے کام کرنا کارآمد ہو سکتا ہے۔ بیس
قیال میں آخری تجزیہ میں ہماری معشیت میں۔ زراعت اور صنعت دونوں
کی ساخت اور بنیاد میں تبدیلی لاکر خواہ مغربی بنگال میں ہو یا سارے ہندوستان
میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ فلاح و بہبود کے لئے کام
کیا جاسکتا ہے۔

میں اس اجتماع میں ایسی معشیت کے بنیادی تصور پر بحث نہیں کرنا
چاہتا۔ صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جاگیردارانہ تعلقات اب بھی موجود ہیں اور
ہمارے عوام کی خاص طور پر دیہی علاقوں میں غربت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔
اس لئے اتنی کثیر آبادی ہونے کے باوجود بازار کی حدود و مہمت ہی محدود ہیں۔
بلاشبہ دیہی باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہماری صنعتی ترقی کی راہ میں رکاوٹ

ہوتا جا رہا ہے۔ باب مغربی بنگال میں ریاست بننے سے پہلے کے حالات کی تعداد یہ ہے کہ
 سے زیادہ ۲۵ اور سارے ہندوستان میں ان کی تعداد ۲ کروڑ کے قریب ہے۔
 ایسے ہی بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے تعلقہ روزگار کے دفتر میں اپنا
 نام رجسٹرڈ کیا۔ ان حقائق پر پیش نظر یہاں بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ
 مغربی بنگال اپنی بحالی کے حالات کو کچھ حد تک سدھار سکتا ہے اور ریاستی اور مرکزی
 حکومتوں اور غیر سرکاری صنعتی اور کاروباری اداروں کی مشترکہ کوششوں کے
 ذریعہ اس صورت حال میں کچھ حد تک بہتری لاسکتا ہے۔ ہماری ان اچھون کی
 وجہ پر مناسب طور پر سوچ و چار کرنا چاہیے، ساتھ ہی اصلاحی اقدامات بھی
 کرنا ضروری ہے۔ چند اقدامات کا تو اس چیمبر نے ذکر کیا ہے۔ یہ تو مغربی بنگال
 کے لوگوں کا قصور نہیں ہے کہ وہ نیچے کی طرف پھلتے جا رہے ہیں یہاں یہ بات
 قابل ذکر ہے کہ نہ صرف بنگال کو تقسیم کر دیا گیا اور اس کا صرف ایک تہائی حصہ
 ہلوگن کو ملا بلکہ سابق مشرقی پاکستان سے ۶۰ لاکھ سے بھی زیادہ پناہ گزین
 مغربی بنگال میں آ گئے۔ ہلوگ اس مسئلہ کو حل کرنے کی حتی الامکان کوشش
 کر رہے ہیں۔ مزید برآں پروس کے ریاستوں میں ترقیاں سرگرمیوں کی کمی کی وجہ
 سے بہت سارے محنت کش افراد کام اور رہائش کے لئے اس ریاست
 میں آ گئے۔ مرکزی حکومت اور منصوبہ تیار کرنے والے ان باتوں کی طرف
 خاص دھیان بھی نہیں دیتے۔ چند صنعت کار بھی، جنہوں نے اس ریاست میں
 سرمایہ کاری سے کافی نفع کماتے ہیں، اس ریاست سے اور یہاں کے
 محنت کش لوگوں سے غفلت برتتے ہیں ایک نہ ایک یہاں کر کے اور بعض
 اوقات مرکز اور مالی اداروں کی محنت افزائی سے انہوں نے سرمایہ کاری کے
 نئے منصوبہ کوئی تلاش کی۔ اس کے ساتھ ہی جائے وقوع کے لحاظ سے مغربی
 بنگال اور ہمارے کچھ سہولتیں حاصل نہیں، لیکن اسپتال اور کونڈ کے مساوی
 گریہ کی پالیسی نے ان سہولتوں کو نفی میں تبدیل کر دیا۔ ہمیں اس کے عوض
 کمزور لڑ قینوں میں خام اشیاء بھی فراہم نہیں کی گئیں چاہے، پاٹ اور
 اعلان کردہ دیگر چیزوں پر سیس میکس مائد کر کے سلسلہ میں ہمارے
 اختیارات محدود ہیں اور ہمارے وسائل اکٹھا کرنے کے کام پر اس کا
 اچھا اثر نہیں پڑا۔ اس چیمبر نے اس ریاست کے ساتھ کی جانے والی انصاف
 کے سلسلہ میں چند اعداد و شمار پیش کئے ہیں۔ کیا میں دو چار باتوں کا ذکر کروں؟
 اس راج کے علاوہ ایک آلاڈی، بی، آئی کے منظور کردہ قرض کی علاقہ و
 تقسیم درج ذیل ہے۔

علاقہ	روپے کروڑ میں
شمالی مشرقی علاقہ	۷۱.۵۳
مشرقی علاقہ	۵۴.۱۳
شمالی علاقہ	۷۱.۷۴
مرکزی علاقہ	۵۲.۷۸
مغربی علاقہ	۷۲.۱۹
جنوبی علاقہ	۷۲.۷۵

ریاستی سطح پر یہ تصویر بہت ہی مبہوت انگیز ہے۔ مغربی بنگال کو
 ۲۹۶.۵۷ کروڑ روپے بطور قرض ملے تو ہمارا مشترکہ ۵۹.۱۲ کروڑ روپے
 اور گجرات کو ۷۸.۹۱ کروڑ روپے۔

یہ عجیب بات ہے تاہم یہ حقیقت ہے کہ مغربی بنگال میں کوئی جدید
 صنعت قائم نہیں کی گئی اگرچہ یہاں لیاقت اور ہنر کی کمی نہیں ہے۔ مرکز کے
 تحت درکار اور اسٹیل پلانٹوں میں توسیع ہوا کیا گیا اس سے ہماری
 ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں اور اس سے جو معاون چھوٹی چھوٹی صنعتیں ہیں
 ان کی بھی جلد افزائی نہیں کی جاتی۔ مغربی بنگال میں پٹرول، کیمیکل اینڈ
 الیکٹرونکس صنعتوں، جہازوں کی مرمت کے کارخانے، مزید دفائی
 یونٹوں، ادویہ تیار کرنے والی یونٹوں، ہلدیہ میں تیل صاف کرنے کی کارخانہ
 میں توسیع وغیرہ کے لئے ہم لوگوں کو اب بھی مرکزی حکومت کے فیصلہ کا
 انتظار ہے۔ یہ ہماری دلی خواہش ہے کہ دیگر ریاستوں میں بھی صنعتی ترقی
 چوہ کیسی اس کے ساتھ ساتھ ہم اس بات کے بھی خواہش مند ہیں کہ اس
 ریاست میں چند صنعتوں کی تعمیر و جدت کاری بھی لازمی ہے کیونکہ انہیں
 مسابقتی میدان میں رکھنے کے لئے ان کی منصوبہ بند ترقی ضروری ہے۔
 پاٹ اور چائے کی صنعتیں، جو اسے مرکز کو کافی فائدہ پہنچا رہے، آج کل
 بدھائی میں مبتلا ہے۔ لیکن ان کے مسائل کو سنجیدگی سے حل کرنے کی کوششیں
 نہیں کی جاتیں۔ پاٹ اگانے والوں اور پاٹ اور چائے کی صنعتوں کے مزدوروں
 کو مرکز اور مالکوں سے محنت کا مناسب معاوضہ نہیں ملتا۔ چائے باغات کو
 نوں فوس کر سفید بنا کر چھوڑ دیا گیا۔ پاٹ صنعت کے مالکان بھی بوجھ کر
 تالہ بندی کرتے ہیں۔ کم سے کم مزدوروں سے انتہائی حد تک پیداوار میں
 اضافہ کا انتظام کیا گیا۔ لیکن مزدوروں کی علاج و معیور کا کچھ خیال نہیں رکھا گیا۔
 لیجے عرصہ تک بات چیت کے نتیجہ میں ۳۱ مارچ ۱۹۸۳ء تک ۱۶ لاکھ روپے

بند کی کوشش کر دیا گیا اور ان کو چلو کر گئے۔

لیکن اب بھی تالا بندی کے ۱۰ کمپن میں اور اب سے ۳۸ مزدور اور کارکنان کی بری طرح شناخت ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ تین میں جو مستقل طور پر بند ہو چکے ہیں اس جلسہ اور پھر کے ہتھم نے بہت ساری صنعتوں کی بیماری کی وجہ بنائیں ہیں۔ ان سے میں پورے طور پر اتفاق نہیں کر سکتا۔ جہلوں نے جو جائزہ لیا ہے اس سے یہ باتیں عیاں ہو گئی ہیں کہ یہ صنعتیں مزدوروں کے مسائل کی وجہ سے نہیں بلکہ بدعنوانی اور نااہل انتظامیہ کی وجہ سے بیمار ہوئی ہیں۔ مالی اداروں اور بینک نے جو ان صنعتوں کو مالی وسائل فراہم کرتے ہیں، ان صنعتوں کے بیمار ہونے کے قبل تک، ان کے امور کی دیکھ بھال اور چابک چڑھائی کرنے کی طرف دھیان نہیں دیا۔

ہم لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس صورت حال کے ذمہ دار ٹریڈ یونین ہیں۔ جیسا کہ چند لوگوں کا خیال ہے۔ درحقیقت ہم لوگ ٹریڈ یونین کو خاص طور پر طعنات میں بیٹے ایک سماج میں لازمی اہمیت کا حامل سمجھتے ہیں۔ ہم ان کے ہڑتال کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ لیکن جب سمجھوتہ کی نام کوششیں ناکام ہو جائیں تب ہی وہ ہڑتال کو آخری ہتھیار کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ یہاں بھی خاص طور پر چونکہ حکومت محنت کشوں کی دوست ہے اور انہیں ہر ممکن امداد فراہم کر رہی ہے، مزدوروں کو مستحکم صنعتی رشتوں کو برقرار رکھنے میں دلچسپی لینی چاہیے اور معاہدوں کے مطابق مستعدی سے کام کرنا چاہیے۔ ہم لوگ بات کے ذریعہ معاہدہ کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم جراثیم ہڑتال کی تائید کرتے ہیں۔ ایک اچھی بات یہ رونما ہوئی ہے کہ ان علاقوں میں جو کبھی پسماندہ تھے، اور مختلف ریاستوں میں ٹریڈ یونین مالکوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ کام کر رہے ہیں۔ اس طرح سرمایہ کے فرار اور محفوظ علاقوں کی باتوں کی اہمیت کم ہو گئی ہے۔

میں آپ لوگوں کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ ہماری زراعت پسماندہ ہے اور بہت ساری دشواریوں کی شکار ہے۔ تاہم اس حقیقت کے باوجود کہ ہمارے اصلاحات آرمی کے قوانین کو رو بہ عمل لانے میں تاخیر ہو رہی ہے یا انہیں مرکز نے ابھی تک اپنے پاس رکھا ہے، ہم زرعی مزدوروں اور عام کسٹوں کے مفادات کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ہم نے کامیابی کے ساتھ قابل قطعاعات آرمی کو بے زمین غریب کسانوں کے درمیان تقسیم کیا، برگراؤں کی حفاظت کی اور اس بات کا خیال رکھا کہ زرعی مزدوروں کو کم سے کم اجرت

ملے بشرطیکہ ان لوگوں نے سال میں ۶ مہینے کی جگہ ۹ مہینے کام کیا ہے۔ چند جگہوں کو راضی کیا گیا کہ وہ ان کسانوں کو قرض فراہم کریں۔ ۱۱ سال کے بعد منتخب ہونے والی پنجائیتوں نے معافاتی لوگوں کے فیصلے کو بیدار کرنے میں اور ترقیاتی سرگرمیوں میں کافی اہم اور پر جوش اقدامات کئے۔ ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح مغربی بنگال میں بھی ۱۹۷۸ کے زبردست ہرجا بات اور اس کے بعد دوسروں میں خشک سالی کا زراعت پر بہت بڑا اثر پڑا۔ اس سال کے آئندہ میں میہ بارش کے شروع ہونے تک بہت ہی اہم ہیں۔ ہم لوگوں کو حکومت ہند کی امداد کا انتظار ہے اور میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے خشک سال امداد فز میں عطیات دیئے اور میں ان لوگوں سے اپیل کرتا ہوں جنہوں نے اب تک اس فنڈ میں عطیات نہیں دیئے۔

تمام ریاستیں بجلی بحران سے دوچار ہیں۔ اس کی وجہ منافع منویہ بندی اور ناکافی سرمایہ کاری ہے ہمارا مشعر میں بھی آج صنعتوں میں بجلی کی سپلائی ۳۵ فیصد کم ہو گئی ہے۔ بلاشبہ یہ بات ہمارے لئے باعث راحت نہیں ہے۔ ہماری ریاست میں بھی بجلی کی صورت حال بہت ہی سنگین ہے۔ بنڈیل بجلی گھر کی کارکردگی کم و بیش اچھی ہے۔ جلد ماہ پر بجٹ یونٹ بھی اپنا کام اچھی طرح انجام دے رہا ہے، لیکن سنٹا لڈیہ یونٹ، جس کی صلاحیت ۲۸ میگا واٹ ہے، کی کارکردگی بالواس کن ہے۔ جہلوں اس صورتحال کا از سر نو جائزہ لے رہے ہیں۔ کلکتہ الیکٹرک سپلائی کارپوریشن دسی ای سی کی کارکردگی سب معمول اچھی ہے۔ ڈی وی سی کی کارکردگی میں بہتری ہوئی تھی، لیکن ایک بار پھر یہاں سست رفتاری پیدا ہو گئی ہے اور ہماری سپلائی میں کمی ہو گئی ہے۔ ڈی بی ایل اپنی بہتر کارکردگیوں کو آگے بڑھائے گا۔ ہم لوگ مزید تاخیر کی روک تھام کرنے کے لئے کولہ گھاٹ پروجیکٹ کا جائزہ لیتے اور اسے پائیدار تک پہنچانے کے لئے ایک بار پھر صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔ بنڈیل میں ۲۱ میگا واٹ کایونٹ اور سی ای بی کے ۶ میگا واٹ کا ایک یونٹ چالو کر دیا گیا ہے۔ اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ موجودہ مالی سال میں سی ای ای سی کے ۶ میگا واٹ والے تین یونٹ چالو کر دیئے جائیں گے۔ کولہ گھاٹ کے ۲۱ میگا واٹ والے ایک یونٹ اور درگا پور پروجیکٹ کے ۱۱ میگا واٹ والے یونٹ کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔ سنٹا لڈیہ میں دو اور یونٹ قائم کرنے کی تجویز حکومت ہند کے

نہی ہو رہی ہے۔ حال ہی میں میں نے مرکزی وزیر ریاست برائے توانائی، شری چندر شیکھر سنگھ سے بات چیت کی اور انہوں نے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ بجلی پروڈکشن کے شعبہ میں سرمایہ پروڈکٹ، جو ضلع بانکھوڑا میں واقع ہے، جو حکومت ہند کے زیرِ نگر ہے بہت ہی جلد مرکز کی منظوری حاصل ہو جائے گی۔ فراخا پروڈکٹ پروگرام جاری ہے۔ بجلی کے سلسلہ میں ایک دس سالہ پروگرام کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں ہم لوگوں نے ایک منصوبہ بندی کیٹی قائم کی۔ جسے ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ اس بات کا تعین کرے کہ ہمیں مستقبل میں کتنی بجلی کی ضرورت ہوگی۔ اور اس ضرورت کو کیسے پورا کیا جاسکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ حکومت ہند اس کیٹی کی تجویز پر غور و خوض کرے گی، ورنہ بجلی کے پروڈکٹوں کو تسلیم کرنا اس کے لئے سرمایہ کاری کا موجودہ رجحان ہے، اس کے پیشِ نظر آئندہ دس برسوں میں بھی بجلی کی جواماگ ہوگی، اسے پورا کرنا ایک طرح سے ناممکن ہو جائے گا۔ اگرچہ مشرقی علاقہ کی آبادی ملک کی پوری آبادی کی ۲۰ فیصد ہے۔ لیکن اس علاقہ کی صلاحیت بجلی پیدا کرنے کی مجموعی فیصدی صلاحیت کی ۱۷ فیصد سے بھی کم ہے۔ ۱۹۵۵ء میں مشرقی علاقہ میں فیصدی صلاحیت سب سے زیادہ تھی اور سلسلہ میں سب سے کم ہے۔

حال ہی میں اس ریاستی کے بعض شعبوں میں صنعتی اسیار نو کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں صنعتوں کے لئے ریاستی حکومت نے ۳۸۰ درخواستوں کی سفارش کی تھی لیکن ان میں سے ۹۶ صنعتی منظوری ملی۔ سال رواں میں ۲۲ منظور شدہ صنعتی پروڈکٹوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا اور ان کے لئے مجموعی طور پر ۴۴ کروڑ ڈیڑھ سرمایہ کی ضرورت ہوئی۔ حال ہی میں بھی بڑے بڑے پروڈکٹوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا ان میں چند درج ذیل ہیں۔ ہلدیہ میں شاولیس کا جراثیم کش ادویہ یونٹ، مغربی بنگال خائیلو منٹس اینڈ لیمس لیمٹڈ کا شگنائے خائیلو منٹس یونٹ، ودیل ٹیلی ویژن لیمٹڈ کا ٹی۔ وی۔ ریسیور اور مغربی الیکٹرونکس صنعت ترقیاتی کارپوریشن کا مین کپوٹس وغیرہ۔ انونیم کی صنعت اور سنٹ وغیرہ تیار کرنے کے لئے مغربی بنگال صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے صنعت کارپوریشن آف انڈیا کے ساتھ مل کر ایک مشترکہ سیکٹر قائم کرنے کے سلسلہ میں حسبِ ضروری اقدامات کو آخری شکل دے دی ہے۔ اس بات کی امید کی جاسکتی ہے۔

— مغربی بنگال صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کے ۲۶ پروڈکٹوں، جن کے لئے ۱۹۷۱ء کو ڈروپے کی سرمایہ کاری کی گئی، کی تکمیل کا ۱۹۸۲ء میں مکمل ہوا جائیگا۔

اور سلسلہ میں اس طرح کے اور ۲۰ پروڈکٹوں (سرمایہ ۲۵۰ کروڑ روپے) کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔ اس طرح مغربی بنگال کا صنعتی سیکٹر ترقیاتی کارپوریشن کے اقدامات کے لئے بہت سارے پروڈکٹوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے اقدامات کے لئے ہیں مثلاً اس کارپوریشن نے خیادوی ادویہ اور کیمیاوی اشیاء تیار کرنے کے سلسلہ میں کلیاتی کے بہت اچھے قطعات آراضی فراہم کئے۔ نیز اس نے یہاں آمدورفت کی اور دیگر سہولتوں میں بھی بہتری کی۔ نئے نئے دواساز یہاں اپنا اپنا پلانٹ نصب کر سکتے ہیں اور دواسازی کا کام شروع کر سکتے ہیں۔ مغربی بنگال الیکٹریک ترقیاتی کارپوریشن نے چھ اعزادی یونٹیں قائم کیں۔ نیز اس کارپوریشن نے سالٹ لیک، کلکتہ میں الیکٹریک کی مختلف مصنوعات تیار کرنے کے لئے بہت سارے پروڈکٹوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اقدامات کئے ہیں۔ سالٹ لیک اس صنعت کے لئے ۱۹۵۹ء میں قطعات آراضی ہیں۔ چلوس بھی سالٹ لیک میں ایک نیا الیکٹرونک یونٹ قائم کر رہا ہے، اور انڈین آئل کارپوریشن اور خائیر سکائیٹ ادویہ سازی اور کیمیاوی اشیاء تیار کرنے کی یونٹیں قائم کر رہے ہیں۔

ریاستی حکومت نے نئی صنعتوں کی ہمت افزائی کرنے کے لئے ایک اسکیم ۱۹۵۷ء میں راج کی تھی۔ یہ اسکیم پانچ سال کے عرصہ کے لئے تھی۔ اب حکومت نے بڑی اور متوسط درجہ کی صنعتوں کے لئے ہمت افزائی کی ایک نئی اسکیم مرتب کی ہے یہ اسکیم بھی پانچ برسوں کے لئے ہے اور مارچ ۱۹۷۸ء تک راج کر رہے گی۔ ۱۹۷۵ء کی اسکیم کی تکمیل تین دشوار یوں کا سامنا کرنا پڑا، اس نئی اسکیم میں انہیں دور کر دیا گیا۔ نیز نئی اسکیم میں اس ریاست کے پسماندہ علاقوں میں صنعتی توسیع اور افزائش کی مزید رعایت کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ چونکہ ہم لوگ اس ریاست میں الیکٹرونکس اور ادویہ سازی صنعتوں کی ترقی کے خواہاں ہیں، اس لئے ہم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان صنعتی یونٹوں کو، جو ترقی یافتہ علاقوں میں واقع ہیں اس ریاست کے پسماندہ علاقوں میں اپنی اپنی صنعت کی نئی یونٹیں قائم کرنے کے لئے ہمت افزائی اسکیم کی سہولتیں فراہم ہونگی۔ موجودہ اسکیم کے تحت الیکٹرونکس اور ادویہ سازی صنعتوں کے لئے ریاستی پبلک سیکٹر یونٹوں اور مرکزی پبلک سیکٹر یونٹوں کو ایسی سہولتیں فراہم ہونگی۔ ریاستی حکومت نے ایک اعلیٰ اختیار تال میل کمیٹی قائم کی۔ مغربی بنگال صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کے چیئرمین اس کمیٹی کے سربراہ ہیں۔ اس کمیٹی کے ذمہ یہ کام دیا

جیسا کہ وہ چھایا میں کرنے والی یونٹ کی سفارش پر چھوٹے چھوٹے کاروباریوں کو موسمی درمیشیں ہیں، انہیں حل کرنے کے لئے وہ جلد از جلد فیصلہ اور اقدامات کرے۔ پیچھے معلوم ہے کہ اس اعلیٰ اختیار تالی میل کیش کے قرائن کیا ہیں۔ اس سلسلہ میں کاروبار اور صنعت شعبہ نے جمہور آف کامرس کے سامنے اس بات کی وساحت کر دی۔

چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کے لئے ایسی ہمت افزائی ایکس مرتب کی گئی ہیں کیونکہ ایک طرف تو بڑے پیمانہ کی صنعتوں کی ہمت افزائی کرنا لازمی ہے تو دوسری طرف چھوٹی صنعتوں کو بھی بڑا سود دینا چاہیے تاکہ چھوٹی صنعتوں زیادہ سے زیادہ روزگار کے مواقع میں توسیع کر کے خود اعتمادی اور سادی سماجی نظام قائم کرنے کے نشانہ کو پورا کیا جاسکے۔ چھوٹے پیمانہ کی صنعت کاروں کی اس سلسلہ میں مدد کرنے کے لئے کہ انہیں مناسب وقت کے اندر اپنی یونٹیں قائم کرنے کے لئے ضروری سہولتیں فراہم ہو جائیں، ریاستی حکومت نے پیچھے منگوا ڈرا سپلو مایا، ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے کام کا مہمت داری جائزہ لیا جائے گا پھر چھوٹی صنعتوں کے لئے اعلیٰ اختیار کیٹی ماہوار جائزہ کر لے گی۔ امید ہے کہ ایسے اقدامات سے حسب خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔

چونکہ وزیر ریاست برائے صنعت تاج بہاں موجود ہیں، میں ان کے سامنے اور ان کے ذریعہ شری تیواری کے پاس، جو آج اتفاقاً موجود نہ رہ سکے، ایک اور سوال اٹھانا چاہتا ہوں جو ہمارے لئے بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ جیسا کہ میں نے اس سے قبل ذکر کیا تھا، اس ریاست میں بہت ساری بیمار، صنعتیں ہیں، اور ان میں چند صنعتوں کے منتقلیہ کی ذمہ داری مرکزی حکومت نے اور چند صنعتوں کی ریاستی حکومت نے لی ہے۔ ان میں چند یونٹوں میں اجارہ داروں کے آثار رونما ہوئے ہیں، لیکن باقی یونٹوں کی صورت حال تشفی بخش نہیں ہے۔ ریاستی حکومت نے ۱۳ صنعتی یونٹوں کے منتقلیات کی ذمہ داری سنبھالی، لیکن اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان میں سے یونٹوں کو قومیا لیا جائے کیوں کہ یہ سب اب بیماری سے شفا یاب ہوئے ہیں یا شفا یابی کی راہ پر گامزن ہیں۔ باقی چھ صنعتوں کی اجارہ داروں کے لئے اپنی کوششوں کو جاری رکھیں گے۔ دیگر صنعتی یونٹوں کے سلسلہ میں، جن کی ذمہ داری حکومت ہند نے لی ہے۔ ہماری یہ درخواست ہے کہ انہیں مرکزی حکومت قومیا لے۔ چند یونٹوں کے، جیسے انجیکٹر، ٹائمر، میٹل ربر میٹو، کپریٹو، ہنگلی ڈونگ انڈائنزنگ کپریٹو وغیرہ، کو قومیا نے کی تجویز عرصہ سے زیر غور پڑی ہوئی ہے۔

ان یونٹوں کے قومیا نے میں تاخیر کی وجہ سے مزدوروں کے درمیان یا بوسی کی فضا پھیل رہی ہے۔ ایک اور پریشانی کن رجحان نمودار ہوا ہے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مرکزی حکومت چند یونٹوں کی ذمہ داریوں سے خود کو دست بردار کر لینے کا یا ایسے یونٹوں کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر رہی ہے۔ کارٹر پولر اینڈنگس اس کی ایک مثال ہے۔ اگر مرکزی حکومت یونٹوں کی ذمہ داریوں سے خود کو دست بردار کر لینے کا یا ایسی یونٹوں کو ختم کر دینے کا فیصلہ کرے تو ایسی حالت میں ان یونٹوں میں برسر روزگار ملازمین کا کب ہوگا۔ اس کی وجہ سے اس ریاست کو مزید پیروں کا کا بوجھ برداشت کرنا پڑے گا۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ ریاستی حکومت سے مشورہ کئے بغیر مرکز ایسا سخت فیصلہ نہ کرے۔ ایسی یونٹوں کو صحت مند بنانے کے لئے اصلاح کن اقدامات کرنے چاہئیں۔

آخر میں میں اپنے اس غرض کا اظہار کرتا ہوں کہ ہندوستان کے چند علاقوں میں کثرت میں وحدت، کو خدشہ لاحق ہو گیا، مجھے امید ہے کہ آپ لوگ بھی اس تشریش ٹیر سے شریک ہیں۔ میں اس بات پر زور دیتا چاہتا ہوں کہ مرکز ریاست تعلقات کے سلسلہ میں ہمارے جو خیالات ہیں ان پر غور و خوض کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ہمسوگوں نے آٹھویں ایالتی کیمٹن کے پاس اپنی رپورٹ داخل کی ہے۔ مرکز۔ ریاست تعلقات پر ہمارے ۱۹۷۷ء کے دستاویز میں سے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مرکز۔ ریاست تعلقات کا مسئلہ تبدیل شدہ سیاسی حالات میں ایک نئی اہمیت کا حامل ہو گیا ہے اس ملک کی مختلف ریاستوں میں اور مرکز میں مختلف پارٹیاں برسر اقتدار ہیں۔ یہ تو لوگوں کی جمہوری تمناؤں کا جزو ہے کہ دفاتی اصولوں کو صحیح طور پر سمجھا جائے اور انہیں رائج کیا جائے یہ کثیر پارٹی جمہوری نظام قائم و دائم رہے۔

— X —

عقل

ساتر لکھیا نوی

توڑیں گے ہر اک شے سے رشتہ توڑ دینے کی توبت تو آئے
ہم قیامت کے خود منتظر ہیں، پر کسی دن قیامت تو آئے
ہم بھی سقراط ہیں عہدِ فو کے، تشنہ لب ہی مسر جائیں یارو!
زہر ہو یا مئے آتشیں ہو، کوئی جام شہادت تو آئے
ایک تہذیب ہے دوستی کی، ایک معیار ہے دشمنی کا
دوستوں نے مروت نہ سیکھی، دشمنوں کو عداوت تو آئے
ریندرستے میں آنکھیں بچھائیں، جو کہے بن سنے مان جائیں
ناصح نیک طینت کسی شب سوئے کوئے ملامت تو آئے
علم و تہذیب، نارِ بیخ و منطلق، لوگ سوچیں گے ان مسئلوں پر
زندگی کے مشقت کدے میں کوئی عہدِ فراغت تو آئے
کانپ اٹھیں قصرِ شاہی کے گنبد، تھر تھرائے زمین معبدوں کی
کوہ گردوں کی وحشت تو بھاگے، غمزدوں کو بغاوت تو آئے

تعلیم ہر شخص کا ایک اشیائی حق ہے

شری کانٹنی بنواس، وزیر ابتدائی و ثانوی تعلیم

حال ہی میں دلی میں مرکزی تعلیمی مشاورتی کمیٹی کی ایک نشست ہوئی جس میں مختلف ریاستوں کے وزراء تعلیم نے شرکت کی۔ مغربی بنگال کے وزیر ابتدائی و ثانوی تعلیم شری کانٹنی بنواس نے بھی اس نشست میں شرکت کی۔ نشست میں انہوں نے جو تقریر کی اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

خوشی اور خوشحال زندگی کے لئے ہر دور میں اور ہر ملک میں تعلیم کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ بہت سارے ماہرین تعلیم نے بھی اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے میں یہاں ہمارے ملک کی تعلیمی صورت حال کی طرف آپ لوگوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آزادی کے ۳۶ سال کے بعد بھی ہمارے ملک میں ۶۴ فیصد لوگ تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ ہندوستان کی آبادی ساری دنیا کی آبادی کی ۱۵ فیصد ہے، لیکن اُن پڑھ لوگوں میں ہمارا حصہ ۴ فیصد ہے۔ کیا یہ بات ہمارے لئے باعث شرم نہیں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ صرف تعلیم، تعلیم جینے سے سب لوگ تعلیم حاصل کرنے کے لئے تعلیمی مراکز میں نہیں آئیں گے، کیونکہ تعلیم، سماجی، معاشی زندگی سے الگ نہیں ہے۔ جس ملک میں ۱۴ فیصد یا ۱۵ فیصد کی سطح پر بھی تعلیم کی سطح پر زندگی گزار رہے ہیں وہاں کتنے لوگوں کی تعلیم حاصل کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق ہمارے ملک میں بچوں کی تعداد ایک کروڑ تھی۔ اگر اس تعداد میں زرعی بچے مزدوروں کو بھی شامل کیا جائے تو بچوں کی کل تعداد ۸ کروڑ ہوگی۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں اتنے بچے مزدور نہیں ہیں۔ ایسی صورت حال میں اگر ایسے بچوں کی تعلیم کا ذکر کریں تو کیا یہ مذاق نہیں ہوگا۔ اگر سیاسی نیک خواہشات ہوں تو ان مشکلات میں بھی ہم تعلیم کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ آزادی کے قبل کے دنوں کی بات میں نہیں کہتا، لیکن آزادی کے بعد بہت سارے تعلیمی کمیشن تیار کئے گئے اور انہوں نے بہت ساری اہم سفارشات کیں۔ بہت سارے ماہرین تعلیم کی بہترین تجاویز بھی ہمارے پاس

ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تعلیم کو اتنی بد حالی کا کیوں شکار ہونا پڑا؟ ہم جادو منتر سے نظام تعلیم میں بہتری نہیں لاسکتے۔ اس کے لئے ضروری ہے ثمر آور منصوبہ اور اس کی پُر خلوص تکمیل، اس کام کے لئے مواقع بھی فراہم کرنے ہونگے۔ ۱۹۷۲ء میں کانٹنی کے منصوبے، مطابق قومی منصوبہ تعلیم کی مد پر کل اخراجات کی فیصد تقریباً ۱۰ فیصد تھی۔ وزیر اعظم آغا شری جوام لال نہرو اور سابق صدر منداپانی ڈاکٹر راج گروشن پرمنیا کا ٹکرس نے جو تعلیمی کمیشن قائم کیا تھا، اس نے بھی یہ سفارشات کی تھی کہ مرکزی بجٹ میں تعلیم کے لئے کل اخراجات کی ۱۰ فی صد رقم مختص کی جائے۔ موجودہ منصوبہ ہندی کمیشن کے ایک ممبر پروفیسر میتھ نے اس سمجھا میں اپنی دلی رنجش کا اظہار کیا کہ اتنے دنوں کے بعد بھی منصوبہ ہندی کمیشن نے تعلیم کو نہ اہمیت دی اور نہ حسب ضروری ترمیم۔ پہلے بحسابہ منصوبہ میں تعلیم کے تحت کل اخراجات کی ۱۰ فی صد رقم مختص کی گئیں۔ بعد میں اس رقم میں کمی کرتے کرتے چھٹے منصوبہ میں یہ رقم ۲۷ فی صد ہو گئی۔ معتبر ذرائع کی ایک خبر کے مطابق یہ رقم اور بھی کم ہو کر ۱۱ فی صد ہو جائیگی۔ عزت مآب دوست جانتے ہیں کہ گذشتہ سال مرکزی بجٹ میں اخراجات کا تخمینہ ۲۸ کروڑ روپیہ تھا اور اس میں تعلیم کے لئے صرف ۳۶ کروڑ روپے مختص تھے۔ موجودہ سال میں مرکزی حکومت کی بجٹ میں اخراجات کا تخمینہ ۳۵ کروڑ روپے ہو گیا ہے۔ لیکن تعلیمی بجٹ کم ہو کر ۳۲ کروڑ روپے کا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اُن پڑھ لوگوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اس طرح ایسی صورت حال میں مرکزی ہندی کی کوئی سی

تصویر بنایا ہو رہی ہے۔ میں کو بہت سارے ملک کی مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کی کوئی مثال نہیں ملے گی۔ یہ ملک جس میں کوئی لوگوں سے کیا نہیں گئے؟ نیپال جیسے ہم ترقی یافتہ ملک میں مرکز کی تعلیم کے سلسلہ میں کی اخراجات اس کے ۸ فیصد خرچ کی گنجائش رکھتی ہے۔ برطان اس کے ہمارے ملک میں مرکز ۹۹ فیصد تعلیم کی مدد خرچ کرتا ہے۔ اس تعلیمی شاہداتی کمیٹی کی سات سال قبل ایک نشست ہوئی تھی۔ اس وقت عزت مآب وزیر اعظم نے اپنی افتتاحی تقریر میں سماج کے پسماندگان کی تعلیم پر زور دیا تھا۔ نیشنل ولڈ کاسٹ و ٹرائب اڈس سماج کے دیگر پسماندہ طبقوں کے درمیان تعلیم کی اشاعت کے لئے ایک قرارداد بھی منظور کی گئی تھی آج اس قرارداد کے سات سال کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نیشنل ولڈ کاسٹ کے ۸ فیصد اڈسٹریڈ و ٹرائب کے ۸ فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ کیا یہ پسماندہ طبقوں کی تعلیم کفایتی ہے؟

وزیر مآب وزیر اعظم کے ۲۰ دفعہ۔ پروگرام میں ۱۶ دفعہ میں تعلیم نسوان پر زور دیا گیا۔ نیشنل ولڈ کاسٹ و ٹرائب کی تعلیم کو اس دفعہ میں کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی۔ اس کے معنی کیا یہ ہوں گے کہ نیشنل ولڈ کاسٹ و ٹرائب کے لوگ اب تعلیم کے میدان میں پیچھے نہیں ہیں۔ عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ بھی کم اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ بلکہ عوامی مردم شماری کے مطابق عورتوں میں خواندگی کا تعداد ۲۳ فیصد ہے۔

اب میں مغربی بنگال کی بابت چند باتوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ مغربی بنگال "اقیم ہندس" سے رونا ہونے والے مسائل سے آج بھی دوچار ہے۔ ہماری معیشت کی حالت بھی ابتر ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ ہمارے عزت مآب ممبروں کو معلوم ہے۔ اس کے باوجود مغربی بنگال کی بانیں محاذ حکومت نے تعلیم کی طرف کافی توجہ دی ہے جب ہم مغربی بنگال میں برسرِ اقتدار آئے تو اس کے بعد کے سال ہی میں یعنی ۱۹۶۶ء میں تعلیم کے میدان میں ۱۱۲ کروڑ روپے خرچ کئے۔ اس کے بعد چلوگوں نے ہر سال اس مد کے تحت زیادہ سے زیادہ رقوم کی گنجائش رکھنے گئے، یہاں تک کہ گزشتہ سال تعلیمی مد میں ریاستی بجٹ میں ۳۸۴ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی اور اس سال اس مد کے تحت ۴۱۸ کروڑ روپے مختص کئے گئے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کی کسی اور ریاست میں تعلیم کی مدد اتنے روپے مختص نہیں کئے گئے۔ ہماری ریاست کی ریاستی بجٹ میں تعلیم

کے تحت کل اخراجات کی ۲۴ فیصد رقوم مختص کی گئی ہیں۔ ان اخراجات کا پتہ یہ ہے کہ چلوگوں نے گزشتہ چھ برسوں میں ۳۶۰۰ پرائمری اسکول اور ۱۵۰ ثانوی اسکول کھلے۔ کوئی بھی ریاست اتنے مختصر عرصہ میں اتنے تعلیمی ادارے اور اسکول قائم نہ کر سکی۔ اسی دوران مغربی بنگال میں طلباء کی تعداد میں ۱۲ لاکھ کا اضافہ ہوا۔ ثانوی درجوں میں طلباء و طالبات کی تعداد ۱۹ لاکھ سے بڑھ کر ۳۳ لاکھ، تقریباً دو گنی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی پرائمری سکینڈری کلاس (۱۱ لاکھ) میں طلباء کی تعداد ۲۶ لاکھ سے بڑھ کر ۳۳ لاکھ ہو گئی یعنی دو گنی سے بھی زیادہ۔ ہندوستان کی کوئی بھی ریاست اس سلسلہ میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نیز غیر رسمی تعلیم کے تعلیمی اداروں میں طلباء کی تعداد ۲۵۰۰۰ سے بڑھ کر ۳۹ لاکھ ہو گئی۔ نیز بالغوں کی تعلیم کے مراکز میں تعلیم حاصل کرنے والے بالغوں کی تعداد میں بھی اسی قدر اضافہ ہوا۔ یہ کارنامہ صرف ہماری حکومت کا ہی نہیں ہے بلکہ اس میں تعلیم یافتہ لوگ اور تعلیم میں دلچسپی لینے والے افراد بھی شامل ہیں۔ نصاب کی ۳۹ کتابیں بنگلہ، ہندی، اردو، نیپالی اور انگریزی میں شائع کر کے طلباء کے درمیان مفت تقسیم کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں مرکزی حکومت سے ایسی کتابوں کی اشاعت کے لئے کم قیمت پر کافی رقم کی امید کی جا رہی ہے۔ پرائمری اسکولوں میں ۳۶ لاکھ طلباء طالبات کو مفت نفع فراہم کیا جاتا ہے۔ نیشنل ولڈ کاسٹ و ٹرائب کے طلباء اور طالبات کے لئے ہم اسکولوں کے لباس سپلائی کر رہے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے امتحانات کے میدان میں اخراجات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ۱۹۶۶ء کے بعد سے چلوگوں نے امتحانات کے میدان میں اسی اور شانتی بحال کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اب وقت پر امتحانات لئے جاتے ہیں اور وقت پر نتائج شائع کر دیے جاتے ہیں۔ ثانوی امتحان میں تقریباً ۵۷ لاکھ طلباء امتحان میں بیٹھے ہیں اور اس امتحان کا نتیجہ ۷۰ دنوں میں شائع کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح اعلیٰ ثانوی تعلیم امتحان میں ۲۵۰ لاکھ طلباء امتحان دیتے ہیں اور ۷۰ دنوں میں نتیجہ شائع کر دیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں امتحان کے پیرچہ آؤٹ ہو جاتے ہیں۔ امتحان ہال میں نقل ہوتی ہے۔ غصہ گردی کی جاتی ہے اور ہال کے باہر مائیک لگا کر سواؤنڈ

کا جواب سنایا جاتا ہے۔ مغربی بنگال میں بھی ۱۹۴۷ء سے مشترکہ فہرست کے تحت تعلیم کے میدان میں خوش گوار ماحول کے رونما ہونے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ پچھلے درجوں میں تعلیم حاصل کرنے کے چھوٹے چھوٹے کالجوں کا جو سلسلہ دیگر ریاستوں میں رائج ہے، وہ بات مغربی بنگال میں اب رونما نہیں ہو رہی ہے۔ ہماری حکومت نے ہائر سکینڈری بھی کلاس اول اور کلاس

تک تعلیم مفت کر دی۔ اس اقدام کی مثال شاید ہی کوئی اور ریاست پیش کر سکے۔ ہم لوگوں نے پرائمری اسکولوں میں مسلسل امتحان اور پاس اور فیل کے سلسلہ کو ختم کر کے بچوں کی مختلف موضوعات میں چارچ کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

اب میں آپ لوگوں کے سامنے تعلیم کے سلسلہ میں متراداد پیش کر رہا ہوں۔

۱۔ ایمر جنسی یعنی ہنگامی حالت کے دوران تعلیم کو ریاست کی فہرست سے نکال کر مشترکہ فہرست میں شامل کر دیا گیا تھا۔ قدرتی ماحول، سماجی، معاشی حالات اور ثقافتی میراث کے پس منظر ہندوستان، کثرت میں وحدت، کا ملک ہے۔ بہت ساری وجوہ سے آزادی کے بعد کے عرصہ میں ہندوستان میں غیر مساوی ترقیات اقدامات کو بڑھ چڑھ کر رو بہ عمل لانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ تعلیم بھی ان کے زیر اثر آگئی۔ لیکن تعلیم جیسے مسئلہ کو ریاستی حکومتوں کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے کیونکہ ہندوستان ایک وسیع اور کثرت کا ملک ہے۔ ہندوستان کے دستور سازوں نے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم کو ریاستوں کے حوالہ کیا تھا۔ ۱۹۴۹ء میں ریاستوں کے وزراء تعلیم کی ایک نشست میں تمام وزیروں نے اتفاق رائے سے یہ متراداد منظور کی تھی کہ تعلیم کو پھر ریاستی فہرست میں شامل کیا جائے۔ گذشتہ آٹھ برسوں سے تعلیم مشترکہ فہرست میں ہے۔ عزت مآب ممبران کیا ایک مثال پیش کریں گے کہ اس کے کچھ اچھے نتائج بھی برآمد ہوئے ہیں دراصل اس میں دشواریاں زیادہ ہوتی ہیں۔ مغربی بنگال میں ہم لوگوں نے ابتدائی تعلیم سے متعلق ایک ترمیمی قانون ریاستی اسمبلی سے پاس کر کر صدر ہند کے پاس بھیجا تھا۔ ایسی ایک مجلس لوگوں کو صدر کی منظوری کا بے جینی سے انتظار ہے۔ یہ بھی مشترکہ فہرست کی دشواریوں میں سے ایک

دشواری ہے۔ اسی لئے تعلیم کی اور ملک کی افادہ کے لئے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ تعلیم کو مشترکہ فہرست سے نکال کر ریاستی فہرست میں شامل کیا جائے۔ مرکزی حکومت مختلف ریاستوں کی اس سلسلے میں مدد کرے اور ان کے ساتھ تعاون کرے۔

۲۔ تعلیم کی اشاعت کے لئے فزڈ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس فزڈ کو اکٹھا کرنے کے لئے ریاستی حکومتوں کو اختیارات دینا چاہئیں۔ مرکزی حکومت اور اس کے ماتحت منصوبہ بندی کمیشن کا یہ کام ہو گا کہ وہ اس سلسلے میں مرکز پر ریاستی حکومتوں کے انحصار کو کم کرنے کے لئے مختلف اقدامات کرے۔ اس سلسلے میں بھی ریاستوں کو معاشی اور انتظامی سہولتیں فراہم کرنی ہوں گی تاکہ وہ سب اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنی ذمہ داریوں کو سنبھال سکیں۔

۳۔ تعلیم کے لئے آئندہ منصوبے کے دوران مرکزی حکومت اپنے بجٹ میں کل اخراجات کی دس فیصد رقم اور ریاستی حکومتیں ۵ فیصد رقم کی گنجائش رکھیں۔ یہ میری تجویز ہے۔

۴۔ عوام کو تعلیم سے فیض یاب کرنے کیلئے عظیم تر تعلیمی مہم چلائی ہوگی، تحریک چلائی ہوگی اور اس کیلئے مرکزی حکومت کو ذمہ داری سنبھالنی ہوگی اور طلباء و اساتذہ، کسان و مزدور، نوجوانوں اور عورتوں کے مختلف ایسوسی ایشن کے ساتھ تال میل کو برقرار رکھنا پڑیگا۔

۵۔ اس مشاورتی کمیٹی کی نشست ۱۹۶۵ء تک ہر سال ہوا کرتی تھی اسکے بعد دو دو سال کے وقفے سے ہوتے لگی، اس بار سات سال کے بعد نشست ہوئی۔ آئندہ نشست کب ہوگی، یہ میں بتا نہیں سکتا۔ اسلئے میں عزت مآب ممبروں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آگے بڑھیں اور ایسا انتظام کریں کہ اس کمیٹی کی نشست دو سال میں کم از کم ایک بار ہوتا کہ ہم تبادلہ خیال کر سکیں۔

۶۔ نصاب کا تعلق روزگار سے ہونا چاہیے تاکہ طلباء شوق سے تعلیم حاصل کریں۔ میں سوچتا ہوں تمام ریاستی حکومتوں کو فراہم کرنی چاہئیں۔ آخر میں میں عزت مآب ممبروں کی یاد دہانی کرنا چاہتا ہوں کہ تعلیم ہر شخص کا پیدائشی حق ہے۔ اور اس کی ترقی قوم و ملک کی تعمیر کے لئے لازمی شرط ہے۔ ہمارے ملک میں تعلیم کا نظام ہے اس میں تبدیلی لا کر تعلیم کو مقبول عام بنانا ہو گا۔ سائنسی نقطہ نگاہ سے تعلیم میں بہتری لانی ہوگی۔ اگر ہم ایسا فوٹا نہ کر سکیں تو ہمارے آ بارو

اقدامات بھی معاف نہیں کریں گے۔ ●

مغربی بنگال میں پنچایت انتخابات

باتیں محاذ کو نمایاں کامیابی

مغربی بنگال کے دیہی علاقوں میں اس مئی کو پنچایت انتخابات ہوئے جو نہایت ہی برسرِ طریقہ سے ہوئے۔ ووٹ ڈالنے کی غرضیات سے، بجے سے پہلی اور اس کا سلسلہ ۲ بجے سے پہر تک جاری رہا۔ گرام پنچایت کے ساتھ ہی پنچایت سمیٹی اور ضلع پریسید کے لئے بھی انتخابات ہوئے۔ تیز دھوپ اور شدید گرمی کے باوجود جموں کی طرح یہ فی صد ووٹ ڈالے گئے۔ ووٹروں میں زبردست جوش و خروش پایا جا رہا تھا۔ شام تک اس سلسلے میں خوب چمک رہی۔ ووٹ کا سلسلہ ختم ہونے کا وقت کی گنتی کا حکام شروع کر دیا گیا۔

انتخابات میں باتیں محاذ نے نمایاں کامیابی حاصل کی جس میں سی پی ایم نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے۔ گرام پنچایت میں سی پی ایم (ایم) کو ۵۴ فی صد ووٹ حاصل ہوئے، فی صد اور پنچایت سمیٹی میں ۵۹ فی صد ووٹ ملے۔ انتخابات کے نتائج درج ذیل ہیں:-

گرام پنچایت انتخابات ۱۹۸۳ء کے نتائج

ضلع	نشتر کی تعداد	نتیجہ برآمد ہوئے	سی پی ایم (ایم)	کانگریس (ا)	آر ایس پی	نام و بھلاک	سی پی ایم	جنتا	بی جے پی	آزاد
بائنگلورا	۲۵۵۳	۲۵۴۷	۱۴۵۸	۵۴۴	۷۵	۷۲	۱۴	-	-	۱۴۲
بیربھوم	۲۲۹۴	۲۱۷۹	۱۱۲۸	۶۸۴	۲۰	۱۰۷	۲۵	-	۱	۲۱۲
برہم پور	۳۱۸۲	۳۱۵۱	۳۰۷۸	۸۱۱	۲۲	۵۸	۵۰	۵	-	۱۱۷
ہنگلی	۲۹۱۲	۲۸۹۲	۱۶۹۱	۱۰۰۳	۲	۲۳	۳۳	-	۱	۱۱۹
مدنا پور	۲۷۰۹	۲۶۸۲	۳۹۳۷	۱۸۳۷	۲۶	۱۵	۳۱۵	۱۲	۳	۵۲۶
پروڈیا	۲۰۵۲	۲۰۳۹	۱۱۹۳	۵۱۲	-	۱۱۹	۲۲	-	-	۱۹۱
پورٹ	۲۲۵۴	۲۲۲۹	۱۲۲۳	۸۲۱	-	۱۰۹	۱۸	۲	۷	۳۹
مرشد آباد	۳۷۷۳	۳۶۱۳	۱۲۷۷	۱۲۷۱	۲۰۰	۳۳	۲۷	-	۱۰	۲۲۶
نڈیا	۲۵۳۰	۲۴۹۲	۱۳۷۰	۹۲۸	۲۶	۱	۶۵	۳	۲	۷۵
سہ پرگٹہ	۷۹۱۰	۷۸۷۱	۲۱۲۲	۲۷۹۹	۲۲۶	۶۱	۶۷	-	-	۵۹۶
کریچ بھار	۱۷۲۴	۱۷۳۵	۷۳۵	۶۳۲	۳	۳۴۰	۳	-	-	۲۲
دارجلنگ	۱۳۱۲	۱۱۹۲	۲۹۷	۱۷۵	۹	۳	۲۳	-	-	۹۸۵

گراس پنچایت انتخابات ۱۹۸۳ء کے نتائج (جاری...)

اضلاع	نشتو تعداد	نیچو برآمد ہوئے	سی پی اے ایم	کانگریس (ا)	آر ایس پی	فادر ڈ بلاک	سی پی آئی	جنتا	بی جے پی	آزاد
جلپائی گوری	۱۶۰۳	۱۶۰۳	۷۷۰	۵۹۵	۱۵۸	۲۰	۵	۷	-	۴۸
مالدہ	۲۰۳۲	۲۰۳۸	۹۸۱	۹۱۸	۸	۲	۱۵	۱۴	۸	۹۲
مغربی دینا چور	۲۴۵۶	۲۴۰۲	۷۶۷	۹۶۹	۲۵۷	۱۰۴	۳۲	-	-	۲۷۳
کل -	۴۶۳۳۳	۴۵۶۸۶	۲۴۴۰۷	۱۴۷۴۱	۱۲۲۲	۱۰۸۷	۷۱۸	۴۴	۳۴	۲۴۱۳

پنچایت سمیتی انتخابات ۱۹۸۳ء کے نتائج

اضلاع	نشتو تعداد	نیچو برآمد ہوئے	سی پی اے ایم	کانگریس (ا)	آر ایس پی	فادر ڈ بلاک	سی پی آئی	جنتا	بی جے پی	آزاد
بانکورا	۴۹۹	۴۹۴	۳۷۸	۵۸	۱۸	۱۹	۷	-	-	۱۴
بیرجوم	۴۲۹	۴۲۶	۲۴۹	۱۲۹	۶	۸	۴	-	-	۲۰
بردوان	۷۷۸	۷۶۷	۶۲۲	۹۰	۱۵	۱۸	۷	-	-	۱۵
ہنگلی	۵۳۵	۵۳۱	۴۳۹	۱۶۷	-	۱۱	۲	-	-	۱۱
مدنا پور	۱۳۶۴	۱۲۹۸	۸۴۷	۳۳۳	۲	-	۳۹	۷	-	۷۰
پرولیا	۴۰۶	۴۹۹	۲۷۵	۸۲	-	۲۵	۳	-	-	۱۴
پوڈہ	۴۰۴	۴۰۳	۲۳۰	۱۴۷	-	۱۶	۵	-	-	۴
مرشما آباد	۶۹۳	۶۸۲	۴۷۸	۲۹۷	۷۶	۴	۴	-	-	۲۴
ندیا	۴۶۶	۴۵۸	۲۹۴	۱۴۹	۴	-	۱۱	-	-	۱۰
۲۴ برگنہ	۱۴۶۷	۱۴۵۸	۸۴۸	۴۵۲	۴۲	۶	۷	-	-	۱۰۳
گوجا بہار	۳۳۴	۳۳۲	۱۵۵	۱۱۵	-	۶۳	-	-	-	۱
دار پٹنگ	۴۱۳	۴۱۴	۵۴	۳۴	۴	-	۴	-	-	۱۱۹
جلپائی گوری	۲۹۹	۲۹۸	۱۴۷	۱۱۰	۲۰	۲	-	۲	-	۵
مالدہ	۳۸۹	۳۸۹	۱۸۸	۱۹۲	-	-	-	۲	-	۵
مغربی دینا چور	۴۴۷	۴۴۷	۱۴۴	۱۹۷	۵۴	۱۱	-	-	-	۳۲
کل -	۸۷۶۴	۸۵۸۸	۵۰۴۸	۲۵۴۲	۲۴۸	۱۹۴	۹۶	۱۱	۴	۴۴۷

ضلع پریشد انتخابات ۱۹۸۳ء کے نتائج

انتخابات	نشین کی تعداد	نتیجہ برآمد ہوئے	سی پی آئی (ایم)	کانگریس (ایم)	آر اے پی سی	فارورڈ بلاک	آزاد
بانک پور	۳۴	۴۰	۳۵	۲	۱	۲	-
بیر پور	۳۸	۲۵	۱۹	۱۰	۱	۵	-
برودا	۶۲	۵۲	۴۸	۱	۲	۲	-
جنگی	۳۶	۳۲	۲۲	۸	۱	۲	۱
مدن پور	۱۰۸	۱۰۲	۸۴	۱۵	۱	۱	۱
برودھیا	۴۰	۳۶	۲۹	۲	۱	۳	۱
ہوٹہ	۲۸	۲۰	۲۲	۲	۱	۲	۱
مرشد آباد	۵۲	۴۵	۱۶	۲۲	۲	۱	-
نند پور	۳۳	۳۲	۲۶	۵	۱	۱	۱
۳۴ برکھ	۱۰۴	۹۹	۶۸	۲۶	۲	-	۲
کوچ بہار	۲۲	۲۳	۱۲	۵	۱	۵	۱
دارجلنگ	۲۰	۲۰	۵	۶	۱	۱	۱
جلپائی گوری	۲۶	۲۶	۲۶	۱۱	۲	۱	۱
مالدہ	۲۰	۲۰	۱۴	۱۶	۱	۱	۱
مغربی دینا پور	۲۲	۲۸	۶	۱۶	۲	۱	-
کل	۶۷۸	۶۳۱	۳۲۳	۱۴۸	۱۵	۲۵	۱۹



دارجلنگ میں اسکول کی تعمیر و توسیع

حکومت مغربی بنگال نے ضلع دارجلنگ کے کھپونگ سب ڈویژن کے دورافتادہ علاقہ سنجی میں واقع شکر ہائی اسکول کی تعمیر اور توسیع کے لئے ۱۱ لاکھ روپیہ دینے کی منظوری دی ہے

ہریال میں آنکھ ہسپتال

ہندوستان کی قومی سوسائٹی برائے نابینائی کی روک تھام ہریال میں ۵ جون ۱۹۸۳ء کو آنکھ کے امراض کے علاج میں ایک مضامین ہسپتال کھولے گی۔

مغربی بنگال اسمبلی کے لئے ضلعی انتخابات

گذشتہ ۵ جون کو جادو پور اور گارڈن ریج روڈ اسمبلی کے دو حلقوں میں ضمنی انتخابات ہوئے۔ جادو پور حلقہ انتخاب میں گذشتہ ۲۲ مئی کی مہزری کو کارڈینر گیتا کی موت کی وجہ سے نشست خالی ہو گئی تھی اسی طرح گارڈن ریج روڈ حلقہ انتخاب میں نشست کانگریس (ا) کے امیدوار شمس العلی کے انتقال کے نتیجے میں خالی ہوئی تھی۔

دونوں حلقوں میں ضمنی انتخابات نہایت ہی پرامن طریقے سے ہوئے۔ ووٹروں نے بڑے ہی جوش و خروش کے ساتھ ووٹ دئے۔

صبح سے شام تک بڑی جگہ رہی۔ شدید گرمی اور تیز دھوپ کے باوجود ۶۰ سے ۷۵ فی صد ووٹ پڑے۔ وزیر اعلیٰ مٹری جیوتی باسو نے دونوں حلقوں میں پرامن انتخابات پر خوشی کا اظہار کیا اور ووٹروں کو مبارکباد دی۔ دونوں انتخابات کے نتائج کا اعلان ۶ جون کو کر دیا گیا۔

جادو پور اسمبلی کے حلقہ انتخاب سے مٹری اشوک مترا نے اپنے حریف کانگریس (ا) کے امیدوار مٹری موکھاروت کو ۷۵ ہزار سے زائد ووٹ سے ہرا دیا۔ ڈاکٹر اشوک مترا نے ۵۸۲۵۱ ووٹ حاصل کیے جبکہ ان کے حریف مسروت کو ۳۳۲۳۳ ووٹ ملے۔

گارڈن ریج حلقہ انتخاب سے کانگریس (ا) کے امیدوار مٹری عظیم ملٹا نے ۱۶۱۴۳ ووٹ سے اسمبلی سیٹ حاصل کرتے ہوئے مٹری عظیم ملٹا نے ۳۲۶۶۷ ووٹ حاصل کیے اور کانگریس (ا) کو ۳۲۶۵۳ ووٹ ملے۔

گارڈن ریج حلقہ انتخاب میں حالیہ ضمنی انتخاب کے دوران ایک پولنگ بوتھ کا منظر۔



اوڈہرن پارک، کلکتہ میں واقع نیتاجی السی ٹیوٹ برائے ایشیائی معاملہ، بال میں ۲۲ جون ۱۹۹۲ کو شری نرمل
باسو، وزیر تعلیم و تقارن، حکومت مغربی بنگال، اس ریاست کی یونیورسٹیوں کے والی جانوروں کے ساتھ تجویز گفتگو۔



پنہایت انتہا، مالہ ضلع میں ایک پولنگ بوتھ کا منظر۔



شرح خریداری

قیمت - ۱۲ پیسے فی پرچہ

سالانہ ۳ روپے

توسیل زر کا پتہ

بزنس مینجر
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
۲۳- آراین مکھرجی روڈ کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

پندرہ روزہ مغربی بنگال کلکتہ

مدیر اعلیٰ - پریتین بھٹاچاریہ

مدیر - دھیرنند رانا کھوت

مدیر معاون - محمد اعظم

جلد نمبر ۳۰ یکم جولائی ۱۹۸۳ء • شمارہ نمبر ۱۳



شری اپنند رائے، وزیر خوراک اور رسد، حکومت مغربی بنگال، رائرس بلڈنگس، کلکتہ میں
راشٹریک مساخی کے سلسلہ میں پریس رپورٹروں سے چوکھٹگو۔

مغربی بنگال میں بائیں محاذ حکومت کے

چھ سال



مغربی بنگال میں بائیں محاذ حکومت کے چھ سال پورے ہوئے۔ اس موقع پر مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے ایک خصوصی انٹرویو میں اس ریاست کی غذائی پیداوار، تعلیمی ترقی اور صنعتی ترقی کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے کہا۔

• انتظامیہ کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے ہمارے طریقہ کار اور ان چھ برسوں میں ہمارے کئے گئے فلاحی اقدامات نے یہاں کے لوگوں پر اور دیگر ریاستوں میں بڑا ہی گہرا اثر کیا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید کہا: غذائی پیداوار کے میدان میں اگرچہ بائیں محاذ کی حکومت کے دور میں خشک سالی اور سیلاب سے پیداوار کی شرح کم ہو گئی تاہم عام برسوں میں غذائی اجناس کی پیداوار میں کانگریسی حکومت کے زیادہ اعضاء ہمارے دور حکومت میں ہوا۔ ان کے خیال کے مطابق ہستالوں میں کوئی افراتفری نہیں ہے بلکہ باہر کے کچھ لوگ افراتفری پھیلانے کی کوششیں کیا کرتے ہیں۔

سوال: گذشتہ چھ برسوں کی میں بائیں محاذ حکومت کی اہم کامیابیاں اور ناکامیاں کیا ہیں؟

جواب: بہت سارے میدانوں میں کامیابیاں ہوئی ہیں اور کچھ ناکامیاں بھی۔ کانگریسی حکومت کے برخلاف ہم لوگ عوام کے ساتھ رابطہ قائم کر کے انتظامیہ کو چلا رہے ہیں۔ ساتھ ہی ہم لوگوں نے عوام کو اس بات کا یقین دلایا کہ ہم ان کے جمہوری حقوق کی حفاظت کریں گے۔ اور ہم بنجارین اور دیگر پسماندہ طبقوں کے ذریعہ جہاں انتخابات کرائے جا رہے ہیں اور بہت

ج، ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔ اس ریاست میں غذائی پیداوار

3۔ چاروں گیموں (بلیگ، پوکر، بلیگ، بلیگ) کے اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔
(یہ حکومت، ہندوستانی جائزہ، ۱۹۸۳ء - ۱۹۸۲ء کے لئے گئے ہیں)۔

پیدوار (شیش میں)

۱۹۷۶ - ۱۹۷۷

(بلیگ گیم حکومت کا آئین سال)

۷۱۰۳۳۰۰

۱۹۷۷ - ۱۹۷۸

(بائیں نماز حکومت کا پہلا سال)

۸۶۳۶۰۰۰

۱۹۷۸ - ۱۹۷۹

۷۷۷۷۱۰۰

۱۹۷۹ - ۱۹۸۰

۶۷۷۷۷۰۰

۱۹۸۰ - ۱۹۸۱

۸۰۳۳۲۰۰

۱۹۸۱ - ۱۹۸۲

۶۲۳۷۲۰۰

۱۹۸۲ - ۱۹۸۳

۵۵۰۰۰۰۰

ریکارڈس میں یہ بتاتے ہیں کہ ان چار برسوں (۱۹۷۷-۷۸) تا ۱۹۸۲-۸۳ میں سے چار برسوں میں پیداوار حسب معمول نہیں ہوئی اور اس کی وجہ سیلاب اور خشک سالی ہے۔ دو حسب معمول برسوں میں (۷۸-۷۹ اور ۸۱-۸۲) میں ہماری کارکردگی سب سے کم تھی۔ حکومت کی کارکردگی سے کہیں بہتر رہی۔
میں، آپ لوگوں نے تعلیم کے شعبہ کو اعلیٰ کرنے میں کس حد تک کامیابی حاصل کی؟

ج: اس سلسلے میں تھینڈ لگانا یا کہنا ابھی جلد از وقت ہوگا۔ تعلیمی میدان کو انفرافری اور ہر موافق سے پاک و صاف کر لیا گیا ہے۔ کلاس III تک تعلیم مفت کر دی گئی ہے۔ پانچویں کلاس تک کے طلبہ کو کتابیں مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ اس تازہ کی تخریجوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ کئی ہزار اسکول قائم کئے گئے ہیں اور بہت سارے کمرے کھولے گئے ہیں۔ کانگریسی دور حکومت میں ۱۹۷۶ء کے دوران رہا ساقی بکٹ میں تعلیمی مدد پر ۱۱۲ کھڑوڑ روپے کی گنبا رکنش رکھی گئی تھی۔ اس کی جگہ بائیں محاذ حکومت نے اپنے بکٹ میں تعلیمی مدد پر ۸۸-۱۹۸۳ء میں ۱۸ کھڑوڑ روپے کی گنبا رکنش رکھی۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ ۸۲-۱۹۸۳ء تک ۵۵ فی صد اسکول ہائے تعلیم سے تعلیم یافتہ بچے بچہ رہیں گے۔

میں ہسپتالوں میں بد نظمی کیوں بھٹی رہی ہے؟ اور ہسپتالوں میں مریضوں کو مزید سہولتیں فراہم کرنے سے کیوں قاصر ہیں؟

ج: عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہسپتالوں کی حالت ایسی خراب ہے کہ کبھی کبھی باہر کے لوگ اور کبھی ہسپتالوں کے چند ڈاکٹر اور عکازین کسی نہ کسی بہانے سے انفرافری پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے تاہم یہ انفرافری پھیلاتے ہیں اور مریضوں کے لئے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہسپتالوں کے بہت سارے افراد بلدی سرگرمیوں کے ساتھ ان لوگوں کی مخالفت نہیں کرتے۔ ہسپتالوں میں مریضوں کی تعداد میں تیز رفتاری سے اضافہ ہوا، لیکن سہولتوں میں اسی رفتار سے اضافہ نہ ہو سکا۔ اس طرح ہسپتالوں کے عمل پر حد سے زیادہ بوجھ لاد دیا گیا۔ کہیں کہیں رعناؤں اور ڈسپنس کی بھی کمی پائی گئی ہے۔ ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے مشترکہ اور متحدہ کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ڈاکٹروں، نرسیوں اور ہسپتالوں کے دیگر کارکنان کو بہت ہی مشکل حالات کے تحت کام کرنا پڑتا ہے۔ اور لوگوں کو ان دشواریوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ادویہ مریضوں کی غوراک اور مرکز صحت کی تعمیر و ترقی میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ تاہم یہ اب بھی ضرورت کے لحاظ سے ناکافی ہیں۔

س: کیوں صنعت کار اب بھی مغربی بنگال میں سرمایہ کاری کے سلسلہ میں پس و پیش کرتے ہیں؟ کیوں وہ اکثر اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ مغربی بنگال میں موافق صنعتی فضا نہیں ہے؟
ج: صنعتی صورتحال بڑی اکنس ہے اور سارے ہندوستان میں بہت سارے سیکٹروں میں منہ بازاری کا سلسلہ جاری ہے۔ حکومت ہند اور مالیاتی ادارے متوسط درجہ اور بڑے پیمانہ کے سیکٹروں میں جدید صنعتوں کی ترقی و ترقی کیلئے سرمایہ فراہم کرنے سے انکار کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں امتیاز بھی ہوتے ہیں۔ مرکز بھی چند غیر سرکاری صنعت کاروں کی اس ریاست میں سرمایہ کاری کے حمت افزائی نہیں کرتا۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود ہم لگاتار اپنے کوششیں جاری رکھیں اور اس میدان میں کچھ بہتری نظر آئے۔ چند بہتر اور بیلد صنعتی یونٹوں کی ذمہ داری ہم لوگوں نے سنبھالی ہے۔

نے سبھی کی ایک مرکزی حکومت ابھی بھی پاٹ اور چائے صنعتوں سے مسائل کو تیزی سے حل کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہے۔ اگرچہ اسے صنعتوں سے مرکز کو کافی فائدہ پہنچتا ہے۔ اب صنعتی فصل کی کمیالے کی باتیں کم ہوتی ہیں۔ گزشتہ چھ برسوں میں ہماری ریاست میں صنعتی فصل میں بھی ملتی بہتری ہوئی ہے۔ ہم لوگوں کی کوششوں کے ذریعہ بہت ساری ہندو اور بیمار صنعتی یونٹوں کی ذمہ داریاں حکومت نے سنبھالیں یا ان کی احیاء کی گئی۔ لیکن یہ مسئلہ ابھی بھی شدید ہے اور مرکز کے ذریعہ بڑی صنعتی یونٹوں کو قومیائے جانے کا ہمیں انتظار ہے۔

جوزری سٹڈ سے دسمبر ۱۹۸۱ء تک مغربی بنگال میں ۶۸۱ کارخانوں کو رجسٹرڈ کیا گیا اور روزمرہ کام کرنے والوں کی تعداد ۲۹۲۹۲ ہے۔

نئی جدید صنعتیں قائم کر کے اس ریاست کی صنعتی بنیاد کو پھیلا نے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ صنعتی سیکٹر کو امداد فراہم کرنے کے سلسلہ میں مرکز کو ادھر بھی عظیم کردار ادا کرنا ہے۔ اس مسئلہ سے بے روزگاری کا مسئلہ بھی وابستہ ہے۔ یہ مسئلہ کتنا شدید ہے؟ اور آپ اسے کس طرح حل کرنا چاہتے ہیں؟

ج: یہ تو سارے ہندوستان میں بہت ہی شدید مسئلہ ہے۔ اب سارے ہندوستان میں رجسٹرڈ بے روزگاروں کی تعداد تقریباً ۲ کروڑ ہے جس میں مغربی بنگال کے ۳۴ لاکھ بے روزگار شامل ہیں۔ سابق حکومت کے برخلاف ہماری حکومت میں سرکاری دفاتروں میں اور دیگر اداروں میں تبادلہ روزگار کے دفاتروں کے ذریعہ نئی چھٹی ہوتی ہے، نیز بے روزگاری امداد بھی دی جاتی ہے۔ بہت سارے لوگوں نے تبادلہ ملازمت کے دفاتروں میں اپنا نام رجسٹرڈ کر اسے اور بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہی جا رہا ہے لیکن موجود سرمایہ دارانہ اور جاگیرانہ معیشت میں منصوبہ بندی کے لئے قائم کردہ موجودہ سماجی۔ معاشی ڈھانچہ میں روزگار کے متلاشیوں کی تعداد میں روزگار پانے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اس لئے ایسے ڈھانچہ میں بنیادی حل ناممکن ہے۔ کوئی بھی ریاست ایک بنیادی تبدیلی لائیں نہیں سکتی۔ ہماری ریاست میں ہم بہت سارے دشمنوں سے دوچار ہیں کیونکہ مرکز اور مالیاتی ادارے ہماری ریاست

کی طرف نظر التفات نہیں کرتے۔ چھوٹے پیمانے کا شعبہ دستور کے تحت ریاستی قبرست میں ہے۔ گزشتہ چھ برسوں میں چھوٹی صنعتیں میں کافی اضافہ ہو رہا ہے۔ چھوٹی صنعتوں کی تعداد ۱۹۸۷ء میں ۸۹۷۷ سے بڑھ کر ۸۲-۸۱ میں ۱۵۸۹۸۰ ہو گئی اور ان میں برسر روزگار افراد کی تعداد ۲۷۷۵۱ سے بڑھ کر ۸۲-۸۱ میں ۱۲۲۰۹۹ ہو گئی۔ دیہی اور معنائاتی علاقوں میں تباہ کن سیلاب اور خشک سالی کے باوجود ۲۵ کروڑ کام کرنے کے دن پیدا کئے گئے۔ ان اقدامات سے دیہی علاقوں میں لوگوں کی کافی بہت افزائی ہوئی ہے۔ اور ماضی کے دنوں سے کی طرح وہ گاؤں چھوڑ کر شہروں میں نہیں آئے۔

س: گزشتہ چھ برسوں میں آپ لوگوں نے کون سے بنیادی اقدامات کئے جو اسی طرح کے حالات میں ایک اچھی کانگریسی حکومت نہیں کر سکتی۔

ج: انتظامیہ کے چلانے کے ہمارے طریقہ کار اور ہم لوگوں کے گئے گئے رفاہی اقدامات نے نہ صرف بنگال کے لوگوں پر بلکہ دیگر ریاستوں میں بھی کافی گہرا اثر ڈالا۔

ہتھ کر گھے کے سلسلے میں عید الفطر موقع پر خصوصی رعایت

عید الفطر کے تہوار کے موقع پر ۶ جولائی سے ۱۲ جولائی ۱۹۸۳ تک ہندیلوم کپڑوں کی فروخت پر تانچہ جا، تانوشری، منجوسا، بنگلوشری، سلیاشری اور ہندیلوم کے تمام تسلیم شدہ کوآپریٹو اور دیگر اداروں سے ۲۰ فی صد خصوصی رعایت کی منظوری دیدی گئی ہے۔

ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے

(ایتھلز وی جولیسیس وزیر کے خطوط سے متاثر
ہو کر لکھی گئی)

تیرے ہونٹوں کے پھولوں کی چاہت میں ہم دار کی خشک ٹہنی پہ وارے گئے۔
تیرے ہاتھوں کی شمعوں کی مرست میں ہم نیم تاریک راہوں میں مارے گئے۔

سولیوں پر ہمارے لبوں سے پرے تیرے ہونٹوں کی لالی لپکتی رہی ہے
تیری زلفوں کی مستی بر سیتی رہی ہے تیرے ہاتھوں کی چاندی دھکتی رہی ہے

بب گھلی تیری راہوں میں شام ستم
ہم چلے آئے لائے جہاں تک قدم
لب پہ صرف غزل، دل میں قندیل غم
اپنا غم بھگا گواہی تیرے سن کے
دیکھ قائم رہے اس گواہی پہ ہم
ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے

نار سالی اگر اپنی تقدیر تھی تیری الفت تو اپنی ہی تدبیر تھی
کس کو شکوہ ہے گر شوق کے سلسلے بجز کی قتل گاہوں سے سب جا ملے

قل گماہوں سے جن کمر ہمارے علم اور نکلیں گے عشق کے قافلے
جن کی راہ طلب سے ہمارے قدم محقق کر چلے درد کے قافلے
کر چلے جن کی خاطر جہاں گیر ہم جاں گنو اگر تیری دلبری کا ہر دم
ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے

بائیں محاذ حکومت کی اہم کارگزاریاں

انڈ۔۔۔ امیہ گپتا
سابق شریف، کلکتہ

نے ہندوستانی قومی تحریک کو بین الاقوامی میدان میں پیش کیا۔ اس کے بعد انہوں نے فاسزم کے خلاف اور سوشلزم کے حق میں قومی تحریک اور بین الاقوامی تحریک کے دوران قومی تعلقات قائم کئے۔ اس منصب العین کا ہندوستانی نوجوانوں پر بہت ہی گہرا اور اچھا اثر ہوا اور یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ آج بائیں پارٹیاں ہندوستانی نوجوانوں کی اکثریت کو اپنے فکر میں لے آئیں۔

خاص طور پر مغربی بنگال کے نوجوانوں انگریزوں کے دور حکومت سے ہی بنیادی خیالات کے لئے مشہور تھے۔ آج کے بائیں لوگوں کو بنیادی قومیت پرستی ورثے میں ملی۔ آج کے بائیں نوجوانوں سیکولزم، قومی، جمہوریت اور اشتراکیت کے لئے زبردست اور مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس تناظر میں یکے بعد دیگرے دو انتخابات میں بائیں محاذ کی جیت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۹۷۷ء میں برسر اقتدار آنے کے فوراً بعد بائیں محاذ حکومت جاگیردارانہ نظام کی کبھی نشانوں کو بھی بالکل نیست و نابود کر دینے کے کام میں مشغول ہو گئی۔ ۱۹۵۳ء میں جائیداد چھوٹیائی ایکٹ کے ذریعہ رسمی طور پر زمینداری ختم کر دی گئی تھی۔ اس کے باوجود اب بھی بہت سارے بڑے بڑے زمیندار ہیں جو برگداروں کو اپنے اپنے کھیتوں میں اس شرط پر

۱۹۸۶ء میں مغربی بنگال میں بائیں محاذ حکومت دوسری بار برسر اقتدار آئی۔ اس سے قبل ۱۹۷۷ء میں اور ۱۹۷۹ء میں متحدہ محاذ حکومت مغربی بنگال میں برسر اقتدار میں آئی تھی لیکن بہت ہی مختصر عرصہ کے لئے۔ دس سال کے طے عرصے کے بعد پھر برسر اقتدار آنے کو اتفاقی واقعہ نہیں کہا جاسکتا۔ بائیں تحریک نے محنت کشوں کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے تمام مقبول عام تحریکوں میں شرکت کر کے اپنی مقبولیت کو ثابت کر دکھایا۔ بائیں نظریات و خیالات کے لوگ عالمی امن، افریقی۔ ایشیائی استحکام اور قومی یکجہتی کے سوال پر وسیع ترین پیمانہ پر اتحاد کی تعمیر کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ بہت سارے مسائل کی بابت کانگریس پارٹی سے اختلاف کے باوجود بائیں پارٹیوں نے ان مسائل پر کل ہند سطح پر کانگریس کے ساتھ متحدہ تحریک کی تعمیر کے کام میں پس و پیش نہیں کیا۔ اس جمہوری کشش کی وجہ سے ہی بایاں محاذ پھر ایک بار برسر اقتدار آیا۔ گرچہ بائیں جماعتیں مارکسی نظوریت سے سرشار ہیں تاہم قومی تحریک کے دھاروں میں وہ ہمیشہ سبھوں کے ساتھ شریک رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کے دور حکومت میں ہندوستانی قومی کانگریس کے بہت سارے اہم رہنما بائیں خیالات کے تھے۔ جو اہل لہجہ تھرو کی سربراہی میں ہندوستانی قومی کانگریس کے ایک بڑے طبقہ

کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت کے حالات دیکھ کر یہی کہ انہیں کسٹریوں کی کڑی پیدوار نصیب
 دے دیا جائے۔ نیز زمینداروں کو کاشتکاری کے لئے بھی کچھ خرچ نہیں
 کرنا پڑتا۔ دوسری طرف برگداروں یا بٹائی داروں کو کئی آسائیاں کی
 ضمانت نہیں دینا کہ کب تک وہ زمینداروں کے قطعات آرامی میں منت
 کاری کرتے رہیں گے کیونکہ انہیں زمیندار جب چاہیں اپنے اپنے قطعات آرامی
 سے نکال باہر کر سکتے ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں بائیں خیالات کی متحدہ محاذ حکومت
 کی پہلی وجہ سے ایک طائفہ کتنے قطعات آرامی اپنے پاس رکھ سکتا
 اس کی انتہائی حد مقرر کر دی گئی اور برگداروں کو ٹھیکہ کے مستقل حقوق دے
 دئے گئے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے باوجود برگدار اپنے حقوق سے
 مستفید نہ ہو سکے کیونکہ برگداروں کی حیثیت سے اس کے نام سرکاری
 ریکارڈس میں موجود نہ تھے۔ زمینداروں نے مقامی محاصل حکام پر دباؤ
 ڈالا کہ وہ برگداروں کے نام ریکارڈ میں درج نہ کریں۔

بائیں محاذ حکومت نے ۱۹۷۱ء میں ان برگداروں کے نام کا قذائ
 اراحتی میں درج کرانے کے لئے ایک نیا طریقہ رائج کیا اور اس طریقہ
 کار کا نام ہے "آپریشن برگ"۔ محاصل حکام کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ دیہاتوں
 میں جائی اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے جلسہ
 منعقد کریں اور وہیں اس امر کا تعین کریں کہ درحقیقت برگدار کون ہیں۔
 چونکہ ایسے جلسوں میں غریب اور بے زمین لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت
 کی، اس لئے زمیندار سپاہی کو چھپانے کے لئے دباؤ ڈال نہ سکے۔ ۱۳۰۰
 ہزار برگداروں میں سے ۱۲۰۰ ہزار برگداروں کے نام ریکارڈ میں درج
 کر لئے گئے ہیں۔ لیکن یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس مہم نے
 معنائی لوگوں کے گھر بائیں محاذ حکومت کو اپنی حکومت سمجھنے میں آدروں
 میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کیا۔

دوبی حکومت یعنی پنچائتوں کے قوانین میں بھی ترمیم لاکر اس طرح کے
 اقدامات کئے گئے ہیں۔ ان پنچائتوں میں بالغوں کی رائے و پسند کی بنیاد پر
 جملہ انتخاب ہوتے ہوئے ہیں اور انہیں بہت حد تک خود اختیاری دے
 دی گئی ہے۔ ان پنچائتوں کے ذمہ تمام ترقیاتی سرگرمیاں دے دی جاتی
 ہیں یعنی ترقیاتی اقدامات کے لئے منصوبہ مرتب کرنے اور پھر انہیں
 دوبہ عمل لاکر بلکہ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داریاں پنچائتوں کو سونپی
 گئی ہیں۔ ان پر اوپر سے کئی فیصلے لائے نہیں جاتے۔ یہ دوبی باشندے

یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کن کن پروجیکٹوں کو کچھ یا مکمل تک پہنچانا ہے۔ چونکہ
 ترقیاتی اقدامات کی عوامی بنیاد ہوتی ہے اس لئے ایسے کام بڑی تیزی
 سے یا مکمل تک پہنچ جاتے ہیں۔ لامرکز ترقی کا یہ اصول لازمی
 طور پر مہاتما گاندھی کا اصول ہے اور بلاشبہ یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے
 تمام بائیں محاذ حکومت ہی واحد اور پہلی حکومت ہے جس نے اس اصول
 کو عملی جامہ پہنایا۔

اس کے علاوہ پنچائتوں کو "انارج" کے لئے کام، پروگرام کے
 ذمہ داری سونپی گئی۔ یہی مزدوری دی کی کام کرتے ہیں اور کام کے طوعن
 انہیں انارج دیا جاتا ہے۔ اس سے انارج کی قیمتیں بھی کم ہو گئیں۔ ان پالیسیوں
 کے نتائج کتنے سودمند ہوئے، یہ اس بات سے عیاں ہو جاتے ہیں کہ
 ۱۹۷۵ء میں تباہ کن سیلاب اور شہر میں شدید خشکابی کے دوران
 بھی مصنفات کے غریب لوگ شہروں میں نہیں گئے، حالانکہ اس سے
 قبل کے برسوں میں ایسی باتیں عام تھیں۔

آزادی کے بعد ہی مغربی بینکال کی معیشت کم و بیش ایک ہی
 جگہ جامد ہو گئی اور اسی لئے یہاں گھریلو پیداوار کی فی کس شرح اب سب سے
 کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جدید صنعتیں قائم نہیں کی گئیں حالانکہ ملک
 کی مغربی ریاستوں میں ایسی بہت ساری صنعتیں قائم کی گئیں۔ بائیں محاذ حکومت
 نے اس صورت حال میں بہتری لانے کے لئے بہت ہی جلد اقدامات کئے۔
 اس حکومت نے ملہ یہ میں بطور علم۔ کیمیاوی مصنوعات تیار کرنے کے کاغذ
 اور کھلکے کے نزدیک الیکٹرونک صنعت کے قیام کے لئے پروجیکٹ —
 بلڈسٹ مرتب کئے۔ مرکزی حکومت کی منظوری مل جانے کے بعد ہی یہاں
 کام شروع کر دیا جائے گا۔ کیلی کی بھی ایک متحدہ تابت ہو رہی ہے۔
 اس لئے ریاستی حکومت نے کھلکے الیکٹرونک سپلائی کلابوریشن کو اس بات کی
 اجازت دے دی کہ وہ اپنی صلاحیت میں امانہ کرے۔ اس کارپوریشن نے
 بہت ہی مختصر عرصہ میں ایک نیا بجلی گھر تعمیر کیا۔ ایک غیر ملکی ادارہ کو منظور
 دینے کی راہ میں کسی قسم کی سیاسی مزاحمت حائل نہیں ہوئی۔ ترقیاتی سرگرمیوں
 کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ریاستی حکومت تمام ممکنہ
 اقدامات کئے۔ ابھی بھی کیلی کی شدید کمی ہے لیکن عوام ان مشکلات پر قابو
 پانے کے لئے ریاستی حکومت کی کوششوں کو کافی سراہتے ہیں۔

آزادی کے بعد ہی مغربی بینکال کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر بی۔ را۔

ہیں تھے جنہیں نے مغربی جنگل میں نئے صنعتی مراکز قائم کرنے کے لئے پہلی کی توہ بہت زور اندیشی تھی۔ لیکن ان کے بہت سارے منصوبے اب بھی تشتبہ تکمیل ہیں۔ جب بائیں محاذ حکومت بوسرا اقتدار آئی تو اس کے سربراہوں نے اندھا غلطیوں پر وزیر اعلیٰ نے ریاستی معیشت کی تجدید کی طرف فوری توجہ دی۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے صنعتکاروں نے بھی بائیں پارٹیوں کے نصب العین سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں ہے، اس بات کی صنعتی صورت حال میں بہتری لانے کے لئے موجودہ حکومت کی کوششوں کو سراہا۔ ان میں سے بہت سارے صنعتکاروں نے اعلانیہ اس بات کا اقرار کیا کہ مغربی جنگل میں سرمایہ کاری کے لئے قعنا سازگار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ریاست کی معیشت کی ترقی اور بہتری کے لئے ریاستی حکومت نے پہلی کی ہے۔ مزید برآں بائیں محاذ کا صنعتی مزدوروں پر کافی اثر ہے، اس لئے وہ انہیں ترقیاتی سرگرمیوں میں مصروف کر سکتا ہے۔

ہندوستان کی معیشت اب ایک نازک دور سے گزر رہی ہے۔ بڑھتی ہوئی قیمتیں، پیداوار کے بڑھتے ہوئے اخراجات، فنک سالے کی وجہ سے قدرتی پیداوار میں کمی، زرمبادلہ پر دباؤ اور قومی آمدنی کی سست افزائش۔ یہ چند وجوہ ہیں جو ملک کے وسائل پر بری طرح اثر انداز ہو رہی ہیں۔ یہ تو قدرتی بات ہے کہ بہت سارے ترقیاتی منصوبے تشتبہ تکمیل رہ گئے ہیں۔ دیگر ریاستوں کی طرح مغربی جنگل بھی ناموافق معاشی حالات کی

(باقی صفحہ ۱۱۱)

مگر ترقی پسند شعرا کی طرح پیٹھ دیکھ کر مدبر لب و لہجہ کی طرح نہیں اقبال کی بیشتر اہم نظموں میں یہ خامی ہے کہ انتہائے جوش و طول کے ساتھ ان نظموں کا آغاز ہوتا ہے۔ آواز و آہنگ میں شور و شہادت کی توانائی بہت دور تک ملتی ہے لیکن رفتہ رفتہ جوش و آواز ٹنکی میں مبتلا ہاں کھا ہونے لگتی ہے نظموں میں فلسفیانہ رنگ گہرا ہونے لگتا ہے۔ لہجہ کی گھبرتا اور سنجیدگی میں فطیانی رنگ ابھرتا ہے جذبے بجھنے لگتے ہیں۔ غنودگی کا احساس ہونے لگتا ہے تب ہی محسوس ہوتا ہے کہ تیز چلنے کے سبب شاعر پر غنودگی کا غلبہ طاری ہونے لگا ہے جوش اولین اور جذبہ وارفتہ سے رشتہ ٹوٹنے لگتا ہے مکان کا احساس پیغام خاموشی کے سبب حاوی ہو جاتا محسوس ہوتا ہے۔ یہ حاوی اثرات شک و شبہ کی اقبال کی شاعری میں شوری کے فقدان کا باعث بنے ہیں۔ شہید

تکلیف کو محسوس کر رہا ہے۔ لیکن بائیں محاذ حکومت اپنے ترقیاتی منصوبوں کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے مرکزی امداد حاصل کرنے کے لئے پرعزم ہے۔ کوشش کر رہی ہے۔ مرکز اس ریاست کو قطب قلوب کے طور پر امداد فراہم کر رہا ہے۔ کلکتہ میں زمین دوزوں پر سرکھڑیوں اور کلکتہ شہری ترقیات کے تحت ترقیاتی کام کاج، مرکزی امداد سے زور و شور سے جاری ہے۔ یہاں بھی بائیں محاذ حکومت نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ مرکزی حکومت کے ساتھ اس کی ترقیاتی تقریبات، ان ترقیاتی سرگرمیوں کی راہ میں حائل ہو۔ اب مغربی جنگل میں بائیں تحریک سنی بلوغت کو پورے چمکی رہی ہے۔ اس نے اپنے ماضی کی غلطیوں سے بہت کچھ سیکھا۔ یہ اب ترقیاتی پروگرام اور صاف و شفاف اشتغالیہ کے لئے اپنی سرگرمیوں کو مرکوز کر کے اپنی بنیاد کو ممکنہ حد تک وسیع بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس محاذ کی کامیابی پر فیر جاگیر دار اور فیر سرمایہ انقلاب، جس سے آج ہندوستان گزر رہا ہے کی کامیابی کا انحصار ہے۔ انقلابات نے مختلف ملکوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں۔ ہندوستان میں امن اور اشتراکیت کیلئے جدوجہد نے ایک سیدھی سادی شکل اختیار کی۔ شاید مغربی جنگل اس جدوجہد کے آغاز کا نقطہ ہے۔



شاعر، طووع اسلام، مسجد قطیف، ساتی نامہ، فخرزادہ وغیرہ نظموں میں اس طرح کی بات پائی جاتی ہے۔
شاہین، باز، گورکس، زاغ غنڈی، زہار، سنگ، خلد، غنودگی، عشق، عقل، شیر، مرد قلندر، مرد مومن، بلبل، گل، شمع، مہروانہ، مگنو، حمام، گنبد، چوٹی، بھول، بھانڈ، ستارے وغیرہ کو ہمارے ناکدوں نے عام طور پر اقبال کی علامت قرار دیا ہے۔ مگر انہیں علامت کہنا ذرا مشکل ہے۔ ان میں کچھ علامت ہیں، کچھ استعارے ہیں اور کچھ تشبیہیں ہیں۔
اس طرح ماننا پڑتا ہے اقبال کی شاعری بڑی ہم گیر اور وسیع ہے اور یہی ان کے فن کی عظمت ہے۔



(بکریہ، پاسبان، پڑی اڑیہ۔)

اقبال کا فن

حیدر راحت

اقبال کی شاعری سے بہت سادے اہم گوشوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ مگر اب تک ان کے فن پر کوئی جامع تعریف نہیں آئی ہے۔ اگرچہ اہم ناقدین نے اس سلسلے میں قدم اٹھایا ہے پھر بھی تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔

کھل کر پوری طرح ان کے فن پر کوئی بسوط و مربوط اور جامع مقالہ یا تعریف میری نظر میں نہیں آئی۔ افتخار یحوی، عبد المعنی، اور سرور نے اس سلسلے میں قدم اٹھائے ہیں۔ ادھر ایک مقالہ جدید ناقد شمس الرحمن فاروقی نے سہو قلم کیا ہے جس میں انہوں نے ان کی شاعری کو اجاگر کیا ہے۔ ایک بات ہے جو ہمارے پیش نظر ہمیشہ سے ہے۔ اقبال فکری اعتبار سے سب کچھ پوتے ہوئے بھی ایک شاعر تھے۔ ایک عظیم شاعر۔ انہوں نے شعر کی زبان میں ایک مربوط فکر اور نظریہ پیش کیا ہے جس میں جذبہ کی شدت، درد و تڑپ اور درد کو سمجھنے والی کیفیت ہے اور جس میں حسن بیان، نغمہ و آہنگ اور صوت و معنی کی ویرانائی ہے کہ جس کی مثال اردو شاعری آج تک پیش نہیں کر سکی۔

یہ بات طے ہے کہ وہ ایک پیامی شاعر تھے۔ ان کے پاس ایک پیام تھا جس کو وہ دنیا کے سامنے دکھنا چاہتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو اپنے پورے پیام کو مشرق میں بھی پیش کر سکتے تھے مگر انہوں نے شاعری جیسی لطیف و نازک فن کو اپنا لیا۔ دوسری بات یہ کہ خود ان کا مزاج شاعرانہ تھا۔ حیات کا مٹا کے متعلق ایک خاص نظریے کو پیش کرنا ان کا نصب العین تھا۔ انہوں نے اپنے نصب العین و مقاصد کو پیش کرنے کا ذریعہ اور واسطہ شاعری کو بنایا۔ وہ اپنے شاعری سے کام لینا چاہتے تھے۔ بڑا نازک اور اہم کام۔

نغمہ کیا دامن کجا ساز سخن بہمانہ است
سوئے قطاری کشم ناقد بے زمام را
لیکن اس ناقد بے زمام کو قطار میں سیدھی کرنے کے لئے ایسے

اقبال کی شاعری پر قلم اٹھاتے ہوئے بیشتر ناقدین غیر محنت پر ہیں۔ بات یہ ہے کہ اقبال کی شاعری بڑی ہمہ گیر اور وسیع ہے کسی ایک پہلو پر زور دے کر بات کو ختم کرنے کی عادت ہمارے ناقدین میں بہت عام رہی ہے۔ ناقدوں کو جہاں کوئی ایسا پہلو نصیب ہوا وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اسے اپنی پوری تنقید کی بنیاد بنا کر اسی خاص پہلو پر بحث کرتے ہیں۔ ان کی خوش فہمی دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ جب وہ بڑے ہی جابرانہ محاکمے پیش کرتے ہیں۔ بعض ناقدوں نے ان کو اپنا قومی شاعر تصور کیا، بعض نے مہلی۔ کچھ نے آفاقی حیثیت دی، اردو نے ان کو غلطی کر رانا۔ پھر فطری مناظر کشی کے اعتبار سے انہیں اردو کا دردناک درد مند مانا جاسکتا ہے۔ وہ سب کچھ تھے اور یہی ان کی شاعری کی سب سے اہم خوبی ہے اور یہی ان کی شاعری کی ہمہ گیری اور تنوع و نواح ہے۔ ان کی شاعری کی ہمہ گیری کو سہولت کا یہ علم ہے کہ ان کے فکر کا رشتہ نشیٹے، گٹے اور مارکس تک جوڑا جاسکتا ہے۔ ان کا فلسفہ فردی کا تعلق جلال الدین رومی اور مولانا سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان کے شیطان کے تصور میں ملٹن کے SATAN سے مماثلت تلاش کی جاتی ہے۔ ان کے مرد و من کو پہلے تو مالموٹ الا ان سمجھا گیا پھر ماؤنٹ کا

مان لیا گیا۔ ان کے شاہین کے تمثیل کو آفر مطلق پر دوغورازی سے تعبیر کیا گیا۔ ان کے آفتاب تازہ کو سرخ انقلاب کا پھر لیا سمجھا گیا۔ کسی کو ان کی اسلامی قومیت میں فرق واریت دکھائی دی اور ان کی آفاقیت مجروح ہوئی نظر آئی اور کسی نے بڑی مسرت سے ساتھ کہا کہ کاش اقبال نے مرد و من کی صفات سے مرد کامل کو متصف کر دیا ہوتا تو ان کی عظمت محدود نہ ہوتی۔ وہ آفاقیت کا پیغام دیتے ہوئے بھی ایک قومیت کے معیار میں گھر گئے یہ کسی کو اقبال محض مونی نظر آئے اور ان کے فکر کی تمام عظمت و روح کی بالیدگی اور اس کے ترفع کے گوگردش کرتی ہوئی دکھائی دی۔ یہی سحر پریشان خواب اقبال از کثرت تعبیر یا۔

واسطے اور ذریعے کی ضرورت تھی جو موثر اور مناسب ثابت ہو۔ گرم انہوں نے اس کام کے لئے شاعری کو اپنا یا تاہم وہ اس بات سے پوری طرح واقف تھے کہ شاعری کی زبان مبہم، تہر دار، علامتی طرز اور اشارے و کنایے کی زبان ہوتی ہے۔

برہنہ عرفہ گفتن کمال گویائی است
حدیث غلو تیاں فربہ دوزا میاں نیست

گرچہ :-

وقت برہنہ گفتن است

من بہ کتایہ گفتہ ام

انہوں نے بعض جگہوں پر اپنی شاعری کو شاعری حیثیت دی ہے۔ ساز سخن کو بہانہ قرار دیا ہے۔ ایک مشکل یہ بھی ہے کہ وہ آپ کو تلمذ ہی نہیں سمجھتے بلکہ وہ خود کو دانشور و ماسٹر مرمر تصور کرتے ہیں۔ اپنی شاعری کے ذریعہ شمع حرم کے پرداؤں کو ایک نئے رُوز سے آشنا کرانے کے آرزو مند ہیں۔ وہ شاعری میں ایسی ترکیب استعمال کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا مقصد برآئے لوگوں کے دلوں میں وہ اثر جلتے۔ وہ غزل سے اور نہ اس کی زبان سے واقف ہیں۔ وہ تو ایک دلکش صدا، سر نانا چاہتے ہیں۔ دل کشا صدا کہاں سے پیدا ہوگی وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ واقف ہیں کہ کسی بھی فن کا معجزہ ہونا اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جب تک کہ حواس میں خونِ جگر کی آمیزش ہو۔

رنگ ہو یا جنگ ہو یا حرف و صوت

معجزہ فن کی ہے فونِ جگر سے منور

جہاں جہاں وہ رمز و امیال کی زبان سے پرے ہوئے ان کا داخلی ہوتا نظر آتا ہے۔ ناقد بے زمام کی قطار بندی کے شوق میں ان کی لے اکثر بہت بڑھ چکی ہے جس سے ان کا درس فسطائیت سے مل گیا ہے۔ اقبال کا زمانہ بجا البتہ تھا کہ ایسے وقت میں بقول اختر انبوی فن کو جمال سے زیادہ جمال کی ضرورت ہوتی ہے، طاؤس و رباب کی نہیں بلکہ شمشیر و سنان کی۔ یہ زمانہ ہی عرب کیمیا کے لئے تھا۔ اقبال کو خود اس امر کا احساس تھا۔

رمز و ایما اس زمانے کے لئے موزوں ہیں

اور آتما بھی نہیں بھک کو سخن ساری کا فن

اقبال اس سے واقف ہیں کہ ایت منے الشعر الحکمۃ

و ایت من البیان مسحور (شعر میں حکمت اور بیان میں جادو ہے)۔ اور اسی لئے انہوں نے شاعری کو اپنے پیام کی ترسیل کے لئے ذریعہ بنایا۔ لیکن شاعری اسی وقت موثر ہو سکتی ہے جب اس میں شاعر کا جذبہ تڑپ، کھک اور درد ہو۔ جس بات کو وہ پیش کرے اس سے وہ پہلے ہی متاثر ہو۔ دلکش صدا کے لئے خونِ جگر کی آمیزش ضروری ہے۔ بات یہ ہے کہ اقبال اپنے دل میں تڑپ، کھک اور درد رکھتے ہیں۔ وہ اپنے نصب العین کے تکمیل پہلے ہی میں اور اقبال کی شاعری لوگوں کو اسی لئے متاثر کرتی ہے۔ بقول اختر انبوی صاحب

اقبال کی عظمت ان کی غیر معمولی تخلیقی قوت میں مضمر ہے کہ وہ فکر و فلسفہ اور مقصد و پیام کو احساسِ جذباتی اور کل جمالیاتی حیثیت عطا کر دیتے ہیں۔ وہ صل کو دل بنا دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں صل کا وزن نہیں بلکہ صل کو دل بنا دینے کا معجزہ ہے۔ مطالعہ و محاسبہ ص ۱۳۲۔

اقبال کی شاعری کی عظمت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ انہوں نے بھی ایک بڑے شاعر کی طرح اپنے موضوعات کے اظہار کے لئے محض روایت ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی ایک علم و شعری دکشن ہے۔ دوسری بات یہ کہ قدیم الاصل الفاظ و معانی، ترکیب و اسالیب کو نئی معنویت عطا کی۔ انہوں نے نئے نئے استعارے اور پرانے استعارے کو نئے معنوں میں استعمال کیا اور اردو شاعری کو بڑی وسعت دے دی۔ اقبال اپنی غیر معمولی تخلیقی قوت کے باعث اپنے استاد داغ کی زبان و سوز سے ہی نہیں، اردو شاعری کے اسالیب بیان سے ہی الفور لگ آئے۔

اقبال نے اپنے نصب العین کو پیش کرنے کے لئے نئی زبان و صنف کی جس سے کہ ماقبل شاعری قطعی طور پر نا آشنا تھی۔ ان کا شعری اسلوب دوسرے شعراء کے مقابل بہ لحاظ آہنگ اور بہ طریق ترمین منفرد، نیا، نرنگ اور دل گذار تھا۔ سادہ کاری اور پرکاری اور نغز و نیر بھی ہے۔ شمس الرحمن خاں صاحب کا یہ حاکم قبول کرنا پڑتا ہے کہ۔

اگر اقبال پیدائے ہوتے اور ان کی شاعری منسلک اور ۱۹۲۳ء کے درمیان اپنے پورے شباب پر نہ آئی ہوتی تو اردو شاعری کی زبان آج بھی داغ اور عالی کی زبان ہوتی۔ لفظ و معانی ص ۱۳۲

اقبال جس قدر بلند بانگ لہجہ گہری سنجیدگی و ممانعت لئے مجبوعہ ہیں وہ پوری اردو شاعری میں نہیں ہے مگر یہ قطعیانہ و تلقینی لہجہ آج (باقی مشہور)

امداد باہمی اور کارکنان مارکس

از: شری انرمل بوس
وزیر تعاون و اعلیٰ تعلیم، حکومت مغربی بنگال

طریقہ کار کا مبادلہ مل سکا، اور یہ اشتراکیت کے مطیع نظر کے بہت ہی قریب ہے۔ کام کرنے والے لوگوں کی بین الاقوامی ایسوسی ایشن کے جلسہ میں مارکس نے افتائی تقریر میں یوں کہا۔

لیکن محنت کی سیاسی معیشت کی قیمت میں حاد امداد اور امداد کی سیاسی معیشت پر ایک عظیم ترقی تو کبھی ہوئی تھی۔ ہم لوگ امداد باہمی تحریک کا تذکرہ کرتے ہیں اور خاص طور پر ان امداد باہمی کارخانوں کا ذکر کرتے ہیں جنہیں چند جرمانہ بازوں نے قائم کیا۔ ان عظیم تجربات کی افاتیوں کی بنیاد پر جان سکتا ہے کہ یا تو اتحادیت ثابت ہو سکتی ہے یا نہ ہو سکتی ہے۔

ممالکوں کے جو مزدوروں کو روزگار فراہم کرتے ہیں، طبقہ کی موجودگی کے بغیر چل سکتا ہے، اور اس کو شش کو شرا اور پونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مزدوری کے ذرائع پر جاریہ رفا قائم کر لیا جائے۔ اور مزدوروں پر ممالکوں کا تسلط ہو جائے اور مزدور استحصال کا شکار بن جائیں۔ غلام مزدوروں کی طرح گریہ کے مزدور بھی ایک عارضی اور گھٹیا سماجی شکل ہے اور متحدہ مزدوروں کے سامنے یہ آہستہ آہستہ غائب ہو جائیں گے کیونکہ متحدہ مزدور خوشنوشی اور رفاور فیرت سے اپنے فرائض انجام دیں گے۔

مارکس کے نقطہ نظر میں امداد باہمی تحریک تو سرمایہ دارانہ نظام میں تغیر کھلانے والی ایک طاقت ہے۔ مارکس نے اپنے مصنفین بنام عارضی بزل کاؤنسل کی وضوح کے لئے ہدایات، مختلف سوالات (مزدوری - مارجن ۱۸۶۷ء) میں یوں کہا۔

ہم لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ امداد باہمی تحریک طبقاتی جدوجہد پر مبنی ہے جو موجودہ سماج کو تبدیل کرنے کے لئے ایک

ہمارے ملک مع مغربی بنگال میں، جہاں ذی فہم اور روشن لوگوں کے درمیان مارکسزم کا اثر نمایاں ہے، اس بات کے سلسلہ میں کہ مارکس کے خیالات اور امداد باہمی تحریک کے درمیان کیسا مناسب تعلقات ہیں، بہت سارے لوگوں کے خیالات ابھی بھی مندرجہ ہیں۔ بہت سارے لوگوں کو اس بات کا یقین ہے کہ امداد باہمی مارکس کے خیالات کے ہم رنگ نہیں ہے اور یہ کہ یہ ایک قدامت پسند اصلاحی تحریک ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام حضرات جو اکثر بر انقلاب سے بعد سوویت روس میں اشتراکیت کی تعبیر کے لئے امداد باہمی کے امور کو روک رہے ہیں وی آئی لینن کے کردار سے اور اشتراکیت ملکوں میں امداد باہمی سوسائٹیوں کی کارکردگی سے واقف ہیں، ہمیشہ یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ مارکس اور فریڈرک انجیلس نے امداد باہمی تحریک پر بہت سارے مضامین لکھے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹ویں صدی کے وسط میں جبکہ یورپ کے چند ممالک میں، خاص طور پر جرمانہ، جرمنی اور متحدہ لینڈ میں امداد باہمی تحریک شروع ہوئی تھی، تو کارل مارکس نے اس تحریک کی بابت بہت سارے مضامین لکھے۔ انہوں نے اپنے بہت سارے مضامین میں ۱۸۵۱ء اور ۱۸۵۲ء کے درمیان شائع ہوئے امداد باہمی تحریک کی اہمیت اور حدود کی وضاحت کی۔ فریڈرک انجیلس کے نام ۲۴ مئی ۱۸۶۷ء کو اپنے ایک خط میں انہوں نے امداد باہمی تحریک کو کاٹا سراپا۔

مارکس کو امداد باہمی کی صورت میں پیداوار کے سرمایہ دارانہ

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آج سے ایک سو سال سے زیادہ عرصہ قبل مارکس نے امداد باہمی کو ایک عوامی اور فائدہ مند نظام بتایا۔ اپنی کتاب کپٹل (۱۸۶۷ء) میں مارکس نے اس کی ادارت فریڈرک ایبلز نے کی، مارکس نے واضح طور پر یہ بات بھی کہ وہ امداد باہمی نظام کو موجودہ سرمایہ دارانہ نظام سے کہیں زیادہ بہتر سمجھتے ہیں اور یہ کہ وہ اس بات کی جھلک دیکھ رہے ہیں کہ پیداوار کے نظام میں امداد باہمی کے خدو اور بونے سے سرمایہ دارانہ نظام اب بے گھر بن چکا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے کہا:-

نظام قرض مرہابہ دارانہ اسٹاک کمپنیوں کی بہت دیر کی تفسیر کی
 کے لئے نہ صرف اہم بنیاد ہے بلکہ یہ کم و بیش قومی سطح پر امیدوار باہمی اداروں
 کی بہت دیر کی تفسیر کے لئے مساوی فائدہ فراہم کرتا ہے۔ مرہابہ دارانہ اسٹاک
 سماں خالص کے ساتھ امیدوار باہمی کارخانوں کو تہذیبی پذیر سمجھنا چاہیے۔
 یعنی پچھلے دور کے مرہابہ دارانہ قرض کار کی جگہ مشترکہ کارخانہ کار۔ ان دونوں
 میں واحد قرض یہ ہے کہ اصل کارخانہ کو ملتی ہے۔

محنت کش طبقے زیرِ بھار پڑتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی معیشت و عشرت کے درمیان
ان کی فستہ حالی اور بھی بڑھ جاتی ہے اور ان مزدوروں کو دلا اور سماجی جوڑ
بھونچا پیچھا مار کس نے محنت کش طبقوں کو یہ ہدایت دی کہ انہیں ایسے حالات
میں کیا کرنا چاہیے۔ اپنے ایک انٹرویو میں جیسے اخبار دی وکٹ نے اپنے
سارجرالی کے شمارہ میں شائع کیا تھا، انہوں نے یہ ہدایت دی،
• علاج کے لئے انہیں دھکروں پر بھر دسہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ان کے لئے لازمی
بن گیا ہے کہ وہ اپنے معاملہ کو اپنے ہاتھوں میں لیں۔ سرمایہ داروں اور زمیندار
اور ان کے درمیان جو تعلقات ہیں انہیں ان لوگوں کو بدل دینا چاہیے اور ان
کے حق نہیں کما انہیں سب اح میں تغیر کھی لانا چاہیے۔ مزدوروں کی بر مقبول عام
تنظیم کا بھی مقصد ہونا چاہیے۔ زمین اور مزدوروں کی جماعتیں کا روبرو
اور درست موسائٹیاں، امداد باہمی اور اسٹور اور امداد باہمی پیداوار
یہ سب اس مقصد کے حصول کے ذریعے ہیں۔ ان تنظیموں کے درمیان
مکمل اتحاد قائم کرنا، بین الاقوامی تنظیم کا اہم فرض ہے۔“

مارکس نے بہر حال صارفین سے زیادہ مصنوعات تیار کرنے

پہم اس بات کی سفارش کرتے ہیں کہ فنت کش لوگ امداد

نہ صرف مارکس بلکہ اینجلس کے بھی یہاں خیالات تھے۔ کیونکہ

کے وقت میں یسوع میں اور خاص طور پر میری میں ہر وہ شخص کو کہ
کی قیادت میں انہیں کی کو آپریشن سے کہیں زیادہ تھا اور اس وقت کو صاف ہی کہ
آپریشن میں اس کے لئے ہر قسم کی اور اس کے لئے ہر قسم کی
آپریشن میں ہر قسم کی اور اس کے لئے ہر قسم کی

مارکس اجتماعی کاشتکاری یا امداد باہمی کاشتکاری کے حق میں تھے۔ وہ اپنے دور میں روس میں رائے دیہی کھیت کی مثال پیش کیا کرتے۔ یہ نظام اجتماعی یا امداد باہمی کاشتکاری کے نظام سے بہت ہی نزدیک تھا۔ دیہاتیوں کے فضا کے جواب کے پہلے ڈرائسٹ میں مارکس نے کہا:۔

”موجودہ دور میں روس کے دیہی کلون جن مشکلات سے دوچار ہیں، انہیں الگ رکھتے ہوئے اور اس کی دستور کی شکل اور تدریجی پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ بات صاف صاف طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اس کی ایک بنیادی خصوصیت یعنی قطعاً آراہی کی مشرق کی ملکیت اجتماعی پیداوار کے لئے قومی بنیاد ہے۔ مزید برآں روسی کھیتکاری کی انہیوں سے واقف ہیں، اسی لئے ایک روسی کسان کو معیشت کے جبری نظام کو اجتماعی نظام میں تبدیل کرنے میں بڑی آسانی ہوئی ہے کیونکہ معاشرہ کے تحت سرسبز قطعاً آراہی میں، جنہیں منقسم نہیں کیا تھا، پالنے کے نکاس یا عام مفاد کے اسی طرح کے دیگر کام کاج میں معروف عمل رہتا ہے۔“

مارکس نے امداد باہمی سوسائٹیوں کے ممکنہ انحطاط کے خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے لوگوں سے کہا تھا:۔

”اس بات کی سوچ ختم کے لئے کہ وہ انحطاط امداد باہمی سوسائٹیاں عام متوسط درجہ کی جوئنٹ اسٹاک کمپنیوں میں تبدیل نہ ہو جائیں، تمام بے روزگار مزدوروں اور ملازمین کو طواغیت معصوم کے مالک ہوں یا نہ ہوں، مساوی طور پر کھشیش کرنی چاہئیں۔ عارضی صورت کے پیش نظر ہم معصوم کے مالکوں کو کم شرح پر سود دینے کو راضی ہیں۔ آج کی امداد باہمی تحریک کے لئے یہ انتباہ ضروری ہے۔“

مارکس نے امداد باہمی کے نصب العین کی اس وقت کو بڑی اہمیت دی ہے۔ انہوں نے امداد باہمی تعلیم کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ ”ہم لوگوں نے تمام امداد باہمی سوسائٹیوں سے اس بات کی سفارش کی ہے کہ وہ اپنی مشترکہ آمدنی کے ایک حصہ کو فنڈ میں تبدیل کر دے اور اسے قرض و مثال کے ذریعہ، بالفاظ دیگر، نئی امداد باہمی سوسائٹیوں کے قیام کے لئے اور امداد باہمی کی بابت متعلقہ لوگوں سے کی تعلیم و تربیت کے لئے امداد باہمی کے اصولوں کی پرچار پر غور کیا جائے۔“

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امداد باہمی تحریک کی ابتدا سے ہی سادہ دینی میں اس امر کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یہ تحریک امداد باہمی کی نشوونما اور تربیت اور تعلیم کے لئے اپنی آمدنی کے ایک حصہ کو مخصوص کر دے گی۔ اور مارکس نے اس نظریہ کی تائید کی۔

مارکس کے اس سلسلہ میں خیالات بالکل واضح ہیں کہ محنت کشوں کی تحریک کے لئے صرف اس حد تک کہ وہ صرف مزدوروں کی نہ کہ حکومتوں کے حاکموں کی یا برہنہ داؤں کی آزاد تخلیقات ہوں، امداد باہمی سوسائٹیاں کافی اہمیت کی حامل ہیں۔

مارکس نے کبھی بھی فرڈیننڈ لائل کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ لائل کی رائے یہ تھی کہ ایک محکم امداد باہمی تحریک بالکل بے کارسی تحریک ہے۔ کیونکہ اس سے ضرورت کے طور پر قیمتوں میں عام اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن امداد باہمی کی اہمیت تو اس حقیقت سے عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ بڑا دھڑکتی ہوئی نئی کمی ہے، اور اس نے یہ ثابت کر دکھایا کہ سرمایہ داروں کے بغیر بھی مزدور معیشت کا بہتر طور پر انتظام کر سکتے ہیں۔

گرچہ مارکس کو امداد باہمی تحریک پر یقین کامل تھا اور انہوں نے محنت کشوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ اس تحریک میں شامل ہو جائیں۔ تاہم انہیں اس بات پر یقین نہ تھا کہ امداد باہمی سوسائٹیاں سرمایہ دارانہ سماج کو اشتراکیتی سماج میں تبدیل کر دیں گی، اس سلسلہ میں انہوں نے یہ کہا:۔ ”محرمہ بالکل بھلی طرح پر ہیں، تاہم امرت پانے والے اپنے اپنے طور میں اس میں بہتری لاسکتے ہیں لیکن امداد باہمی نظام سرمایہ دارانہ سماج کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ سماجی پیداوار کو آزاد امداد باہمی محنت کے ایک بڑے اور ہم آہنگ نظام میں تبدیل کرنے کے لئے عام سماجی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اور سماج کے عام حالات میں اس وقت تک تبدیلی نہیں ہوگی جب تک کہ سرمایہ کی منظم طاقتیں یعنی سرمایہ داروں اور زمینداروں کے ہاتھوں سے پروڈیوسروں کے ہاتھ پر راستی طاقت منتقل نہ ہو جائیں۔“

اور اسی لئے مارکس نے کہا تھا کہ سیاسی طاقت پر فہم حاصل کرنی ہی محنت کشوں کا اہم فرض ہے۔

مارکس نے بالکل صاف طور پر یہ کہا تھا کہ سماجی پیداوار تو اشتراکی سماج کی اہم بنیاد ہوگی۔ اور یہ آزاد امداد باہمی محنت کے ایک وسیع اور ہم آہنگ نظام پر مشتمل ہوگی۔



معنری بیگم کا مہمانہ راسخہ

MAAGHREBI BENGAL

1st July 1983

REGD. NO. WB/100-4

Vol. 30 No. 13

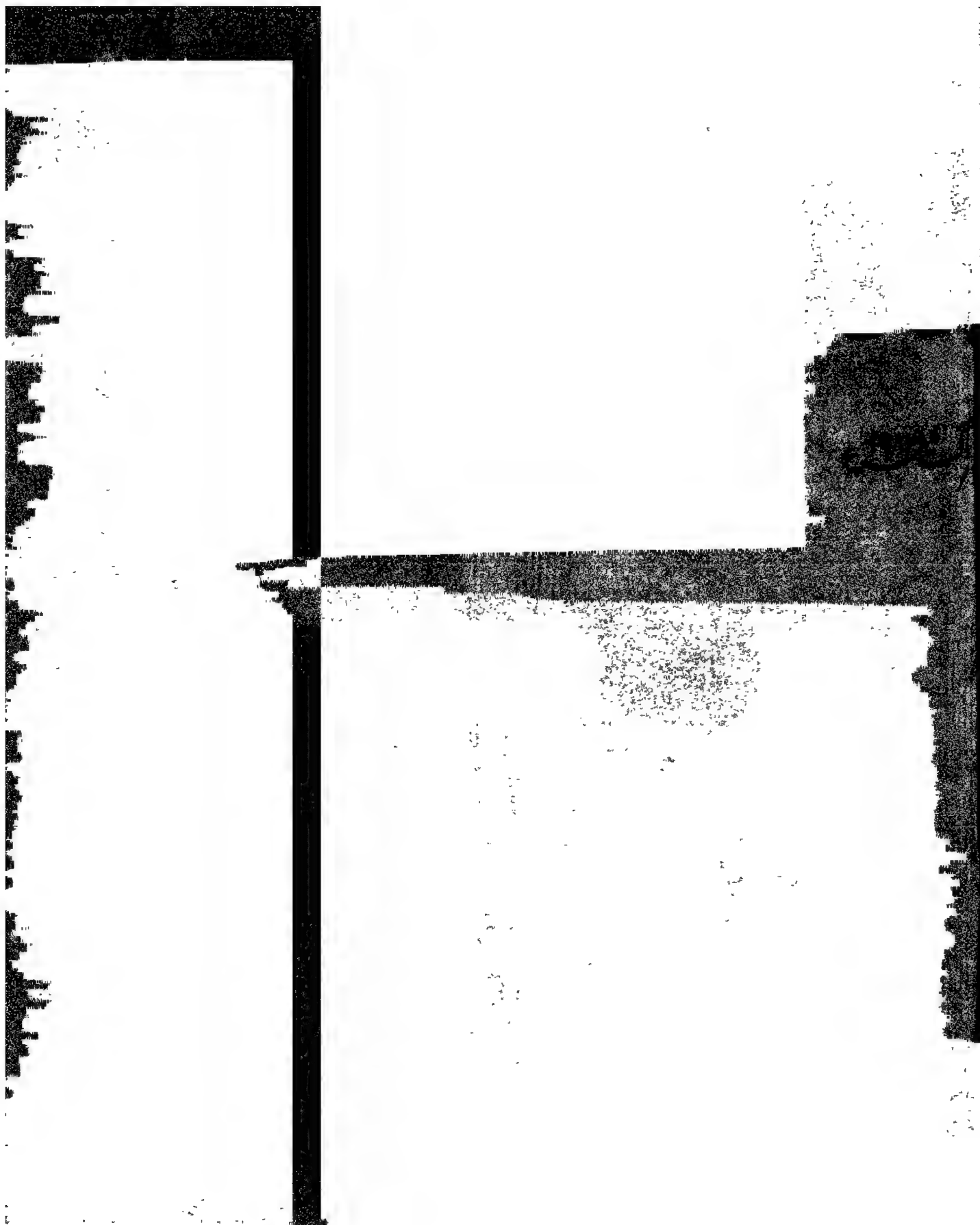
PRICE 200 Paise



وزیر اعلیٰ شری مہیچ پاسونٹک سہی امدان کے سلسلہ میں شیشیر پنج کلکتہ
میں منعقدہ ایک جلسہ میں سامعین کو خطاب کرتے ہوئے۔



Editor : B. M. Dutta, Associate : Md. Azam, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. Govt. of West Bengal
and Printed by IMPRESSIVE IMPRESSION 10, Dr. Kartick Bose Street, Calcutta-700 009.



مغربی بنگالہ

مدیر اعلیٰ: پرستین بھٹا چاریہ
مدیر: دھرمیندر ناتھ دت
مدیر معاون: محمد اعظم

جلد نمبر ۲۰ یکم اگست ۱۹۳۲ء شماره نمبر ۱۲۰

۲۰ سے شمارہ میوے

- ۱۔ نظم — زلف چلیپا
- ۲۔ بایں محاذ کی کامیابیاں
- ۳۔ صنعتی مناظر
- ۴۔ غزل لکھیے
- ۵۔ زراعت
- ۶۔ اصلاحات آرائی
- ۷۔ ایک انٹرویو
- ۸۔ مغربی بنگالہ میں تحقیق و تنقید
- ۹۔ پنجابیت
- ۱۰۔ تعلیم — سرگز اور ریاست
- ۱۱۔ ولی دکنی

مغربی بنگالہ میں بایں محاذ حکومت کے چھ سال

اس عمومی شمارے کی قیمت ۲۵ پیسے

زلف چلیبا

اپنے ہاتھوں اپنی بربادی کا اتنا اہم
اب تو بولے آتش و بارود ہے ہر بات میں
فرق گیتی پر نظر آتا ہے پھر کانٹوں کا تاج
لٹ رہی ہے ساری خلقت جل رہی ہے کائنات
جس زمین سے علم و حکمت کے خدا پیدا ہوئے
وہ محمدؐ کی زمین وہ ابن مریمؑ کی زمین
اس کے دل میں موت ہے اس کی نظر میں موت
خلوتوں میں موت ہے شاہی شہزادوں میں تو
برگھی کو چے میں مرگ ناگہاں کا رقص ہے
زندگی کی اب کہیں پھل نظر آتی نہیں
بڑی دیکھی تھی ایسی بڑی دیکھی نہ تھی
موت کا لبریز سا غر غر حاضر کے غلام

آفریں ہے تجھ پہ اسے سرمایہ داری کے نظام
آندھیاں شعلہ بڑا ماں غول کی برسات میں
کتنی ماؤں کی سہانی گودیاں ویراں ہیں آج
موت کو شادمانی غرق ماتم ہے حیات
جس زمین سے ارتقا کے انبیاء پیدا ہوئے
رام و لکھن کی زمین کرشن کی گوتم کی زمین
اس زمین کے ہر نشیلم بام و در میں موت ہے
مندروں میں معبدوں میں اور کلیساؤں میں موت
زرگری کا رقص ہے سودو زیاں کا رقص ہے
اب کسی سینے میں روح شادمان گاتی نہیں
بڑی زلف چلیبا میں کبھی دیکھی نہ تھی
پی اور اپنے ہاتھ سے پی لے کے سرمائے کا نام

عزم آزادی سلامت، زندگی پائیدہ باد
سرخ پرچم اور ادھوا ہوا بے ادب زندہ باد

ہائیں محاذ حکومت نے مختلف میدانوں میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

شہری مورد مکر قبے، چبڑ میں ہے
ہائیں محاذ کی ہے۔

گذشتہ اسمبلی انتخابات میں منزلی بنگال کے عوام نے ہائیں محاذ کو منتخب کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہائیں محاذ نے ترقیات کے مختلف میدانوں میں اور عوام کے فلاح و بہبود کے لئے گرانقدر خدمات انجام دی تھیں۔ برہمنی مورد مکر قبے چبڑ میں ہائیں محاذ کی ہے۔ منزلی بنگال کے ضلعوی نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ ہائیں کہیں انٹرویو کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سوال :- منزلی بنگال میں گذشتہ چھ برسوں میں ہائیں محاذ حکومت کی کامیابی اور ناکامی کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟
جواب :- گذشتہ چھ برسوں میں منزلی بنگال کی ہائیں محاذ حکومت نے بہت سارے پروگراموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ ان کارناموں کا میں پہلے ذکر کروں گا۔
ذہن جمادے لوگوں کو جن میں کسان، مزدور اور متوسط طبقہ کے لوگ شامل ہیں معاشی فوائد حاصل ہوئے بلکہ ان کے جمہوری حقوق کو وسیع اور مستحکم بنادیا گیا۔ ان کی وجہ سے ان میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔ وہ صاحب اب اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ہائیں محاذ اپنے محدود اقتدار کے اندر رہتے ہوئے بھی اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ کیونکہ مرکز میں اس کی سیاسی مشغولی نہیں ہوتی۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ایسے محدود اختیارات سے تمام بنیادی مسائل کو مکمل طور پر حل کرنا آسان نہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود لوگوں نے دوسری بار بھی ہائیں محاذ کو برسر اقتدار لایا۔ اس کی وجہ ہائیں محاذ حکومت پر ان کا معتمد و اعتماد ہے کیونکہ اسی حکومت نے اپنے محدود وسائل کے ذریعہ ان کے مختلف مسائل کو حل کیا ہے۔

۱۹۷۷ء میں ہم لوگوں کو جو ورثہ ملے وہ نفی کے ورثہ تھے۔ لہذا اس وقت لوگوں نے کانگریس کی ظالم حکومت کے خلاف ہمیں ورثہ دئے تھے۔ لیکن گذشتہ اسمبلی انتخابات میں لوگوں نے ہائیں محاذ کو منتخب کیا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہائیں محاذ نے ترقیات کے مختلف میدانوں میں اور عوام کی عام فلاح و بہبود کیلئے گرانقدر خدمات انجام

دی تھیں اور اسے ہم مثبتی ورثہ کہہ سکتے ہیں۔ ہائیں محاذ کی عام کامیابیوں کے درمیان اب بھی ایسے مسائل ہیں جن میں حل کرنا ہے۔ حکومت میں نقل و علی کا مسئلہ بھی بہت ہی شدید بن چکا ہے۔ کیونکہ اس شہر میں سڑکیں بہت ہی تنگ ہیں۔ حکومت میں کل شہری علاقہ کے صرف ۶ فیصد علاقہ سڑکوں پر مشتمل ہے۔ جبکہ دیگر شہروں میں سڑکیں ۱۳ تا ۱۵ فیصد علاقوں پر مشتمل ہیں۔ ہر روز ہزاروں لوگ باہر سے حکومت آتے ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہی حالت بجلی کی بھی ہے۔ ملک کے بجلی سیکٹر میں ناقص مرکز میں منہور بے بدی کی وجہ سے گذشتہ دہائی کے شروع ہی سے زیادہ تر ریاستوں کو بجلی کی شدید کمی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جبکہ مرکزی منصوبہ بھی جن کے مطابق ہائیں محاذ حکومت کام کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ایسے منصوبوں کی تکمیل کیلئے کافی وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مزدوری و مزدوں کی سہولت کے کام کاج میں بھی کبھی کبھی سازش کرنے والوں کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں جس بات سے تعزیت ملی ہے وہ ہے عوام کی تائید اور جس کے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ منزلی بنگال میں جب ہائیں محاذ کی حکومت برسر اقتدار آئی تو اس وقت کامریڈ میوٹی باسو نے یہاں علاقے کیا تھا کہ حکومت صرف ریٹرو گریڈنگ ہی کام نہیں کرے گی بلکہ حکومت اپنے فیصلوں میں عام لوگوں کی مرضی سے رجحان حاصل کرے گی۔ وزیر اعلیٰ کامریڈ میوٹی باسو اور آر جی بانی کامریڈ پروموداس گپتا کے مشترکہ بیان میں اس عزم معتمد کی جھلک ملتی ہے کہ منزلی بنگال میں سندھو کے سیاست کو ختم کر کے امن و امان کا بہت ہی عمدہ نظام قائم کیا جائیگا۔ گذشتہ چھ برسوں سے ہم اسی اصول پر قائم و دائم ہیں۔ ہائیں محاذ کی کامیابی

حقوق میں ریاست میں پرہیز۔ عوام کو پروا گندہ کرنے کی کوششیں کہ
 نقیب۔ لیکن انہیں ناکامی کا سامنا کر۔ بڑا۔ انہیں عوام کی تائید حاصل نہ
 تھی۔ آج انہیں مساوی جمہوری حقوق حاصل ہیں۔ مگر اس کے دورِ حکومت
 میں انہیں ان کے سارے حقوق حاصل نہ تھے۔ اب وہ اپنے حقوق کا غلط
 استعمال کر رہے ہیں اور انتشار پھیلانے کی کوششیں کرتے ہیں کیونکہ
 ان کے پاس اپنے درجہ کو ظاہر کرنے کیلئے دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔
 ناکامیوں کی بابت تو یہ کہوں گا کہ اس کی اہم وجہ ریاست کے باقوت
 میں محدود اختیارات ہیں۔ اس ریاست کے مالی وسائل اور انتظامی
 اختیارات بہت ہی محدود ہیں۔ باقی محاذ نے اس بات کا سہارا لیا
 فقار مرکز۔ ریاست تعلقات کے ڈھانچے کو از سر نو تیار کیا جائے اور
 ریاستوں کو اور بھی زیادہ مالی وسائل اور انتظامی اختیارات دئے جائیں
 اگر ریاستوں کو مستحکم نہیں بنایا جائے گا تو مرکز بھی مستحکم نہ ہو سکے گا۔ ہماری
 تحریک کی وجہ سے شریعتی انداز گاندھی نے اس معاملہ کا جائزہ لیٹے کیلئے
 سرکار یہ کمیشن مقرر کیا حالانکہ ہم لوگوں نے اسی بات پر زور دیا کہ دستور
 میں ترمیم لائے بغیر ہم اس مسئلہ کو حل نہیں کر سکتے۔ اس سلسلہ میں
 ہماری تحریک عوام کے مطالبات کی عکاسی کرتی ہے۔

چونکہ مغربی جگہاں میں باقی محاذ برسرِ اقتدار ہے اس لئے
 بہت سارے میدانوں مثلاً صنعت، زراعت، تعلیم وغیرہ میں اسے
 ریاست کو مزدوری اشیاء سے محروم رکھا جا۔ ہے۔ کوئلہ اور اسباب
 کار مساوی کرایہ ہے۔ لیکن روٹی کا نہیں۔ یہ ریاست الیکٹرک صنعت
 قائم کرنا چاہتی ہے، لیکن مرکز نے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔
 بیمار صنعتوں کے سلسلہ میں جو تجاویز پیش کی گئیں تھیں شاید وہ بھی مشروط
 تعمیر نہ ہو سکیں گے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان محدود صنعتوں کو زیرِ سرکاری
 ملکیت میں سمیٹ دیا جائے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہم لوگ این آر
 ای۔ پی۔ اور کام کے لئے خوراک پروگراموں کے ذریعہ معاشی ملاحات
 میں کام کرتے ہی جا رہے ہیں۔ اردان پروگراموں کے ذریعہ ہم ۵۵ کروڑ کم
 کرنے کے دن پیدا کر سکے۔ زرعی مزدوروں کے لئے ہفتہ میں تین دنوں
 کا جگہ چھ دنوں تک کیلئے روزانہ فراہم کیا جاسکا۔ اگر ہم اس کام کے لئے
 چار لاکھ ٹن اناج طلب کرتے ہیں تو ہمیں دو ڈھائی لاکھ ٹن سے زیادہ
 اناج نہیں دیا جاتا ہے۔ نیز اس کی سہائی بھی بہت ہی بے منابطہ ہے۔

ریاستی حکومت کی طرف سے لہجوں میں بکریں کیلئے دودھ
 کی تقسیم

ماہی گری

پینے کے پانی کے سپلائی کے کام پر جکڑے

ہم مرکز کی مسلسل تفریق کی آمد بھی خالص پیش کر سکتے ہیں۔ مغربی بنگال میں جمہوری تحریک کی رفتار جوں جوں تیز ہوتی جا رہی ہے توں قندہ جمہادی مانگوں کے مرکز کا دباؤ بڑھنا ہی جا رہا ہے۔ قومی تحریک کے دھڑوں سے مغربی بنگال کا علم و ستم کا سامنا کر رہا ہے۔ مگر نہ مغربی بنگال میں جمہوری تحریک کو کوئی دیا نہیں سکا۔ ہمارے سامنے نا انصافی سے مڑنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم آگے بڑھیں گے۔

۳۔ مغربی بنگال کے حالیہ خفقہ بخایت انتخابات میں بائیں محاذ کی فتح کے سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۳۔ بخایت انتخابات ۱۹۸۲ء میں بائیں محاذ کی فتح اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ہم لوگوں کو جو ووٹ ملے وہ مشق و دھڑ ملے۔ کچھ کچھ مغربی بنگال کے عوام گذشتہ پانچ برسوں میں ریاستی حکومت کے کارناموں سے خوش ہیں۔ گذشتہ بخایت انتخابات میں لوگوں نے کانگریس کے قدامت و دھڑ دئے۔ اس وقت کانگریس بھی منقسم تھی لیکن ۱۹۸۲ء کے بخایت انتخابات میں ان لوگوں نے متحدہ طور پر بائیں محاذ کے غلات مہم چلائی لیکن وہ محاذ کو شکست نہ دے سکے۔ دونوں بخایت انتخابات کے تناظر مختلف ہیں۔ لیکن لوگوں کی تائید سے بائیں محاذ کو کامیابی حاصل ہوئے۔

جمہادی پارٹی کے درکوں پر زبردست حملے کئے، افتراق پسند

اور فرقہ پرستوں نے بددیگندے کئے۔ کانگریسوں نے متحدہ مہم چلائی، چھانڈ کھنڈ کے مہران نے بھی منظم کوششیں کیں۔ سبھوں نے بائیں محاذ کے خلاف مہم چلائی، اس کے باوجود وہ سب عوام کو گراہ نہ کر سکے اور بائیں محاذ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن ہمیں معرور ہونا نہیں چاہیے۔ ہم سبھوں کو کانگریس کی دہشت کی سیاست جیسے وہ معنائی علاقوں میں پڑے غاروں نے کو کوشش کر رہی ہے کی روک تھام کے لئے اپنی توانائی کو صرف کر دینا چاہیے۔ بہر حال اس فتح کو ہی واجب اہمیت دینی چاہئے۔ یہ حقیقت کہ اسی شدید صورت حال میں بائیں محاذ نے بائیں جمہوری یکتائی کو مغربی بنگال میں مستحکم بنا یا، کافی سیاسی اہمیت کی حامل ہے۔ اب سبھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ترقی کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے اتحاد۔

ہم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عوام کی فلاح و بہبود کے تمام پروگراموں کو اجتماعی کوشش کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ انفرادی کوششیں ناکام رہیں گی۔ جو کچھ وسائل محدود ہیں اس لئے کسی بات کے سلسلے میں

فیصلہ کرنے سے قبل سبھوں کو اس بات کے لئے گفت و شنید کر لینا چاہئے۔ عوام کے دفاعی پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور عوام کے مفادات کے تحفظ کے لئے جمہوری طریقہ کار کو دوبارہ عمل لانا چاہئے۔

۴۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مغربی بنگال میں بائیں محاذ کے کامیابی دیگر ریاستوں میں جمہوری تحریک میں دودھ بھونک دے گی اور کیا اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ اس تحریک کو کل ہند کامیابی حاصل ہوگی؟

۴۔ مغربی بنگال کی بائیں محاذ حکومت نے ہندوستان کی دیگر ریاستوں میں بائیں جمہوری طاقتوں پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے۔ مغربی بنگال کے باہر مہاں کہیں ہم جاتے ہیں لوگ اس ریاست میں بائیں محاذ حکومت کی کارکردگیوں کی بابت پوچھ کچھ کرتے ہیں۔ ہم لوگ جتن ترقیات انقلاب کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں ان میں زیادہ تر کارنامے نہیں ہوتے۔ کیونکہ جو لوگ اس اہم دامن کے حاکم ہیں وہ ہمارے مخالف ہیں۔ اسی لئے حکومت مغربی بنگال کے خارج کردہ رسالے، پیچھے بنکر (بنگلہ) ویسٹ بنگال (انگریزی) پیچھے بنگال (ہندی) اور مغربی بنگال (اردو) مختلف ریاستوں میں بھیجے جاتے ہیں تاکہ وہاں کے لوگوں کو ان رسالوں سے عاری ترقی کی بابت کچھ معلومات فراہم ہوں۔ اس نشر و اشاعت کی وجہ سے دیگر ریاستوں کے لوگوں کو اس جمہوری تحریک شروع کرنے میں کافی تقویت ملتی ہے اور اگر نشر و اشاعت کے کام کا اچھی طرح انتظام کیا جائے تو اس سے دیگر ریاستوں میں لوگ اپنی تحریکوں کو مستحکم بنا سکیں گے۔ نشر و اشاعت کے کام کو معرور طور پر دوبارہ عمل لانا چاہئے۔ ورنہ لوگوں کو جمہادی کامیابی ہمارے مسائل اور ان مسائل کی وجہ کی بابت معلومات حاصل نہ ہوں گے۔ بائیں محاذ حکومت سارے ہندوستان کے سامنے بائیں جمہوری تحریک کی ایک مثال کی طرح کام کر رہی ہے اس لئے اس کی کارکردگیوں کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت پر زور دینا چاہئے۔



مغربی بنگال میں بدلتے ہوئے صنعتی مناظر

ادارہ - کوشنابید و گھوش

وزیر، شعبہ صنعت، حکومت مغربی بنگال

یونس ایکٹ کی ترمیم کے سلسلہ میں حکومت ہند کے پاس بھی سفارشات پیش کی گئیں۔ یونس کی ادائیگی کے لئے یونس ایکٹ میں ترمیم کے بعد مالک - مزدور اجتماعی بات چیت کو کافی تقویت پہونچی۔ ریاستی مزدور مشورہ بورڈ کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد یونس کی ادائیگی کے سلسلہ میں ہدایت نامہ جاری کئے گئے۔ بعد کے برسوں میں بھی اس طریقہ کار کو دوبارہ عمل لایا گیا۔ اور اس طرح یہ امن وامان قائم کرنے میں کافی معاون ثابت ہوئے۔

گزشتہ چھ برسوں میں بائیں محاذ حکومت کے شعبہ صنعت کے سرگرمیوں کے جائزہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ۱۹۷۱ء میں بڑے تالوں کے ۱۲۹ واقعات جن میں ۵۹۶۶ افراد متحمل تھے، برسے جبکہ ۱۹۸۲ء میں صرف ۱۱۱۳ افراد متحمل ہوئے۔ ۲۶ واقعات روئے ہوئے۔ تالہ بندی کے واقعات بھی ۱۹۵۲ء میں ۱۵۲ سے کم ہو کر ۱۹۷۲ء میں ۱۱۵ ہو گئے۔ پھر ۱۹۷۲ء میں ۱۱۶ کا رفا بند ہو گیا اور اس کی وجہ سے ۱۱۳۶۶ افراد متاثر ہوئے۔ برطانوی اس کے ۱۹۸۲ء میں تالہ بندی کے صرف ۳۶ واقعات ہوئے اور ان سے ۳۱۸۵ ملازمین متاثر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۲ء تک پھر ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۲ء تک مغربی بنگال میں بڑے تالے، تالہ بندی اور تالہ بندی کا تجزیہ درج ذیل ہے :-

فہرست

۱۹۷۱ - ۷۲ء

واقعات کی تعداد - متاثر ہونے والے مزدوروں کی تعداد

بنگال - ۹۳۹ - ۱۵۶۲۰۰۰

تالہ بندی - ۷۵۳ - ۲۰۱۰۰۰

تالہ بندی - ۵۸۷ - ۹۵۸۲۷

مغربی بنگال میں بائیں محاذ حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد اس ریاست کے صنعتی تعلقات کے مناظر میں نمایاں تبدیلی ہوئے ہے۔ ٹریڈ یونین تحریک مجموعی طور پر خاموش ہو چکی تھی کیونکہ انگریزوں کے دوران اس پر زبردست دباؤ ڈالا گیا جس کی وجہ سے مالکوں سے بات چیت کرتے کے لئے یہ اپنی مجموعی طاقت کو صوبہ بھر میں دلوں کی طرح برونے کا نہ لاسکی۔

نئی وزارت کا اہم مقصد یہ ہے کہ ایسی پالیسیاں مرتبہ کی جائیں جن سے محنت کشوں کو فائدہ پہونچے اور انگریزوں کے دوران مزدوروں اور ملازمین کے ساتھ جو نا انصافیاں کی گئیں انہیں دور کیا جائے۔ مزدوروں کے حائز مطالبات اور جدوجہد کا تاثر دہرتے ہوئے حکومت نے ایسی پالیسیاں مرتبہ کی ہیں۔ جن کا مقصد یہ ہے کہ محنت کش لوگ ٹریڈ یونین سرگرمیوں کو آزادی کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔ ان قوانین میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ ٹریڈ یونین حقون کی حفاظت کی جائے اور انہیں فروغ دیا جائے۔ ساتھ ہی ٹریڈ یونین کی تمام قانونی تحریکوں کی حفاظت اور فروغ کی کوشش کی جائے۔

برسر اقتدار آنے کے فوراً بعد ہی نئی حکومت کی نظامت محنت نے آجروں کی تنظیموں کے نام سرکلر (خطوط) جاری کئے، جن میں ان سے درخواست کی گئی کہ انگریزوں کے دوران جن مزدوروں اور ملازمین کو بے روزگار بنا دیا گیا تھا انہیں پھر سے برسر روزگار کر دیا جائے اور جو ملازمین مغربی بنگال میں ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۲ء کے سیاسی حالات کے پیش نظر اپنی ملازمت کو جاری نہ رکھ سکے انہیں پھر سے کام پر لے لیا جائے۔ مزدوروں کے تنازعات کے تصفیہ کے لئے تمام سرکاری تنظیمیں جیسے ریاستی مزدور مشورہ بورڈ وغیرہ کی اجازت کی گئی اور ان کی اندرون تنظیموں کی گئی۔

فہرست

۱۹۷۷-۸۲ء

واقعات کی تعداد	شاخہ خزانہ کے مزدوروں کی تعداد
۵۸۹	۶۸۵۰۰۰
۶۸۶	۶۶۹۰۰۰
۶۱۹	۳۷۹۲۰

منظم سیکرٹری موجودہ حکومت اجتماعی بات چیت کی بہت اڑائی کرنے کی پالیسی کو برسرِ عمل لارہی ہے۔ کیونکہ باہمی بات چیت تنازعات کے تصفیہ کا ایک اہم آلہ ہے۔ اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ اجتماعی سودا بازی کے نتیجہ میں بائیں محاذ کے دور حکومت یعنی ۱۹۷۹ء میں انجیرنگ صنعت، پاٹ صنعت، سوئی کپڑے کی صنعت، اور مینہ ملوں میں اور ۱۹۸۱ء میں چائے صنعت میں اجرت کے سلسلہ میں، سالکان اور مزدوروں کے درمیان سمجھوتہ ہو گئے۔ انجیرنگ پاٹ، سوئی کپڑے اور چائے کی صنعتوں کے ساتھ کسے کسے سمجھوتے کی عیاد پوری ہو چکی ہے۔ اور وہاں مزدور اس بات کے متنی ہیں کہ ضروریات زندگی کے بڑھنے ہوئے اخراجات کے پیش نظر ان کی اجرتوں کی سڑوں پر نظر ثانی کی جائے۔ بائیں محاذ حکومت کی لیبر پالیسی اور پروگرام کا مقصد یہی ہے کہ محنت کش لوگوں کے معیار زندگی میں اور کام کرنے کے حالات میں بہتری لائی جائے اور ان کے جمہوری حقوق بحال کر دیے جائیں۔ اور ان کی حفاظت کی جائے۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ریاستی حکومت نے مزدوروں کے مطالبات کے منشور پر مذکورہ بالا چار صنعتوں کی متعلقہ پارٹیوں کے ساتھ گفت و شنید کا سلسلہ شروع کر دیا تاکہ ملے جلے کام کا ایک نیا معاہدہ ہو جائے۔

محنت کش طبقہ کے لئے بہتر امداد، تحفظ اور فوائد فراہم کرنے کے پیش نظر بائیں محاذ حکومت ہمیشہ لیبر قوانین میں مناسب ترمیمات لانے کی کوششیں کیں۔

صنعتی تنازعات ایکٹ ۱۹۴۷ء میں جہاں تک اس کے اطلاق کا تعلق مغربی بنگال سے ہے، ترمیم لائی گئی۔ اس ترمیم کا مقصد یہ ہے کہ عدالتی کارروائیوں میں تیزی لائی جائے، مصالحتی کارروائیوں کو درست پر غم کیا جائے اور مختلف فورس کے فیصلوں کو بہتر طریقہ پر بروہ عمل لایا جائے۔ نیز اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ اس ایکٹ کو رو بہ عمل لانے میں کسی

مغربی بنگال کے صنعتی مناظر



مغربی بنگال کے دیہی اور چھوٹی صنعت

حکومت کی نسبت راجل نہ چھوڑ دینا مالی انتظامات کرنے کے خلاف تحفظ کی کارروائی کی جائے۔ اس ایکٹ کے تحت نئے معاوضہ کی ادائیگی کو مہنگی کی ماقبل شرح پر قرار دیا جائے۔ اس ایکٹ کے دی۔ بی۔ باب کے تحت زیادہ سے زیادہ پورٹریٹ کو لایا جا رہا ہے کیونکہ اب مالکوں کو اپنی پورٹریٹ میں لے آئے یا پھینک دی گئے۔ یہاں سے قبل انھوں نے حکام سے ایسا کرنے کی اجازت لینے پڑتی تھی۔ مزدوروں کی زیادہ سے زیادہ ملحد و بیہودہ کے لئے مصفیٰ تنازعہ ایکٹ ۱۹۴۷ء میں مزید ترمیمات لائی گئیں۔ نیناس ایکٹ کی دفعہ ۱۲۱ سے اور اس میں بھی ترمیم لائی گئی تاکہ انفرادی تنازعات کو اندر ہی آسانی سے لیبر ایڈسٹریبل ٹرائل بونٹس کے پاس پیش کیا جاسکے۔ روزگار کے لحاظ سے زیرِ ملاحظہ مزدوروں کی روزگار کے تحفظ اور ان کی فلاح و بہبود کے اقدامات کے سلسلہ میں حفاظت کے لئے ریاستی اسمبلی نے ٹینڈل دودھیل پاس کیا۔ بائیں محاذ حکومت نے واجب الادا مکان کے کرایہ کے ہتھ کی شرح کو ۱۳ فیصد سے بڑھا کر ۵ فی صد کر دینے کے لئے مکان کرایہ ہتھ ایکٹ میں بھی ترمیم لائی۔ ریاستی ایکٹ میں ایک ترمیم کے ذریعہ پیشہ ورانہ اداروں کے ملازمین کو بھی خالص اینڈ اسٹبلشمنٹ ایکٹ کے دائرہ عمل میں لایا گیا۔ ریاستی حکومت نے ۱۹۶۹ء میں ٹریڈ یونین بل میں ایک ترمیم لائی گئی تھی اس ترمیم کے تحت اس ایکٹ میں مزدوروں کی طرف سے مالکوں سے بات چیت کرنے کیلئے نمائندوں کے انتخاب کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اس ترمیم بل کو منظور ہی حاصل کرنے کے لئے صدر ہند کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ لیکن ابھی تک مرکز نے اس بل کو رد کے رکھا ہے۔ ریاستی حکومت اب اس بات پر غور کر رہی ہے کہ کیا ضرورت کے پیش نظر اس سلسلہ میں قانونی تبدیلی لائے مزید غور و خوض کیا جاسکتا ہے؟ دیگر قانون سے یہاں آنے والے مزدوروں پر کمپنوں کو کرنے اور ان کے لئے چند دفاعی اقدامات کرنے کے لئے ریاستی حکومت نے بین ریاستی ہماہر مزدوروں کو امن مرتب کئے۔ بچوں کے روزگار کے سلسلہ میں حکومت نے ریاستی بچہ مزدور مت ادنیٰ بورڈ کی تشکیل کی اس بورڈ کے ذمہ یہ کام دیا گیا کہ وہ بچہ مزدوروں کے مسائل کا مطالعہ کرے اور ان کی مدافہ اور تحفظ کے لئے اقدامات کی تجویز پیش کرے۔

ان سیکشنز میں جہاں تعلیم نہیں ہے حکومت گذشتہ چوبیسویں میں مزید کارخانوں میں کم از کم اجرتیں مقرر کی ہیں۔ نیز کارخانوں میں کم از کم اجرت کی شرحوں میں نظر ثانی کی۔ تباہ کارخانے (بٹری بنائے) اور نہایت بزرگ کارخانوں کی کم سے کم اجرت کی شرحوں میں نظر ثانی کی گئی اور ان میں

امعانہ کو دیا گیا۔ کم سے کم اجرت ایکٹ ۱۹۴۷ء کو جو تھوڑے بہتر طور پر عمل لانے کے لئے ہلاک سطح پر کم از کم اجرت انسپکٹور مقرر کئے گئے۔ انہیں ہیڈ مڈاری مہینہ گئی کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ معائنات مزدوروں کو حکومت کی مقررہ شرح پر کم از کم اجرتیں مل رہی ہیں۔

زیر غور عرصہ میں ای۔ ایس۔ آئی (ایم۔ بی) اسکیم کے میدان میں اس ریاست میں خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے۔ اس اسکیم کے ہیڈ شدہ افراد کی تعداد ۵۶-۱۰ لاکھ سے بڑھ کر ۳۰-۱۲ لاکھ ہو گئی اور اس اسکیم سے مستفید ہونے والوں کی تعداد ۴۲ لاکھ سے بڑھ کر ۵۲ لاکھ ہو گئی۔ زیر غور عرصہ میں ای۔ ایس۔ آئی ہسپتالوں اور ان میں بستروں کی تعداد میں بھی کافی اضافہ ہوا۔ ہسپتالوں کی تعداد ۹ سے بڑھ کر ۱۲ اور بستروں کی تعداد ۲۰۵۵ سے بڑھ کر ۳۱۵۵ ہو گئی۔ ٹھاکر پوکھر ۲۴ پرگنہ میں ۳۰ بستروں پر مشتمل ایک ای۔ ایس۔ آئی ہسپتال تعمیر کرنے کا کام جاری ہے۔ ان ہسپتالوں میں سے کافی تعداد میں قابل اچھے اور ایل لوگوں کی تقرری کیلئے مرکز و کشیش کی جا رہی ہیں۔ نیز ہسپتالوں کے کام کاج کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ایک سے مشاوری کمیٹی بھی قائم کی گئی ہے۔ بائیں محاذ حکومت نے ۱۹۸۰ء میں پہلی بار اس ریاست میں ای۔ ایس۔ آئی (ایم۔ بی) اسکیم کے تحت ہسپتالوں میں آڈٹ ڈویژن مریضوں کے علاج کا سلسلہ شروع کیا۔ اس عرصہ میں آمد کی مزید ۵۱ دکانیں کھولی گئیں۔ ایمپلائس گارڈیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور اب اکی جگہ ۲۰ گاڑیاں ہیں۔

بائیں محاذ حکومت نے ۱۹۷۷ء میں تبادلاً روزگار کے مفاد کے ذریعہ لائسنس یافتہ کی پالیسی کو اپنایا اور اب اس پالیسی پر مقررہ پرنٹل چورہا ہے۔ نیز اس پالیسی کو مناسب طور پر رد و بدل لانے کے لئے حسب ضروری انتظامی اقدامات بھی کئے گئے۔ روزگار کے متلاشیوں کے مفاد کے لئے بائیں محاذ حکومت نے تبادلاً روزگار کے مزید ۲۵۵۵ دقتا تراد ۳۲ روزگار اطلاعات و امداد میز رکھوئے۔ ریاستی حکومت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس ریاست کے ہر سب ڈویژن میں کم از کم تبادلاً روزگار کا ایک دفتر قائم کیا جائے۔ اور اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس فیصلہ کو مکمل طور پر رد و بدل لایا گیا۔ ہر دفتر کے کام کاج کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ایک مشاوری کمیٹی قائم کی گئی۔ ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۸ء کے درمیان اس ریاست میں تبادلاً روزگار کے دفاتر کے ذریعہ ۷۰۰۰ سے زیادہ روزگاروں کو برسرِ روزگار کیا جاسکے ہیں

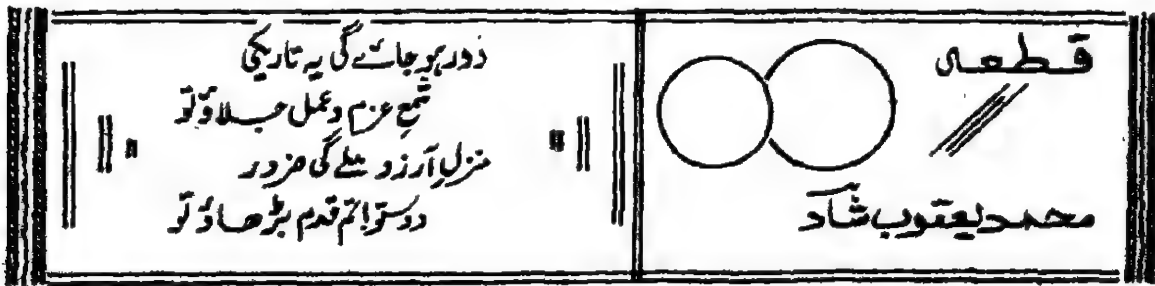
ہندسہ میں گیس رٹ بائیں

حکومت نے یکم اپریل ۱۹۷۱ء سے بے روزگاری امداد اسکیم رائج کی۔ اب بھی اس اسکیم پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اس اسکیم سے اب تک ۲۷ لاکھ بے روزگارانہ مستفید ہوئے اور اب تک اس میں ۱۳۰۰۰ کروڑ روپے خرچ کیے گئے۔ اس اسکیم سے مستفید ہونے والے تقریباً ۲۵۰۰ لوگوں کے ذریعہ اس اسکیم کے تحت مختلف کام پروگرام میں تقریباً ۱۵ لاکھ کام کرنے کے دن پیدا کیے جاسکے۔ پوری ترقیاتی تنظیم کو مستحکم بنایا گیا۔ مختلف صنعتی ترقیاتی اداروں/مرکزوں میں جدید پیشہ ورانہ کام کاج کی انسانی یونٹوں میں جن سے خود روزگاری اور روزگار کی فراہمی میں بڑی آسانی ہوگی، عمریت دینے کے لئے اقدامات کیے گئے۔ ان پیشہ ورانہ کام کاج کے لئے جن کی تربیت کے سلسلہ میں صنعتی ترقیاتی مراکز میں کوئی انتظام نہیں ہے، تربیت دینے کے لئے ایک نیا بنیادی ترقیاتی مرکز قائم کیا گیا ہے۔ ریاستی حکومت نے کلکتہ کے سائٹ ایک کے علاقہ میں ۲۰ ایکڑ قطعہات آرائشی مرکزی حکومت کو دیئے۔ یہاں مرکزی اسٹاف تربیتی اور تحقیقی انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے گا۔

مزدوروں کو اور بھی زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کے مد نظر مغربی

کولہ گھاٹ میں زیر تعمیر قسریں پادما پٹرنے

ہنگالی مزدور روزانہ ۱۰ روپے مزدوروں کے لئے تین اور تعطیل مکانات، توہیکر یہ پورہ اس ریاست میں ٹھوس مادی ڈھانچہ سنٹر سے بات چیت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تاکہ مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے اور بھی زیادہ سہولتیں فراہم کی جاسکیں۔ اپنا گھراؤ بناؤ، اسکیم کے تحت اس پورہ نے بیڑی کے کاریگروں کو ۹۰-۴۰ روپے دینے کی غلطی تصحیح کی۔ لیبر انتظامیہ کے میدان میں تمام مختلف سرگرمیوں میں حکومت کو بہت ساری بندشوں کے تحت کام کرنا پڑتا ہے، اس کے باوجود مقامی سودا باز کو فروغ دینے کے لئے اپنی سلسل کو ششوں کے ذریعہ اس ریاست میں عام طور پر مزدور طبقہ کے لئے زیادہ سے زیادہ بہتری فراہم کر سکے۔ روزگار کے میدان میں بے روزگاروں کی تعداد کافی بڑھ گئی ہے لیکن روزگار کے کافی مواقع فراہم کرنا ممکن نہ ہو سکا۔ ایسی صورت حال سے خاص طور پر ہم ہی دوچار ہیں، ایسی بات نہیں۔ یہ تو بڑے بڑے بنیادی معاشی بحران کی ایک شکل ہے۔



جان نثار اختر

عزیزی

فرست کار فقط چار گھڑی ہے یارو
یہ نہ سوچو کہ ابھی عسیر پڑی ہے یارو

اپنے تاریک مکانوں سے تباہ رہ گئے
زندگی جمع لئے دور پہ گھڑی ہے یارو

ہم نے صدیوں انہیں ذروں محبت کی
چاند تاروں سے تو کلاں لٹری ہے یارو

فاصلہ چند قدم کا ہے منالیں چل کر
صبح آئی ہے مگر دور گھڑی ہے یارو

کس کی دہلیز پہ لے جا کے سبائیں اسکو
بیچ رہے ہیں کوئی لاشیں پڑی ہے یارو

جیب بھی چاہیں گے ترمانے کو بد ڈالیں گے
مرف کھینے کے لئے بات بڑی ہے یارو

اُن کے بن جی دکھائیں گے انہیں یونہی ہی
بات اتنی ہے کہ خدا اُن پڑی ہے یارو

تمام عسیر غذاؤں کا سلسلہ تو رہا
یکم نہیں ہیں جینے کا حوصلہ تو رہا

گذر ہی آئے کسی طرح تیرے دیوانے
قدم قدم پہ کوئی سخت مرسلہ تو رہا

چلو نہ عشق ہی جیتا نہ عقل ہار کی
تمام وقت مزے کا مقابلہ تو رہا

میں تیری ذات میں گم ہو سکا نہ تو مجھ میں
بہت قریب تھے ہم پھر بھی فاصلہ تو رہا

روش و روش پہ جو کاہنگ اٹھے بھی تو کیا
بچن سے دور گلاش کا قافلہ تو رہا

یہ اور بات کہ ہر گھڑی لا آ با لی تھے
تری نظر کا دلوں سے معاملہ تو رہا

بہت حسین سی وضع احتیاط تری
مری ہوئیں کو ترے پیار سے گلہ تو رہا



زراعت

بہارِ ہندوستان میں زراعت کی حالت

۶۔ زرعی ترقی کے لئے کوآپریٹو اور نجیاتوں کو موثر طور پر بروئے کار لانا۔

۷۔ فاضل زرعی مزدوروں کے لئے خاص طور پر اس موسم میں جب زرعی سرگرمیاں سمست ہو جاتی ہیں، روزگار و فراہم کرنے کے سلسلہ میں زرعی محاذ میں روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرنا۔

۸۔ کسانوں کے لئے غلہ مجیر اور کسانوں کے پیشین جیسے سماجی تحفظ کے اقدامات کو جاری رکھنا۔

گزشتہ پانچ برسوں میں اس ریاست میں غذائی صورت حال تسلی بخش نہ تھی۔ صرف دو برسوں میں ۷۷-۷۸ء اور ۷۸-۷۹ء میں غذائی اجناس کی پیداوار میں کچھ بہتری ہوئی۔ ۷۷-۷۸ء کے اگست اور ستمبر میں جنوبی بنگال میں تین بار مسلسل سیلاب کی وجہ سے کھیتوں کی کھڑی فصلوں کو کافی نقصان پہنچا۔ تقریباً ۲۰ کروڑ روپے کی مالیت کی فصل برباد ہو گئی۔ نیز ریت کے جم جانے سے زرعی کھیتوں کو کافی نقصان پہنچا۔ آب پاشی کی چھوٹی تنصیبات کو کافی نقصانات برداشت کرنے پڑے۔

ان تنصیبات کے نقصانات کا تخمینہ ۵۶ کروڑ روپے ہے۔ ۷۷-۷۸ء کے سیلاب کے بعد ۷۸-۷۹ء میں شدید خشک سالی نے خریف کی فصلوں پر بہت ہی برا اثر کیا۔ گرمی کے موسم کی ربيع فصل کے زیر کاشت علاقوں میں اور پیداوار میں کافی کمی ہوئی۔ اس کے بعد ۷۹-۸۰ء کے ستمبر، اکتوبر اور نومبر میں نا کافی بارش کی وجہ سے اس دھان کی اچھی قسمیں ہوئی۔ اس خشک سالی کی وجہ سے تقریباً ۵۰ کروڑ روپے کی مالیت کی زرعی فصل برباد ہو گئی۔ اس کے بعد زرعی مزدوروں کے روزگار میں کافی کمی ہوئی۔

سیلاب اور خشک سالی سے متاثرہ برسوں میں یعنی ۷۷-۷۸ء، ۷۸-۷۹ء، ۷۹-۸۰ء اور ۸۰-۸۱ء میں مایدل فصل اگانے کے لئے ہنگامی منصوبہ بند کر کے ساتھ ساتھ، لمبے عرصہ کے چند اقدامات، جیسے چھوٹے پیمانے کی آب پاشی اسکیموں کے ذریعہ سیرابی کھولتیں مپانی میں ڈوبے کھیتوں سے پانی کا نکاس، غلہ مجیر اسکیم کی توسیع، نئے نئے اقسام کے غلوں کی کاشت وغیرہ، حکومت نے کئے تاکہ ایسے فطرتی حادثات کی وجہ سے زرعی شعبہ میں کم سے کم نقصانات ہوں۔

حکومت نے چھوٹے آبپاشی پروجیکٹ کے کمانڈ علاقوں میں صاف کرنے

شروع ہی پائیں محاذ حکومت نے زرعی پیداوار میں بہتری اور ترقی پر زور دیا۔ ساتھ ہی اس نے اس بات کا خیال رکھا کہ کسانوں کو اپنی پیداوار کی اچھی اور مناسب قیمت ملے۔ زرعی محاذ میں روزگار کے زیادہ سے زیادہ امکانات پیدا کرنے اور کسانوں کے کمزور طبقہ کی معاشی، سماجی و فلاح کو پیش نظر رکھتے ہوئے پروگرام اور منصوبے مرتب کئے گئے اور انہیں برسر عمل لایا گیا۔

زراعت اور زرعی ترقی کی بنیادی پالیسی ان باتوں پر مبنی ہے:-

- ۱۔ اصلاحات آراضی کے اقدامات کا موثر اطلاق اور قطعات آراضی کا بہتر استعمال۔
- ۲۔ برگزاروں کے، ساتھ ہی کھیت مزدوروں کے معاشی حقوق کی حفاظت کے لئے معاشی اقدامات کو اپنانا اور انہیں رو بہ عمل لانا۔ ساتھ ہی اس بات کا خیال رکھنا کہ زرعی مزدوروں کو کم سے کم اجرت ملے۔
- ۳۔ آبپاشی کی سہولتوں کی توسیع تاکہ سرسبز و شاداب ۵ فیصد کھیتوں کو آبپاشی کی سہولتیں فراہم ہوں۔ ان سہولتوں میں آبپاشی، پانی کے نکاس اور سیلاب پر کنٹرول کے اقدامات شامل ہیں۔
- ۴۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ زرعی پیداوار کے لئے مناسب قیمتوں پر زرعی خام اشیاء فراہم ہوں۔ نیز غلوں کو گوداموں میں حفاظت کے ساتھ رکھنے، غلوں کی نقل و حمل اور بازاروں میں فروخت، کاروباری غلوں کی پیداوار میں، خاص طور پر خشک سالی سے متاثرہ ہونے والے علاقوں میں، اضافہ۔ ان تمام کے لئے بروقت اقدامات کئے جائیں۔
- ۵۔ زرعی پیداوار کے لئے مناسب اقدامات، مع قیمتوں کی تائید، کو اپنانا۔

دھانے فصل کے کٹائی سے

کو حل کر دیا گیا۔
آب پاشی کی سہولتوں کی توسیع۔ ۱۹۷۷ء سے قبل آبپاشی کی چھوٹی اسکیموں کی تکمیل پر جو اخراجات ہوئے ان کا نصف حکومت بطور امداد فراہم کیا کرتی، لیکن بایاں محاذ حکومت غریب کسانوں کو زیادہ سے زیادہ امداد فراہم کرنے کے پیش نظر ایسی اسکیموں کی تکمیل کے کل اخراجات برداشت کرتی ہے۔

سطحی اور زمین دوز آبی وسائل کی منصوبہ بند کھوج اور تحفہ کے لئے ریاستی حکومت کی پانی کھوج نظامت نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ اس کے تحفہ کے مطابق اس ریاست میں ۱۹۷۲ء تک ۳۳۵ میں سے ۲۲۹ ہلاکوں میں زمین دوز پانی کے امکانات کافی روشن ہیں۔

گزشتہ پانچ برسوں میں چھوٹے پیمانہ کی آبپاشی کی اسکیموں پر کافی زور دیا گیا۔ کم گہرے ٹوب دیلوں کی تعداد، سرکاری اور غیر سرکاری سیکڑوں میں تقریباً ۵۱ لاکھ ہے۔ آب پاشی کی مختلف چھوٹی چھوٹی اسکیموں کے تحت ۱۹۷۰ء میں ۷۳، ۷۵ ہزار ہیکٹارس اور ۱۹۷۱ء میں ۱۶، ۱۷ ہزار ہیکٹارس قطععات آراضی کے لئے آب پاشی کی مزید سہولتیں فراہم کی گئیں۔ ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۷۲ء میں ۳۰، ۳۰ ہزار ہیکٹارس قطععات آراضی کے لئے آب پاشی کی مزید سہولتیں فراہم ہونگی۔

بیج کی پیداوار اور سپلائی۔ اس ریاست کے کسانوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے فی الحال ۳ کروڑ روپے کی مالیت کے بیج (مختلف فصلوں کے) دیگر راستوں سے گھوائے جاتے ہیں۔ اچھے اور بہتر قسم کے بیج کی کافی مقدار میں

دھانے جھاڑا

پودے اگانے کے لئے پانی کے لئے میکس کی مصوبیا کی ملتی کر دیا۔ نیز ایسے پروجنوں کی تنصیبات کے ذریعہ آبپاشی کے لئے بجلی کی باضابطہ سپلائی کا انتظام کیا گیا ہے۔

کلائی اور مسور کی وال، چنا، سرسوں، گہوں، چاول اور سرسری کی چھوٹی پھیلیاں اضلاع میں کاشتکاروں کے درمیان تقسیم کی گئیں۔ نیز اضلاع پرولیا، بانکورا، مڈناپور، میرجھوم، بردوان، ہنگی، اندیا اور مرشد آباد کے علاقوں میں خشک سالی سے متاثر کسانوں کے درمیان مفت تقسیم کرنے کے لئے مقامی طور پر دھان کے بیج خریدنے کے لئے ۸ لاکھ روپے دینے کی منظوری دی گئی۔ نیز خشک سالی سے متاثر کسانوں کی مدد کرنے کے لئے زراعت کے ضروری سازوسامان خریدنے کے سلسلے میں مختصر عرصہ کے قرض دینے کے لئے ۶ کروڑ روپے کی منظوری دی گئی۔

مختارہ محاذ کو اپنے دور حکومت کے ۶ برسوں میں سے ۴ برسوں میں مالٹانی آفات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن اس کے باوجود اس نے زرعی پیداوار میں اضافہ کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

زرعی پیداوار میں، ساتھ ہی روزگار کے امکانات میں اضافہ کرنے کے لئے بائیس محاذ حکومت نے بہت سارے اہم اقدامات کئے ہیں جس سے چند بیج ذیل ہیں۔

ٹی اور پانی کا تحفظ۔ مغربی بنگال کے ۸۷، ۸۵ ہیکٹارس میں سے ۲۰ لاکھ ہیکٹارس قطععات آراضی پانی اور مٹی کے تحفظ کے مختلف مسائل سے دوچار ہیں۔ ۱۹۷۰ء تک ۱۲ لاکھ ہیکٹر کے ایسے مسائل

پیداوار اور سیلابی ہیں اس ریاست کو خود کفیل بنانے کے لئے مغربی بنگال ریاستی محکمہ کارپوریشن قائم کیا گیا ہے۔

بیج کے چھوٹے تھیلے۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ کاشتکاری کے لئے مختلف فصلوں کے لئے بہتر۔

اقسام کے بیج کو مقبول عام بنایا جائے۔ ان غریب کسانوں کو جو اپنے اپنے کھیت میں سال میں ایک سے زیادہ فصلیں اگانا چاہتے ہیں، اس اسکیم کے تحت کافی امداد فراہم کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے آدھ کے لئے ۱۹۷۷-۷۸ء سے ۱۹۸۰-۸۱ء تک بیجوں کی ۱۲۸۹-۷۷۷۷ جوتی تفصیلات کسانوں کے درمیان تقسیم کی گئیں۔

پودوں کی حفاظت کا پروگرام۔ باغیچہ محاذ حکومت کے زیرِ نگرانی آنے کے بعد کے پھل اور دوسرے

سال میں جراثیم کش ادویہ کے ذریعہ ۴ لاکھ قطعات آراضی کی حفاظت کی گئی۔ ۱۹۷۷-۷۸ء اور ۱۹۷۸-۷۹ء میں غلوں کی حفاظت کے لئے علی الترتیب ۲۲ لاکھ اور ۲۷ لاکھ ہیکٹر قطعات آراضی میں جراثیم کش ادویہ استعمال کی گئیں۔ جراثیم کش ادویہ امدادی مشینوں پر فروخت کی جاتی ہیں، اور بعض بعض علاقوں میں غریب کسانوں کے درمیان یہ ادویہ مفت تقسیم کی گئیں۔



کاجو بادام

ایک چائے باغ کا منظر

کاشتکاری کیلئے قرض۔ برگداروں کو زرعی قرض کی سہولت فراہم نہیں تھیں۔ ان لوگوں کی ضرورت

کے پیش نظر زرعی پالیسی از سر نو مرتب کی گئی۔ اس پالیسی کے تحت برگداروں کو مناسب سود پر مختصر عرصہ کے لئے آسان قرض کی سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں۔ پان اگانے والوں کے لئے قرض کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ایک نئے طریقہ کو رد عمل لایا جاتا ہے۔ امداد باہمی سیکنڈ، کاروباری اور قومیائے بنکوں کے ذریعہ قرض کی فراہمی کی سہولتوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

غلہ بیمہ اسکیم۔ یہ اسکیم ۱۹۷۷-۷۸ء سے رائج کی گئی اور اس وقت امن دھان بیمہ کے لئے ۸۲۴۶ کسان اس اسکیم کے تحت آگئے۔ ۱۹۷۷-۷۸ء میں بورو دھان اور ۱۹۷۸-۷۹ء میں روس دھان اور آلو کو بھی اس اسکیم کے تحت لایا گیا۔ اس اسکیم کے تحت چھوٹے اور عارضیاتی کسانوں اور برگدار، بیمہ کے تحت جو پر بیمہ دیتے ہیں، اس کا نصف ریاستی حکومت اور مرکز مساوی طور پر برداشت کرتے ہیں۔

کسانوں کے معیشتی پیشینہ۔ سارے ہندوستان میں پہلی بار ۱۹۷۷-۷۸ء میں اس اسکیم کو رائج کیا گیا۔ اگر پیشینہ پانے والا مر جائے تو اس کی بیوہ اس پیشینہ کی مقدار ہوگی۔

زرعی تحقیق۔ ریاستی حکومت نے نظامت زراعت کی تحقیقی شاخ کو تسلیم کر لیا۔

اصلاحات آراضی



برگہ داروں کے لئے قطععات آراضی کے پٹے

غربت اور افلاس کو دور کرنے کے لئے مغربی بنگال میں بائیں محاذ حکومت نے اصلاحات آراضی کے پروگرام کو کافی اہمیت دی۔ اس پروگرام کے تحت بہت سارے اقدامات کئے گئے۔

سب سے پہلے برگہ داروں کے نام ریکارڈ میں درج کرنے کیلئے کوششیں کی گئیں۔ اس مقصد کے لئے ستمبر ۱۹۷۹ء میں ریاستی حکومت نے ایک خصوصی پروگرام بنام "آپریشن برگہ" کو رو بہ عمل لانا شروع کیا۔ بندوبست کے کام کے ساتھ ساتھ آپریشن برگہ کے تحت بھی کام بڑے زور شور سے جاری ہے۔ یہ اصلاحات آراضی کا اہم اقدام ہے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء تک ۱۲۶.۴ لاکھ برگہ داروں کے نام کاغذات آراضی میں درج کر لئے گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انتہائی حد سے زیادہ فاضل قطععات آراضی کو بے زمین مزدوروں اور غریب اور حاشیائی کسٹوں کے درمیان تقسیم کر دیا جا رہا ہے اس سلسلہ میں انہیں پیٹے دیئے جا رہے ہیں۔ بائیں محاذ حکومت کے تحت قطععات آراضی اور ٹوں کی تقسیم کا کام ۱۹۷۹ء سے شروع ہوا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء تک ۱۴ لاکھ بے زمین مزدوروں اور کسٹوں کے درمیان ۵۷ لاکھ ایکڑ زرعی قطععات آراضی تقسیم کئے گئے۔

جب تک اصلاحات آراضی سے مستفید ہونے والوں یعنی پٹہ داروں اور برگہ داروں کے فائدہ کے لئے مبادلہ فرض کا انتظام نہ کیا جائے اس وقت تک اصلاحات آراضی کے اقدامات ثمر آور ثابت نہیں ہوں گے۔ حکومت جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے، اصلاحات آراضی سے مستفید ہونے والے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ادارتی مالیات کے دائرہ عمل میں لانیکی کوشش کر رہی ہے۔ خریف اور ربیع قرض پروگرام کے تحت ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۱ء میں ترتیب ۵۹... ۷۱... اور ۷۵... ۸۵... غریب کسان اور پٹہ دار مستفید ۷۰ لکھ خریف موسم میں ۳۰۴۴ کسٹوں کے معاملہ کو ادارتی مالیات کے لئے پچایتوں نے کاروباری، گرامین اور کوآپریٹو

بنکوں کے سامنے پیش کر دیا۔ ۸۲-۸۳ء میں ربیع قرض پروگرام کے لئے ۲ لاکھ روپہ کاشتہ رکھا گیا ہے۔ ربیع قرض کی بابت آخری رپورٹ اسی تک موصول نہیں ہوئی ہے۔ لیکن اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ خشک سالی کے باوجود ربیع فصل کا نشانہ ۵۰ فیصد سے زیادہ ہے۔

مغربی بنگال میں ایک اہم کام یہ بھی ہوا کہ زرعی مزدوروں، دستکاروں اور ماہی گیروں کے لئے رہائشی قطععات آراضی کو ریکارڈ میں درج کر نیکا کام بھی شروع کر دیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء تک چھ ہندو بہت و پٹہ داروں نے بے زمین دیہی خاندانوں کی تقریباً ۵۰ لاکھ رہائش گاہوں کے لئے قطععات آراضی ریکارڈ میں لگائیں۔ اس سلسلہ میں یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغربی بنگال اصلاحات آراضی ایکٹ کے تحت حسب معمول جائزہ اور بندوبست کا کام ساری ریاست میں تیزی سے جاری ہے۔ تقریباً ۵۰ فیصد موضوعی میں حقوق کے رکارڈنگ کی مدت کا کام مکمل ہو چکا ہے۔

"مغربی بنگال غیر منقو" جائیداد حصولیابی ایکٹ کے تحت معاوضہ کی ادائے گی کے سلسلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب حرف معاوضہ تحفیہ روئے ۳۴۴ کیس آخری اشاعت کے لئے زیر غور ہیں۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء تک اس ایکٹ کے تحت ۷۵۱ کروڑ روپے بطور معاوضہ ادا کئے گئے۔

سی ایم ڈی اے کے عطیات

سی ایم ڈی اے نے مجاہدپاڑہ میونسپلٹی میں سات اسکولوں کی دکانی اور مرمت کے لئے ۷۹۲۳۰ روپے کی منظوری دی ہے۔ ان اسکولوں کے نام یہ ہیں۔ سٹی ماسٹر ویڈیا پست (بھگت سنگھ) اور ماسٹر کارڈیوٹی اسکول (باسو دیپ پور)، شانتی سوکنتا گریس پرائمری اسکول (سوکنتا پالی)، شوکنتا پرائمری اسکول (جگدل)، این شکنتا مندر (بھیا تپا پاڑہ)، راج پاڑی پرائمری اسکول (ادھ) پور) اور اداسی پرائمری اسکول (مالا پاڑہ پور)۔

پنجابیت کے تحت دیہی علاقہ میں ترقیاتی کام

اس ریاست میں اصلاحات آراشی کے پروگرام میں غریب دیہی کسانوں کے اثاثے، جن پر انکی گزر بسر کا انحصار ہے اور قانونی حقوق پر کافی زور دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں شیڈولڈ کاسٹ و ٹرائب کے خاندان بھی آتے ہیں۔ اصلاحات آراشی کے اقدامات سے ان دونوں طبقوں کے لوگوں کی کافی فائدہ پہونچا۔ اصلاحات آراشی کے اقدامات سے تنہید ہونے والے ہر پانچ افراد میں سے شیڈولڈ کاسٹ کے دو افراد اور شیڈولڈ ٹرائب کا ایک فرد شامل ہے۔

سی ایم ڈی اے نے مزید دو اسکولوں کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے ۲۹۲۲۶۰ روپے دیئے کی منظوری دی ہے۔ وہ اسکول شانتی نگر و دیاسندر (شانتی نگر کالونی، کلکتہ) اور اندرانارائن کرن بالادیا لایا (دیندر چندر دے لین، کلکتہ) ہیں۔

سی ایم ڈی اے نے منٹھ بھگی میں رستہ کے مورچہ کو روک دیا مندر (پرائمری اسکول) کی عمارت کی تعمیر کے لئے ۱۱۳۹۹ روپے دیئے کی منظوری دی ہے۔ تعمیر کا کام سی ایم ڈی اے کا ہے۔ آئی۔ سی ایم اے ڈی کے سیکرٹری انجام دے گا۔ متکرر اخراجات جن میں عمارت کی دیکھ بھال کا خرچ بھی شامل ہے، حکومت مغربی بنگال کا شعبہ تعلیم (ایڈمن) اپنے وسائل سے پورا کرے گا۔

سی ایم ڈی اے نے چاندانی میونسپلٹی کے تحت ۱۰ نمبر وارڈ پرائمری اسکول کی عمارت کی تعمیر کے لئے ۵۵۰۰ روپے دیئے کی منظوری دی ہے۔ تعمیر کا کام چاندانی میونسپلٹی انجام دے گا۔

مغربی بنگال کے لئے

ترسیل ذرا کا پست

بزنس مینجیر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

۲۳ آر۔ این۔ سکھری روڈ، کلکتہ نمبر ۱۰۰۰۰

شرح خریداری سالانہ ۳۰ روپے

”کسانوں کو بائیں محاذ حکومت سے طرح طرح کی مدد ملی“

ایک بریگاد

ضلع بنگلی میں جیل گھاٹے گاؤں کے سنگرم ہلاک کے ایک مندرجہ ذیل گروہ بریگاد شیخ نور محمد منڈل نے بتایا کہ مغربی بنگال میں اگر بائیں محاذ حکومت نہ ہوتی تو انہیں زمینداروں اور حالیہ خشک سالی سے نمٹنے میں یقیناً بڑی دشواری ہوتی۔ شری منڈل نے بتایا کہ ”ہم لوگوں نے بریگاد کے ذریعہ جو تیاروں (زمینداروں) کا مقابلہ کیا اور یہ بائیں محاذ حکومت ہی تھی جس نے ہماری جدوجہد میں ہماری پوری پوری حمایت کی۔“ انہوں نے مزید کہا کہ کسانوں کو امداد کے سامان، علاقائی پچا تیاروں کے جو مضامین علاقوں میں ترقیاتی کام کاج میں بہت ہی موثر کردار ادا کر رہے ہیں ذرا دیکھ لیں۔

شری منڈل نے جنکا خاندان آٹھ افراد پر مشتمل ہے، ہمیں بتایا کہ وہ صرف دھان اور گجھوں اگاتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں کہ وہ کاشتکاری کے سلسلہ میں موجودہ حکومت کی مارگڈاری کے متعلق کیا محسوس کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ انہیں دوسرے کسانوں سمیت بائیں محاذ حکومت سے طرح طرح کی مدد ملی، کبھی کھاد کی صورت میں اور کبھی بیج کی صورت میں۔ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ بائیں محاذ کے برسرِ اقتدار رہنے کے متعلق ہیں۔ کیونکہ صرف بائیں محاذ کے دور حکومت میں ہی ترقیاتی اسکیم اور پروگرام کی تکمیل ممکن ہے۔

جب ان سے ان کے علاقے میں ترقیاتی کارکردگی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اس کارکردگی کا تجربہ کرتے ہوئے بتایا کہ علاقائی بنیادی تاحیاتوں اپنے اپنے علاقے کے مسائل کے متعلق برابر پوچھتاچھ کرتی ہیں جب انہیں مسائل سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ متعلقہ حکام کو ضروری اقدامات کے لئے فری طریقہ پر متعلق کرتی ہیں تاکہ مسائل کو دور کیا جاسکے۔

شری منڈل نے مزید کہا کہ اس طرح ان کے علاقے میں پینے کے پانی کی مسئلہ سرکاریوں کی تعمیر کام مکمل کر لیا گیا ہے۔

— ایک بریگاد —
کس نے بھری موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھائی ہے خوشے انقلاب
(اقبال)

جن سال قبل ایک تنگ کھال کی ازسرنو کھدائی کی گئی اور اس کی وجہ سے کھیتوں میں کام کرنے والے کسانوں کو کافی سہولتیں فراہم ہوئیں۔

شری نور محمد منڈل نے آخر میں مزید بتایا کہ ”یہاں عرصہ دراز سے متہد اور مسلمان دونوں ایک ساتھ مل جل کر رہتے ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے درمیان کوئی نا انصافی نہیں ہے، اور نہ کبھی پیدا ہوگی۔ اگر جہیزاں کثیر القعداد فریب عوام بستے ہیں تاہم یہاں قانون شکنی نہیں ہوتی۔ جہاں تک عام فلاح و بہبود کا سوال ہے، ہمارے ہمارے اس فروغ دے رہے ہیں۔ غریب بھی بہت سارے مسائل ہیں تاہم ہم کام کر رہے ہیں۔ ہمیں انتظار ہے، لیکن ہم نا امید نہیں ہیں۔“

مغربی بنگال میں اردو تحقیق و تنقید

یہ جزو تحقیق طلب اسر ہے کہ مغربی بنگال میں تحقیق و تنقید کے سفر کا آغاز کب اور کہاں سے ہوا سنگڑاب تک جو تحقیق ہوئی ہے اس کی روشنی میں یہ بتایا جاسکتا ہے کہ مغربی بنگال کے اردو ادب میں تنقیدی و تحقیقی رجحان نے فورٹ ولیم کالج کی اردو نثری خدمات کے بعد سے ہی پیدا ہونے لگا تھا۔ فوٹ ولیم کالج کی اردو نثر کے بعد اردو نثری خدمات تیزی سے شروع ہو گئیں۔ اولاً افسانے اور انشائیہ وغیرہ لکھے جانے لگے۔ متعدد تنقیدی و تحقیقی مقالے سیر عام ہوئے۔ اور آزادی کے قبل تک کئی تنقیدی اور تحقیقی تصانیف منظر عام پر آئیں۔ ان تصانیف میں مرزا جاں پیش کی ”اردو مملووات“ (۱۸۱۱ء) جیسے جے مترارنا کی ”سنسہ رنگشا“ (۱۸۵۱ء) ”مہد الفغور لسناس“ کی ”سمن شعور“ (۱۸۷۱ء) ”زبان ریختہ“ (۱۸۵۵ء) ”تذکرہ معاصرین“ (تحقیق و تنقید) اور ”انتخاب نقص“ (مستمر نقادوں رسالہ ۱۸۷۴ء) اور انشع کا انتقادی رسالہ طومار اسقاط“ (۱۸۷۷ء) وغیر قابل ذکر ہیں۔

مغربی بنگال میں تنقیدی و تحقیقی لائح اور انشع کے حدم میں ہی پیدا ہو چکا تھا۔ اب تک تحقیق کی روشنی میں بدلا شہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مغربی بنگال میں اردو تنقید و تحقیق کی باضابطہ بنیاد لائن نے ہی ڈالی اور انشع سے رشتہ تک اور ہر رشتہ سے وابستہان و رشتہ کے آفری زینے کمپوچ کر یہ اپنے پورے فدو حال کے ساتھ نمایاں ہو گئی۔ آج بنگال تنقید و تحقیق کے میدان میں کسی صوبے سے پیچھے نہیں۔ یہاں آزادی کے بعد تحقیق و تنقید کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ اور بے بہرے متعدد کتابیں منظر عام پر آئیں۔ مغربی بنگال کے اردو ادب میں دسیرج اسکالر کے مقالات بھی کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان مقالات کی

کی روشنی میں اردو تحقیق کے نت نئے راستے کھل گئے۔ تحقیق اپنی تیز رفتاری کے ساتھ راہ سفر میں بہت آگے نکل آئی اور تنقید اپنی سست لگائی شکار ہو کر پیچھے رہ گئی۔ اردو تحقیق کے مقابلے میں اردو تنقید پر شروع سے ہی توجہ کم دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے انتقادی سرمایہ خال خال نظر آتا ہے۔ اس کی کچھ جڑیں ہیں (۱) مغربی بنگال کی سنگلاخ زمین پر اردو ادب کو پیچھے میں کافی دشواریاں پیش آئیں۔ نتیجتاً بعد از وقت یہاں ادبی و علمی کام شروع ہوا (۲) یہاں کے اردو داں طبقہ ہمیشہ سے مٹاڑ پسند زیادہ ثابت ہوئے اس تعلیم یافتہ اور وقت پسند ذہنوں کی کمی ہے (۳) اور محوڑ سے بہت جو وقت پسند اور باشعور قلمکار ہمارے سامنے آتے ہیں تو وہ تنقید سے منہ موڑ کر تحقیق کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اس کی پہلی وجہ یہ کہ تحقیق کے مقابلے میں تنقید کا راستہ زیادہ خطرناک ہے۔ تنقید کے لئے خدا داد صلاحیت اور وسیع معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ اس کے لئے عالمی ادب (جہاں تک ممکن ہے) کے مزاج اور اس کے رجحانات سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ ایم۔ اے۔ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد در طلباء دسیرج کو پکڑنا جانتے ہیں وہ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ اور ڈی۔ لٹ کی ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے تحقیق کا سراپا میں شغول ہو جاتے ہیں اور پھر ان میں تحقیقی ذوق اس قدر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ تنقید کی طرف مڑ کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی بنگال (۱) اب تک کوئی مستقل تنقید نگار پیدا نہیں کر سکا۔

انتقادی سرمایہ خالی:- مغربی بنگال کے اردو ادب میں تنقید کے فدو حال لائح اور انشع کے دور سے ہی مل جاتے ہیں۔ لائح کا مقدر رسالہ ”نقص انتخاب“ (۱۹۲۷ء) جس میں انیس دو تبصرے کے کلام کے نفی و معنوی نقائص کی نشاندہی کی گئی ہے مغربی بنگال میں اردو تنقید کے سنگ بنیاد کی حیثیت

رکھنا ہے۔ انسج کا انتقادی رسالہ "طومار اغلاط" (۱۲۹۷ء) بھی ابتدائی انتقادی کاموں میں کافی اہمیت کا حامل ہے۔ ابتدائی کوششوں میں وقت کلکتہ کے انتقادی مقالات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ عبدالغفور نسج، کمالات حریز، دیوان وکی دیوان مولانا فہیمت بخاری، کلام ملک الشعراء صادق خان اختر، فائز کا انداز بیان، سید محمود آزاد، مولانا علی، داغ دیلوی وغیرہ پر ان کے مقالات "جدید اردو" (کلکتہ)، "نفاذ"، "امد و معنی"، "دکن دیوبند"، "مزن"، "ماہ تو وغیرہ جیسے رسالوں میں شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ جمال صدیقی کی ترتیب کردہ کتاب "مضامین و مشقت" (۱۹۸۲ء) کے مطالعہ کے بعد وقت صاحب کی تنقیدی و تحقیقی صلاحیت کو سراہنا پڑتا ہے۔ تنقید کے میدان میں عبدالغفور حسرت نعمانی اور نیاز احمد خان کی ابتدائی کوششیں بھی قابل قدر ہیں۔ نیاز احمد خان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ "میزان"، شائع ہو کر عہد عام جو چکا ہے۔ ڈاکٹر عبدالرؤف کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ "تلاش معیار" کے ۱۴ سے حال ہی میں شائع ہوا۔ یہ کتاب تنقید میں سنیہ لب و لہجہ اور روایتی انداز تحریر کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ مغربی بنگال میں اردو ادب کے لئے یہ ایک قدر کا نام ہے۔ بروغفور محمود کلکتہ کی پرنسپل شاہ قبول احمد ڈاکٹر ابوبکر نبیل لطیف الرحمن، آغا رشید مرناس نے بھی کچھ تنقیدی مضامین لکھے ہیں۔

ڈاکٹر ظفر گازی کے انتقادی مقالات "حسرت تغیر" ایکے جائزہ "سا فریو" اختر، رجنی غیر، کرشن چندر، بحیثیت انساہ نگار، رت اعروہ کرشن چندر غیر، اور فیض کی فنی ترکیب (جائزہ، فیض بزر) جدید تنقید میں جہاں کی غمازی کرتے ہیں۔

تنقیدی میدان میں ابھی کچھ نئے چہرے ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر راز نظام، ڈاکٹر ایم۔ اے۔ نصر، ڈاکٹر عبدالمنان، پرنسپل شتان احمد، ڈاکٹر یوسف تقی، جناب اشرف چنگیزی اور جناب ظہیر ناقد کے نام گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان کے تنقیدی مقالات اکثر پیشہ ورانہ مسائل و جرائد میں دیکھے کو مل جاتے ہیں۔ حال میں جناب ظہیر ناقد کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ "نفوس و انکار"، منظر عام پر آیا ہے۔ جناب اشرف چنگیزی کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ "بکھرے اور ان کی ترتیب" زیر ترتیب ہے۔ اس طرح دیکھتے ہیں کہ تنقیدی جذبہ مغربی بنگال کے ادبی معلقوں میں تیزی سے ابھر رہا ہے۔ اور نئے لکھنے والوں میں بھی یہ ذوق مدد رہا ہے۔ ہر صاحب ہوا دکھائے دے رہا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسرو ادب میں ہمارے قدامت کی وجہ سے نہ گھٹتی بہت جلد نئے فکر و فن کے ساتھ پوری کردی جائے گی۔

تحقیقی سرمایہ دالہ :- مغربی بنگال میں اردو تنقید پر کام کافی

تاخیر سے شروع ہوا۔ فرزندِ تعلیم کا بچ، کالم کے بعد بیاں کی ادبی سرگرمیاں شعری سرمایہ جمع کرنے میں صرف ہوئیں۔ ذوق کے ساتھ یہ بتانا مشکل ہے کہ یہاں اردو تحقیق کے کی ابتداء کب ہوئی۔ است مری۔ تاہم موجودہ تحقیق کا روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں تحقیق کا جذبہ عبدالغفور نسج اور انسج کے دور میں ہی ابھرنے لگا تھا۔ نسج کی تصانیف "سنن شعور" (۱۹۷۱ء) "تذکرہ المعاصرین"، اور زبان ریختہ، جیسے تراجم ان کی "سنن و نکات"، وہ ادبی تحقیق کا ناول ہے جس میں تحقیق اپنے فہم خانے کے ساتھ پہچان جاتی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں دنا راشدی کی تنقید "بنگال میں اردو" شائع ہوئی۔ اس میں مغربی بنگال و مشرقی بنگال کے تقریباً تمام ادباء و شعراء کو کیے گئے کیے گئے۔ یہ پہلی کتاب ہے جس کے مطالعہ کے بعد بنگال میں اردو زبان و ادب کی تاریخ سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ دنا راشدی کے بعد ایک محقق کی حیثیت سے سید لطیف الرحمن ہمارے سامنے آئے۔ ان کی کتاب "نسج سے مشقت تک" (۱۹۵۹ء) میں شائع ہوئی جو ادبی معلقوں میں کافی مقبول ہوئی۔ اس کتاب میں چار بنگالی شعراء اردو یعنی نسج، انسج، خمس کلکتہ، اور مشقت کلکتہ کی جات ادبی خدمات پر معلوماتی بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب سے نہ صرف ان بنگالی شعراء اردو کے حالات زندگی و ادبی خدمات کا مفصل پتہ چلتا ہے بلکہ ہمیں اس دور کے تاریخ، تہذیب و تمدن کی جھلک بھی نظر آتی ہے، ان کی دور کی کتاب "غالب ہے اور ان کے معترضین" بھی شائع ہو چکی ہے۔ ان کے بعد ڈاکٹر جاوید نبیل کا کام آتا ہے، جنہوں نے متعدد تحقیقی و تنقیدی مضامین لکھے۔ (۱۹۶۱ء میں ان کی کتاب "انیمیریا" صدی میں بنگال کا اردو ادب" شائع ہوئی۔ اس کتاب پر انہیں کلکتہ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری ملی۔ اگرچہ بعض حضرات اسے معذرت کا حقیقی کارنامہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ دنا راشدی کی کتاب "بنگال میں اردو" کا چرچہ اور اس کی تجدیدی شکل بتاتے ہیں، مگر تناظر رہے کہ اس کتاب سے مغربی بنگال میں جدید تنقید اردو تحقیق کا دواج پڑا۔ یہ کتاب آج بھی اپنے انداز کی منفرد کتاب ہے ممکن ہے کلے اس کی حیثیت بھی دنا راشدی کی بنگال میں اردو" کی سی ہو جائے۔

بروغفور احمد قبول احمد تحقیق و تنقید سے وابہانہ لگاؤ رکھتے ہوئے ان کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ چندا لے سال کے نام سے شائع ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے۔ اس مجموعہ میں ان بات سے متعلق مضامین اردو زبان کے ارتقا و اداس کی ترقی کی منازل کو نئے انداز سے سمجھنے میں مدد دیتے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر ظفر گازی نے بھی اردو ادب کو جدید و جدید تحقیقی و تنقیدی مضامین دے ہیں۔ مغربی بنگال کے تذکرے "بلوہ فخر" "مکر" "بلوہ فخر"۔

تفصیل و تنقید کے نام سے ایک نئے ترتیب پر شائع کیا ہے۔ مصنف بنگالی
پرکھ کے تحقیقی مقالے پہلے ہی چشم بزمِ سرسٹی سے جی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری
ملی۔ ان کے تحقیقی و تنقیدی مضامین اکثر بیشتر میاوی ادبی رسالوں میں نظر
آجاتے ہیں۔

پروفیسر عبدالرؤف صاحب نے تحقیق پر بہت سارے کام کئے
ہیں۔ انہیں ان کے تحقیقی مقالہ میر تقی میر کا شعر مرثیہ بادی، برڈی۔ لٹ کے
ڈگری ملی۔ اسے حال ہی میں مغربی بنگال اردو اکیڈمی نے کتابی شکل میں شائع
کیا ہے۔ علاوہ انہیں اردو میں بنگالی الفاظ اور الفاظِ عربیہ اور سرسید اچھے
مقالے ہیں جو بر لحاظ سے معلومات افزا ہیں۔

شائستہ بخت پشاپا، بکیر لاشا صفت تصانیف کے مالک ہیں۔ بنگال
اور اردو سے متعلق کئی تحقیقی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

ان کے علاوہ ٹی کٹرینی ناٹھن، ناظر الحسنی، ظہیر ناسر، دودھ بنگوی،
شمس الزماں، ڈاکٹر راز فہیم وغیرہ نے بھی تحقیقی مضامین لکھے جو ادبی جریدہ و
مساہلی میں شائع ہوئے۔ یہاں پروفیسر فرید الدین صدیقی، آکر صاحب کی کتاب ہے
اردو محاورے کا ذکر بھی مزید ہے۔ انہوں نے بڑی تحقیق اور جانفشانی
کے ساتھ اس کتاب میں "الف" سے "ی" تک اردو میں استعمال ہونے والے
محاوروں کو اکٹھا کیا ہے اور اساتذہ شعر ارا اردو کے کلام سے ان محاورات
کے معانی کا مدعا کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا محققین و نقاد کے بعد نئے لکھنے والوں کی ایک
جماعت نئی آب و تاب کے ساتھ ہمارے سامنے آئی جو مذکورہ اساتذہ کی
نگرانی و سرپرستی میں بڑے بڑے تحقیقی کام انجام دئے۔ ان میں بکیر لاشا صفت
کے مالک ایم۔ اے۔ نے بھی ان کی تحقیقی و تنقیدی کتابیں تخلیق، تحقیق،
تنقید۔ چراغِ راہ، مغربی بنگال میں اردو کا سفر، لفظ و بیکر منظر عام پر آچکی
ہیں۔ ان کتابوں کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہو جائے کہ نعر صاحب میں تحقیقی
و تنقیدی صلاحیت تو موجود ہے مگر جانبِ ادبی کی وجہ سے اسکی اہمیت کچھ گھٹ
کر رہ گئی ہے۔

پروفیسر شائق احمد صاحب مغربی بنگال کے ایک جوان مرد و باصلاحیت
محقق کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی مرتب کتاب "تواریخِ ادب"
ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ ایک کتاب "سوانح عمری" سید محمد آزاد، بہار
اردو اکیڈمی کی جانب سے شائع ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک تذکرہ

مغربی بنگال کے اردو شعراء کے نام سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔

چوکھن مقبول ہوئی۔
نئے لکھنے والوں میں ڈاکٹر یوسف تقی مغربی بنگال کے بالکل محقق اور تنقید نگار
ہیں۔ ان کی کتاب نثری پسند تحریک اور اردو نظم سے ان کی تحقیقی و تنقیدی
صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔

علاوہ انہیں آج کلکتہ یونیورسٹی کے جواں عمر و باعزم ریسرچ اسکالر
کی انجنگ کاوشوں کے نتیجے میں علوم و فنونِ ادب کا نادر پیش ہوا
ذخیرہ بدرجہ وافر جمع ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنے اشعار اساتذہ کے زیرِ سرپرستی
اور علم نگار حضرات کی رہنمائی میں قدیم اردو کی تقریباً تمام کتب و تصانیف و تخلیقات
و نادر کتب تاریخ و تذکرہ کی کھوج کی اور اردو ادب کو مالِ مال کیا۔ اس طرح ہم
دیکھتے ہیں کہ مغربی بنگال میں اس کا لٹریچر کے تحت جو تحقیقی ہوشیاری ان سے
اردو ادب کو کافی فائدہ پہنچا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ تمام تحقیقی مقالات کتابی شکل
میں ہمارے سامنے آجاتے۔ ایسے مقالات میں عبدالمنان کا مقالہ "میرا ہنس
ولی" والے کی نثری خدمات، لازمِ عظیم کا دبستان و عشق، شمیم نور کا آزادی کے
بعد اردو نثر کا "ایم۔ اے۔" نثر کا آزادی کے بعد مغربی بنگال میں اردو نثر،
آمرامی کا پیر و نیرت شہری، فن و شخصیت، یوسف تقی کا اردو نظم کے مختلف
رجحانات، البرکیر جلالی کا کنور۔ ایک بنگالی شاعر، رئیس الزور حسن کا اردو میں
نثری تخلیق، رومی الغام کا ۶۰ کے بعد اردو ناول وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان مقالوں
پر مذکورہ حضرات کو کلکتہ یونیورسٹی سے جی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں ملیں۔

ان کے علاوہ آمرامی کی از سر نو مرتب کتاب "مثنوی رانی رنجیت
رنجھا" اور رئیس الزور حسن کی "تذکرہ نسخہ دلکش" بھی اردو تحقیق کے لئے
قابلِ قدر کارنامہ ہے۔



ستم کے بہت سے ہیں اور عمل
مزدوری نہیں چشم تر کیجئے
وہی ظلم بار و گسر ہے تو بھیر
وہی حیرم بار و گسر کیجئے
ساتر لکھیا لکھی

پنجاب سے

بائیں محاذ حکومت نے

بعد ہی یہ فیصلہ کیا کہ معنائی علاقوں کے مختلف طبقوں کے لوگوں کے نمائندوں پر مشتمل پنچایتوں کی تشکیل کی جائے۔ ۲۴ جون، ۱۹۷۸ء کو پنچایت انتخابات ہوئے اور سرحدی پنچایتوں میں یعنی ضلع سٹیج پر پریسیدوں میرے (کل ۱۵) ہلاک سٹیج پر پنچایت سمیٹوں میں (کل ۳۲۲) اور سب سے پہلی سٹیج پر گرام پنچایتوں میں (کل ۳۲۲) تقریباً ۵۶ نمائندے منتخب ہوئے۔ ریاستی حکومت کے شعبہ ترقیات و منصوبہ بندی کی معاشی منصوبہ بندی شاخ نے۔ اگر گرام پنچایتوں کے نمائندہ نمونے کا جائزہ لیا۔ اس جائزہ سے یہ باتیں معلوم ہوئیں کہ ان پنچایتوں میں ۸۰ فیصد نمائندے مالک۔ کاشتکار اساتذہ، بے روزگار بے زمین مزدور، یرگدار اور کارگیر ہیں۔ مالک کسانوں میں، ۱۰ فیصد تو چھوٹے اور حاشیائی کسان ہیں جن کے پاس فی کس ۵ ایکڑ سے بھی کم قطعات آراضی ہیں۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ممبروں کی اکثریت عوام کے قریب طبقوں کی نمائندگی کرتی ہے۔

سرگرمیاں اور کامیابیاں

شروع کے تباہ کن سیلاب کے دوران امداد کی تقسیم اور دیہی اثاثے کے بحال کے کام میں گرام قدر خدمات انجام دیں۔ پنچایتوں کی کارکنانوں اور عام لوگوں کے تعاون کی نشاندہی اس بات سے ہوتی ہے کہ سیلاب کے دوران لازمی چیزوں کی قیمتوں کو کنٹرول میں رکھا گیا اور وبائی امراض کے پھیلنے اور ان سے روکا جانے والی امور کی تعداد گزشتہ برسوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم تھی۔

اس کے بعد کام کے لئے سو واک یرگدار اور دیہی کام پر گرام کی تشکیل کی۔ ذرا دیریاں بھی پنچایتوں کو سونپی گئیں۔ ان پر گراموں کا مقصد

یہ تھا کہ معنائی علاقوں میں اور خاص طور پر غریب لوگوں کے لئے سہولتوں کے زیادہ سے زیادہ امکانات پیدا کئے جائیں ساتھ ہی مستقل اثاثے بھی تعمیر کئے جائیں۔ پھر نومبر، ۱۹۸۰ء سے ان دونوں پروگراموں کو ایک سے پروگرام میں ضم کر دیا گیا اور نئے پروگرام کا نام قومی دیہی روزگار پروگرام رکھا گیا۔ گزشتہ پانچ برسوں میں گرام پنچایتوں نے ان پروگراموں کو پاسیہ تکمیل تک پہنچانے میں اپنی صلاحیت اور استعداد کو ثابت کر دکھایا۔ میرے اسکیمیں اب کئی چالوں میں اور ۱۹۸۱ء تک ۴۰۰ لاکھ سے زیادہ کام کے دن پیدا کئے گئے۔ ۱۳۵۹۷ سیلو میٹر بحرانی لمبائی کی سڑکیں تعمیر کیں، تقریباً ایک لاکھ ہیٹرائس قطعات آراضی کے لئے آبپاشی کی سہولتیں فراہم کی گئیں اور ۲۳۴۷۷ ہیٹرائس قطعات آراضی کو سیلاب کی نذر سے محفوظ بنا لیا گیا۔ ایسی اسکیموں کی تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ قومی اخراجات میں کافی کمی ہوئی اور ملکہ روایتی طور پر ایسے کام پر کافی قومی اخراجات ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اسکیموں کی تکمیل کے کام کاج کی دیکھ بھال کا کام زیادہ ترقیاتی لوگس اور پنچایتوں کے ممبروں نے کیا اور انہوں نے ایسی خدمات دینا کا راندہ طور پر ادا کیں۔

پنچایتوں کی سرگرمیاں صرف مذکورہ بالا اسکیموں تک، جن کے لئے مرکز نے امداد فراہم کی تھی، محدود نہیں رہی بلکہ انہیں آہستہ آہستہ دیہی ترقی کے مختلف میدانوں تک پھیلا دیا گیا۔ بہت سارے شعبہ جاتی کام کاج کے محدود ارباب بھی پنچایتوں کو سونپی گئے۔ پنچایتیں اب دیہی ترقی، اصلاحات اور چنے کے پانی کی سہولت، بحالت کا قلع قمع، آبپاشی کی چھوٹی اسکیمیں، زرعی خام اشیا کی تقسیم، چھوٹی اور دیہی صنعتیں، بے زمین اور بے گھر لوگوں کے لئے مکانات کی تعمیر، ہومیو پیتھک شفا خانوں سے طبی امداد، کالوں کے درمیان بڑھاپے کی پیش کی تقسیم وغیرہ جیسے میدانوں میں سرگرم عمل ہیں۔ دیہاتوں کے بعد اتنا وہ علاقوں میں پنچایتوں کی مدد سے ۱۹۰ ہومیو پیتھک شفا خانے قائم کئے گئے اور اس طرح دیہاتوں کے قریب لوگوں کے لئے بھی طبی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ پنچایت سمیٹوں کے سرگرم تعاون کے نتیجے میں گھر لوگوں کے لئے ۵۲۰ مکانات تعمیر کئے گئے اور دیہی علاقوں میں کم از کم ۲۰۰ ہیکٹروں پر پینے کے پانی کی سہولتوں میں اضافہ کیا گیا۔ سی اے آرای، یونیسیف، مرکزی حکومت، ریاستی حکومت اور وزیر اعلیٰ کے امداد فنڈ کی مدد سے ضلع پریشدوں نے مختلف

نئی جدید بنانے کے سلسلہ میں ان کی خدمات اور سہ کی ترقی کے لئے تربیت کے ایک وسیع پروگرام کو درجہ عمل لاری ہے۔ پنجاب یوں سے وابستہ حکم اور غیر حکم کو مختلف ترقیاتی مرکزوں میں مسلسل تربیت دی جا رہی ہے۔ انہیں تعلیمی ہمیشہ اول، کاندی، کلنا ہاگرام، کوچ بہار، اور دیگر جگہوں میں واقع ترقیاتی مراکز میں مختلف مروضات معہ مالی انتظام کی تربیت دی جاتی ہے۔ نیز ریاستی حکومت نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ پنجاب یوں کو شیشی اور دیگر مزدوری سہولتیں فراہم کی جائیں تاکہ جو پروگرام انہیں دئے گئے ہیں انہیں وہ ضرورتوں سے پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ زیر غور رصہ میں ۹۵۵ گرام پنجاب یوں کے دفاتر کے لئے مکانات تعمیر کرنے کے لئے عملیات دئے گئے اور ان میں سے اب تک تقریباً ۸۰ فی صد دفاتر تعمیر کر لئے گئے۔ پنجابیت سمیت اور متعلقہ پریشدوں کے دفاتر یا تو تعمیر کئے گئے یا ان کی موجودہ عمارت میں کافی توسیع کی گئی۔ مزید برآں گرام پنجاب یوں کو تکنیکی ہاتھ فراہم کرنے کے لئے تقریباً ۳۰۰ گرام پنجابیت سکریٹریز اور تقریباً ۳۰۰ کھڑک فراہم کئے گئے۔ پنجاب یوں میں بہتر مالی ڈسپلن کیلئے اور حساب و کتاب کے کام میں مدد دینے کے لئے حکومت کے تحت ایک اوڈٹ ایڈاکاؤنٹس آرگنائزیشن کی تشکیل کی گئی۔ سماجی کنٹرول کی ایک مشین کی طرح اور سب مزدور مالی ڈسپلن قائم رکھنے کے آگے کی حیثیت سے چابک (اوڈٹ) کے اصولوں کو پنجاب یوں میں مؤثر طور پر بروئے کار لایا جا رہا ہے۔

دستاویز: اس بات پر بھی کافی زور دیا گیا ہے کہ پنجاب یوں کے اندرونی رسائل کی کھوج لگائی جائے اور انہیں بہتر بنا یا جائے۔ تاکہ پنجابی ترقیاتی وفد کفیل بن جائیں اور وہ خود اپنے معاشی امکانات پیدا کر سکیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پنجابیت ٹیکس کی معقول پالیسی میں بہتری ہو چکی ہے اور ۱۹۶۱ء میں ۸۶ لاکھ روپے کی جگہ ۱۹۶۸-۶۹ء میں ۱۳۳ لاکھ روپے بطور ٹیکس وصول ہوئے۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ آئندہ آنے والی برسوں میں اور بھی زیادہ رقوم بطور ٹیکس وصول ہوں گی۔

یہ بات اب بالکل عیاں ہو گئی کہ پنجابیت سمیت جمہوری لائبریری کا ایک ذریعہ ہے جس نے مغربی بنگال میں دیہی لوگوں کی معاشی سماجی زندگی میں تبدیلی لانے کے لئے ایک نئے سماجی نظام کو اجاگر کیا ہے۔ پنجابی اب زندہ جاوید سماجی تنظیمیں ہیں۔ اور نرل مقصود تک پہنچنے میں انہیں نمایاں کامیابی ہوئی کیونکہ ان کے ذریعہ ہی دیہی معیشت کی متاثر ترقی کو برقرار رکھا جاسکتا ہے اور اس مفاد میں تیزی لائی جاسکتی ہے۔

نوبہاتوں میں ترقیاتی سرگرمیوں کا ایک منظر

دیہی بہت کچھ

ایک مزدور سے انٹرویو

”ہمارا تعلق صرف حقوق سے نہیں فرالغین سے بھی ہے، گزشتہ چھ سال کے دوران مزدوروں کے جمہوری حقوق بحال کر دئے گئے اور ان حقوق کو یاسی بنانے کے لئے ہمیں پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے ہوں گے۔“ یہ ۲۸ سالہ شری تیبیا پرشاد گھوش کا بیان ہے جو کون نگریہ شری گھاس درک پر انٹرویو لیتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ شری گھوش درج بالا کاغذ میں گزشتہ چار سال سے ایک مزدور کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اور ان کے خاندان میں پانچ افراد ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ جب سے بایا سے محاذ پر سرائندہ رہا ہے، ٹریڈ یونین تحریک کو کافی تقویت مل رہی ہے۔ سی آئی ٹی ٹی کے میرٹھی گھوش نے اپنے تجربے سے بتایا کہ اکثر کارخانوں میں پرزائے تنازعات میں بایاں محاذ حکومت کی مداخلت کامیاب ثابت ہوئی۔ شری گھوش نے مزید بتایا کہ یہ بایاں محاذ ۳۰ سے ۴۰ صنعتی سیکٹروں میں صحت منداور حسب معمول ماحول کی بحالی کے لئے چھ سال سے کوشش کر رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ درکوں اور مزدوروں کو بایاں محاذ حکومت پر پورا اعتماد ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے کارگاہوں اور گھروں میں اپنے ارد گرد بایاں محاذ حکومت کی ترقیاتی سرگرمیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو ۱۹۷۵-۷۶ء کے نا انصافی اور ظلم کا تلخ تجربہ ہے، جب بنیادی حقوق صلب کر لئے گئے تھے اور کوئی بھی حرف حق باج معیت کھڑا کر سکتا تھا۔ شری تیبیا پرشاد گھوش نے آخر میں بتایا کہ اہلک دوبارہ ایسے حالات کے رونا ہونے کی اجازت نہیں دیں گے، دیہی وجہ ہے کہ ہم لوگ بایاں محاذ کی حمایت کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمیشہ برسرِ قضا رہیں گے کیونکہ بایاں محاذ کی جمہوری حکومت میں پہلے جیسے جبر و تشدد کے حالات کے رونے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ ہمارا یقین ہے، ہمارا تجربہ ہے۔“

پرشاد گھوش نے آخر میں کہا۔



تعلیم - مرکز اور ریاست

تعلیم اور دستور کے دفعات: ہمارے دستور کو سب

سے پہلے جن لوگوں نے مرتب کیا، ان کے ذہن میں مرکز اور ریاستوں کے درمیان اختیارات اور ذمہ داریوں کی تقسیم کی بابت چند باتیں تھیں۔ ان کے خیال کے مطابق ایک وفاقی حکومت کو کس طرح اپنے ذرائع انجام دینے چاہیے ان طریقہ کار کو انھوں نے دستور کے ساتویں گوشوارہ میں درج کیا۔ بنیاد سے نظریہ یہ تھا کہ ایک خود مختار ملک کے مرکز و علاقہ پر مرکز کو کنٹرول رکھنے کی اجازت دی جائے اور ان علاقوں کو ریاستوں کے گھیر دیا جائے جنکی قومی مزدورتوں کے پیش نظر افزائش ہوتی ہے۔ اس طرح تعلیم کو ریاستوں کی فہرست میں رکھا گیا۔

بعد میں دستور میں ترمیم لا کر تعلیم کو مشترکہ فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ واحد سبب جو ایسے اقدام کو حق بجانب ٹھہرا سکتا ہے یہ تھا کہ مرکزی حکومت کو کچھ اختیار حاصل ہونا چاہئے تاکہ ملک کے مختلف علاقے میں تعلیم ایک معیار کے مطابق ہو۔ کیونکہ مرکزی حکومت اکیلے ہی فریٹے اور جہالت کے سفاک دائرے سے عوام کو باہر نکالنے کے لئے صوبہ مزدوری بڑے پیمانے کی اسکیم کے سلسلے میں فنڈ فراہم کر سکتی ہے۔

لیکن مرکزی معیاری گروہ بندی کے ذریعہ ایک وفاقی حکومت ایک قومی کردار کی تشکیل نہ کر سکی۔ مستحکم مرکز، مستحکم ہندوستان، کے نعرہ پر زور دیا جاتا تھا لیکن اس کا الٹا اثر ہوا۔ آج ایک شہری اس بات کو زیادہ سے زیادہ محسوس کر رہا ہے کہ اب صرف ایک مضبوط مرکزی تمام مسائل کو حل نہیں کر سکتا۔ ایک شکل میں پنجاب اور آسام میں رونما ہونے والے واقعات اور دوسری طرف دوسری شکل میں آندھرا پردیش، کرناٹک، مغربی بنگال، تریپورہ اور کیرالہ میں رونما ہونے والے واقعات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ وفاقی

ریاستوں کو ان کے جائزہ ناموں کے لئے رقم طلب ریاستوں میں تبدیل کرنے اور انہیں انسانی وقار سے محروم رکھنے سے ایک مضبوط مرکزی جنگجو یا نہ وطن بچا تو رونما ہو سکتی ہے لیکن اس سے ہم آہنگ مربوط قومی خصوصیت کی افزائش میں مدد نہیں مل سکتی۔

ان مسائل پر کافی گفت و شنید ہوئی اور قومیت کے سوال کے ساتھ ساتھ انہیں بھی حل کر لیا گیا۔ چونکہ تعلیم بڑھتی ہوئی قومی مزدورت ہے اس لئے اسے وفاقی ریاستوں کے پاس نہ کہ مرکز کے پاس رکھنا چاہئے۔ تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جب مستحکم مرکز، مستحکم ہندوستان، کا نعرہ پیسے لگایا جاتا تھا تو اس وقت بھی قوم کی بنیادی یکجہتی کی مزدورت کو بھی محسوس کرتے اور اسے مستحکم بنانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

یہ یا ایسی بھی ایک اور فام فیانی ہے کہ مرکز کو تعلیم کے کسی ٹکڑے پر دگڑام کے لئے نڈہ فراہم کرنا چاہئے۔ اس طرح وہ تعلیم کی نشوونما کو اپنے اختیار میں رکھ سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ دستور ڈھانچے سے حاصل کے زیادہ یکپارہ ذرائع کو مرکز کے پاس رہنے دیا اور دستور نے بذات خود ریاستوں میں اسے ایسے وسائل کی تفویض کا انتظام کیا۔

اس نئے ریاستی حکومت اس بات کو شدت سے محسوس کر رہی ہے کہ تعلیم کو پھر ریاستی فہرست میں لانا چاہئے۔

تعلیم کے میدان میں مغربی یہاں یہ ذکر کرنا ہے

بنگال کے کامیابیات

بنگال میں بائیں محاذ حکومت نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد سے اپنی محدود دستوری مالی اور انتظامی صلاحیتوں کے باوجود تعلیم کے میدان میں گولِ نقد خدمات انجام دی ہیں۔ نہ صرف دلچسپی کے لئے میں اس بات کا ذکر کر رہا ہوں

بلکہ تعلیم کو ریاستی غیر مست میں لانے کیلئے ہمارے دوسرے کوئی بچاؤ
 ثابت کر کے لئے میں نے یہ باتیں کہیں۔ ہم نے اس اہم میدان کی طرف
 دیا نئی حکومت کے نظریہ پر زور دیا۔ جب مندرجہ ذیل آزاد ہوا تو اس
 وقت مغربی بنگال کا شمار اعلیٰ لحاظ سے ترقی یافتہ ریاستوں میں ہوتا تھا۔
 لیکن گذشتہ تیس برسوں میں بلی بائیں محاذ کا وہ تھے بڑے راجدار آئے
 کے قبل کے زمانہ تک مغربی بنگال آہستہ آہستہ تعلیم کے میدان میں پیچھے رہنے
 لگا اور اس کا شمار ملک کے تعلیمی لحاظ سے سب سے زیادہ ریاستوں میں
 ہونے لگا۔ ^{۱۹۵۴} تیسرے میں مغربی بنگال میں بائیں محاذ حکومت نے بڑے راجدار
 آئے اور اس کے بعد اس سے دیگر جموں سے ساتھ ساتھ تعلیمی شعبہ میں
 اپنی سرگزشتوں میں مرکز کردیں اور اس کے نتیجہ میں مغربی بنگال نے تعلیمی میدان
 میں کافی ترقی اور ترقی ہوئی۔ ایک تجربہ کے مطابق سارے مغربی بنگال میں
 ۱۹۵۰-۵۱ء تک ۱۱۶ سال کی عمر کے ۱۵ ہونے کے لئے پرامن (لا تعلیمی)
 تعلیم کی ہولتیں لازم ہونے لگی۔ حالانکہ ۱۹۶۰-۶۱ء تک کے لئے مرکز کا یہی
 اہتمام ہے۔ درحقیقت مغربی بنگال میں ۱۹۶۳-۶۲ء کے آخر تک ۹۵ فیصد
 بچے ابتدائی تعلیم سے مصیبت زد ہوتے تھے۔

ابتدائی تعلیم کے میدان میں سب سے اہم تاہم یہ ہونی کہ بڑے
 کے بننے اور افزائش کے بعد تعلیمی محاذ کی ترقی بنانا اور اس کے
 ۱۰۰ فیصدی وندنا پر توجہ ہوتی ہے اور ان کے ساتھ ہی وندنا پر توجہ دینے
 جاتے ہیں۔ بڑے طریقہ کار کو رد و عمل لاسے ہوتے ہیں لوگوں نے یوروپ
 نے اعلیٰ اعتبار سے تعلیمی کی سادہ میں تبدیلی لائی اور اب نئی سادہ
 کے مطابق اہم ہے۔ اس دوران مغربی بنگال میں ۱۹۶۰ء سے آج
 قائم ہے۔ اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ تالیف تحریک کے ایک عظیم علمبردار
 ۔ انجور چند دیا ساگر کی بارگاہ کے طور پر ایک خصوصی یونیورسٹی قائم کی گئی۔
 براہمڑی اسکولوں میں طلباء کی تعداد ۱۹۶۰ء میں ۵۹ لاکھ
 تھی جو بڑھ کر ۱۹۶۰-۶۱ء میں ۸۱ لاکھ ہو گئی۔ اسی طرح انہی اسکولوں میں
 طلباء کی تعداد ۱۹۶۰-۶۱ء میں ۱۸ لاکھ سے بڑھ کر ۱۹۶۱-۶۲ء میں ۳۲ لاکھ اور
 ۱۹۶۲-۶۳ء میں ۴۵ لاکھ ہو گئی۔ اسکولوں میں طلباء کی تعداد ۱۹۶۲-۶۳ء میں ۴۵ لاکھ
 ۱۹۶۳-۶۴ء میں ۴۳ لاکھ ہو گئی۔ ہم لوگ یہاں بہت سے
 کے ساتھ اس بات کو اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب سالانہ
 حکومت کی بجائے تعلیم کی مدد پر کل اخراجات کی ایک فیصد رقم

میں انھوں نے اپنی وہاں مغربی بنگال نے اپنا ریاستی بجٹ میں تعلیم کے
 پر کل اخراجات کی ۴ فیصد سے زیادہ رقم انھیں کیوں۔ اگر اس مدد پر خدمات
 انھوں نے کھیل کر اور اطلاعات و تقاضی اور سرکاری تقاضی کے اخراجات کو
 کو لیا جائے تو انھوں نے ۲۶ فی صد ہونے کے جبکہ مرکزی بجٹ میں ۱۹ فی صد کی
 گننا انھیں رکھی گئی ہے۔ جیسے انھوں کی بات ہے کہ مرکزی حکومت نے تعلیم کو
 مشترکہ طور پر لانے کے بعد تعلیم کے لئے اس سال ۲۶ کروڑ روپے کے
 گننا انھیں رکھی۔ جبکہ رقم گذشتہ سال کے مغربی بنگال کی بجٹ میں تعلیم کی مدد پر
 انھوں کی رقم سے کم ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حکومت مغربی بنگال
 نے سال رواں میں اپنی بجٹ میں تعلیم کے مدد پر ۱۸ کروڑ روپے کی گنجائش
 رکھی۔ یہ مرکز حکومت نے بہت ساری تعلیمی مالی کھوج کے سلسلہ میں ہونے کی
 اور مرکزی حکومت کے بیت سارے اداروں کے کھوج کا کام شروع کر دیا۔
 کم از کم ایک نقطہ پر بھولنے کی ایک راستہ تھی اور وہ یہ کہ مرکز کی بجٹ میں رقم
 ۲۰۶ فیصد رقم تعلیم کے لئے مختص ہونی چاہئے۔ یہاں میں ایک نوٹ کرنی چاہی
 دیا کرنا چاہتا ہوں کہ گناہی وارن منھو بہن میں اس بات کو انہوں نے قرار دیا
 گیا تھا کہ مرکز کی بجٹ نے انھوں نے کم از کم ۱ فیصد رقم صرف تعلیم کے لئے مختص
 کی چاہئے۔ یہ انھوں نے کہ مرکز حکومت ملک میں تعلیمی توجہ کے لئے
 بہتر طور پر دیا ہے۔ اب اس میں دس ہے۔

مرکزی حکومت کے حکم کے تحت اس کا تعلیم
 غیر مست میں ہے اس لئے تعلیم کے میدان میں کم از کم تین اہم سماجی ضرورتوں
 کے لئے انداز میں کم کرنے کے سلسلہ میں مرکزی حکومت کو مستثنیٰ قرار نہیں
 دیتے۔ جو تھے تعلیمی جائزہ نے اس بات کا اکتشاف کیا کہ تقریباً ۱۵ لاکھ پرائمری
 اسکول خستہ حال غاروں میں واقع ہیں یا ایسی جگہ واقع ہیں جہاں کوئی تالیف
 ہے اس لئے ان غاروں کی تعمیر اور مرمت کی آمد ضرورت ہے۔ چلوگوں نے اکتشاف
 برہوں کے لئے ۲۸ کروڑ روپے کی گنجائش رکھنے کے سلسلہ میں مرکزی حکومت
 سے درخواست کی تھی تاکہ پرائمری اسکولوں کو کم از کم ایک واجب معیار تک لایا جائے
 اسکولوں میں عام طور پر تعلیمی ساز وسائل اور بچے کے ایان کی سہولتوں کی کافی
 کمی ہے۔ اگر ہم تعلیم کے تمام پیمانوں کو پرائمری اسکول میں تعلیم دینے کے
 سرفیصلہ ذکر کرنا چاہیں تو اس کے لئے بہت ہی مختصر عرصہ میں اساتذہ
 کو تربیت دینا چاہئے۔ ہم اس اسرے واقف ہیں کہ مغربی بنگال اپنے وسائل
 کو اتنی حد تک بروئے کار لاتے ہیں کہ ۵۰ فیصد لاکھ روپے کو بڑا کر سکا ہے۔

یہ بات فراموش نہ کی جائے کہ ہماری ریاست نے اپنے وسائل پر اتنا دباؤ ڈالا ہے کہ اسے کافی مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ماسکی وجہ یہ ہے کہ حکومت مغربی بنگال کے خیال میں سماج کی چند ترجیحات ایسی ہوتی ہیں جن پر فوری توجہ دینی چاہیے اور تعلیم ان میں سے ایک ہے۔

یہی بات اعلیٰ تر تعلیم کے اداروں پر صادق آتی ہے۔ کالج کے چار لاکھ روپے کی مرمت کے لئے سیویجی سی۔ پانچ سال کے لئے کافی کالج ۷۷ لاکھ روپے دیتا ہے اور اس رقم سے ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔

کیا ان ریاستوں کے لئے، جنہیں تعلیم کے مشترکہ فہرست میں غوریت کے بعد کافی برائیاں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، اس بات کی امید مناسب ہوگی کہ اب مرکزی حکومت کو اساتذہ کی تربیت، تعلیم کے اداروں کی مرمت کی ضرورت، اسکولوں کا بج اور مالی کنٹیکس کے قیام کے سلسلہ میں تمام اخراجات برداشت کرنی چاہیے۔

صفحہ ۶۱ تا ۱۱۱ سالانہ کی عمر کے تمام بچوں کے لئے آزاد لائی تعلیم کی طرف آگے بڑھ رہا ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایسے موضوع کو قانون کے اور شاید تفریباتی دفعہ کے ذریعہ لائی بنا جا رہا ہے جبکہ ہم کم سے کم سہولتیں فراہم نہیں کر سکتے، جب ہم رسل و رسائل کی سہولتیں اور دیگر خدمات فراہم نہیں کر سکتے؟ ہم لوگوں نے شیڈولڈ کاسٹس و ٹرائب کے طلباء کو ۳۰ روپے فی ماہ فی طالب علم کے حساب سے جفاقی عطیہ دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ ہماری اس اسکیم سے مذکورہ طبقہ کے زیر طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ساتھ ہی ایسے طلباء اب اپنی تعلیم کے سلسلہ کو برقرار رکھا ہے۔ سماج کی مانگ کو صرف قانون کے ذریعہ دیا نہیں جاسکتا۔ ہم اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جب تک ساختہ تعمیر نہیں کی جائے گی اس وقت تک طلباء کی تعداد کو فیصد نہیں ہوگی۔ اگر ہم فراہم اس نقطہ تک پہنچ بھی گئے تو پھر ہمیں بچے کی طرف پھلنا ہوگا، کیونکہ اس کے لئے ہمیں مناسب سماجی ضرورتیں فراہم کرنی ہوں گی۔

تعلیم بالغات۔ ریاستی حکومت بالعموم کی تعلیم کے پروگرام کو کافی ترجیح دیتی ہے اور اب اسے ۱۴ لکائی پروگرام میں شامل کر لیا ہے، جیسا کہ مرکزی حکومت نے اس پروگرام کو اسے بیس لکائی پروگرام میں چھٹے منصوبہ کے کم از کم ضرورت پروگرام میں شامل کیا ہے۔

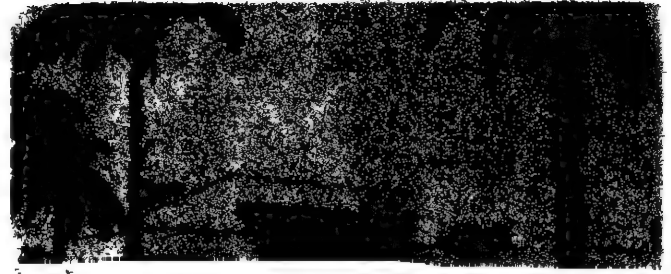
مرکزی حکومت نے سب خواہشیں ۱۹۶۱ تک اس ریاست کے

تقریباً ۹۰ لاکھ ان پڑھ لوگوں کی تعلیم کے لئے ایک عملی منصوبہ مرتب کر کے ریاستی حکومت نے مرکز کے پاس داخل کر دیا ہے۔

اس عملی منصوبہ کے تحت ہر سال آر ایف ایل پروجیکٹوں کے تحت ۱۵ تعلیمی مراکز قائم کئے جائیں گے۔ یہ کام ۸۳-۸۲ء سے شروع ہو چکا ہے اور نشانہ ۱۶ مراکز قائم کر لئے گئے ہیں۔ ان میں نوے مراکز ریاستی حکومت اور ۷ مراکز مرکزی حکومت قائم کرے گی۔ ہر پروجیکٹ کی تکمیل پر سالانہ ۳۰ لاکھ روپے خرچ ہوں گے اور پڑھتی ہوئی قیمتوں کے منظر آج اس قدر پر ۱۰ لاکھ روپے خرچ ہونگے۔ بالعموم کی تعلیم کے پروگرام کی کامیابی کے لئے سنا اور باضابطہ طور پر ان پروجیکٹوں کے سلسلہ میں فنڈ فراہم کر کے کی ضرورت ہے۔ اگر فنڈ بروقت فراہم نہ ہوا تو ۱۹۹۱ تک ۹۰ لاکھ ان پڑھ لوگوں کی تعلیم کے نشانہ تک پہنچنا مشکل ہے۔

غیر رسمی تعلیم۔ رسمی تعلیم اور بالعموم کی تعلیم کے درمیان حائل خلیج کو غیر رسمی تعلیم پاتی ہے۔ رسمی تعلیم بچوں کے لئے اور بالغوں کی تعلیم بالغوں کے لئے ہوتی ہے۔ غیر رسمی تعلیم ان بچوں کے لئے ہے جو ایک نہ ایک وجہ سے رسمی تعلیم کے دائرہ میں نہ آسکے۔ اس بات سے ہمیں کافی مرمت حاصل ہوتی ہے کہ اس مدد پر جتنے اخراجات ہوں گے ان کا نصف مرکزی حکومت برداشت کرے گی۔ ہماری ریاست میں ۳۹ لاکھ غیر رسمی تعلیمی مراکز ہیں لیکن یہاں ہم جس نقطہ کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ یہ کہ بالعموم کی تعلیم اور غیر رسمی تعلیم کا سلسلہ فہم ہو جائیگا، تو ان کے طلباء میں پھیلتی حالت کی طرف واپس جانے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ حکومت مغربی بنگال نے ایسے طلباء کے لئے لائبریری تھریک شروع کر دی ہے اور ساری ریاست میں ہم لوگوں نے ۵۰ لائبریریاں قائم کی ہیں اور لائبریری خدمات کے لئے ایک خصوصی شاخ کے ذریعہ اس کے نظم و نسق کا انتظام کیا ہے۔ ان تمام لائبریریوں کو اخراجات کے لئے ریاستی حکومت سالانہ گرانٹ دیتی ہے اور اس مدد سے ہماری حکومت سالانہ ۳۰ لاکھ روپے خرچ کرتی ہے۔

اعلیٰ تعلیم۔ اب میں اعلیٰ تعلیم (پاسٹریڈ کیشن) کا کچھ ذکر کروں گا۔ برسوں سے اس بات کا دھیرے دھیرے احساس ہو رہا ہے کہ پونیورسٹی گرانٹ کمیشن (یو جی سی) مرکزی یونیورسٹیوں کو زیادہ سہولتیں فراہم کرتا ہے اور ریاستی یونیورسٹیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ ہم یقین ہے کہ قعداً ایسا نہیں کیا جاتا، لیکن دونوں یونیورسٹیوں کے درمیان فرق کی بنیاد



دیہ علاقہ میں ایک لائبریری

ٹھہرنے کے لئے وقت فوت ہو تو سرکاری پیش کی جاتی ہیں وہ ٹھوس نہیں ہیں۔ شاید ایسی تائید کی حمایت میں پیش کردہ فی منطق باتوں کی وجہ سے اعتبار کی یہ تقویٰ دیکھ کر ساغنے آتی ہے۔

عام طور پر یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ ریاستی حکومتیں ریاستی یونیورسٹیوں کی مدد کرتی ہیں۔ لیکن مرکزی یونیورسٹیوں کے پاس ایسے ذرائع نہیں کہ جن پر وہ انحصار کر سکیں۔ اس دلیل میں اس بنیادی نقطہ سے بہتر کیا گیا کہ دیگر تنظیموں کی طرح یونیورسٹیوں کو بھی اپنے اخراجات برداشت کرنے کیلئے اور اپنی ترقی کے لئے فنڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ریاستی یونیورسٹیوں کے اخراجات کے لئے ریاستیں فنڈ فراہم کرتی ہیں یو جی سی مرکزی یونیورسٹیوں کے لئے آزادانہ طور پر ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن اب بھی یہ سوال جواب طلب رہ جاتا ہے کہ مرکزی اور ریاستی یونیورسٹیوں کے درمیان ترقیاتی فنڈ کے سلسلہ میں امتزاج فرق کیوں ہوتا ہے۔

ریاستی یونیورسٹیاں یو جی سی سے ترقیاتی فنڈ کے زیادہ تر حصہ کا دعویٰ کر سکتی ہیں، کیونکہ یو جی سی کے ایسے فنڈ عارضی نوعیت کے ہوتے ہیں اور مختصر عرصہ کے بعد ختم ہو جاتے ہیں ادا کے بعد ریاستی حکومتوں کو یہ ایسی ذمہ داریاں سنبھالنی پڑتی ہیں۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ریاستی یونیورسٹیوں کے لئے ترقیاتی فنڈ فراہم کرنے کے سلسلہ میں یو جی سی کی ذمہ داریاں محدود عرصہ کے لئے ہوتی ہیں۔

دیہ علاقہ میں درس و تدریس

یونیورسٹیوں کے لئے خواہ وہ مرکزی ہوں یا ریاستی، یو جی سی فنڈ کی فراہمی میں ایک بنیادی اعتدال کی ضرورت ہے۔ اور یونیورسٹیوں کی ضرورت کے لئے ضرورت اور ترقی کے امکانات کے پیش نظر فنڈ کی فراہمی کی جانی چاہئے۔

یو جی سی کے گرانٹس میں کمی: یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ یونیورسٹیوں کو کم از کم مغربی بینکال کی ریاستی یونیورسٹیوں کو یو جی سی کی امداد کی شرح بتدیر کم ہوتی جا رہی ہے اور دوسری طرف یونیورسٹی کے اخراجات بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یا یو جی سی منسوبہ کے حرم میں یو جی سی سے منسوبہ کی ۵ یونیورسٹیوں کو کل ۵ کروڑ روپے ملے۔ چھٹے منسوبہ کے تین برسوں کے بعد موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ چھٹے منسوبہ کے آخر میں ان یونیورسٹیوں کو یو جی سی تقریباً ۵ کروڑ روپے ملیں گے۔ اس طرح اقتصادی لحاظ سے یہ بے سرو پا باتیں ہیں اور یہ شاید ہی اس دعوے کی معاون ہوں کہ تعلیم کو مرکزی حکومت کے مالی اور انتظامی کنٹرول میں نہر جائے۔

بھر پور کاسر حد سے بلند ہونے لگا ہے
بھر مر کے ہاتھوں کو ہے بھڑکی ضرورت
مقطع اکبر

دلی کی شاعری پر ان کے اثرات



مرغوب عابد کے

دلی دکنی

ایک سری بولی تھی۔ اسلئے انہوں نے فارسی اور ہندی کے الفاظ کو یکجا کر کے نئی ترکیبیں بنوائیں۔ ہمارے ذوقِ سماعت پر گراں گزرتی ہیں۔ مثلاً یہی ”دھماچو کڑی در دکن“ اور ”زہے دھاگ“.... اور ایسی ہی بیسیوں مثالیں اس وقت کے شعرا کے کلام سے مل سکتی ہیں۔ جب ان لوگوں نے دکنی شعر وادب کا مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ وہ زبان ان کی بول چال کی زبان کے بہت قریب ہے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ترکیبیں جو دکن میں استعمال ہوتی تھیں بلا کسی زحمت کے انہیں اپنی شاعری میں استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اوسریائی کیا گیا کہ فارسی ترکیبیں استعمال کرنے میں انہیں بڑی زحمت آتھائی پڑتی تھی۔ لہذا اسی کو ترجیح دی کہ اپنی زبان پر دکنی کا طبع چڑھائیں جس سے زبان عام بول چال کے قریب آ سکے۔

دہلی کے حکمران اس وقت سیاسی سرگرمیوں اور فتوحات کی طرف متوجہ تھے اور انکی ادب نوازی میں کمی واقع ہو گئی تھی۔ اسلئے شاعروں کی انکی دفتری زبان فارسی کا اثر اپنے کلام سے کم کرنے اور دکنی کا اثر قبول کرنے میں بہت زیادہ قیامت نہ محسوس ہوئی۔

ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ محمد شاہی / احمد شاہی دور میں شمالی ہند دہلی کے دانشور طبقے میں لسانی خود مختاری کا احساس بیدار ہوا نیز تمام فنون لطیفہ میں ایک تحریک ہندوستانی اسالیب کی نمودار ہوئی۔ ایسی تہذیبی اور ذہنی فضا میں کلام وئی کی مقبولیت اور شہرت عین فطری تھی۔

ہندوستانی شعرا کو فارسی شاعری میں اظہار خیالات کرنے اور اس کے ماحول پیدا کرنے میں کافی دقت پیش آتی تھی۔ اسلئے مقامی رنگ میں شاعری کرنا انہیں اپنی طبیعت کے اعتبار سے زیادہ آسان محسوس ہوا اور رفتہ رفتہ یہ رنگ غالب آتا گیا اور دکنی اثرات تیزی سے قبول کئے جانے لگے۔

دکن سے آنے والے شعراء حضرات میں جن کی آمد محمد شاہی سے

وئی کا زمانہ دکن میں وہی ہے جو کہ دہلی میں مغل تاجدار اور نگر پیکار دور حکومت ہے۔ اگر اس زمانہ کی دکنی اور شمالی ہندوستان کی معاشرت سبکی حالاً کا جدید مطالعہ کیا جائے تو دونوں میں بڑا فرق نظر آتا ہے۔ اور نگر بیٹے جب تک کو فتح کیا اور اپنے قبضہ حکومت میں لے لیا تو شمالی ہند اور دکنی عوام میں سیاسی اور تہذیبی میل ناگزیر تھا۔ نیز دونوں علاقوں کے پسند و ناپسند کے یہاں اپنی اپنی بولیوں کی ساخت اپنے ساتھ لیکر آئے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دوران وئی بھی دوبار دہلی آئے۔ حالانکہ یہ معاملہ کافی بحث طلب ہے کہ وئی دہلی کتنی بار آئے۔ ایک بار آئے ہوں یا دوبار اس سے بھی زیادہ، یا محض انکا دیوان کسی طرح دہلی پہنچا ہو، اس سے اس وقت بحث نہیں ہیں ایک مختصر جائزہ اس چیز کا لینا ہے کہ کلام وئی شمالی ہند دہلی کی شاعری پر کیوں اور کس طرح اثر انداز ہوا۔

دہلی تیس وقت تک شاعری اپنے طفولیت کے دور سے گزر رہی تھی۔ وئی ایک پروگرو اور نہایت کہنہ مشوق شاعر تھے۔ وئی کی اس پروگرو سے دہلی کے شاعر بہت متاثر ہوئے۔ اس وقت کی دہلی کی شاعری کو چڑھا جائے تو اس میں کچاں اور کئی طرح کی کیاں نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر فارسی الفاظ کا بے محل استعمال جا بجا نظر آتا ہے۔ اور رنگ زیب کا شان میں لکھے گئے میر جعفر زبلی کے قصیدے کے درج ذیل اشعار اس بات کا ثبوت ہیں:-

زہے دھاگ اور نگ شاہ ولی در اقلیم دکن پڑی کھلبلی
دریں پیر سال و ضعیف بدن چائی دھماچو کڑی در دکن
ان شاعروں کو فارسی الفاظ کے استعمال پر بھی زیادہ قدرت حاصل نہ تھی لیکن چونکہ ان لوگوں کے یہاں شاعری فارسی ہی کے اثر سے شروع ہوئی تھی اور اپنی بول چال والی زبان میں شعر گوئی کی مشق ہوتی نہ تھی اسلئے فارسی الفاظ کی بہتات تعجب خیز بھی نہیں۔ موری زبان چونکہ فارسی اور ہندی دونوں کے علاوہ



ثقافتی سرگرمیاں



পশ্চিমবঙ্গ সরকারের তত্ত্বাধীন : সংস্কৃতি বিভাগের উদ্যোগে ও
 জেলা লোকসংস্কৃতি পরিষদের সহযোগিতায়-
রামকেলী মেলা-সংস্কৃতি মহোৎসব

Editor.: D. N. Dutta. Associate : Md. Azam, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. Govt. of West Bengal
 and Printed by IMPRESSIVE IMPRESSION 10, Dr. Karick Bosa Street, Calcutta-700 009.

Regd. No. WB/CC-52
Vol. 38 No. 13
PRICE—25 Paisa

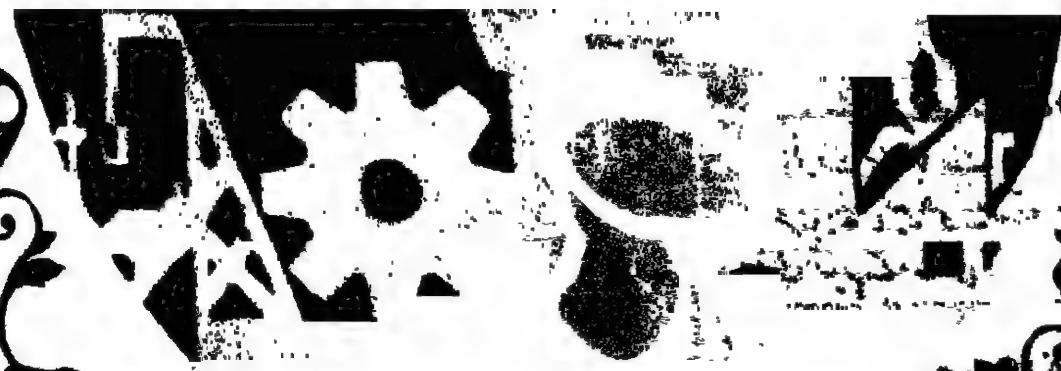
MAGHREBI BONGA
1st August 1955



ہم محنت کش جگ والوں سے جب اپنا حصہ مانگیں گے
اک کھیت نہیں اک دیش نہیں ہم ساری دُنیا مانگیں گے
فیض احمد فیض

منربی بنگال

آزادی کی نئی
۱۹۸۳ء



A.P.
6.10.83

پندرہ روزہ مغربی بنگال کلکتہ آزادی نمبر

جلد نمبر ۳ • یکم ستمبر ۱۹۴۷ء • شمارہ نمبر ۱۱ اور ۱۲

مدیر اعلیٰ: پریم جیٹ چارسیہ
مدیر: دھرمیندر ناتھ دت
مدیر: مادن: محمد اعظم
ترجمہ کار: تارا پرشاد داس

اسے شمارہ میں

- ۱۔ چاند تاروں کا بن (نظم)
- ۲۔ وزیر اعلیٰ کی تقریر
- ۳۔ ۱۹۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی اور کارل ماکس
- ۴۔ مگر ظلم کے خلاف (نظم)
- ۵۔ قاضی نذرا لا سلام
- ۶۔ یوم آزادی کی نذر (نظم)
- ۷۔ زندگی، آزادی کے قبل اور بعد
- ۸۔ ہندوستان کے آزادی اور وفاقی نظام سیاست
- ۹۔ مغربی بنگال میں قومیت و مذاہنیت
- ۱۰۔ قومی تعلیم کے مسائل

شمار ۷ فروری ۱۹۴۷ء، سالانہ ۳ روپے
اسے خصوصی شمارہ کی قیمت
۲۵ پیسے فی کاپی



عزت مآب مسٹر ای۔ بی۔ ایمان خود زکوٰۃ دوس کے سپریم سویت
کے نائب چیرمین اور ایک سویت سوشلسٹ ریپبلک کے سپریم سویت
سٹ چیرمین، راجہ جون کلکتہ میں ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء کو مغربی بنگال کے گورنر
شری بی۔ ڈی۔ بانڈس سے محو گفتگو۔



کلکتہ میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو مرکزی وزیر ایات، شری پرانوب
مکرجی اور داس کے وزیر اعلیٰ کے ساتھ محو گفتگو۔



ایحان دقاروں کا بن

(آزادی سے پہلے بعد اور آگے)

موسم کی طرح جلتے رہے ہم شہیدوں کے تن

رات بھر جھللاتی رہی صبح صبح وطن

رات بھر جگمگاتا رہا چاند تاروں کا بن

تشنگی تھی مگر

تشنگی میں بھی سرشار تھے

سیاسی آنکھوں کے خالی کٹورے لئے

منتظر مرد و زن

مستیاں فتم، مدد پرشیاں فتم، فتم تھا بانگین

رات کے جگمگاتے دیکتے بدن

صبح دم ایک دیوار فتم بن گئے

خاں زار الم بن گئے

رات کی شبہ برگوں کا اچھلتا ہوا

جوئے خون بن گیا

کچھ امامان صد مکر و فن

ان کی سانسوں میں بھیگی کی پھنکار تھی

ان کے سینے میں نفرت کا کالا دھواں

اک مکین گاہ سے

پھینک کر اپنی لوک زباں

خون نوز سحر بن گئے

مخدوم محی الدین

رات کی تلپٹیں ہیں اندھیرا بھی ہے

صبح کا کچھ اجالا، اجالا بھی ہے

ہمدرد!

ہاتھ میں باقہ دو

سوئے منزل چلو

منزلیں پیار کی

منزلیں دار کی

کوئے دلدار کی منزلیں

دش پر اپنی اپنی صلیبیں اٹھا مے چلو



جمہوری قدروں اور آزادی کو برقرار رکھنا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے جدوجہد کو جاری رکھنا ہمارا فرض ہے۔

وزیراعلیٰ شریک جیوٹی۔ باسو

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء
وزیراعلیٰ شریک جیوٹی باسو نے کل سبدریہ یو اور دور دراز
کے کلکتہ اسٹیشنوں سے نشر کردہ اپنے یوم آزادی پیغام میں، عوام سے
بروز دراپہل کی کہ وہ جمہوری قدروں اور آزادی کے قضا کے لئے اپنی کوشش
جاری رکھیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ منصوبہ بندی کے طریقہ کار کو ذریعہ سیاست
اور علاقوں کے درمیان بڑھتی ہوئی تفریق کو دور کر دینا چاہئے۔ وزیراعلیٰ
کی نشری تقریر کا متن درج ذیل ہے۔

ہماری آزادی کی ۳۰ ویں سالگرہ کے موقع پر میں عوام کو اپنی
دلی مبارکبادی اور نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔ آج ہم جموں سے
بہمنجا، آنا ہے کہ ہم اپنے عظیم پیش رو بزرگوں کو جنہوں نے ہندوستان
کی آزادی کے لئے بہت ہی بہادری کے ساتھ جدوجہد کی، مزاج تین
پیش کریں۔ حبیب الرحمن کے اعلیٰ منصب العین اور جذبہ ایثار پر
لئے طاقت اور لغویت کے منبع ہیں۔

جمہوری قدروں اور آزادی کو برقرار رکھنا اور مستحکم بنانا اور
ہمارے ملک میں لاکھوں لوگوں کی بہتری کے لئے جدوجہد کو جاری
رکھنا تو ہمارا فرض ہے۔ حقیقی مذاق کی شان کو برقرار رکھنا اور مرکز اور
ریاستوں کے درمیان، ایک صحیح رشتہ، جس سے سماج کے مختلف طبقوں
کے درمیان اتحاد اور یگانہ ہو جائے گا، کو قائم رکھنا بھی ہمارا اولین
فرض ہے۔ مسلسل تعمراتی ہم کو ہماری رکھنا ہوگا اور انتشار پھیلانے
والی، ملک کو کمزور بنانے والی اور ملک میں تفریق پھیلانے والی
طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے موثر اقدامات، کرنے کی ضرورت ہے۔
ان کے ساتھ ہی ان لوگوں کو جو برسرِ اقتدار ہیں، مختلف سیاستوں کے
دور، خاص طور پر لسانی اور مذہبی اقلیتوں کی امیدوں اور ضرورتوں کو

دقت پر مہم را کرنے کے لئے اقدامات، کرنے چاہئیں۔ منصوبہ بندی کے
طریقہ کار میں ریاستوں اور علاقوں کے درمیان بڑھتی ہوئی نابرابری کو
ختم کر دینا چاہئے۔

مغربی بنگال کے عوام جمہوری قدروں اور منطقہ فکر کی قدر کرتے
ہیں۔ وہ سب تنگ نظریں اور مقاصدیت پسندی کے خلاف ہیں۔ ہم نے ان
ریاست کے گراہ اور رجعت پسند عناصر کو پسپا کر کے اپنے تابڑ میں رکھا ہے۔
اور یہاں مختلف ذاتوں، زبانوں اور مذہبوں کے لوگوں کے درمیان
تعاون اور سوچ بوجھ کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ گذشتہ چھ برسوں میں اس
ریاست میں مسلسل بائیں بازو حکومتیں بہت سارے نمایاں پروگراموں
کا تکمیل کے ذریعہ عام لوگوں کی دشواریوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔
عوام کی شہری آزادی اور بوری قانون کی حفاظت اور ان کی توسیع کے
لئے ہماری کوششیں جاری ہیں۔ ہماری آبادی کی اکثریت، خاص طور پر
مزدور کسان، زرعی مزدور، شیڈ ڈال کا سٹ، وٹریکس اور متنو سطور
کے بہت سارے لوگ اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ موجودہ ریاستی حکومت
ان کے مفادات کی اچھی طرح دیکھ بھال کر رہی ہے۔ ہم لوگوں نے، حکومت
میں، اپنی سرگرمیاں نمایاں مقاصد ترجیحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے
جاری رکھیں اور عوام سے رابطہ قائم رکھا ہے اور موجودہ نظام اور ہمارے
محدود اختیارات کی وجہ سے جو مشکلات اور پریشانیوں رونما ہو رہی ہیں
ان سے ہم عوام کو روشناس کرا دیتے ہیں۔ ہم اپنی کمزوریوں کو بھی
چھپاتے۔ ہم اپنی تنقید آپ ہی کرتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں وادی بیل کا
پیدا ہو چکی ہے اور دیہی عوام ترقیاتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ
لے رہے ہیں۔ اور آج وہاں آپ کو نمایاں تبدیلیاں نظر آئیں گی، کیونکہ

پنچايتی بھی اپنے ذرائع نہایت ہی من و فری سے انجام دے رہی ہے۔ اس سال کے مئی کے مہینہ میں سہ ہفتی پنچايت انتخابت ہوئے۔ پانچ سال کے عرصہ میں مدری بار ایسے انتخابت ہوئے اور اس کی مثال آپ کو سامنے میں کہیں بھی نہیں ملے گی۔ ہم اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسے پنچايتوں اور ادھی زیادہ اختیارات اور فنڈ دے جائیں۔ اصلاحات آراہنی کے سلسلہ میں اس ریاست میں چند اہم اقدامات کئے گئے۔ مہینوں قبل ہم نے اصلاحات آراہنی کے سلسلہ میں ایک ڈیل پاس کیا تھا اور اسے صدر کی منظوری حاصل کرنے کے لئے صدر کے پاس بھیج دیا تھا۔ لیکن ابھی بھی یہی اس بل کے سلسلہ میں صدر کی منظوری کا انتظار ہے۔ اس بل کے ایکٹ بن جانے کے بعد ہم مزدوروں کے کانڈو آگے بڑھا سکیں گے۔ چھوٹی متوسط درجہ کی اور بڑے پیمانہ کی صنعتوں کو، ہماری معیشت ان کے اہم کردار کے پیش نظر صوبہ مدری ملاعات اور سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ شہری تلاح کی بابت ہمارے خیالات تو بالکل عیاں ہیں۔ ہم ان مسائل اور مشکلات سے واقف ہیں جن سے شہروں میں لوگ دوچار ہیں۔ اپنے طور پر ہم ان مسائل کو حل کرنے کے لئے پرعلم سے کوششیں کر رہے ہیں۔ تمام سیکٹروں میں، جلد از جلد تبدیلی لانے کے لئے ریاستی حکومت کے پاس کافی اختیارات اور وسائل نہیں ہیں۔ ہماری ریاست میں جدید صنعتیں قائم کرنے، مالی اداوں سے زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کرنے، اور چند اہم صنعتی برنٹوں کو ترمیم کے لئے ہمیں مرکز اور منصوبہ بندی کمیشن کے ملتی رد عمل کا انتظار ہے۔ بیرونکار کے مسئلہ کو حل کرنے میں اس سے ہمیں کچھ سہولتیں فراہم ہوں گی۔

دوسرے فنک سالی کی وجہ سے ہم بہت ہی مشکل دور سے گزر رہے ہیں۔ لیکن عوام کے غم، محم اور ہماری طرف سے کئے گئے فوری اقدامات نے، مالی رقوم کی کمی کے باوجود اس صورت حال کو بہتر بنانے نہ دیا اور اس میں بہتری لائی۔ فنک سالی سے متاثر علاقوں میں ایسے اقدامات کئے گئے جن سے روزگار کے کافی مواقع فراہم ہوئے اور اس کی وجہ سے متاثر لوگوں کو کافی فائدہ پہونچا۔ اس موقع پر میں ان تمام لوگوں کا جنہوں نے میرے فنک سالی امدادی فنڈ، میں عطیات دئے اور دے رہے ہیں، شکریہ ادا کرنا ہوں۔ ہمارے عوام ہمیشہ معیشت کے وقت اپنے پھائیوں اور بہنوں کے ساتھ کانڈھے سے

کانڈھے سے ملکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس طرح دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

جب ہم ملک کے معاشی مسئلہ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ملاری کے سوال اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ غربت، بے روزگاری اور افراط زر کا موثر طور پر مقابلہ کرنے کے لئے اور امیر اور غریب کے درمیان بڑھتے ہوئے فیلچ کو باٹنے کے لئے منصوبہ بندی میں اور معاشی نظام کو اور ایک نئے سانچہ میں ڈھالنے کے لئے اہم تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ آج تک ہمارے عوام کی اکثریت کی پہونچ سے زندگی کی بنیادی ضرورتیں باہر ہیں۔ مسلسل بحران ہے اور اس کے لئے موثر اصلاحی اقدامات کی فوری تدبیر کی ضرورت ہے۔ ہماری معاشی بحالی کے لئے بنیادی اصلاحات، آراہنی کی شدت ضرورت ہے۔ دیہی شعبہ میں بنیادی تبدیلی لائے بغیر زرعی محاذ میں اور صنعتی محاذ میں قابل ذکر بہتری لانی ممکن نہیں۔ یہ بات ہم سب کو اس لئے کافی اہمیت کی حاصل ہے کہ صنعتی انفراسٹرکچر نو زرعی ترقی اور اصلاحات آراہنی سے منسلک ہے۔

اگر منظر صاف ہو تو ہم اپنی تمناؤں کو پورا کرنے کے لئے صحیح سمت میں آگے بڑھ سکیں گے۔ ہم استعمال اور نا انصافی سے آزاد سماج کے قیام کے خواہاں ہیں۔ اس لئے ابھی ہمارے عوام کے لئے بہتر مستقبل کی تعمیر کے لئے تمام جمہوری طاقتوں اور اداوں کے استحکام کی ضرورت ہے۔ آج ہمیں جنگ کی طاقتوں کا مقابلہ کرنے اور امن کے قیام کے لئے جدوجہد کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرنا پڑے گا۔ آج ہمیں سامراجی طاقتوں کی جو عزم و نیوکلیائی جنگ کے لئے جو نازہ طور پر بنیادی کو رہی ہیں شناخت کرنے اور غیر جانبدارانہ پالیسی کو مستحکم بنانے کے لئے متفق ہو کر کھڑا ہونا پڑے گا۔



(نقہ - معری، نکل میں محنت و شرافت)
 فعلت انجام نہیں دے اور بھی نہیں اس کیلئے کو عام لوگوں کا کافی مدد اور تعاون حاصل ہوا۔ ظاہر ہے کہ اگر اس ریاست کی ثقافتی تنظیموں کا کانڈھا کے درمیان یکجہتی اور اتحاد کا جذبہ نہ ہوتا ہے تو اتنے عظیم کام کا نفاذ کو ایسا دنیا ممکن نہ ہوتا۔

کشمیر کی پہلی جنگ آزادی

اور

کارل مارکس

بی۔ رائے

۱۲

مرد خون نے جو غیر ملکی حکمرانوں کے سامنے اپنی وفاداری کی نشانی کرنا چاہتے تھے۔ اس بات کی کوشش کریں کہ اس بغاوت کو ایسی سرور میں کام نام دیا جو صرف فوجوں تک محدود رہیں۔ اس بغاوت کو اب ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ مارکس نے ہندوستانی بغاوت کی بات جو مضامین لکھے تھے وہ نیویارک ڈیلی ٹرائی بیورن میں شائع ہوئے۔ سی۔ بی۔ رائے کی مرکزی کمیٹی کے مارکسزم انٹرنیشنل ٹیوٹ نے ایسے مسائل پر مارکس کے ساتھ ہی فیڈرل انجیلیس کے لکھے مضامین اور خطوط کا مجموعہ شائع کیا۔

اس میں مارکس کے لکھے 'نیشنل انڈین میٹری' سے اقتباسات میں شامل کئے گئے۔ اس مجموعہ کا مطالعہ کرنے کے بعد میں یہ معلوم ہو گا کہ ان کی انکار و آراء میں کتنی گہرائی ہے۔ جائے وقوع سے ہزاروں میل دور بیٹھے وہ دیکھ سکتے تھے ان سرور میں کے اسباب کیا تھے اور انہوں نے اس بات کی تعریف بھی کی کہ بغاوت صرف فوج تک ہی محدود نہ تھی بلکہ اسے عوام کی تائید حاصل تھی اور اس میں عام لوگوں نے شرکت بھی کی۔ مارکس اور انجیلیس نے ہندوستان کے عوام کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔

مارکس نے اپنے ایک مضمون 'ہندوستان میں تغذیہ کی تفتیش' میں ۲۸ اگست ۱۸۵۷ء میں لکھا تھا اور جس کی اشاعت اسی سال کے ستمبر مہینہ میں ہوئی تھی 'اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہم نے یہاں ہندوستان میں

کا دل مارکس نے ہندوستان کے امور اور حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ ان دنوں ہندوستان میں رہنا ہونے والے واقعات سے ان کی گہری دلچسپی کو دیکھ کر لوگوں کو تعجب نہ رہا ہے۔ اس عرصہ میں یعنی ۱۹۰۱ء صدی کے درمیانی عرصہ میں رسل و رسائل کا نظام آج کے نظام کی طرح بہتر نہ تھا۔ آج کے مقابلہ میں اس دور میں خبروں کی ترسیل کے انتظامات بھی اچھے نہ تھے۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود مارکس کو ہندوستان کی بابت اور ایشیائی دیگر مملکتوں کی بابت تفصیلی معلومات حاصل تھیں۔ ایسا ممکن ہو سکا اور اسکی وجہ یہ کہ آزادی کی پروتاریہ بدوجہ لفظ نظر سے ایسا مکتوں میں طرز پر ہندوستان اور چین کی جو بنیادیں تھیں وہاں ان کا رہنا رہا ہے۔ تاہم مارکس کے نقطہ سے کافی اہمیت کی حامل تھی۔ ان کے خیال میں تبدیلیاں جو ہندوستان میں رہنا ہو رہی تھیں 'پروتاریہ انقلاب کے امکانات کو روشن کرنے میں خصوصی اہمیت کی حامل تھیں۔ اسی لئے مارکس نے ۱۸۵۷ء کی ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی انگریز سپاہیوں کی بغاوت کے نام سے موسوم کر دیا ہے۔ کابھت جیسے تفصیل سے مطالعہ کیا۔ انہوں نے اس جنگ کے اہم واقعات کا بہت ہی غائر مطالعہ کیا اور وجوہات کی تشریح کی اور شکست کے اسباب پر روشنی ڈالی۔ یہ واقعہ مارکس ہی تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے ہندوستانی انقلاب پر تقریباً ایک درجن مضامین لکھے۔ برٹش وکام اور ہندوستان نے

برٹش حکومت کی حقیقی تواریخ کے بلکے پھلکے رنگ کے باب کو اختصار کے ساتھ پیش کیا۔ ایسے معائنوں کے پیش نظر ہندوستان کے غیر جانبدار اور سمجھدار لوگ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کیا ہندوستان کے لوگوں کی غیر ملکی حکمرانوں کو جنہوں نے ہندوستان میں لوٹ کھسوٹ اور استحصال کے بازار کو گرم کر رکھا تھا، یہاں سے نکال باہر کرنے کی کوشش حق بجانب نہیں تھیں؟ اگر انگریز سردہری کے ساتھ ایسا کر سکتے تھے تو کیا یہ بات تعجب فیز ہے کہ وہ بغاوت اور قربانی کے جذبات سے سرشار ہندوستان کے محبان وطن کو ان کا بظلم اور دیگر جبراً کیلئے متصوّر اور ٹھہرائیں؟

جو نتیجہ ہم اس سے اخذ کر سکتے ہیں ڈانٹا بل تعرض ہیں بغاوت کرنے والی ہندوستانی فوج پر ظلم اور غیر انسانی سلوک کے بہت سارے الزامات عائد کئے گئے تھے اور یہیں مارکس نے ہندوستانیوں کے حق میں آواز اٹھائی اور انگریزوں کو مورد الزام ٹھہرایا۔

پھر ایک مضمون میں جسے مارکس نے ۳۰ جون ۱۸۵۷ء کو لکھا تھا انہوں نے ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حیثیت میں تبدیلی کا ذکر کیا انہوں نے اپنے مضمون میں یہ بیان کیا کہ سندھ اور پنجاب کی فتح کے بعد اور اودھ کو اپنے دائرہ عمل میں لانے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی اب نفع نہیں کر رہی ہے بلکہ ققیاب بن چکی ہے۔ اس کے تحت فوج کو اب اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس سلطنت کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ سپاہیوں سے اب وہ پولس میٹھ بن چکے ہیں۔

پھر اس مضمون میں مارکس نے ان خصوصیات کا ذکر کیا جو ۱۸۵۷ء کی بغاوت کو اسکے قبل کی بغاوتوں کے مقابلہ میں نمایاں بنا دیتی ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے لکھا کہ ۱۸۵۷ء سے قبل بھی ہندوستان کے فوجیوں نے بغاوت کی تھی لیکن موجودہ بغاوت بہت ہی اہم خصوصیات کی حامل ہے۔ پہلی بار ہندوستانیوں سپاہیوں نے اپنے یورپی افسروں کو قتل کر دیا مسلمانوں اور ہندوؤں نے اپنے باہمی فرق کو ختم کر دیا اور دونوں ایک ساتھ ملکر اپنے مشترکہ مالکوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ جدوجہد کے شروع ہوتے ہی ہندوؤں نے ایک مسلمان شہنشاہ کو دہلی کے تخت پر بٹھا دیا نیز

بغاوت صرف چند علاقوں تک ہی محدود نہ رہی اور اینگلو۔ انڈین فوج کے بغاوت ایشیائی قوتوں کی انگریزوں کے خلاف عام سیاسی بے چینی کی نمائندگی کرتی ہے، اور بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنگالی فوج کی بغاوت ایرانی اور چینی

جنگ سے براہ راست وابستہ ہے۔“

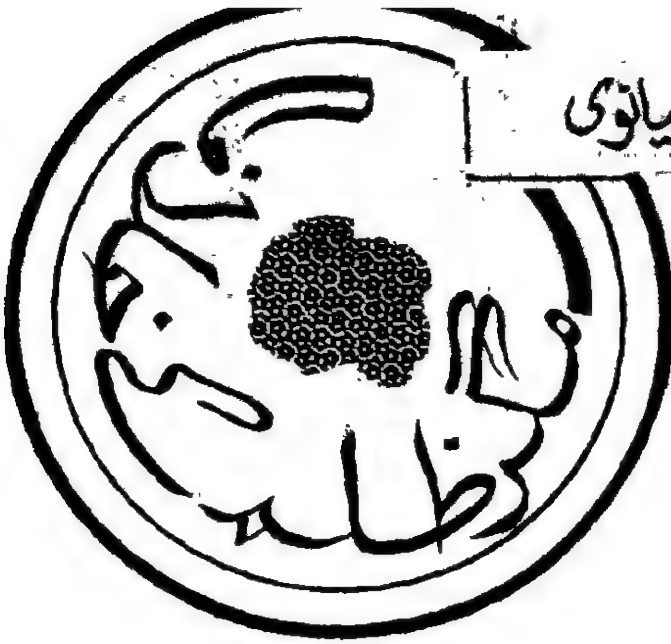
مارکس جیسے انسانی تاریخ کے عظیم مفکر اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے تھے کہ ”انسانی تاریخ میں انتقام نام کی کوئی شے ہے اور انتقام کی تاریخ کا یہ قانون ہے کہ اس کے ادا رار ہتھیار مظلوم نہیں بلکہ ظالم خود تیار کرتے ہیں،“ اور یہ کہ ”ہندوستانی بغاوت کا دھڑلے سے نہیں انگریزوں نے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا تھا، آغاز نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو سپاہی تھے جس کی فرداں رہیں بہن کا انتقام بذات خود انگریز ہی کرتے۔“

مارکس اور انجیلیس دونوں ہی کو اس بات کی امید تھی کہ بغاوت کو فتح حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے انہیں ہندوستان کے لوگوں کی آزادی کے لئے جدوجہد دینی بعد دی تھی۔ اسی لئے انہیں اس بات کی امید تھی کہ ہندوستانیوں کو فتح حاصل ہوگی۔ کیونکہ بغاوت آنے والے یورپی انقلاب کے لئے بہت ہی اہمیت کی حامل تھی۔ لیکن تاریخ کے مادہ پرستانہ تصور کی عقیدوں کے موجودوں کی امید برباد ہوئی کیونکہ محرمز اہمیت کچھ اور تھی۔ آخر کار انہوں نے یہ بات دریافت کی کہ اسے بغاوت کو فروغ دینے کا میابی حاصل نہیں ہوگی۔ اس بغاوت کی ناکامی کے اسباب بھی وہ بتا سکتے تھے۔ مارکس کے الفاظ میں ”باغی سپاہیوں کی ایک جمہوری سیاسی جماعت جس نے اپنے افسروں کو مار ڈالا، ڈسپلن کے قواعد کی خلاف ورزی کی، اور سب ایک شخص کو منتخب نہ کر کے جسے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور سونپی جانی تھی اسی جماعت ہے جس کے لئے بہت ہی لمبی جدوجہد کا انتظام کرنا ناممکن نہیں ہو سکتا۔“

۱۸۵۷ء میں مارکس نے ٹولسن، انڈین پریسری (ہندوستان کی تاریخ پر لکھی) تیار کیا۔ اس کتاب میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مارکس نے ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء کے درمیان ہندوستان میں رونما ہونے والے واقعات کو بہت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس نوٹ میں کئی اہم واقعات کا بہت ہی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس نوٹ کے مطالعہ سے ہمارے دلوں میں یہ بیان سا برپا ہو جاتا ہے۔

اپریل ۱۸۵۷ء میں مارکس نے ایک مضمون ”ہندوستان میں برٹش راج“ لکھا۔ اس مضمون کو انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ سے ختم کیا ”ایک قدیم دنیا کے پارہ پارہ ہونے کے منظر کی تجلیوں سے ہمارے جذبات کو کتنی ہی شمس گردی نہ ہوئے، اس کے باوجود ہمارا یہ حق ہے کہ تاریخ کے نقطہ نظر سے ہم گرتے تھے“ کے ساتھ آواز سے آواز ملا کر یہ بانگ دہنگ یہ کہتے ہیں۔ (تقریباً ۱۸۵۷ء)

ساحر لہو ہیا تو



ہم امن چاہتے ہیں مگر ظلم کے خلاف
گر جنگ لازمی ہے تو پھر جنگ ہی سہی

ظالم کو جو نہ روکے وہ شامل ہے ظلم میں
قاتل کو جو نہ ٹوٹے وہ قاتل کے ساتھ ہے
ہم سرکھٹے اٹھے ہیں کہ حق فتح یاب ہو
کہہ دو اسے جو لشکر باطل کے ساتھ ہے
اس ڈھنگ پر ہے زور تو یہ ڈھنگ ہی سہی

یہ زور کی جنگ ہے نہ زمینوں کی جنگ ہے
یہ جنگ ہے بقا کے اصولوں کے واسطے
جو خون ہم نے نذر دیا ہے نہ سینے کو
وہ خون ہے گلاب کے پھولوں کے واسطے
پھوٹے گی صبح امن، لہو رنگ ہی سہی

ظالم کی کوئی ذات، نہ مذہب، نہ کوئی قوم
ظالم کے لب پہ ذکر بھی ان کا گناہ ہے
پہلے نہیں ہے شاخ ستم اس زمین پر
تاریخ جانتی ہے نہ سا نہ گواہ ہے
کچھ کورہ باطنوں کی نظر رنگ ہی سہی

ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کی بابت مارکس کی مختلف تحریروں سے
ہم یہ نفاذ حاصل کر سکتے ہیں کہ انہیں ہندوستان کے لوگوں سے دلی عداوت
تھی۔ ان کی رائے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی اور ہندوستان کے عوام پر
انگریزوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے ہی سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ انہوں
نے اس بغاوت کو بہت ہی الزحیمی نوعیت کا بتایا۔ انہوں نے اس بات کی
پیش گوئی کی تھی کہ برٹش برزڈواؤں نے ہندوستانی سماج میں جن نئے
عناصر کو پھیلایا، ان سے ہندوستان کے عوام اس وقت تک مستفید نہ ہوں
سکیں گے۔ جب تک وہ بذات خود اتنے طاقتور نہ بن جائیں کہ وہ انگریزی
لباس کو اتار پھینکیں۔

وہ ہمیں اذیت پہنچائیں، ہم پر ظلم ڈھائیں،

اس سے ہمیں خوشی حاصل ہوتی ہے،

ہم تیمور کے دور سے بھی گزر چکے ہیں،

ہماری روجوں کو کوئی دبا نہیں سکتا۔

اس معنوں کے مذکورہ بالا اقتحامیہ سے ہم اس بات کا تصور

کر سکتے ہیں کہ انگریزوں کی فتح کے بعد ہندوستان میں جو واقعات رونما

ہوئے، ان کی بابت مارکس کے خیالات کیا تھے۔ ۱۸۵۷ء کی فدا کیے

ہندوستان کی جنگ آزادی کہتے ہیں، کی بابت مارکس کے خیالات کا مطالعہ

کرتے وقت ہمیں مارکس کے تاریخی رویہ کو پس منظر میں رکھنا پڑے گا۔

(نور)
ہماری جنگ آزادی

قاضی نذر الاسلام

ایک شاعر، ایک انقلابی

ترجمہ: کلیپا تاروسینی گپتا

قاضی نذر الاسلام کی وطن دوستی کا جوش اور انقلابی جذبہ صرف جذبات کی فوجی اور جدوجہد تھا۔ لاؤبر انقلاب سے فیضیاب اور متاثر ہو کر انہوں نے اقدامات کرنے کے وقت کی نشاندہی کی۔ انگریزوں کے ہاتھ سے ہندوستانی برطانویوں کے ہاتھ انداز کی منتقلی کو وہ آزادی نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ ایسی منتقلی سے اجارہ دار سرمایہ روٹا ہوگا اور بدعنوان کا دوبارہ کنز یاد فوج حاصل ہوگا اور جاگیردارانہ استحصال زور شور سے جاری رہے گا۔ انہوں نے بھی یہ تصور نہیں کیا کہ آزادی صرف درمیانی درجہ کے لوگوں کو راستہ دکھانے کا دھماکہ ہے۔ ان کے خیال میں آزادی سے مراد ہے عام لوگوں، محنت کشوں اور کسانوں کے لئے آزادی اور استحصال کا خاتمہ۔ باغی شاعر قاضی نذر الاسلام نے ۱۹۲۳ء میں اپنے رسالہ ”دھوم کیڑی“ میں (دعوتِ ستارہ) کے ادارہ میں ہندوستان کے لئے مکمل آزادی کا پرزور مطالبہ کیا تھا۔ ”دھوم کیڑی“ رسالہ ہفتہ میں دو بار شائع کیا جاتا تھا اور وہ ان کے مدیر تھے۔ انہوں نے مکمل آزادی کا مطالبہ اس وقت کیا جب کانگریس مکمل آزادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور جب کانگریس داخلی حکومت اور خود اختیاری حیثیت کا کھیل کھیل رہا تھا۔ قاضی نذر نے قبل یہ ہندوستانی کیونسلر ہی تھے جنہوں نے ۱۹۲۱ء میں احمد آباد کانگریس اجلاس میں مکمل آزادی کے مطالبہ کا ایک منشور جانٹا کیا۔ اس کے بعد ایک قوم پرست سماجی رہنما جناب فرسٹ موہانی نے بھی اس قسم کا مطالبہ پیش کیا۔ قاضی نذر الاسلام کی مکمل آزادی سے مراد منظم محنت کش طبقہ کے ہاتھ اختیارات کی منتقلی ہے۔

قاضی نذر الاسلام ہر نوع پر باغی شاعر تھے۔ اپنے ہر انگ جذبات سے اپنی آتش فشاں سے اور اپنی مادر وطن سے محبت کے جذبہ سے ترنار ہو کر آپ سے بنگال کے لوگوں کو آزادی کے تصور سے اگھارا۔ انہوں نے اپنے انقلابی گیتوں سے لوگوں کے دلوں میں ایک نئی روح بھونک دی۔ اسی صدی کی دوسری اور تیسری دہائی کے عرصہ میں انہوں نے بنگال کے نوجوانوں اور طلبہ کے دلوں کو قربانی کے جذبہ سے سرشار کیا۔ اور وہ مادر وطن کی آزادی کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہو گئے۔ ان کی نظم ”آگنی بنیا“ (آتش نظم) تو فلاحی کے طوق کو اتار پھینکنے کی پکا ہے ان کی نظم ”بدروٹی“ (باغی) تو سامراجی ظلم کے خلاف اور استعمار سے آزاد ایک نئے سماج کے قیام کی پکا ہے۔ آدھی طوفان کی طرح قاضی نذر اسے ہنگامہ اور موسیقی کے میدان میں پھل گئے۔ راہنما تانہ ٹیگور نے بھی ان کا غیر مقدم کیا۔ بنگال کے وطن دوست نوجوانوں نے قید خانوں میں جلا وطنی میں اور بھارتی کے تختہ تک جاتے ہوئے ان کے گیت گایا کرتے تھے۔ ان کا مجموعہ ”کلام سمپادی“ (کوٹھڑی) اس بات کا شاہد ہے کہ انھوں نے اپنے گیتوں اور نظموں سے نہ صرف سامراجیوں کے خلاف جدوجہد میں نئی روح بھونکی بلکہ انہوں نے اس کے ساتھ ہی بنگال کے کسانوں اور مزدوروں کو بھی بیدار کیا وہ ایسے رہنما تھے جنہوں نے روس کے لاؤبر انقلاب کا کیا کیا کہا۔ انہوں نے گیت ”پرالایا آلاس“ (۱۹۳۲ء) — طوفان کی فوجی — میں سندھو (دربائے سندھ) کی سرحد کو پار کرتے ہوئے ہندوستان میں انقلابی لہروں کو خوش آمدید کہا۔

تھے ہی ایسے ہیست ہیں تھے۔ ان کے ایک ہیست کے چند دوسرے درج ذیل ہیں۔

قول، قول، قول
اُردو کو گزرتے باجے مادوں
تخنہ آجالہ دھورونی قول
اُردو پر اتیر گورون قول
قول سے، قول سے، قول

د آگے بڑھو، آگے بڑھو، آگے بڑھو اور اپنے آگاہی میں فضائل کا
کی آواز سے گونج اٹھی ہے اور نیچے اس زمین پر سفر انفری کا عالم ہے۔
اے صبح کے نوجوان، بڑھے جلو، بڑھے جلو

بنگال میں انقلابی پارٹیوں کو ختم کرنے میں ان کے گیتوں نے
بہت ہی اہم کردار ادا کیا۔ قاضی نذیر نے انقلابی پارٹیوں کو اپنے گیت
دکھے اپنی آواز دی۔ اپنے وطن سے ان کی گہری محبت نے اور ان کے گیتوں
کے جواہر نے ان کے نوجوانوں کو اٹھایا۔

انسان دوستی اور انسانی محبت ہی قاضی نذیر اسلام کا مذہب
ہے۔ وہ نہ مسلمان تھے اور نہ ہندو۔ ۱۹۲۶ء میں جب حکومت میں قید ڈالا
ضادات دینا چوڑے اور ان سے انہیں دلی تکلیف پہنچی اور وہ قتل عام
کی اس ناگفتہ بہ فضا کو برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں
ایک کورس گیت لکھا:

دھماکے لگائی گئی گولیاں دھود دھود پھوٹا پھوٹا بار بار
تو گھٹی لے ہوئے راتیری۔ فٹے تھے، جاتیری را، ہشتیار
(بہت ہی دشوار گند پھاڑ، جنگل رگستان اور وسیع سمندر
کو ہمیں تاریکی میں پار کرنا ہے، ہشتیار راے مجاہدین، اے ہم جو)

اس گیت میں انہوں نے قوم سے کہا۔
بھائی شیر تو بچے کے لئے گیلو جارا جیجی خیر جوئے گان
آہنی اولو کھٹے ڈانڑائے جے تھوڑے بی کون بولیدان ہے
(میں نے بھائی کے تحفہ پر لکھی گئی فتح کے گیت لکھے ہیں،
وہ اب آہستہ آہستہ تبار سے ساتے آئے ہیں، ہم کون سی قربانی انہیں پیش
کر رہے ہیں؟)

راگوں کی ترتیب اور لکھے کا خاصہ اس جگہ گیت کی مثال

گیت، ادارہ اور دیگر ختم سرگرمیاں ان کے مذکورہ بالا خیالات کی شاہد ہیں۔
انہوں نے قومی آزادی کی جدوجہد میں طلباء کے کردار کی اچھیت کو محسوس
کیا۔ قومی آزادی محکموں میں طلباء کے انقلابی کردار کی ضرورت کا انہوں نے
انداز لگایا۔ قومی آزادی محکموں کی آزادی کی گرتیک میں طلباء کو حسب سے
آگے رہنا پڑتا ہے۔ طلباء احساس ذہن کے مالک ہوتے ہیں اور اجتماع
کرنے کے ان میں ہمت ہوتی ہے۔ قاضی نذیر کو اس امر کا احساس ہوا کہ
طلباء کو ختم کرے اور انہیں اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اس لئے انہوں
نے گیت لکھا

آمرائتوں ۲ امراتوں

آمرائتوں ۲ امراتوں

ہم لوگ طاقت ہیں، ہم لوگ قوت اور ہمت ہیں۔ ہم لوگ طلباء
(ہیں)

آزادی کے قبل کے دنوں میں ایسے گیتوں کی تاریخی
امادیت تھی۔ ہمیں وہ مناظر بھی یاد ہیں، طلباء جلوس میں پہناتے ہوئے
جا رہے ہیں۔

کارا اور کتو ہو کو پاٹ

بھینکے پھیلو کورا سے تو پاٹ

جو خوب بوندی شالہ

آگن جالا، آگن بالا پھیلو اور پاری

(قید خانہ کے لٹھے کے دھانے کو توڑ دو، تمام قید خانوں میں)

آگ لگا دو، آگ لگا دو)

ایک اور انقلابی گیت میں وہ یوں رقمطراز ہیں

سیکول پورا جو کھودیر

اوئی سیکول پورا جو کھودیر

سیکول پورے سیکول تو دیر

کور پورے جے کول

(زنجیر پھینکے سے ہمیں فرمت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ زنجیر جو ہے

پھینکے ہم غلامی کی دہراؤں کو توڑ دیں گے)

انہوں نے کوچ کے بہت سارے گیت لکھے۔ ان سے قبل

’نہیں ملتی۔‘

قاضی نذر نے خود بنگال صوبائی کانفرنس (کانگریس) میں اس گیت کو گایا تھا۔ یہ کانفرنس ۱۹۲۶ء میں کولکٹا شہر میں منعقد ہوئی تھی۔
 برادری (۱۹۲۱ء)۔ باغی ایک نئی قسم کی نظم ہے جس نے انہیں مشہور اور مقبول عام بنا دیا۔ یہ نظم نفس معنوں، طرز بیان، زبان اور شعری بحر کے لحاظ سے بالکل نئی اور انوکھی ہے اور مردہ دلوں میں نئے روح بھونک دیتی ہے۔ اس نظم میں سماج کے پرانے نظام کو تبدیل کرنے کیلئے عزم معمم کا ذکر کیا گیا ہے اور فرسودہ رسم و رواج اور جان بدظنی کو مٹانے کا عہد کیا گیا ہے۔ بغاوت کے لئے یہ پکار ہے۔
 یہ نظم یوں شروع ہوتی ہے:

بل بیر

بل بیر، اُتو تو مو شیر

شیر نہاری آماری

تو تو شیر ادنیٰ شیکھور سما ویر

(کہو اے بہادر، سراٹھائے کھڑے رہو، تمہارے گھر دیکھتے

چوئے ہمارے کی چڑیاں بھی تمہاری تعلیم میں جھک جاتی ہیں)

اور اس نظم کے آخر میں کہتے ہیں:

آمی شے تی دن ہو بورتا نتو

جو بے اتیر مکر نہ ہن ردل

آکا شے بانا شے دھو نیے نا

اتیا چاگر گھور کو کر جیاں

بھیم لوک بھوے روتی بے نا

اس دن میں خوش ہوں گا جب مظلوموں کی پیچ دیکار

سے آسمان گونج نہ اٹھے گا، جب جنگ کے ہولناک میدانوں میں طالبوں

کی تلواریں ایک دوسرے نہیں ٹکرائیں گی۔)

نذر کی اس نظم میں ایک غیر ملکی سماج کی تعمیر کی جھلک

ملتی ہے۔ اور ایسے سماج کی تعمیر کیونکر ممکن ہو سکتی ہے کیونکہ بہاؤ

استعمال کا نام و نشان تک نہیں۔ میں نے پہلے ذکر کیا کہ روس میں

رومنیا ہونے والے نواب انقلاب سے قاضی نذر نے بہ حد متاثر ہوئے۔

ان کا پہلا ناول ’بایا ہاروان‘ (معیب کا تحفہ) ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔

مگر چہ یہ ایک بریم کہانی ہے۔ اس کے ہیرو کو سویت مشرق وسطیٰ میں بریکر لال فوج کی سرگرمیاں بہت پسند تھیں۔ اس کہانی میں جب الوطنی اور بین الاقوامیت کو اکٹھا دیکھا گیا ہے۔ اس صدی کی دوسری دہائی میں آنے کی تمام تحریروں میں کمونسٹ خیالات کی جھلک ملتی ہے۔ ان کے تعصب سے جیسے ’سما بدی‘ (کمونسٹ)، ’پیرالا آلاس‘ (وطن کی خوشی) ’سولس جی‘ (دورنگی)، ’کرشیکر گان‘ (کسانوں کے گیت) ’فریاد‘ اور ’مزدوروں کے‘، لال جھنڈے گیت وغیرہ ان کے خیالات اور نعومات کا اظہار ہوتا ہے۔ کسانوں کے لئے وہ گاتے ہیں:

اکھو جاگو کسانو،

بل اٹھاؤ،

موت ساٹنے ہے،

آؤ بہادروں کی موت مرے

مزدوروں کے لئے وہ گاتے ہیں:۔ تباہی کے راہ کے مسافر،

ہتھورے کو اٹھاؤ، سلیم کو کاٹ دے پر رکھو۔

انہوں نے بنگال کے محنت کشوں کے لئے ’لال جھنڈا‘

گیت لکھا:

لہراؤ، لہراؤ، لال جھنڈا،

آسمان میں ہمارے لال جھنڈے کو لہراؤ،

’کمونسٹ انٹرنیشنل‘ کی بابت ان کے واضح خیالات تھے۔

ہندوستان کی کمونسٹ پارٹی کے بانی۔ ممبروں کے ایک ممبر یعنی کامریش

مظفر احمد سے انہیں محنت کشوں کا بین الاقوامی گیت ملتا تھا۔ بین الاقوامی

گیت استقام اور رفاقت کا کلمہ ہے۔ ساری دنیا کے محنت کش اس

گیت کو ایک آواز میں، ایک زبان میں اور ایک ہی دھن میں گاتے ہیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلے قاضی نذر لال سلام نے اس گیت کا بھنگ

میں ترجمہ کیا تھا۔

’لوا جگ‘ (نیا دور)، ’دھوم کیڑو‘ (دھماکا سنارہ)، ’لوگوں‘

(ہل) میں شائع ہوئے مطالبین اور ادارے میں قاضی نذر لال سلام

نے اپنے سیاسی اور سماجی خیالات کا اظہار کیا۔ قاضی نذر لال سلام اور

کامریش مظفر احمد دونوں مشترکہ طور پر ان رسالوں کے لئے کام کرتے تھے۔

ان رسالوں میں شائع ہونے والے مضامین اور ادارے نارینی نادی

۷۔ وہاں اور باغ بھلا میں اپنی کرتے ہیں۔

کافی نڈر اسلام کی نظر میں موسیقی اور محافت میں اختر گئی اور انقلابی حالات کو کیسے جگہ ملی ان دنوں کسی بھی شاعر یا مصنف سے اتنے صاف اور نظروں میں نہ آسکتا کہ وہ کہہ سکے کہ کیا اپنے طالب علمی کے بعد ان سے ہی وہ اپنے اسکول، سپر سول راج اسکول کے اپنے کلاس پیچر کے زیر نظر انقلابی سرگرمیوں سے وابستہ ہو گئے۔ انہوں نے فوج میں ملازمت کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جنگ کوڑے کے طریق کار سے واقف ہو جائیں تاکہ وہ ملک کی آزادی کی جنگ میں مفرط نہ کر سکیں۔ جب انگریزی بیرک میں ہی تھے، تو انہیں لال فوج کے سرگرمیوں کی خبریں ملتی رہتیں اور وہ وہیں چمڑی پیچھے ہٹا کر انقلاب کی بابت دودھ پانی رہائے اور پمفلٹ پڑھا کرتے۔ وہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیتے۔ ۱۹۱۹ء میں وہ فوج سے واپس آئے اور بہت دنوں تک کامریڈ مظفر احمد کے ساتھ رہے۔ وہ دواؤں آپس میں آزادی کی جدوجہد اور محنت کشوں کی تحریک کی بابت تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔ ان دنوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ عوام کیلئے نکلیں گے اور سیاست میں حصہ لیں گے۔ کامریڈ مظفر احمد نے اسی کتاب "آمار جیون دیبا ریو کوکوشٹ پارٹی" (میری زندگی اور جدوجہد) کی کوکوشٹ پارٹی میں یوں رقمطراز ہے۔ ۱۹۲۱ء کے آخر میں ہم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بنگال میں کوکوشٹ پارٹی کی تشکیل کی جائے۔ قاضی نڈر اسلام بھی اسی منصوبہ میں ہمارے شریک تھے۔ میں تو اس بات کا ذکر کر چکا ہوں کہ وہ روسی انقلاب کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ ہمارے شعراء کی تلاش ہی مشکل تو ان کی نظم "ہمد لا الاس" (وطن کی غرضی) ہے۔ ان کی نظم "دیبا سندھو کے کنارے" اور "بھاگنا" مراد روسی انقلاب سے ہے۔ ۱۹۲۰ء میں جب مظفر احمد میرٹھ سازش کیس میں زیرِ سماعت تھیں تھے تو اس وقت انہوں نے اپنے غلطی بیان میں کہا "میں ایک کوکوشٹ ہوں"۔ چنانچہ انہوں نے قاضی نڈر اسلام کا اور نمیشنل کانگریس میں لیبر سراج پارٹی کی تشکیل میں ان کے سرگرم کردار کا ذکر کیا۔ وہ سراجیوں کے خلاف جدوجہد کے پیش نظر ملک کی سماجی سیاسی صورت حال کا تجزیہ کر رہے تھے۔

قاضی نذرا الاسلام بھی کاسریڈ مظفر احمد کی کتنی عزت کرتے
تھے اس کا اظہار ان کے اس خط سے ظاہر ہو جاتا ہے جو انہوں نے

۴۲ تھا مکتفی کے مدبر کو کھانا ایک نارنگ ملا رہا ہے اسے اپنے لپک تلی نام نارا را کے تحت مظفر احمد بیگن سے تنقید کی تھی۔ قاضی ندو نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے مدبر کے نام ایک خط لکھا۔ میں قسم کھا کر یہ کہہ سکتا ہوں کہ مظفر کو دیکھتے ہی لوگوں کی غلط آنکھیں آنسوؤں سے لرز جڑ جاتیں گی۔ مجھے تو اس بات کا جواب بھی ملتا جب میں یہ سوچتا ہوں کہ کس طرح ایک بے لوث اداکار کے مرتع اور خاصوں کا کرن فوریوں سے مزین زندگی کا سالک دور اندیش، درویش، چکا چوند گرد پنے والی لیاقت کا ادراغ اور آزاد خیال کاملاک جنگل کے راسخ العقیدہ تلاء مولوی کی سرزمین یعنی صلح نہنگالی میں پیدا ہوا۔۔۔۔۔ سلطان لیڈروں کی بات چیت کے کوئی چند لیڈر بھی میری نظر سے نہیں گذرا جسے ملک اور قوم سے اتنی گہری محبت ہو۔

قاضی ندوالا سلام مزدور کے جلسہ میں کاتوں اور ماہی گیروں کی کانفرنس میں شرکت کیا کرتے۔ انہوں نے سارے جنگل کا وعدہ کیا اور محنت کشوں اور کسانوں کی پارٹی کے تشکیل کرنے والوں میں سے تھے۔ ۱۹۶۹ء میں کٹیر میں انہوں نے جنگل کے کسانوں کے لیگ کو منظم کرنے کے کام میں حصہ لیا۔ یہیں ان کی ملاقات مظفر احمد، کارٹرٹ عبدالمصیم امدا یک برٹش کونسلٹ کارٹرٹ فلپ اسپرٹ سے ہوئی۔ ۱۹۷۳ء میں انہوں نے ایک نظم آئندہ میرا وگودانے لکھی، اس نظم کے اشاعت کے بعد انہیں انگریزوں کی حکومت نے ایک سال قید یا مشقت کی سزا دی۔ اس نظم میں انہوں نے جنگل میں پہلے پورے استعمال کا ذکر کیا اور درگاماں سے التی کی کہ وہ دشمنوں کو فتنہ کر دے۔ جیل کے حکام کے برے برتاؤ کے خلاف قاضی ندولے نے احتجاج کیا اور ہنگلی جیل میں ۳۹ دنوں کے جھوک پڑناں کی۔ وہ انسانی حقوق کے مجاہد تھے۔ اور کتب خانہ شاعر کی حیثیت سے مثال قائم کی۔

میرٹھ سازش کیس میں مظفر احمد کی گرفتاری کے بعد ملک میں بہت حادثات رونما ہوئے اور اس کے ساتھ ہی ندولہ کی زندگی میں بھی تبدیلیاں آئیں۔ انہوں نے خود کو موسیقی کی دنیا میں کھو دیا۔ وسائن کے پریم کے گیتوں میں باوش کی طرح سے ان کے فلم سے لوک گیتوں اور چنگی گیتوں کی بارش ہونے لگی۔ انہوں نے بہت سارے رسروں کے ساتھ موسیقی کی ایک نئی دنیا تعمیر کی۔ ان کے گیتوں اور سلا کو "ندولہ گیتی" کہتے ہیں۔ تیسری دہائی میں گوگا اطرون، ریڈیو فلم اور ڈرامہ (بقیہ صفحہ ۴۳)

یوم آزادی کی یاد

بھال کی دھڑکی کا سنہرا دم لگا
دکن کی سہ میٹھی کی فصل میں
قولاد کی ابرق کی بہاری کا تیرے
چشمے زر کیال کے وہ آسمان
گنگا کا وہ میدان، بہشت و بہار
وہ سرزمین پنجاب، وطن کو کاغذ
جو جہان ہے صنعت کی وہ کالا ہیرا
ہر روز کے القصص و مسائل فطری
انگریز کی آنکھوں میں گھڑی یہ دولت
منج پہ زرد جنس کے پنجے گاڑے
لٹا رہا قزاقوں کا یہ اناشہ ہندی
بیٹے رہے دل ہندو مسلمانوں کے

جاگے بھی تو اس طور سے جاگے ہندی
نشد تقصیر کا لئے ذہنوں پر
انگریز کے پنجے تو کھڑے بیشک
خود اپنا بھی لگ باغہ مسگر کا ٹلیا
دلوانگی تک لائی نجالت جب جب
رہتے ہوئے بانو کا ہر چوس لیا

اونچے تھے پہاڑوں سے عزائم انکے
خود اپنی ہی تقدیر کا مالک ہونا
تقسیم زرد جنس مساوی سب میں
انصاف کے پلڑوں کا برا برا ہونا
پینے کے پینے کے، مواقع سب کو
روزی میں، معیشت میں برابر حقہ

انسوس کہ چھتیس برس بیت گئے
وہ خواب نہ شرمندہ تعبیر ہوا

باقی ہے نئی شکل میں گواہی
جو طوق تھا وہ پاؤں کی زنجیر ہوا
دستور جہاں ہے کہ نظام کہنت
مضبوط انا دوں سے بدل جاتا ہے
جو باگ سجھائے ہو نظام تو کہ
وہ فرشتے طلائف پہ پھیل جاتا ہے

بس چند گھراؤں میں بیٹھے دولت
عمور جو معیشت کے، سیاست کے ہیں
روزی کے ذرائع پہ لگا ہے پہرہ
ماپوسی کی تصویر جواں چہرے ہیں
ہر سام بٹش جس کا اناشہ محنت
محنت کا صلہ سکوں میں جو بگفتا ہے
دیران ہوا کرتا ہے لئے کھتے
تخفیف شدہ سکوں کے بدلے ہونگے
قانون کی بھرمار ہے لڑوں جیسی
انصاف کا فقدان لوازم جیسا

اے روز مبارک ترے صد پہرہ بھی
تھا طرہ پہ بار نہ ہو تو کہہ دے
تواب کے برس آئے تو اس شعبہ
باعتوں میں ترے پریم آنا دے ہو
جس پر ہو گزشتہ کا منوالے نیا
پیغام ہو اک اور نظام نو
انصاف کی بنیاد پہ جو قائم ہو
افلاس کا صل جس کا ہوا اول قصہ



۱۔ پٹ سن ۱۷ کپاس ۱۷ پٹرول ۱۷ کرند



زندگی آزادی کے قبل ۱۹۷۱ آزادی کے بعد

میں وہ قیمتیں کم تھیں تو اب میں بھی بہت ہی کم تھیں۔ ایک یونیورسٹی گراجویٹ ایک کلرک ایک اسکول ٹیچر یا ایک صحافی کی حیثیت سے کام شروع کرتا تھا وقت اس کی تنخواہ تقریباً سو روپے ماہانہ ہوتی تھی۔ ایک تعلیم یافتہ اسکالر خود کو فروش قسمت سمجھتا اگر سے ۱۰۰ روپے ماہانہ تنخواہ کے لچرر شپ کا عہدہ کسی کالج میں مل جاتا۔ ایسی ہی باتیں دیکھی گئیں ہیں کہ ایک ہی کام دو آدمی کیا کرتے، اور تنخواہ بھی آدمی لیا کرتے۔ جنہیں نوکری مل جاتی ان کی زندگی بڑے آرام سے گذرتی، لیکن اس زمانہ میں ایسے بھی بہت سارے افراد تھے جنہیں ملازمت کہیں نہیں ملتی، کیونکہ روزگار کے مواقع بھی بہت ہی کم تھے۔ اور ان کے لئے باب کا ہوٹل کھلا رہتا۔ ایک کلرک زندگی بھر کلرک بن کر رہتا اور سوا سادہ میں سے ایک استاد تعلیمی ادارے کا سربراہ بن سکتا۔ اعلیٰ درجوں اور عہدوں میں ویسی لوگوں کے لئے ملازمت کے دروازے مکمل طور پر بند تھے۔

اور جو ذرا حساس طبیعت کے مالک ہیں وہ سیاسی ماحولی کے غلات، صرف ذہنی طور پر صرف کچھ سوچ و چار کر لیا کرتے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کو جو سرگرم سیاست سے خود کو دور رکھتے، اکثر شدید عصبانیت لگتا جہاں کے رشتہ داروں اور دوستوں کو انگریزی حکومت مارتی پٹی، جیل میں ڈال دیتی، یا انڈمان جزیرہ میں جلا وطن کر دیتی یا کبھی چالانسی کے پھندے پر لٹکا دیتی۔ سب سے پہلے ایک روحانی قسم کی قوم پرستہ سے آزادی کا جوش دلوں میں بیدار ہوا، اور یہ بھی کبھی باری باری انتہا پسند انقلابیوں کی کوشش اور گاندھی ماد عدم تعاون یا شہری نافرمانی کی شکلیں بدلتا رہا۔

میں نے اپنی نصف زندگی برٹش سامراج کے محکمہ ہندوستان کی حیثیت سے گزاری اور باقی نصف آزاد ہندوستان کے آزاد شہری کے کی طرح گزار رہا ہوں۔ میرے ہم عمر لوگ اکثر اپنی زندگی کے دوڑوں نصف کا موازنہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم عمر ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں بھی بھی اچھے پرانے دنوں کی یاد سنا تھی رہتی ہے۔ اس زمانہ میں زندگی بڑی سیدی سادی تھی۔ قیمتیں بہت ہی کم تھیں، آج جو قیمتیں ہیں ان کی یہ صرف کس قیمتیں۔ بچے اور خالص لہان وطن کو آج بھی یہ باتیں یاد ہیں کہ کلکتہ میں دوپہر کو شام کے ٹکٹ کی قیمتوں میں کمی ہو جاتی اور صرف تین پیسے میں شام میں بیٹے کلکتہ کے اس کو نہ سے اس کو نہ نک جا سکتے یا کالج اسٹریٹ علاقہ میں تقریباً پانچ آٹے میں پیٹ بھر کر بہترین کھانا مل جاتا تھا۔ کسی نے بھی لوڈ شیڈنگ کا نام تک بھی نہیں سنا تھا۔ (ایسا بوجھ کیا ہے جسے اتار دیا جاتا ہے) اور تقریبات کے لئے ہو یا رزمہ کے افراجات کے لئے ہو، لوگ پہلے سے تمام باتوں کا اچھے طریقے سے انتظام کر لیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مزدوریات زندگی کی چیزوں کے کمی نہ تھی۔ آج ہم عشا شمس بھرے ہوئے ٹرین میں سفر کرتے ہیں اور کبھی کبھی تو سیٹ ریزویشن ہو جائے پر قیمت کو دیکھی دیتے ہیں، تو ہمیں سامنے کے اسٹریٹ کلاس کی یاد سنا تھی ہے جس میں ہم آرام سے کلکتہ متا دہی اور وہی تا کلکتہ کا سفر کیا کرتے تھے۔ اور آنے جانے کے ٹکٹ کی قیمت صرف چار روپے تھی۔

ایسی باتیں اس ٹھوس حقیقت کو فراموش کر دیتی ہیں کہ اس زمانہ

بیت سارے لوگوں کے لئے زندگی تو تقریباً ویسی ہی تھی جیسی کہ ہر انسان نے بنایا تھا۔ یہ تو قدرتِ الہی کی ایک حالت ہے۔ غریب، غلیظ، ظالم اور فاسق آزاد ہوئے، خود داری اور وقار دیا۔ اس نے ہماری امیدیں اور خواہشوں کو جگایا۔ تقسیم کی چوٹ کو ہم نے فوراً فراموش کر دیا۔ میں اس وقت ہندوستان سے باہر تھا جب ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء میں ہندوستان ایک ری پبلک بن گیا۔ میں تو اس منظر کو فراموش نہیں کر سکتا جب اسی تاریخ کو البرٹ ہال، لندن، میں لارڈ جیک لارنس، سائبل ہارن ڈانک اور انگلہ ہرلین کی تعاریر سننے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ آئے تھے۔ یہاں صدر گاندھی کی طرح کرشنا مہنن نے نہایت پھانسیا ہم اپنی بابت اور ہمارے جیسے لوگوں کی بابت ایک انوکھی بات کالیوں کو کر سکتے ہیں کہ ہمیں اپنے 'ہندوستانی پن' کا اس وقت احساس ہو رہا ہے جب ہم اپنے وطن سے باہر رہتے ہیں۔ (اور جب ہم بیرونی عمل سے دوچار ہوتے ہیں)۔ آزادی کے ابتدائی برسوں میں یعنی ۱۹۴۷ء میں ہمارے پالیسی سازوں نے ہندوستان کو دنیا کے نقشہ میں ایک مقام دینے کے فیصلہ میں مشغول ہو گئے نیز انہوں نے ایک سالم قوم کی تعمیر اور معاشی نشروون کے کام میں مشغول ہو گئے۔ منصوبہ بندی کمیشن تو ہماری معاشی آرزوں کو تقوُّس شکل دینے والے تھے اور بہرہ کے باہر میں ہر چیز محفوظ نظر آتی۔

۱۹۴۷ء کے چھتیس سال بعد ہم بھی مڑ کر دیکھ سکتے ہیں اور اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم نے کس حد تک کامیابی حاصل کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بین الاقوامی تعلقات کا نیا میں سے ہندوستان نے اپنے مقام کو مستحکم بنا لیا ہے۔ آزاد یا جلد ہی آزاد ہونے والے ممالک ہندوستان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ لیکن اب آہستہ آہستہ ان کی یہ پرستش غائب ہوتی جا رہی ہے اور اب ہندوستان کوڑا بنے کھجور سے پاک، دودیہ کو رو بہ کار لائے میں کامیابی حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ لیکن ہر بین الاقوامی فورم میں، خواہ وہ اقوام متحدہ ہو یا ناو الہستہ جیسی کانفرنس ہو، ہندوستان ایک طاقتور آواز ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بیرونی تعلقات کے میدان میں ہندوستان نے اپنا ایک مقام بنالیا ہے اور ہندوستان نے ایسے سلیبر پیدا کئے جن کا شمار ساری دنیا میں فنِ سفارت کے ماہروں میں ہوتا ہے۔

اب اس سوال کا جواب دینا بہت ہی مشکل ہو جائے کہ کیوں ہم لوگ ایسے پالیسی ساز اور کارکنانِ شاندار نہ کر سکے جو اندرونِ ترقی کا کام ایمان داری کے ساتھ بخیر و خوبی انجام دے سکیں؟ اندرونِ مسائل ۱۹۴۷ء میں بہت وسیع تھے اور آج بھی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۵۰ء کے مرتب کردہ دستور اپنی ۴۶ دس ترمیم کے بعد بھی سیاسی اور معاشی نقطہ نظر سے ناکافی ہے۔ اس نظام کا مقصد یہ تھا کہ ایک طاقتور وفاقی نظام قائم کیا جائے اور ایک مضبوط اور مستحکم مرکز ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ریاستوں کو بھی وسیع اور اہم ذمہ داریاں سونپی جائیں۔ لیکن لفظِ وفاقی کا بڑی ہشیاری سے ساتھ استعمال نہیں کیا گیا۔ اب اس بات پر بحث کر سکتے ہیں کہ معنی کے لحاظ سے ریاستوں کی یونین، وفاق سے قریب ہے یا متحد ریاستوں سے قریب ہے اور یہ کہ اس نے 'آکائی' کے عناصر پر زیادہ زور دیا ہے۔ ہندوستانی وفاق تو خود اختیارات یونٹوں پر مشتمل نہیں ہے کہ ایسی یونٹوں نے متحدہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان کے ساتھ رہیں گے جیسا کہ امریکہ کی ریاستوں نے کیا۔ ان ریاستوں نے پہلے متحدہ ہائے ریاست ہائے امریکہ کی تشکیل کی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ امریکہ کی متحدہ ریاستوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا، کہیں مغرب کی طرف تو کہیں فوج کشی کر کے، کہیں رمانا دہنت سے کہیں تو فرانس سے ایک جمہوری رقم پر براہ راست خریداری کر کے۔ برٹش کے دور حکومت میں ہندوستان ۱۹۴۷ء تک ایک واحد یونٹ تھا۔ کم از کم وہ علاقے تو ایک تھے جو انگریزوں کے قبضہ میں تھا اور اس وقت ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت صوبوں کے اختیارات بہت ہی محدود تھے۔ ۱۹۵۰ء کے دستور نے نئی ریاستوں کو پہلے سے کہیں زیادہ اختیارات عطا کر دیے جو اس وقت کے دستور کو مرتب کرنے والے بزرگوں نے ایک بنیادی تصور کو پیش نظر رکھا تھا کہ مرکز اور ریاستوں کے درمیان نظریہ میں شدید اختلافات نہیں ہوں گے۔ پس پردہ اس بات کی بھی توقع کی گئی کہ مرکز اور ریاستوں میں ایک ہی سیاسی پارٹی برسرِ اقتدار رہے گی۔ اگر کچھ تغیر پیدا ہو بھی جائے تو اس سے سیاسی سطح پر حل کر لیا جائے گا۔ لیکن اس تحلیل کو پہلا دھچکا ۱۹۶۷ء میں لگا اور اس کے بعد سے سیاسی تناؤ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ دستور کی دفعات نے مسائل کو حل کرنے میں ناکافی ثابت ہوئیں ہیں۔ چند ریاستوں کو یہ شکایت ہے کہ دستور میں ان کے خلاف۔ یعنی اس وقت بھی جب ان کی دستوری مشینوں میں کسی قسم کا

حق و حقیقت یہی ہوتی ہے کہ ہندوستان کا مذکورہ تمام ریاستوں کے درمیان سے تقسیم کیا جائے۔ دہلی، علی گڑھ، اور دہلی کے واسطوں کے دائرہ اختیار سے باہر کے تمام ریاستیں۔ تاہم سب طرح کے اقدامات کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہوگی۔ بعض ریاستوں کی یہ رائے ہے کہ دستور میں بہت ساری ترمیمات کر کے مرکزی حکومت کے اختیارات کو بڑھا دیا گیا ہے۔ ان تمام باتوں اور ایماندارانہ یہ فرض اور قابل سربراہی کی طرف سے۔ بے اختیار کی طاقتوں کو جنم دیا۔ نیز جبکہ ریاستوں کی زبان کی بنیاد پر از سر نو جم بندی کی گئی تو اس وقت ان کی طاقتوں کو کافی تقویت پہنچائی گئی۔

لسان مطالبات میں اور بھی بہت سارے مطالبات شامل تھے جو وہ دور میں دور ریاستوں میں بہت سارے لوگ برسر پیکار ہیں اور مرکز بے بسی سے منہ منکوار ہوتا ہے۔ شاید اسے ایک دھندلے امید ہیں ہے کہ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کچھ دیکھ رہا ہوگا۔

پھر بڑی ریاستوں پر ان پارٹیوں کی حکومت ہے جو اس پارٹی سے مختلف ہیں جس کی حکومت مرکز میں ہے۔ ایک دفاعی نظام میں اسے زیر حوصلہ بن سکھنا نہیں چاہئے لیکن جس طریقہ سے ہندوستانی نظام حکومت کام کرتا ہے اس سے تنازعات کو تناؤ میں تبدیل کر دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے سارے ہندوستان کی سطح کی طرف ایک ہی پارٹی ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری پارٹیوں کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ دیگر پارٹیاں بھی ہیں جو نام کی کل ہندو پارٹیاں ہیں جو خاص خاص لوگوں کے اگر گرد ملا جائیں تو ان کی حیثیت سے باہر کی طرح کام کرتی ہیں۔ ساری دنیا میں ایسا کوئی بھی ملک نہیں ہے جہاں سیاسی پارٹیاں جن میں سب سے بڑی پارٹی بھی شامل ہے۔ خود کو دوسری سے الگ دکھانے کے لئے پارٹیوں کے سرکاری طور پر ترقی شدہ نام کے ساتھ ساتھ قوسین میں اپنے سربراہ کے نام کے پہلے حروف کو بھی لکھتے ہیں۔ ایک جمہوری حکومت یا انتخابات کی حکومت۔ کی جملہ ذی فرائض ہوتی ہیں ایسا جملہ ہوتا ہے کہ وہ سب مرکز میں اور بعض ریاستوں میں غائب ہو گئے ہیں۔

مٹی جو لوگ مٹی بھر جائیں تو یہ حکومت کرتے ہیں اور اس نظام کو بے کے لئے کسی بھی سطح پر مرکزیت کی جاتی ہے تو توڑوں و سطی کی عدالت کی نفاذ میں ہے، جہاں کسی بھی شے اور اقدام کو ناپاک نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر لوگوں کی یا جماعتوں کے مفادات

کی خدمت کرتا ہے۔

وفاقی مالیاتی مسائل کے مرکز۔ ریاست سیاسی تنازعات اور بھی بڑھا دیا ہے۔ دستوری دفعات کی چھوٹی چھوٹی کمی کے تیز پڑی ہوگی گئی ہے صرف آمدنی ٹیکس سے حاصل ہونے والی رقم کی لازمی طور پر تقسیم کا ذکر کیا گیا۔ ہندوستانی پارلیمانی اختیارات کے تحت مرکزی آبداری کی تقسیم کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اسے دوسرے لائق میں رکھا گیا۔ دوسری طرف مسائل تو وسیع سے وسیع تر ہوتے جا رہے ہیں۔ آمدنی ٹیکس سے حاصل کردہ رقم کی یہ فیصد رقم اور مرکزی آبداری کی یہ فیصد رقم بلاتے کے بعد بھی ریاستیں بہت ہی شدید ضرورت حال سے دوچار ہیں۔ انھیں وسیع کمی ہے۔ سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بنگالوں سے اور ڈرائٹ (قرض) لینا پڑتا ہے۔ اپنے ترقیاتی اخراجات کو کم کرنا پڑتا ہے اور زیادہ سے زیادہ مرکزی امداد کیلئے بشورہ فوجا کرنا پڑتا ہے۔

جیکہ ریاستوں کے سلسلہ میں یہ کہا جاسکتا ہے انہوں نے اچھے مالیاتی نظام کی مثالیں پیش کیں اور دوسری طرف مرکز کو بھی اس سے برا نہیں کیا جاسکتا، اس کے اپنے اخراجات لالہ بالی فرج کہا جاسکتا ہے اور اس کی کمی جس سے افراط زر کا خدشہ لاحق ہو جاتا ہے، نے تمام رکاز توڑ دئے۔ اس نے فخری ٹیکس اور پتوں کے اقدامات سے اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے کی کوششیں کیں، حالانکہ ایسے اقدامات سے منقسم وسائل پیدا نہیں کئے جاسکے۔ مالیاتی کمیشن بھی اس سلسلہ میں کچھ زیادہ نہیں کر سکتا، کیونکہ انھیں بھی اپنے دائرہ عمل میں رہ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ پھر اخراجات کی منصوبہ اور غیر منصوبہ مدوں میں تقسیم اور اولڈ کسرو مالیاتی کمیشن کے دائرے اختیار سے ایسے طریقہ کار سے جس کا اظہار دستور میں نہیں کیا گیا ہے (باہر لانے کے اقدامات نے ایک خاموشی پیدا کر دی ہے جو اچھے مالی نظام کے تمام اصولوں کے خلاف ہے۔

اگر سرکار یہ کمیشن، جسکی حالتیں تقرری ہوئی ہے، خود کے ڈھانچہ کے اندر رکھتے ہوئے ممکنہ تبدیلیوں پر غور و خوض کرے تو اس کی پرکوشش بالکل ناکامیاب ہوگی۔ شاید آئندہ مالیاتی کمیشن اس مسئلہ کو ادھر ادھر پر بند لگا کر ایک نہایت صورت میں حل کرے گی۔ کوشش کرے گا۔ جو سکتا ہے کہ یہ کمیشن ایسی بات کی سفارش کرے کہ مرکزی آبداری میں ریاستوں کے حصص کو ۵۰ فیصد یا اس سے زیادہ

کردیا جائے اور دفعہ ۱۹۵۷ء کے تحت مرکزی عطیات کی رقم میں اضافہ کر دیا جائے، لیکن جس رفتار سے ریاستوں کے ضرورتوں میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے اس بات کی یقینی طور پر پیش گوئی کی جاسکتی ہے کہ عید دسویں مالیاتی ٹیکس کی تقرری ہوگی (بہ تقرری عام حالت میں ۱۹۹۲ء میں ہوگی) تو اس وقت موجودہ دستور دفترات کے تحت کس قسم کے عمل کی گنجائش نہیں ہوگی، عید تک کہ اس کے پورے کے پورے عہدہ کو عطیات کی دفعہ ۱۹۵۷ء پر نہ لاد دی جائے۔

سیاسی ناکامیوں میں وفاقی مالیات کے مناسب نظام کو مرتب کرنے میں ناکامی شامل ہے (کے مقابلہ میں معاشی محاذ میں کارگزاریاں کچھ حد تک بہتر تھیں۔ میں نے کوئی بڑی بات نہیں کہی بلاشبہ عظیم کامیابیوں کے ریکارڈس ہیں۔ اگر ہم ۱۹۵۷ء کی جتنی معیشت کا آج کی معیشت سے مقابلہ کریں تو ہم پیداوار میں اضافہ کے اچھے اعداد و شمار ملیں گے۔ پیداوار میں ایسی مصنوعات جو شامل ہیں جو آزادی کے قبل دلوں میں تیار نہیں کی جاتیں۔ اگر ہم ۱۹۸۳ء میں اپنی حقیقی کامیابیوں کا، سلسل منصوبوں کے تحت ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں یا ہم سے جو کچھ کرنا ممکن ہو سکتا ہے، ان مقاصد مقابلہ کریں تو ہمیں بہت ہی دھندلی تصویر ملے گی۔ ملی ملی معیشت کے ملے جلے نتائج درمنا ہوئے۔ ان اہم اہم علاقوں میں، جہاں تک کہ ہم نے پہونچنے کا ارادہ کیا تھا، بھاری کارکنی بڑی مایوس کن ہے۔

بنیادی معایق سے تو سبھی واقف ہیں اور انہیں تفصیل سے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تصویر کے اہم اہم نقاط کا سرسری جائزہ لینے سے تمام باتیں صاف ہو جائیں گی۔ ان تمام برسوں میں قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح صرف ۱۹۵۷ء فیصد فی سال ہوا ہے، حالانکہ ارسلا نشانہ ہر سال ۱۰ فیصد فیصد کا مقرر کیا گیا تھا۔ اب آبادی میں ہر سال ۲.۲۵ فیصد کی شرح سے اضافہ ہو رہا ہے، لیکن فی کس آمدنی میں تقریباً ۱۰ فیصد کے حساب سے اور فی کس اخراجات میں اس کے بھی کم شرح کے حساب سے اضافہ ہو رہا ہے۔ تقریباً نصف آبادی غربت کی سطح سے نیچے سطح پر زندگی گزار رہی ہے۔ بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہی جا رہا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے اسکول میں

ملیا کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہونے کے باوجود اب بھی کم از کم تعداد میں بچے ابتدائی تعلیم سے محروم ہیں۔ مراکز صحت اور ہسپتال چاروں طرف پھیل گئے ہیں لیکن اب بھی بہت سارے لوگوں کو طبی سہولتیں آسانی سے فراہم نہیں ہوتیں۔ یہاں یہ کیا جاسکتا ہے کہ خاطر خواہ وڈنگ مینو کا حیا بیاں ہوئیں ہیں لیکن ایک فلاحی ریاست میں ایسی بات کو حق بجا کہا جاسکتا ہے کہ ایک بچہ کو اسکول سے باہر رہنا پڑا یا ایک مرلے میں صحت ضروری طبی امداد سے مستفید نہ ہو سکا۔ ترقی کی رفتار سست رہی اور سماجی انصاف سے غفلت برتی گئی۔

اگر ہم اس میں بار بار دہرنا ہوتے والے افراط زر کے خطرات اور درمیانہ دل کی ادائیگی کے بحران کو شامل کر دیں تو صورت حال یقیناً تشویشناک ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ ترقیاتی اقدامات سے فوائد حاصل ہوئے اس سے عوام کو فائدہ نہیں پہونچا، اگرچہ یہی عوام اخراجات کے بڑے پورے کچھ برداشت کرتے ہیں اور اپنی ہر افراط زر کا پورہ لادا جاتا ہے۔ اور نتیجہ میں وہ بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے چند ہی لوگ ہیں جو منہ میں مٹھالی لئے پیدا ہوتے ہیں لیکن ایسے لاکھوں لاکھ لوگ ہیں جن کے لئے رات فتم ہوتے ہوتے نہیں ہوتی۔

آج کے جو ضروری کام ہیں وہ دلیہ ی ہیں جیسے کہ وہ ۱۹۵۷ء میں تھے۔ ہمیں ۵۵ لاکھ کروڑ لوگوں کے لئے منصوبہ مرتب کرنا ہے حالانکہ ۱۹۵۷ء میں ہم نے ۳۵ لاکھ کروڑ لوگوں کے لئے منصوبہ مرتب کیا تھا۔ تمام مسائل کے جلد از جلد حل کی امید نہیں کی جاسکتی، پھر بھی اس کی کوئی وجہ نہیں کہ کریں ہم ہر مسئلہ کی شدت اور وسعت کو خاطر خواہ حد تک کم نہ کر سکیں گے؛ اگر ہم مضمون کے ساتھ اقدامات کریں اور اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ غربت اور نا انصافی کے خلاف برسر پیکار ہیں تو ہم ہر مسئلہ کو کچھ نہ کچھ حد تک حل کر سکیں گے اگر ہم جنگی وقت کی لیاقت کے ساتھ ریکارڈ وقت میں ایشیائی کھیل کی تیاریات کے کام کو مکمل کر سکیں تو تب ہم اپنی آبپاشی کے براہ کھٹوں اور بجلی پلانٹس کو مکمل کرنے میں اتنی صلاحیت کا اظہار کریں گے کہ سیکنے؛ اگر ہم ایک غلام بن الاوامی کانفرنس کا بہت ہی اچھی طرح انتظام کر سکیں تو تب ہم اپنی اسی صہارت اور لیاقت کو بجلی پیدا کرنے اور چھوٹی صنعتوں کی ترقی کے لئے کیوں حرف نہیں کر سکتے؟ مسائل شدید ہیں اور انھیں حل کرنے میں انتھک محنت کی کمی نہیں ہونی چاہئے۔

ہندوستان کی آزادی

وفاقی نظام سیاست



بہبتوش رائے

از

یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ 'نیشنلزم' لفظ کو کیوں نہیں استعمال کیا گیا۔ گروہ آزادی کے قبل جو ملت اٹھایا گیا تھا اس میں یہ لہجہ کیا گیا تھا کہ ہندوستان میں ایک وفاقی حکومت قائم کی جائے گی۔ اس لئے ارادہ تو ظاہر ہے۔ وفاق میں خود اختیاری پر زور دیا جاتا ہے۔ دستور میں لفظ 'نیشنل' استعمال کر کے وفاق کی اس باجمیت کو کم کرنے کی کوشش کی گئی۔

دستور کے ماہرین دستور ہند کی جانچ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہندوستان اگر گروہ ایک فیڈریشن ہے، لیکن اس کا رجحان یکائی کا ہے۔ یہ الفاظ دیگر یہ ایک فالو ٹائیڈریشن ہے، لیکن درحقیقت یہ یکائی کی مرکزیت یا سیاست ہے۔

اگر ہم دستور ہند کی مختلف دفعات کا مابین مرکز۔ سیاست تعلقات کا ذکر ہے، تو یہ کریں تو ہم اس حقیقت سے واقف ہو جائیں گے کہ کس طرح سرگرمیوں کے تقریباً ہر شعبہ میں ریاستوں کی خود اختیاری کے حقوق کو مرکز کے ماتحت بنا دیا گیا ہے۔ اس مختصر معنون میں دستور ہند کی تمام متعلقہ دفعات کا تفصیل سے ذکر کرنا ممکن نہیں، اس لئے چند اہم دفعات کو فارمین کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

دستور ہند کی دفعہ ۱ میں ریاستوں کی تشکیل، ریاستوں کی سرحد وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس دفعہ کے تحت جو گنجائش رکھی گئی ہے اس کے غائر مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس دفعہ کے تحت پارلیمنٹ

آزادی کے قبل کے دنوں میں جب حکومت ہندوستان ایکٹ ۱۹۴۷ء نافذ کیا گیا تو اس وقت قومی تحریک کے پلیٹ فارم سے شدید احتجاج کی آواز اٹھائی گئی تھی۔ قومی تحریک نے یہ اعلان کیا تھا کہ مذکورہ ایکٹ میں صوبہ جات کی خود اختیاری کے حق کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اسی لئے اس وقت یہ لہجہ کیا گیا تھا کہ آزادی ہانے کے بعد ہندوستان کی ساخت وفاقی نوعیت کی ہوگی اور ریاستوں کو پوری خود اختیاری دے دی جائے گی۔

ہندوستان ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا۔ جن لوگوں نے قومی آزادی کے لئے جدوجہد کی سربراہی کی تھی، آزادی کے بعد وہی برسرِ اقتدار طبقے بن گئے۔ جب ۱۹۴۷ء میں دستور ہند مرتب ہوا اور اسے اپنایا گیا تو اس وقت آزادی کے قبل کے دنوں میں کئے گئے عہد کو فراموش کر دیا گیا۔ اسی لئے دستور میں مرکز۔ ریاست تعلقات کا ذکر اس طرح کیا گیا کہ اس سے صحیح معنوں میں وفاقیت کے تصور کی شناخت نہیں کی جاسکتی اور ریاستوں کی خود اختیاری کے حقوق کو ملتی سے دبا دیا گیا۔

دستور میں ہندوستان کو ریاستوں کا یونین نہ کہ ریاستوں کا وفاق یا فیڈریشن کہا گیا ہے۔ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے یونین اور فیڈریشن کے معنی یکساں ہیں۔ لیکن اس مسئلہ کو اتنی آسانی سے نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ گروہ فیڈریشن اور یونین کے ایک ہی معنی ہیں تو

کو کسی بھی علاقہ اور علاقہ کی سرحد کو بدلنے اور ریاستوں کے نام بھی تبدیل کرنے کا متعلقہ ریاست کی منظوری حاصل کئے بغیر مکمل اختیار ہے۔ اس دفعہ کے تحت پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دو یا اس سے زیادہ ریاستوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ضم کر سکتا ہے یا ریاستوں کے کچھ علاقوں کو یکجا کر کے نئی ریاستیں قائم کر سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ درحقیقت اگرچہ ایک ریاست وفاق کا ایک جز ہوتی ہے، اس کے باوجود ریاست کے وجود کا انحصار پارلیمنٹ کی مرضی پر ہے۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک پارلیمانی جمہوریت میں پارلیامنٹ سے مراد برسر اقتدار اکثریت پارٹی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دستور کے پہلے باب میں ہی ریاستوں کو ان کے حقوق سے، سرحدی علاقہ وغیرہ کی بابت حقوق سے اور خود اختیاری سے محروم کر دیا گیا ہے۔ یہ بات بنیادی طور پر وفاقی اصول کے خلاف ہے۔ مزید برآں ہندوستانی دستور کے تحت ریاستی اسمبلیاں جو قانون پاس کرتی ہیں، ان کے مطابق ریاستوں کو کام کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ریاستی اسمبلی کے پاس کردہ قوانین کو صدر کی منظوری کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ صدر کی منظوری کے بعد یہ ایکٹ بن جاتا ہے اور جب تک مختلف اقدامات کو رو بہ عمل لایا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ریاستی اسمبلیوں کو اپنے لوگوں کی طرف سے قانون مرتب کرنے کے مکمل اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ اس بات کو ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ پارلیامنٹ کے ممبروں کی طرح ریاستی اسمبلیوں کے ممبروں کو بھی عوام ہی منتخب کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ریاستی اسمبلیوں کو مرکزی وزارت کے زیر اقتدار کر دیا جاتا ہے۔ دستور کی دہائیوں میں یہ باتیں درج ہیں کہ ہندوستان کا صدر و وزراء کے کاؤنسل کے مشورہ کے بغیر اپنے فرائض کو انجام نہیں دے سکتا۔ دستور کی دفعات ۲۱ اور ۲۲ میں بھی ایسی باتیں درج ہیں۔

ریاستوں کے معنی انتظامیہ کی کارگزاریوں کو مرکز کے انتظامیہ کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا پڑتا ہے۔ ریاستوں کو مرکزی انتظامیہ کے تابع رہنا پڑتا ہے، کیونکہ دستور کی دفعہ ۲۵۴ کے تحت اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر مرکزی ہدایتوں پر عمل نہ کیا جائے تو صدر ہند کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ ریاستی وزارت کو توڑ دے۔ ہر دفعہ اس سے منسلک درجے صدر ایک ریاست کی منتخب اسمبلی کو بھی

لوٹو سکتا ہے اور صدر راج قائم کر سکتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ریاستی وزارت اور ریاستی اسمبلی دونوں انتظامی شعبہ ہوتی ہیں جنہیں مرکز کے انتظامیہ یا پارلیامنٹ کی ہدایتوں کو رو بہ عمل لانا پڑتا ہے۔ ایک وفاقی ڈھانچہ میں منتخبہ وزارت کو ادارہ اسمبلی کے منتخبہ ممبروں کو جرح کرنے کی گنجائش کا نہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دستور کو اپنانے کے بعد کم از کم ۷۰ یا مختلف ریاستی وزارتوں کو برطرف کیا گیا ہے۔

اگر آپ ہم انتظامیہ کے شعبہ کی طرف آئیں تو ہم یہ دیکھیں گے کہ ریاستی انتظامیہ کو اپنے ریاستی افسروں کے ساتھ ملکر کام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ انتظامیہ کو کل ہند سرورس افسروں کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ یہ کل ہند سرورس افسران ریاستی وزارت کے کنٹرول اور ڈسپلن کے تابع نہیں ہوتے۔ ان کی تقرری مرکزی وزارت کرتی ہے۔ مشکلات یہ ہیں درج ہوتی ہیں جب ایک ریاست میں ریاستی وزارت کے فعالیت مرکزی وزارت کے فعالیت سے مختلف ہوتے ہیں۔ اکثر یہ بات دیکھی گئی ہے کہ کل ہند سرورس افسران ریاست کی وزارت کی ہدایت پر عمل کرنے کی جگہ مرکزی وزارت کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ بات تمام کل ہند افسران کے سلسلہ میں کبھی نہیں جاسکتی، لیکن ۱۹۵۶ء میں کیلا میں کوئٹہ وزارت کے ۱۹۶۰ء کے درمیان مختلف ریاستوں میں غیر کانگریسی وزارت اور ۱۹۶۰ء میں غیر کانگریسی بائیس وزارت کی تشکیل کے بعد سارے ہندوستان میں یہ حقیقت ظاہر ہوئی ہے کہ ریاستی وزارت کی فوائشات کی تکمیل اور کل ہند افسروں کی کارگزاریوں کے معیار ترویج و تحالف رونما ہوئی ہے۔ اور ایسا ہو سکتا ہے کہ کل ہند افسروں کا ایک طبقہ مرکزی بائیس میں

مالیاتی امور کے سلسلہ میں ضرورت حال ناگفتہ بہ ہے۔ درحقیقت ریاستوں کو مرکز سے بھیگ مانگنی پڑتی ہے۔ دستور کی بہت ساری دفعات کے تحت محاصل کے تمام پیکار و سائل کو مرکزی حکومت کے حوالے کر دیا گیا ہے اور غیر پیکار و سائل کو ریاستوں کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس لئے ان دفعات کے علاوہ جن کے تحت مرکزی حکومت کو ریاستوں کے مفادات کے خلاف کام کرنے کا حق حاصل ہے، مرکز کے مالی طاقت اور ریاستوں کی مالی کمزوری کی وجہ سے ریاستوں کے لئے

یہ امر گزشتہ سال کا ہے کہ وہ خود کو مرکزی حکومت کے دم و کمر پر چڑھ کر جب بھی کوئی سیاست ایسے اختیارات کے سامنے منہ بٹا کر اٹھار کرتی ہے تو اس وقت تنازعات رونما ہوتے ہیں۔ اگر ریاستی حکا اس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں جو مرکز میں برسر اقتدار ہے تو پارٹی فیصلہ کے ذریعہ وزارت کی تبدیلی سے اس تنازعہ کو حل کر لیا جاتا ہے اور جہاں ایسی صورت حال نہیں ہوتی وہاں ریاستی وزارت کو نکالے باہر کرنے کے لئے غیر معمولی اقدامات کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ۱۹۵۷ء تک ایک ہی پارٹی میں کانگریس مرکز میں اور ریاستوں میں برسر اقتدار تھی۔ اس لئے دستور کی دفعہ ۳۵۷ کے تحت دئے گئے اختیارات کی بدستور یہیں بھی مدد راج نافذ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ ۱۹۵۷ء میں کیرالہ میں کونسلٹڈ وزارت برسر اقتدار آئی۔ اس حکومت کے وزیراعلیٰ سٹری ای ایم۔ ایس۔ محمودی بدستور مرکز کی استبدادی طاقت اس تبدیلی کو برداشت نہ کر سکی اس لئے دستور کی دفعہ ۳۵۷ کو ردہ عمل لایا گیا ہے اور اس وزارت کو ختم کر دیا گیا۔ اس طرح آزاد کے دس سال بعد یعنی ۱۹۵۷ء میں ہندوستان کے دستور کی وفاقی صورت ابھر کر صوبہ کے سامنے آگئی۔ اس کے بعد جیسا کہ اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے ایسے واقعات بار رونما ہوئے۔

دستور میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ مرکزی حکومت ان موضوعات کی بابت قوانین مرتب کر سکتی ہے جو ریاستی فہرست میں ہوتے ہیں۔ دستور میں تین فہرستوں کا ذکر ہے۔ پہلی فہرست ان موضوعات کی بابت ہے جن کے سلسلہ میں صرف ریاستیں قوانین مرتب کر سکتی ہیں۔ دوسری فہرست کے موضوعات پر صرف مرکزی حکومت کو قوانین مرتب کرنے کا اختیار ہے۔ تیسری فہرست مشترکہ فہرست ہے اور اس کے سلسلہ میں مرکزی حکومت اور ریاستیں دونوں قوانین مرتب کر سکتی ہیں۔ مرکز کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ مرکز کا اور مشترکہ فہرستوں میں شامل موضوعات پر قوانین مرتب کر سکتا ہے۔ نیز اسے ریاستی فہرست پر بھی ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ باقی ماندہ امور کے سلسلہ میں قانون مرتب کرنے کا اختیار مرکز کو دے دیا گیا ہے۔ یہ نہایت ہی اڑکھی بات ہے تمام وفاقی ریاستوں میں باقی ماندہ امور کے سلسلہ میں قانون

سازی کا حق دیا ستوں کو نہ کہ مرکز کو حاصل ہے۔ ہرگز کسی موضوع کے بابت مرکزی قانون اور اس کے ساتھ دیا حق قانون بھی ہے تو ایسی حالت میں مرکزی قانون کو ریاست قانون ترجیح دی جائے گی۔

مذکورہ بالا باتیں تو چند خصوصیات ہیں جن کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے جن کی وجہ سے ریاستوں کی حق تلفی کر کے مرکز کے باقی اختیارات کو زبردستی گئے۔ لیکن ۱۹۵۵ء کے دستور میں دو بالوں کو جوں کا توں لکھا نہیں گیا۔ دستور کی ترمیمات پارلیمنٹ کے پاس کر رہے تھے اور انتظامیہ کے فیصلوں سے مرکز نے ریاستوں کے حقوق اور فرائض کی ادائیگی میں مداخلت کی ہے۔ اس کے نتیجہ میں دستور کی وفاقی مرکز ساخت میں ریاستوں کو جو اختیارات دئے گئے تھے اب ریاستوں کو ان سے کم اختیارات حاصل ہیں۔ نیز تمام اختیارات مرکز کے ہاتھوں مرکز ہونے چاہئیں اس کی ایک تنگی مثال ہم ۱۹۵۵ء میں اندر ملک ایر جی کے اعلان میں پاتے ہیں۔ اس اعلان کے بعد ریاستوں کے تمام جمہوری کارگزاریوں اور عوام کے حقوق کو کھپل دیا گیا۔

زیادہ مثالیں کیا پیش کروں، منسوب بندی کمیشن کا قیام ہے مالیاتی امور میں ریاستوں کے دائرہ عمل میں دخل اندازی کرنے کا عمل ہے۔ اس کی وجہ سے ریاستوں کو مرکزی انتظامیہ کے فیصلہ پر زیادہ سے زیادہ انحصار کرنا پڑتا ہے۔ منسوب بندی کمیشن دستور کے تحت قائم نہیں کیا جاتا۔ اس لئے انتظامیہ کے فیصلہ سے ہو سکتا ہے کہ پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس کر کے قائم کیا جاتا ہے۔ منسوب بندی کمیشن کی تشکیل سے مالیاتی کمیشن کا دائرہ عمل محدود ہو جاتا ہے۔ مالیاتی کمیشن دستور کے تحت قائم کیا جاتا ہے اور یہ کمیشن حسب معمول طریقہ کار سے اپنے فرائض کو انجام دیتا ہے اور مرکز سے ریاستوں کو کتنی رقم ملنی ملنی چاہئیں اور منقسم فنڈ کو مختلف ریاستوں کے درمیان کس طرح تقسیم کرنا چاہئے ان تمام باتوں کی بابت مالیاتی کمیشن اصول مرتب کرتا ہے۔ دوسری طرف منسوب بندی کمیشن تو ایک ایسا ادارہ ہے جس کے چیئرمین وزیراعظم ہوتے ہیں اور اس کے ممبروں کو، مع ایک یا دو مرکزی وزراء مرکزی حکومت نامزد کرتی ہے۔ منسوب بندی کمیشن کے ممبروں کو منتخب کر کے کی بابت یہی ممبروں سے صلاح مشورہ نہیں کیا جاتا۔ درحقیقت منسوب بندی کمیشن نے زیادہ مرکزی حکومت کا ایک شعبہ ہے

۱۹۵۷ء سے اور خاص طور پر ۱۹۷۷ء سے رونما ہونے

PI

مغربی بنگال میں صحت مند ثقافت

”جمہوری قدردان اور صحت مند ثقافت کو اجاگر کرنے کے سلسلہ میں مغربی بنگال کی بائیں محاذ حکومت نے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔“ ہمارے نامہ نگار کو ایک خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے رشی اندرا ناٹھ بندو پادھیاب، جنرل سیکریٹری، ریاستی کمیٹی، ڈیپارٹمنٹ آف ہیلتھ ایجوکیشن، ایس ایچ ایس این ایف یہ باتیں کہیں۔ انٹرویو کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سوال ۱۔ بائیں محاذ حکومت نے گذشتہ چھ برسوں میں مغربی بنگال میں ایک صحت مند ثقافتی ماحول پیدا کرنے میں کامیاب حاصل کی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب ۱۔ ہمارا سماج تو طبقات میں بٹا ہوا ہے۔ ایسے سماج میں کل ریاستی نظام اور بڑے بڑے ادارے اس مقصد کے لئے کافی رقم خرچ کرتے ہیں جس سے سارے معاشی۔ ثقافتی میدان میں انحطاط، مگرابی، سماجی کمزوری، بد نظمی کو فروغ حاصل ہوا اور سماج کی صحت مند قدریں آہستہ آہستہ ختم ہو جاتیں۔ ایسے ماحول میں اس بات کی کم ہی امید کی جاسکتی ہے کہ مغربی بنگال میں ریاست میں بائیں محاذ حکومت ایک صحت مند ثقافتی ماحول پیدا کرنے میں مکمل طور پر کامیاب حاصل کر سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہاں تک وہیل یہ کہا جاسکتا ہے کہ مغربی جمہوری قدردان اور صحت مند ثقافت کو اجاگر کرنے کا سوال ہے مغربی بنگال کی بائیں محاذ حکومت نے گذشتہ چھ برسوں میں جو خدمات انجام دیں، ان کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ میرے خیال میں مغربی بنگال اور دیگر بڑے کے علاوہ کسی اور ریاست نے اس میدان میں اتنی کامیابی حاصل نہیں کی۔ صرف نہ ہائی جمیع خرچ سے نہیں بلکہ علمی طور پر بھی بائیں محاذ حکومت نے اپنے مختلف شعبوں جیسے شعبہ جات اطلاعات و ثقافتی امور، تعلیم، اسپورٹس، لائبریری سروسز وغیرہ کی گرانقدر کارکردگیوں کے ذریعہ بھی ثقافت کی ترویج بہا دی۔ بہت سارے لوگ اور بہت ساری تنظیمیں اس تحریک سے مستفاد ہو رہیں۔ گذشتہ چھ برسوں میں بائیں محاذ حکومت نے نہ صرف اس بات کی موثر طور پر کوشش کی کہ اس ریاست کو اور اس کے عوام کو ترقی یافتہ اور متلون ثقافت، جیسے ساتویں دہائی کے عہد میں مفاد

پرسوں کی ظالم حکومت نے چاروں طرف پھیلا دیا تھا، پتھروں سے آزاد کیا جائے، بلکہ اس کے ساتھ ہی نیم جاں ثقافت میں نئی روح پھونک کر اسے نئی اور بہتر راہ پر گامزن کر دیا جائے۔ بائیں محاذ نے جس طریقہ سے نہ صرف شہری ثقافت میں بلکہ دیہی اور لوگ ثقافت میں ایک نئی روح پھونکی اور اسے از سر نو جانفزا بنا دیا، وہ نہایت قابل داد ہے۔

لیکن اس سے کہیں زیادہ اہمیت نہ صرف بائیں محاذ کے نیک ارادہ کی ہے بلکہ سرکاری نظام کے بہتر کارکردگی کی ہے، کیوں کہ ان کے کارکردگیوں کی وجہ سے مغربی بنگال کے لوگوں میں جمہوری بیداری رونما ہوئی اور اب وہ ہمیشہ جمہوریت کے علمبردار رہیں گے اور اس طرح وہ منہ کنڈا کے لوگوں کے سامنے ایک شاندار مثال پیش کر سکیں گے۔

سوال ۲۔ ایک صحت مند ثقافت اور ایک بوجہ انحطاط ثقافت کے درمیان جو فرق ہے اس کی شناخت آپ کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب ۲۔ لوگوں کو ذہنی الجھن میں مبتلا کرنے کے لئے ایسی بے جوہر قسم کے سوالات ان فنکاروں، مالوں اور اداروں جو موجودہ سماجی اور ریاستی نظام کی بقا کے متقی ہیں، کی طرف سے اٹھائے جاتے ہیں، لیکن فرق تو بنیادی طبقاتی صفت میں ہے سمجھوں کو یہ بات معلوم ہے کہہ طبقوں میں منقسم سماج میں ثقافت بھی منقسم ہو جاتی ہے۔ فی الحال ریاستی طاقت اور اس کے چیلے معیشت، مزدوری پیداوار، اجرت اور قطعان آراضی کے میدانوں میں لوگوں کا استحصال کر رہے ہیں، اور انہوں نے جس ثقافت کو جنم دیا ہے وہ انسانی بیداری، قدروں اور عظمت کو مسخ کر رہی ہے اور ان کا استحصال کر رہی ہے۔ یہ ثقافت نہ صرف موجودہ نسل کو بلکہ آنے والی نسل کو بھی بیمار، مگرادھن، بھونڈا، بے اعتبار، گستاخ

پچھلے حس، انکناہیے والی نسل میں تبدیل کر دے گی نظروں اگیتوں لکھائیں،
 ناولوں، غلوں، ناچوں، ڈراموں یا مڈیوں اور تعلیمی میدانوں — گویا
 ہر جگہ ثقافتی اخطا بارہی ہے۔ بیسویں صدی کے آخر میں اچھی سستی
 نظام کے شان میں گیت گائے جاتے ہیں۔ کبھی غورگوں کو پردہ اور نقاب
 میں رکھ کر ان کا اسفصال کیا جاتا تھا، ابھی غورگوں کی غفلت اور متانت کا
 غورگوں کی آزادی اور حیرت پسندی کے نام پر اسفصال کیا جا رہا ہے، کیونکہ
 سماجی لحاظ سے انہیں دوسروں برابر کھانا پڑتا ہے۔ ذات، پات،
 فرقہ کے نام سے لوگوں کو بدظن کیا جا رہا ہے۔ یہ ادارے ہماری قوم کے
 ثقافت کی غنیمتوں کو گناہی کے غار میں ڈھکیلے کی کوشش کر رہے
 ہیں اور اس کی وجہ ناقص اور ناموضوع مغربی ثقافت کو لانے کی کوشش کی
 جا رہی ہیں۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ اس انسانیت دشمن ثقافت کی ریاستی
 نظام اور اس کے وسیع نشر و اشاعت کے ذرائع سے کافی تائید اور
 ہمت افزائی کی جاتی ہے۔

صحت مند ثقافت کا چشمہ ہی اس رو بہ اخطا ثقافت
 کے خلاف ایک تحریک ہے۔ وہ سب ادیب، آرٹسٹ اور علماء
 جو اس عار منہ کو دور کرنا چاہتے ہیں اور ایک صحت مند سماج کی ثقافتی
 ماحول کی ایجاد کرنا چاہتے ہیں، صحت مند ثقافت کے مبادیہ ہیں
 جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں وہ تو ترقی پذیر ثقافت کی فصل ہے، جس کی مغربی
 بنگال کی بائیں محاذ حکومت کو براہ راست ناہیہ سے نشوونما ہوتی ہے۔
 دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں مغربی بنگال میں رو بہ افراط ثقافت کے
 خلاف تحریک کافی مستحکم ہے۔ کیونکہ مغربی بنگال کی ترقی پذیر ثقافت
 کا میدان بیدار اور بیدار لوگوں سے بھر رہا ہے۔

سوال :- صحت مند ثقافت کے فروغ میں آپ کی تنظیم
 نے کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے؟

جواب :- مصنفوں اور آرٹسٹوں کی جمہوری ایسوسی ایشن
 (ڈیموکریٹک رائٹرس آرٹسٹس ایسوسی ایشن) تو ۱۹۷۲ء میں
 عالم وجود میں آئی۔ سیاسی اور سماجی لحاظ سے یہ بہت ہی نازک
 دور تھا۔ اس وقت نیم فاسٹی اور استبدادی حکومت نے ریاست
 مغربی بنگال کو بنیاد سے ہلا کر رکھ دیا تھا، اور اس نے لوگوں کے
 بنیادی حقوق بھی چھین لئے تھے۔ یہاں یہ کہنا ہے جانتے ہو گا کہ اگر سماجی —

ثقافتی نقطہ نظر سے اس عرصہ کو تاریکی کا دور کہا جائے۔ اپنے قیام
 کے بعد سے ہی ہماری ایسوسی ایشن نے سماجی طور پر ذمہ دار تنظیم کی حیثیت
 سے دوطرفہ خدمات انجام دینے کا کام شروع کر دیا۔ ایک کام تو یہ تھا
 کہ جمہوری حقوق اور انفرادی آزادی کو از سر نو قائم کیا جائے اور انہیں فروغ
 دیا جائے اور دوسرا یہ کہ ہماری قومی ثقافت کے عظیم میراث کو تباہ کرنے
 کی سازش کو ناکام بنا دیا جائے اور سماجی — ثقافتی میدان میں صحت مند
 زندگی کو بحال کیا جائے۔

گیارہ سال کے لیے سفر کرے کے بعد ہم اعتقاد کے ساتھ یہ کہہ
 سکتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی کوششوں میں کچھ حد تک کامیاب ہوئے اور ہم لوگ
 ابھی بھی اپنے کام سے شگفتہ ہیں۔ لیکن جب تک کہ پورے معاشی نظام میں
 تبدیلی نہ لائی جائے گی اس وقت تک خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنی ممکن
 نہیں۔ نیز ایک بڑے سماج میں صحت مند ثقافتی تبدیلی کی ترقی کے لئے تحریک
 کو کافی عرصے تک جاری رکھنا پڑے گا۔ ہماری تنظیم سماجی — بائیں کا اتحاد
 ثقافتی تحریک کو راہ راست پر قائم رکھنے کے سلسلہ میں ہماری تابیت
 برہے۔

سوال :- آپ لوگوں نے ایک فنک سالی امداد کمیٹی قائم
 کی تھی۔ ثقافتی میدان میں وحدت کو برقرار رکھنے میں اس نے کتنی کامیابی
 حاصل کی ہے۔ اس کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب :- تمام سطحوں پر ثقافتی کارکنانہ گانے، رازوں، ۱۹۸۷ء
 کو مغربی بنگال میں خشک سالی امداد کمیٹیاں قائم کی گئیں یہ ثقافتی کارکنانہ
 — کسان اور مزدور، کبھی جدوجہد کرنے والے عوام ہیں۔ مستظموں میں
 ڈیموکریٹک رائٹرس آرٹسٹس ایسوسی ایشن ایک ناظم ہے۔ فرانس کے
 ادائیگی کے لحاظ سے کمیٹی ۱۹۷۷ء میں قائم کردہ سبلا ب امداد کمیٹی سے
 کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس خشک سالی امداد کمیٹی نے خدمات
 کی انوکھی مثال قائم کی۔ اس کے سات مہینوں عرصہ میں بہت سارے پروگراموں
 کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ بہت سارے ادیبوں، آرٹسٹوں اور عاملوں اور
 ثقافتی تنظیموں کو اپنے جذبے سے لایا۔ قدرتی حادثوں سے لوگوں کو بچانے
 کے لئے ثقافتی کارکنانہ گان کی مسلسل کوششوں کی اور کہیں مثال نہیں
 ملتی۔ اس سے قبل کوئی اتنی رقم فنڈ میں اکٹھا نہ کر سکا۔ نہ صرف عظیم تر
 مشہرہ ملک میں، بلکہ اضلاع میں کسی بھی عارضی کمیٹی نے اتنے موثر طور پر
 (بقیہ صفحہ پر)



قومی تعلیم کے مسائل

از۔۔ نرمل بوس، وزیر شعبہ تعاون، حکومت مغربی بنگالہ

اپنی بچوں میں زیادہ سے زیادہ رقوم مخصوص کر رہی ہیں۔ مغربی بنگال میں یہ ۲۳ فیصد ہے اور گجرات میں ۱۱۔ اہم فیصد۔ لیکن مرکزی حکومت تعلیم کے لئے بہت ہی کم خرچ کر رہی ہے اور سب سے اہم تنگ بات یہ ہے کہ مرکزی بجٹ میں تعلیم کی مد پر منحصر رقوم میں سال بہ سال کی ہوتی جا رہی ہے۔ ۸۳-۸۴ء کے لئے مرکزی بجٹ تو ۸۰۰۰ کروڑ روپے کا تھا لیکن اس میں تعلیم کی مد پر صرف ۳۰۰ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی۔ پھر ۸۵-۸۶ء کا مرکزی بجٹ ۵۰۰۰ کروڑ روپے کا ہے لیکن اس میں صرف ۳۶۶ کروڑ روپے تعلیم کے لئے منقص کئے گئے۔ فی صد کے لحاظ سے یہ تو ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ اس لئے یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ مرکزی بجٹ میں کم از کم ۱۰ فیصد رقوم تعلیم کے لئے منقص کی جانی چاہئے۔ درود قبل، تعمیر کٹیئے، بھی یہی سفارش کی تھی۔

یوں تو درستی حکومتیں اپنے وسائل کے ذریعہ تعلیم کے لئے کافی رقوم خرچ کرتی ہیں لیکن اس کے علاوہ اگر ان پر یہ دباؤ ڈالا جائے کہ تعلیم کے لئے مزید نئے وسائل کی تلاش کی جائے تو یہ ان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ گسر درحقیقت ہماری خواہش ہے کہ ہمارے ملک میں تعلیم کے میدان میں کچھ بہتری ہو تو ان کے لئے اس تعلیم پر زیادہ رقوم خرچ کرنے کے لئے مرکزی حکومت کو آگے آنا چاہئے۔

اعلیٰ تر تعلیم کے میدان میں بھی دیاستوں کے لئے مرکزی حکومت نہایت ہی ناکافی امداد فراہم کرتی ہے۔ ملک میں یونیورسٹیوں کے لئے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے دی گئی مالی امداد کی رقوم میں سے ۸۰ فیصد رقوم تو صرف سات مرکزی یونیورسٹیوں کے لئے منقص ہوتی ہیں اور ۲۰ فیصد رقوم باقی ۱۱ ریاستی یونیورسٹیوں کے لئے ہوتی ہیں۔ اس صورت حال کو بالکل برعکس

ہماری قومی تعمیر کے پروگرام میں سب سے اہم خالی جگہ ہے کہ ہم نے تعلیم کو بہت ہی کم اہمیت دی ہے۔ درحقیقت اعلیٰ رادنی تریج کی باہر تو پورے ہی کم لوگوں نے تعلیم کو اہمیت دی نہیں دی۔ ہم تعلیم سے فطرت ہر تین قوم زراعت اور صنعت میں کوئی خاص ترقی نہیں کر سکیں گے، حالانکہ ہم لوگوں نے اپنے رب سالانہ منصوبوں میں صنعت و تعلیم کو کافی اہمیت دی ہے۔ زراعت اور صنعت کی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ کھجوں کے لئے ابتدائی تعلیم کو اہم پیداوار سے وابستہ دیگر پروگراموں کیلئے ملنے والی تعلیم کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ مجھے اس بات سے خوشی حاصل ہوئی کہ ۶۷ اور ۶۸ جون ۱۹۸۳ء کو دہلی میں تعلیم کے مرکزی مشاورتی بورڈ کی نشست میں جس کی صدارت مرکزی وزیر ریاست برائے تعلیم، شرمجی شیلاکول نے کی تھی، اس نقطہ کا افسانہ ہوا اور نشست میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ سائرس بینا انصوبہ میں تعلیم کو اعلیٰ ترین ترجیہ دی جانی چاہئے۔

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے آئندہ کے بچے انصوبہ میں تعلیم کو جس کی تیار دی کے لئے کام شروع کر دیں، اعلیٰ ترین دی جائے تو اس کے لئے چند باتوں کو بھرا کر نا لازمی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تعلیم کے حق کو دست بردار میں نہیں رکھیں۔ بنیادی حقوق میں شامل کرنا چاہئے اور اس مقصد کیلئے دستور میں مناسب ترمیم لانی چاہئے۔ دوسری یہ کہ تعلیم کو سائرس بینا انصوبہ میں ایک اہم ملکہ حیثیت دی جانی چاہئے یعنی انصوبہ کے اہم مقام میں تعلیم کو بھی شامل کرنا چاہئے اور انصوبہ میں اس ملکہ کے تحت کافی فراہمات کی گنجائش ملنی چاہئے۔ تیسری یہ کہ اس ملکہ کی تمام حکومتوں کو مرکزی اور ریاستی تعلیم کی مد پر زیادہ خرچ کرنا چاہئے۔ اب بہت ساری ریاستیں تعلیم کے لئے

کردینا چاہئے اور یو جی سی کو رہائی یونیورسٹیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقوم بطور امداد فراہم کرنا چاہئے۔

اس بات پر مزید زور دیا گیا ہے کہ تعلیم کی بابت ہماری پہلی پالیسی میں خاص طور پر بچوں کے لئے ابتدائی تعلیم اور ملک سے بالوں کی جہالت کو دور کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ ان دونوں پروگراموں کے لئے ۱۹۹۰ء کو نشانہ کا سال مقرر کیا گیا ہے۔ یہ بہت ہی مشکل کام ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس ملک کے سبھی لوگ خاص طور پر اساتذہ اس فرض کو بہت ہی سنجیدگی کے ساتھ انجام دیں گے۔ حکومتوں کے لئے بذات خود ان نشانوں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے اور اس میدان میں خدمات انجام دینے کیلئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں رضاکار اداروں کو آگے بڑھنا چاہئے۔ مثال کے طور پر مناسباتی علاقوں میں ابتدائی زریعی کو آپریٹو موسائٹوں کو تعلیم بالغان کے پروگرام میں بڑھ کر حصہ لینا چاہئے اور انہیں رہنما کار تنظیموں کی حیثیت دی جانی چاہئے۔

ابتدائی تعلیم کی بنیاد کے مستحکم ہونے کے بعد ثانوی اور اعلیٰ تر تعلیم پر اور بھی زیادہ دباؤ پڑے گا۔ بد قسمتی سے ہم ابھی اس میدان میں طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے مطالبات کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر ہم اس قدر کے طلباء کی اعلیٰ تر تعلیم کے میدان میں بھرتی کرنا چاہیں تو اس کیلئے یہ مزدوری ہے جب ایسے طلباء دس یا بارہ جماعت تک اسکول کی تعلیم حاصل کر لیں تو انہیں باہمی پیشہ ورانہ تعلیم دی جائے، لیکن انہیں کی بات یہ ہے کہ تعلیمی میدان میں پیشہ ورانہ تعلیم کے لئے ہم نے اب تک خاطر خواہ اقدامات نہیں کئے۔ ہمیں نہ صرف پیشہ ورانہ تعلیم کا انتظام کرنا چاہئے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ لوجسٹکس کے لئے نفع بخش روزگار کے مواقع بھی فراہم کرنے چاہئیں۔ میں یو جی سی کے اس نظریے سے متفق ہوں کہ ملک میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کی تعداد میں اب مزید اضافہ نہ ہونا چاہئے۔ ہمیں گھر بٹھے مراسلت کے ذریعہ تعلیم اور کھلی یونیورسٹی نظام پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ مجھے اس بات سے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے کہ ہمارے ملک میں اپنی نوعیت کی پہلی یونیورسٹی یعنی آندھرا پردیش کھلی یونیورسٹی نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔

ہمارے ملک کے مختلف علاقوں میں دعوت دہانے والے فرقہ وارانہ فسادات اور انفرامیت کی تحریکوں کے پیش نظر ہماری تعلیم میں یو جی سی کے سوال کو اور بھی زیادہ اہمیت دی جانی چاہیے۔ بد قسمتی سے تقریباً ہر جگہ لڑکے اور لڑکیاں انفرامیت کی شکار بنتی ہیں۔ اگرچہ یہ مسئلہ بنیادی طور پر صحابی

نوعیت کا ہے تاہم اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہم تعلیم کے ذریعہ اپنے طلباء کے دل و دماغ میں قومی یکجہتی کے تصور کو جاگرتہ کر سکیں۔ اب بھی ایسی کتابیں، اس طور پر تاریخ کی کتابیں ہیں جو فرقہ واریت یا انفرامیت سے آزاد نہیں ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ تاریخ اور دیگر موضوعات کی تعلیمی کتابوں میں جاگرتہ آزادی کی تحریکوں کی جیسی نیتا جی سمجھنا چند برس کی عمر بچوں میں آئی این آ کا کردار ادا کرنا اپنی بغاوت جہاں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں اور اینگلو اینڈینوں نے بھی اپنے مادر وطن کی آزادی کے لئے جدوجہد شروع کر دی اور قربانیاں دیں حالانکہ اس دوران برٹش حکام کے اکسائے پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان باہمی فسادات پھڑکے تھے، کی شاندار مثالیں پیش کی جاتی چاہئیں۔ یہ بہت ہی نامعقول بات ہے کہ ہمارے سینکڑوں نوجوانوں کے ۳۲ ویں سال کے بعد بھی ہم آج ملک میں ایک ہندو یونیورسٹی اور ایک مسلمان یونیورسٹی کو سرکاری فریج پر چلا رہے ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ ملکی گورنروں کو کئی کام بدل کر سرسید احمد خان یونیورسٹی اور بنارس ہندو یونیورسٹی کا نام بدل کر مدن موہن مانو یونیورسٹی رکھ دیا جائے اس سے قریب کجی کے کام میں یقیناً مدد ملے گی۔ تمام طلباء کے لئے نیشنل سروس اسکیم کو لازمی قرار دینا چاہئے اور اسے کسی نہ کسی شکل میں کم از کم گریجویٹ سطح تک طلباء کے امتحانات کے نتائج کے ساتھ منسلک کر دینا چاہئے۔ طلباء کے مختلف اقسام کے قومی تعمیراتی پروگراموں میں جیسے ابتدائی تعلیم کی توجیف بالوں کی جہالت کو دور کرنے کا خدائی منصوبہ تیکا صحت عامہ خدمات، ریپی سرکون کی تعمیر تالابوں کی کھلائی یا ان سڑک کھدائی اور اس طرح کے دیگر سرگرمیوں سے منسلک کر دینا چاہئے۔ اس سے طلباء کو خود ان کی اخلاقی تعمیر کے کام میں مدد ملے گی نیز ساتھ ہی ہمارے قومی تعمیر کے پروگراموں کو دوبارہ عمل لانے کے کام میں تیزی پیدا ہو جائے گی۔

میں اس بات کی ہندوستان پر زور دیتا ہوں کہ دستور بندی کی ریاستی فہرست میں تعلیم کو واپس لایا جائے۔ جب دستور ساز اسمبلی دستور تیار کرے گی تو اس وقت اس موضوع پر کافی بحث و مباحثہ ہوا تھا کہ تعلیم کو مرکزی فہرست میں رکھنا چاہئے یا ریاستی فہرست میں یا ہر مشرک فہرست میں اس نقطہ کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کرنے کے بعد ہمارے ہر وزیر بنیادوں نے جیسے جہاں پیشینہ آزاد اور امید کرنے اپنی اجتماعی دورانہ لیشی سے یہ فیصلہ کیا کہ تعلیم کو ریاستی فہرست میں ہونا چاہئے۔ اس دور ساز اسمبلی میں ترتیب کرنے والے کئی کی طرف سے شری کرشمہ اچاریا نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر تعلیم کو

ریاست ہندوستان کے لئے کافی سہولتیں کی فراہمی میں کمی نہ ہوگی۔
مرکزی حکومت ریاستوں کو تعلیم کے لئے کافی مالی امداد فراہم کرے گی۔ یہ نوٹ
۱۹۴۹ء کی بات ہے جب دستور کی ۳۷ ویں ترمیم کے ذریعہ تعلیم کو مشترکہ فہرست
میں شامل کر دیا گیا اور اس طرح تعلیم کے میدان میں مرکز کو کافی اختیارات حاصل
ہو گئے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جاتی کہ سارے ملک
میں تعلیم کے مساوی معیار کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اس کے لئے دیگر کارکنان
بھی پی سی سی دنیا میں کسی بھی جگہ جہاں جاگیردارانہ یا نیم جاگیردارانہ حکومت
قائم ہے، تعلیم کو باقائمی اہمیت کے کسی بھی موضوع کو مرکزی یا مشترکہ فہرست
میں شامل نہیں کرنا چاہیے۔ پھر امید بھی بر نہ آئی کہ تعلیم کو مشترکہ فہرست میں
شامل کرنے کے بعد مرکزی حکومت تعلیم کی مدد پر بہت زیادہ رقم خرچ
کرے گی۔ جب بہت ساری ریاستوں کی اور خاص طور پر جنوب کی ریاستوں کا
یہ برداشت مطالعہ ہے کہ ریاستوں کو اور بھی زیادہ اختیارات دئے جائیں
تعلیم کو ریاستی فہرست میں دوبارہ شامل کر لینا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ مرکزی
کمیٹی اس بات کا خیال رکھے گا۔

یہ تو خاص طور پر اساتذہ کی کانفرنس ہے اور اس بات کی امید ہے
جاسکتی ہے کہ یہاں کے مقرر اساتذہ کے مسائل کی بابت ہی کچھ کہیں گے لیکن
ہمیں اس میں آہ لوگوں کو پہلے بتا چکا ہوں کہ جب میں ہندوستان میں اساتذہ کی
حیثیت کی بابت کچھ لوگوں کا تو اس وقت میں اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر
روشنی ڈالوں گا۔ بہر حال میں آپ کی اجازت سے اساتذہ کے بارے میں
کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اساتذہ کو اپنے ذرائع کی ادائیگی میں پروری تعلیمی آزادی
حاصل ہونی چاہیے یعنی حکومت سیاسی پارٹیوں، مذہبی جماعتوں، کالوں، باری
اداروں اور دیگر اداروں کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت نہ ہونی چاہیے۔
اساتذہ آزادی کے ساتھ اپنے ذرائع انجام دے سکیں۔ اگرچہ ایک بڑی
یا ابتدائی یا ثانوی تعلیم کے بورڈ یا اسی طرح کے دیگر اداروں کے لئے یہ
ممکن نہیں کہ مالیاتی امور میں بھی آزادی کی مانگ کرے کیونکہ تعلیم کے لئے
رقم تو خاص طور پر حکومت ہی فراہم کرتی ہے اور حکومت کو اس اقدام کے لئے
قانون ساز اسمبلی کے حیروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن اس کے معنی یہ ہیں
کہ یونیورسٹیوں اور پیرڈوں میں تعلیمی امور میں مکمل آزادی نہیں ملنی چاہیے۔
نصاب کی تیاری، تعلیم دینے کے کام کو اختیار، امتحان منعقد کرنے، طلباء کے جڑا
کے چارچے کرتے ہوئے تدریس کی اشاعت کرنے کے کام میں اساتذہ پر کسی قسم کا پابندی

دیا نہیں ڈالنا چاہیے۔ اگر ایسے کام کو جہاں میں باہر سے کسی قسم کی مداخلت
ہماری تو ہم سب اساتذہ ایک جگہ اس کی مخالفت کریں گے۔

تمام درجوں کے بچوں کی تنظیموں کو ہمارے ملک میں تعلیم کی بہت
بالہ بیان مرتب کرنے کے وقت کے لئے کہنے سننے کے لئے کافی دینا چاہیے
اور تعلیم کے طرز کی تشکیل کے لئے انہیں ایک طاقت کی طرح تسلیم کرنا چاہیے
وہ صرف اساتذہ، محروم کے لئے صرف ٹریڈ یونین نہیں ہیں بلکہ وہ سب آج تعلیم
کے مسائل پر گفت و شنید میں مشغول ہیں اور اس موضوع پر ان کے خیالات اور نظر
کو کافی اہمیت دی جانی چاہیے۔

(نقہ ہندوستان کی آزادی اور وفاقی نظام سیاست)

ذوق اور ثقافتی جماعتوں کو چلنے پھرنے کا، فواد محدود عدلیہ کیوں
نہ ہو، مواقع فراہم ہوں، ایک لمبی جدوجہد شروع کی جائے اور تمام
بائیں خیالات کے لوگوں کو اس جدوجہد میں سریرا ہی لینے کی ضرورت
ہے۔ اس میدان میں بلاشبہ مغربی نگاہ کو ایک نمایاں کردار ادا کرنا
ہے۔

موجودہ مرکز۔ ریاست تعلقات کی از سر نو ترتیب
کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ہوگا
کہ ریاستوں کو اور بھی زیادہ خود اختیاری اور اختیارات دینے سے عوام
کے بنیادی مسائل حل نہیں ہوں گے۔ یہ صرف سماجی انقلاب کے
ذریعہ، جو سماج کے موجودہ طبقاتی صورت کو بدل دے گا، ہم مزاج تصور
کی طرف آگے بڑھ سکتے ہیں۔

(نقہ قاضی نذیر احمد اسلام)

نذر گیتی میں سنائی دیتی۔

۱۹ جولائی، ۱۹۴۲ء کو رنار، بھارتیہ۔ اس بیماری سے
ان کی زبان بند ہو گئی۔ قوت گویائی ملی گئی۔ علاج معالجہ سے کچھ فائدہ
نہ ہوا۔ آخر کار ۲۹ اگست، ۱۹۴۶ء کو ڈھاکہ میں آپ اس جہان فانی
سے کوچ کر گئے۔ حکومت ہند نے ان کی زندگی کے آخری چند سالوں کے
لئے انہیں ڈھاکہ میں بھیجا تھا۔ اس سلسلہ میں حکومت ہند کو بہت ساری
تفصیلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگ انہیں ہندوستان میں واپس لانا چاہتے
تھے۔ لیکن مرکزی حکومت کے کان میں جوں تک ذریعگی اور انہیں ہندو
میں واپس لانے کی کوششیں بھی نہیں کی۔

قاضی نذیر احمد کو ڈھاکہ میں دفن کر دیا گیا۔



شری بی. رن۔ پانڈے، گورنر مغربی بنگال ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو نیا جی سبھا س چندر
 بوس کی زندگی اور کارناموں کی تصویریں نمائش کا سہارا بن گئیں۔ گورنر نے سرت بوس کی بڑی
 ملکوتی میں اسی دن اس نمائش کا افتتاح کیا۔

ہمارا یوم آزادی کا عہد



اپنی آزادی کے ۳۹ ویں سال کے موقع پر ہم
ان شہداء اور بے شمار عوام کو یاد کرتے ہیں جن کی قربانیوں اور
پیش کرنے والی قربانیوں نے اپنی لگائی جانیں قربان کر دیں اور
قربانی سے لوگوں کے لیے اپنے ملک کا تقدیر کی صورت کرنا کو
کامیاب بنایا۔ ہمارے دل میں ان شہداء کی یادیں ہمیشہ جگمگاتی ہیں
اور ان کی یادیں ہمیں اپنی آزادی کے لیے لڑنے کی تازگی دیتی ہیں
جو اس وقت بھی لڑ رہے ہیں اور ان کی قربانیوں سے پاک
ہمارے ملک کے لیے ان کی قربانیوں سے پاک
کے لیے ان کی قربانیوں سے پاک
مسلکات کے ذریعہ ہمارے ملک کے اتحاد کو مضبوط
کر دیتا ہے۔

مغربی بنگال کی بانی عدا کی حکومت ہمیشہ عوام کے
جمہوری حقوق کی حفاظت کرنے اور ان کی زندگی کو بہتر کرنے
کی عہد سے اس وقت بھی لڑ رہی ہے اور ان کی قربانیوں سے پاک
ساتھ رہنے کی کوشش کرتی ہے۔ ہمارے قومی اتحاد کو مضبوط
پر عمل کرنے کا عہد ہے کہ مغربی بنگال علاقہ کی ترقی و ترقی
اور ذات برادریوں کے جھگڑوں کی مصیبت سے محفوظ رہے۔

ہمارا عقیدہ ہے ہمارے عوام کی لگاتار کوشش اور محنت
قوم کی یکجہتی، اتحاد اور اجتماعیت کی حفاظت کرے گی۔
اس لیے ہمارے لوگوں پر اپنے بھروسے کی یقین دہانی کرتے ہیں۔

حکومت مغربی بنگال

ICP/CA 81983

مخبري پتنگال

يک نومبر ۱۹۸۳ء



مغربی بیجاں

مدیر اعلیٰ : پرتین بھٹا پاریہ
مدیر : دھرمیندر ناتھ دت
مدیر معاون : محمد اعظم

جلد نمبر ۳۳۱ یکم نومبر ۱۹۸۳ء - شمارہ نمبر ۲

شرح خریداری

فی پرچہ _____ بارہ پیسے
سالانہ _____ تین روپے



ای ایم ایس
ممبر درجہ اول

جاریہ صحافت

عوام کی جدوجہد کا ہتھیار

تو ہندوستان کے عوام کے درمیان اجاگر ہونے والی سیاسی آزادی اور جمہوریت کیلئے خواہشات کو دہانا ضروری ہے۔

کتابیں جو شائع کی گئیں، رسالے جو نکالے گئے اور سیمینار اور ایسے اور صحافی جو انگریزوں کے زیر تسلط بورژوائی خیالات کی اشاعت کیلئے ان ذرائع کو پیدا کرنے اور انہیں سرگرم کرنے کے کام میں شامل ہو گئے وہ سب غیر ملکی حکمرانوں کی اس کوشش میں کہ ہندوستان کی تختی میں رکھا جائے، ان کے ہاتھوں کے ہتھیار تھے۔

لیکن یہی ادارے آگے چل کر باطل بدل گئے اور جس سمت میں ان لوگوں نے جتنا شروع کیا تھا اب ٹھیک اس کی مخالف سمت میں چلنا شروع کر دیا۔ تعلیم یافتہ گھرانوں کی نئی نسل نے انگریزوں کے زیر اختیار اسکولوں، کالجوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کی، سرکاری سرپرستی میں کتابیں اور رسالے شائع کئے گئے۔ ان مطبوعات کی اشاعت کے لئے ادیبوں اور صحافیوں کو ہر سرورہ گارنٹی دیا گیا لیکن آہستہ آہستہ یہ تمام انگریز حکام کے مخالف بن گئے، حالانکہ انگریز حکام نے ہی اپنی سیاسی انتظامی سہولتوں کے لئے انہیں اتنی سہولتیں فراہم کی تھیں۔

انیسویں صدی کے پہلی دہائی میں ہی ایک ایسی نسل پیدا ہوئی جس نے ہندوستان کو جدید راہ پر گامزن کرنے کی انگریز حکمرانوں کی کوششوں کو سراہتے ہوئے انگریزوں سے اپنی ناخوشی کا اظہار کیا کہ اس کا جدید کاری میں سیاسی آزادی اور جمہوریت کو شامل نہیں کیا گیا۔

ایسی روشن خیال طبقہ کی پہلی نسل تو سیاسی اصطلاحات اور مفادات کی مدد کی سرگرمیوں میں اتنی مشغول رہی کہ وہ سیاسی آزادی اور جمہوریت

حبیدہ مصافت کا دور ہندوستان میں تقریباً دو صدی قبل شروع ہوا۔ اس وقت ملک میں نئے برطانوی حکمرانوں نے ہندوستان کی صدیوں پرانی تہذیب اور ثقافت کے خلاف جدوجہد میں اور اس ملک میں اپنے سیاسی اقتدار کو مستحکم بنانے کیلئے مصافت کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزوں نے سارے ملک میں ریوے کا جال بچھا دیا۔ جبکہ تعلیمی ادارے قائم کئے۔ روشن خیال ہندوستانی لوگوں کی ایک نئی نسل تیار کی۔ چھاپے خانے کے قیام سے برٹش حکام کو ان مستحکم اداروں اور ان تصورات کو، جنہیں قرون وسطیٰ کی ہندوستانی تہذیب کی بنیاد کہا جاتا ہے، مسمار کرنے میں کافی مدد ملی۔ پریس سے انہیں مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کے نمونے کے طور پر ایک نئے ہندوستان کی تعمیر میں مدد ملی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے لوگوں کو سیاسی آزادی نہیں دی گئی، حالانکہ مغربی ملکوں کے لوگوں نے جاگیر دارانہ نظام کی خلاف ورزی کیا ہے اور انہیں جدوجہد کے ذریعہ سیاسی آزادی حاصل کی تھی۔

شروع شروع میں ہندوستانی مصافت کو دو طاقتوں کا، جو ملک کے نئے برٹش حکمرانوں کے معاشی اور سیاسی مقاصد کی راہ میں حائل تھیں، مقابلہ کرنا پڑا۔ پہلی بات یہ کہ ہندوستانی سماج کے غریبہ دارانہ تصورات اور ادارے۔ خاص طور پر ہندو تصورات، ساتھ ہی کچھ حد تک سماجی تصورات، سماجی اداروں کو، جنہیں اکھاڑ بھینک ضروری تھا کہ ان کے سر پر روشنی کی ثقافت اور جدید سماج کی کوئی بونا تھوڑی سی جگہ تھی۔ لیکن یہ نئی تعلیم پر مبنی دھیرہ سے اس ملک کے لوگوں کے لئے ایک نئی حکومت کی بنیاد کو مضبوط بنا گیا۔

کے لئے اپنی رہنمائی چاہئے تاکہ انہیں اس نسل کے سلسلے میں
 ہونے والے تمام عمل اور حالات سے آگاہ کر دیا جاسکے۔ اس کے علاوہ
 یہ سب سے پہلے ان کے لئے ان کے اپنے مسائل کے بارے میں
 ہمارا سنا ہونا چاہئے۔ لیکن ہم ان کے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا بلکہ
 ہم نے یہ دیکھا کہ ان کے اپنے مسائل کے بارے میں ان کے اپنے
 ام میں ناموافق اثرات کے سلسلے میں ان کے اس کام میں غیر کامیابی
 کی وجہ سے۔

پھر اگرچہ خود بخود ایک نئی نسل روزگار ہوتی جس نے بھی ثقافتی
 مدت کاری کی خواہشات کو حاصل کیا تو تعمیر سیاسی آزادی اور جمہوریت کے
 لئے تمناؤں سے عاجز رہ گیا۔ اس نسل کے اہم اہم تجربوں نے انہیں
 ریروں کے ذریعہ قوم اور ملک کی گرفتار شدہ حالت انجام دی۔ اس ملک کے
 بان وین جیسے ہمارے لوگوں کے لئے اسے آزاداں بنائی تو رفتاری، دشمن چھینٹ
 دیں گے تو گولڈ سٹامپ کی تقریبوں کے ذریعہ انگریز حکام کے ہاتھوں ہندوستانی
 بت کی کوٹ کھسٹ کر مچا لیا گیا۔ گو وہ انگریز حکمرانوں کے لئے تھے ہم ان
 ملک نے یہ باتیں دیکھ کر کھانسنے لگے۔ ان کی نگریز حکمرانوں نے لوٹ
 لٹوٹ کے ذریعہ ہندوستان کے لوگوں کو ان کے لئے ہندوستان اور غفلت
 شیش طبقہ کے دیگر لوگوں کو کٹھن ناقصان پہنچایا۔ اس لوٹ کو انہوں
 نے غیر برطانوی کہا۔

معاشرتی تجربے سے یہ مرکزی سیاسی مانگ بنا ہوا کہ ہندوستان
 کے لئے ویسے ہی اداروں کی ضرورت ہے جیسے کہ انگریزوں میں تاکہ جو
 ایک ملک کے امور کی دیکھ بھال کر سکیں، انہیں عوام کے نامزدوں کے
 کنٹرول اور نگرانی میں رکھا جائے۔

جیسے جیسے ان خیالات کو تقویت حاصل ہوتی گئی ویسے ویسے
 نرک کی راہ پر گامزن ہندوستانی پریس میں ان کی اشاعت کا سلسلہ جاری شروع
 کر دیا گیا۔ اب انگریز حکام نے یہ دیکھا کہ جن اداروں کے انہوں نے
 ہندی قبیلہ کی ترقی کے لئے اپنے ہتھیار بنائے جنہیں ان لوگوں کے خلاف
 استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہندوستانی پریس کی سرگرمیوں کو زیرِ شکم کرنے
 کے لئے عملی اور فنی اقدامات کئے گئے۔ انہیں ان کی آخری دہائیوں نے
 ہندوستانی پریس پر ایسے حملوں کا سلسلہ رکھا اور اس کے وجہ سے انگریز حکام

کے خلاف سیاسی سرگرمیوں اور فنی ترقیوں کی راہ پر گامزن
 رہے۔ انہوں نے طبیعت کے طبقہ کے خلاف گولڈ سٹامپ کے
 ہندوستانی پریس کی سرگرمیوں کو زیرِ شکم کرنے کے لئے
 ان کے قبیلہ کی ترقی کے لئے ان کے اپنے مسائل کے بارے میں
 ہمارا سنا ہونا چاہئے۔ لیکن ہم ان کے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا بلکہ
 ہم نے یہ دیکھا کہ ان کے اپنے مسائل کے بارے میں ان کے اپنے
 ام میں ناموافق اثرات کے سلسلے میں ان کے اس کام میں غیر کامیابی
 کی وجہ سے۔

اس مسئلہ پر حال کا مقابلہ کرنے میں فلاح اور ریاست کے مرکزی
 حکام نے بنیاد بنا رکھی تھی۔ اگر کارائٹلک اور دیگر مافیوں نے
 حکام کے ہونے سے ان کی اپنے اپنے اخباروں میں سخت تنقید کی۔ مقامی
 لوگوں کی شکایت اور شکوتوں کی پریس کے ذریعہ اشاعت سے انہیں
 کو مختلفاتی غریبوں کو قریب کر کے رکھا گیا۔ خاص طور پر سب سے افسران ان مافیوں
 سے بہت ناامید تھے اور انہوں نے ان مافیوں پر جو پریس کو دیکھ کر ہالا
 مقصد کے لئے استعمال کیا کرتے تھے عوام کا خوف داری کرنے کا بیسٹم
 قائم کر دیا۔ انگریزوں کی حکومت نے ان کے خلاف قانونی اقدامات کی انہیں
 قید خانہ میں ڈال دیا اور اس طرح کے دیگر اقدامات کئے۔

مقامی حکام کی سخت رفتار کی کو عیاں کرنا یہاں قدم تھا۔
 اس کے بعد ہندوستانی ثقافت کے بڑے بڑے ادیبوں نے ویسے سیاسی فکر
 اور مطالبات مرتب کرنا شروع کر دیے۔ اس کے بعد انہوں نے ہندی کے شروع
 میں تنگ سے جاگ دوں یہ اعلان کیا۔ "سوداچہ پریس" کا حق ہے
 اسے ضرور حاصل کروں گا۔ اس کے لئے ممکن کو بہت ہی مہنگی قیمت اور
 کرنی پڑی۔ ان کے خلاف عدالتی کارروائی کی گئی اور انہیں جو سال کی سزا
 دی گئی، ساتھ ہی دیگر لوگوں میں انہیں جیل بھی کر دیا گیا۔ ان کا ہتھیار ہندی
 تحریک میں شامل ان کے ساتھیوں کو بھی اپنے سیاسی سرگرمیوں کے قید و بند
 جیل خانہ کی سزا بخشی پڑی۔

اسے ہندوستان میں جدید مصافحت کی ترقی کے سلسلے میں
 کہا جاسکتا ہے اور یہی ہے انہیں ہندوستانی مصافحت کی ترقی
 ہے۔ حالانکہ تنگ کو ہندوستان میں انتہا پسندی کے خلاف
 کہا جاسکتا ہے لیکن تنگ کے بعد بہت سلسلہ ہوا جس کے نتیجے میں

تین دیاستوں پر مقبول نام پارٹی ہے اور اس نے دیگر پارٹیوں اور دیگر مخالف پارٹیوں کے ساتھ ملکر کانگریس کی انتخابات میں ایک نیا بہار شکست دیا۔ لیکن ان کے تینوں اصولوں پر وہ بائیں یا بائیں جمہوری آزادی اور حکومت کی مخالفت کرنے والے اخبارات اور رسالوں کی تعداد اشاعت کی پی آئی (ایم) کی پی آئی اور دیگر پارٹیوں کے اخبارات اور رسالوں کی تعداد اور اشاعت سے بہت زیادہ ہے۔

عوام کی ہمدردی اور کثیر الاشاعت رسالوں کے سیاسی شعائر کے رویان اس کی وجہ سے یہ ہے۔ رام توپن ناہروٹی راناؤ سے اگر تار اور ٹکٹ، گاندھی اور سوسائٹس۔ کیونسٹ پریس کے بانیوں نے سبھی اصلاح، ثقافتی جہت، سیاسی آزادی، جمہوریت، محنت، شہس، طبقہ، کسانوں اور استحصال کے شکار دیگر لوگوں کے دفاع کے لئے جنگ کے میدان عمل کی طرح صحافت کو اپنایا۔ دوسری طرف آج پریس جن کے زیر اثر تیار ہے، وہ سب اپنے اپنے اداروں کی ذاتی فلاح کی خاطر نہ عوام کی خدمت کے لئے چلا رہے ہیں۔

جس طرح دیگر کاروبار میں مدہ یہ لگایا جاتا ہے، اسی طرح بڑے بڑے مالدار اور پریس میں بہت زیادہ سرمایہ لگاتے ہیں اور آج انہیں صرف اپنے سرمایے سے زیادہ آمدنی حاصل کرنے سے سروکار ہے۔ جس طرح وہ بینکوں، صنعتی اداروں، کھیتوں، باغات وغیرہ کو چلاتے ہیں، اسی طرح رسالے اور اخبارات کی اشاعت بھی ان کے لئے فلاح سازی کا کاروبار ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ ان بینکوں، کاروبار کی اور صنعتی اداروں کے مالکان ہی پریس کے مالک ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ سب مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی سیاسی مورتحال میں بھی دلچسپی لیتے ہیں اور اس لئے وہ کبھی سیاسی پارٹیوں کی تائید کرتے ہیں تو کبھی انکی مخالفت کیونکہ ہر وقت وہ اپنے کاروبار کے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح انگریز حکام نے تقریباً دو صدی قبل کیا تھا، اسی طرح یہ بھی اپنے معاشی اور سیاسی اختیارات کو مستحکم بنانے کے لئے ایک انتخابی طرح پریس کو بنیادی طور پر اپنے اختیارات میں رکھنا چاہتے ہیں۔

یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ آج کے چند ارباب پریس

تعلق ہمدردی یا اس سے زیادہ محبت، جہاد آزادی کے ہاتھوں میں جہاد جہاد کرنے کے ہتھیار کے طور پر عالم جہاد سے لڑنے والے آزادی کے قبل کے دنوں میں غیر ملکی حکام ان کی صورت میں لگے رہتے اور انہیں ہر ممکن طریقے سے پریشان کیا کرتے۔ اس زمانہ میں ایسے پریس کو اپنی بقا کیلئے شدید جہاد کرنی پڑتی۔ انکا آغا کے ذریعہ بہت ہی محدود تھے، اس لئے وہ اپنی آمدنی سے اپنے اخراجات پورے نہیں کر سکتے۔ سبھی اشاعت تو صرف انگریزوں کے فرمانبردار پریس کیلئے مخصوص تھے۔ اس کے ساتھ آزادی کی بعد جہاد کے دنوں میں ایسے پریس کو وقتاً فوقتاً کثیر رقم بطور جرمانہ ادا کرنی پڑتی، ان کے ایڈیٹروں کو عدالتوں کا سامنا کرنا پڑتا، اس لئے انکا بقا کا اخصا عوام کی ہمدردی اور تائید پر تھا اور اس وقت عوام غلام و ستم کشانہ بنے ہوئے تھے لیکن آزادی کی بعد جہاد کے آخر کے دنوں میں ایسے پریس میں تبدیلی رونما ہونے لگی اور معمولی آزادی کے بعد ایسے پریس مشکل طور پر تبدیل ہو گئے۔ ہم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے ان اخباروں کو جب اپنی بقا کے لئے شدید جہاد میں مصروف مل تھے، دیکھا تھا، یہ یاد ہو گا کہ سب ایک طرح سے اس پریس کے ایک جز تھے جنہیں سوشلسٹ، کیونسٹ اور دیگر بائیں پارٹیوں کی طرح برسر اقتدار طاقت کے غلام کا سامنا کرنا پڑا۔ پریس پر حملہ کے خلاف آزاد پریس کیلئے جہاد جہاد کے معانیوں اور تمام پارٹیوں کے جہاد میں آزادی اور دیگر جہاد میں وطن کو متحد کر دیا۔

بائیں پارٹیوں کے انتہا پسند سیاسی پریس نے اپنی روایت برقرار رکھی اور اسی لئے آزادی کے بعد بھی انہیں ان دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جن سے وہ آزادی کے قبل کے دنوں میں دوچار تھے۔ نیز سیاسی پریس کے غیر ملکی حصے بھی خود کو اس دوران بائیں تبدیل کر دیا اور وہ اب حکومت کی مخالفت کرنے کی جگہ حکومت کی گیت گانے والے بن گئے۔ منظم سیاسی تحریک میں بھی اس دوران جو تبدیلیاں رونما ہوئیں، ان کو پریس کی تبدیلی بھی اسی کے عین مطابق ہے۔ تحریک کے اس حصے کو جس کا تعلق بائیں سے تھا اور جس نے بائیں کے کارروائے بننے کے کام پر لگے، ان کے لئے ان کا فیصلہ کیا تھا، ملک کی آزادی کے بعد ملک کے نئے حکمرانوں نے بھی اپنے غلام و ستم کشانہ بنایا، ان کو نئے حکمران آزادی کی بعد جہاد کے معانیوں میں بائیں لوگوں کے ساتھ تھے، یہی تحریک کے دوسرے حصے کے لئے ہو گا۔

ما قبل

اور اہمیت سے واقف ہیں۔ یہ بات باعث مسرت ہے کہ اس ریاست کے باہر بھی بہت مددے لوگ ہمارے نقطہ نظر سے اتفاق کرتے ہیں۔ وہ ہماری کامیابیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ انہیں اس بات کی امید ہوتی ہے کہ وہ اپنی ریاستوں میں اس طرح کی صورت حال کا بھی ریاست کے پروگرام جیسے مدد دی پروگرام سے مقابلہ کر سکیں گے۔

اختتام سے قبل میں فرقہ پرستی، ذات پات کی تفریق وغیرہ جیسے مسائل کا ذکر کروں گا کیونکہ یہ مسائل بہت سی ریاستوں میں دائمی مسئلہ اختتام پا کر چکے ہیں۔

مغربی بنگال میں بانیس قانون کے استحکام اور محنت کش طبقہ
کسان، درمیانی درجہ کے لوگ، طلباء اور عورتوں کی صحت مند سیاسی
تحریکوں کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ ریاست ناپاک فرقہ پرستی سے پاک
وصاف ہے۔ ہماری ریاست میں بہت سارے سبھوتوں سے محروم لوگ
جیسے ہریجن بھی اپنے حقوق سے واقف ہیں اور وہ سب اپنے دیگر محنت کش
بھائیوں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا لگا کر جدوجہد کر رہے ہیں۔

اب اس امر کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ امن و امان کی صورت
مال کے لحاظ سے مغربی جنگل سارے ملک میں بہت ہی مستحکم یا سست ہے
جہاں شہری علاقوں میں اور دیہی علاقوں میں حسب معمول طریقہ سے زندگی
چلتی جا رہی ہے۔

کھرا اتران کھیتی کی طرف سے عطیہ

[illegible]

باکس تبدیل کر دیا اور وہ ملک کے نئے حکمران کے عتاب سے بچ گئے حالانکہ
غیر ملکی حکمرانوں نے ان لوگوں کو آزادی کے قبل کے دنوں میں اپنے ظلم و ستم
کشادہ بنا رکھا تھا۔ ان میں سے بہت سارے پریس نے عوام کے نام پر
اپنے لئے اور اپنے عزیز و اقارب کیلئے کوئی آمدنی کی۔ آزادی کی تحریک کی یہ
تبدیلی یا ان کا بچاؤ اس تحریک کو دوسروں میں یعنی حکمران طبقہ اور عام
لوگ میں تقسیم کی جھلک پر بس کی نوعیت اور خصوصیت میں تبدیلی سے
ملتی ہے۔

موجودہ اجارہ پریس کے تمام حصے اس یکے تحت نہیں آتے۔ ان میں سے بعض پریس تو ایسے ہیں جو آزادی کی جدوجہد کے دنوں میں انگریزوں کے حامی تھے اور ان میں سے چند پریس کا انتظام تو انگریزوں کے ہی ہاتھوں میں تھا۔ آزادی کی جدوجہد کے آخر کے دنوں میں ایسے پریس ہندوستان کے بڑے بڑے کاروباری اداروں نے خرید لیا۔ ایسے پریس بھی تھے جن کا راز دست کوئی ملک نہ تھا اور جسے انگریز ہی چلایا کرتے تھے جنہوں نے ایسے انداز فکر اپنایا جو آزادی کی تحریک میں انتہا پسند یا ملوث کے خیالات کے بالکل مختلف تھے۔ اس بات کے پیش نظر کہ ان میں سے چند اخبارات نے جنہیں شروع شروع میں اپنی بقا کیلئے کافی جدوجہد کرنی پڑی اور جنہیں عام لوگوں کی مالی امداد دیگر امداد پر کم و بیش انحصار کرنا پڑتا تھا اب اجارہ پریس کی ایک شکل میں خود کو تبدیل کر دیا، یہ بات تعجب خیز نہیں کہ انگریزوں کے یا انگریزوں کے حامیوں کے پریس اب اجارہ پریس کے کہیں ہی گئے۔

آج محنت کش صحافی اجارہ پریس کی خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ تو آزادی کی جدوجہد کے دنوں میں انتہا پسند سیاسی پریس کی جدوجہد ہے۔ ایک نمبر ہے۔ سوشلٹ - کمیونسٹ پریس نے جو انتہا پسند سیاسی پریس کے ایک اہم جز تھا، محنت کش صحافی اور دیگر صحافیوں کے جو اجارہ پریس کے مخالف ہیں، ساتھ تعاون کے سلسلہ کو جاری رکھا ہے۔

خدا کی رحمت کی وجہ سے مغربی بنگال کے شمارہ ۱۸ اور ۱۹
کے اشاعت کے بعد ان کی پوری انکس ہے۔ (مدیر)

شعیر کا

”تو شامیں ہے بسیر اگر پہاڑوں کی چٹانوں میں“

امالہ

سے ہوئے زنداں میں ہم دونوں اسیر غم
قیدی کی غذا پر اک شاہیں کا بھی سر ہے خم
پتھوں میں لے جوئی یہ مونیس تنہائی
پرداز سے بے بس ہے پرداز کا شیدائی

ہے چرخ لہو میں تر بل کھلتے ہوئے شہیر
کیا جانے اسکو بھی آتا ہے خیال کشر
نظروں سے جتا ہے دیتا ہے صدا مجھ کو
کرتی ہے فطاب یوں شامیں کی لڑا مجھ کو

”آزاد پرندے ہیں ہم دونوں چلو چل دیں
اس سمت جہاں بادل پھرتے ہیں پہاڑوں میں
اس سمت جہاں نیلے سگر میں ہر چلے
اس سمت ہم اٹھائیں اور بارگھر چلے“



تخلیق : پوشکن
ترجمہ : طاہر الفاری

میں نے چاہا تھا، تمہیں

میں نے چاہا تھا تمہیں، تم سے محبت کی تھی
کیا خبر آج بھی ہو دل میں دلی چٹکاری
خیر اب آج میں کیوں اسکی جلاؤں تم کو
جی نہیں مانتا کچھ نہیں لگاؤں تم کو
دل دکھے جس سے وہی بات سناؤں تم کو

تھی محبت میں گلے کی نہ صلے کی پروا
بے زبانی سے، کبھی رشک سے دل ٹکڑے تھا

جس نزاکت سے لگن سے تمہیں چاہا میں نے
یونہی پھر چاہے کوئی اور بھی اللہ کرے



سلسلے ملک کے لوگوں کی
دلی آرزو کی
نمائندگی کرتا ہے



پاکستان تحریک

پروفیسر ہاشم محمد بیکار

ریاست کی معیشت بری طرح متاثر ہوئی ہے نیز ان دشواریوں کو دور کرنے کے لئے حاذق تجویزیں بھی پیش کیں۔ ہمارا ملک ایسے معاشی بحران سے دوچار ہے کہ جہاں آزدی کی تین دہائیوں کے بعد بھی نصف سے زیادہ آبادی غربت کی سطح سے بھی نیچی سطح میں زندگی گزار رہی ہے۔ مغربی بنگال میں برسرِ اقتدار آنے کے فوراً بعد ہی بامیں حاذق حکومت نے اصلاحات آرمی کے تحت اقدامات کا ردِ عمل لانا شروع کیا، اس میں نے بہت سارے زرعی قطعات آرمی کو جن پر حکومت کو ملکیت کا حق حاصل ہو چکا ہے چھوٹے کسانوں اور کاشتکاروں کے درمیان تقسیم کر دیا کیونکہ ایسے قطعات آرمی کے اور ان کی پیداوار کے حقوق صحیح معنوں میں کسانوں کو ہی حاصل ہیں۔ شاید آپ اس بات سے باخبر ہوں کہ ہنگو کو نے گزشتہ چوبیس برسوں میں ۱۲ لاکھ ہیکٹروں کے نام پر یکارڈ میں درج کرائے۔ ہمارے فنت کش لوگوں کے قانونی حقوق کا بھالی اور استحکا کے لئے یہ بہت ہی اچھا قدم ہے۔ اس کے بعد ہنگو کو نے ۱۹۸۵ء میں پنجاب انتخابات کرائے۔ یہ انتخابات ۱۲ سال کے بعد ہوئے کیونکہ اس دور کی حکومت نے انتخابات کا طرہ و بیان ہی نہیں دیا۔ ۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۳ء میں پنجاب انتخابات میں بامیں حاذق کو وسیع پیمانہ پر کامیابی حاصل ہوئی۔

۱۹۸۵ء میں انتخابات سے قبل ہنگو کو نے پنجاب میں ایکٹ میں ترمیم کی تاکہ دیسی ملازمتوں میں منتخب لوگوں کو کافی اختیارات حاصل ہوں۔ ریاستی حکومت نے پنجاب میں کو کافی اختیارات دئے اور ملازمت میں پیش آمد اور غیرہ کی ترقی کے لئے بہت سارے پروگراموں کو یہ سیکرٹریٹ کے تحت چلائے۔ ان ترقیاتی اقدامات کو بامیں حاذق نے سنبھال لیا۔ یہی وہی۔ چونکہ پنجاب میں بہت سارے منتخب لیبر ان اس قسم کے کام سے وابستہ

حال ہی میں ہنگو میں مغربی بنگال میں بامیں حاذق حکومت کے چھ سال مکمل ہونے کے سلسلے میں منعقدہ ایک تقریب میں شرین پر بھاش چھوڑ کر ذریعہ اطلاعات و ثقافتی امور نے تقریر کی جس کا متن اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے :

سی پی آئی (ایم) اور مغربی بنگال کی دیگر بامیں پارٹیوں پر مشتمل بامیں حاذق حکومت بہت ہی وسیع اکثریت سے ۱۹۷۷ء میں پہلی بار مغربی بنگال میں برسرِ اقتدار آئی۔ پھر پانچ سال کے بعد بھی یعنی ۱۹۸۲ء میں عوام بامیں حاذق کو برسرِ اقتدار لایا۔ مغربی بنگال میں اب بعد میں ترقی پورہ میں بامیں حاذق کی نموداری اور ایسی کام کو مناسب تناظر میں دیکھنا چاہئے کیونکہ یہ سارے ملکہ کے فنت کش عوام کی دلی آرزو کی نمائندگی کرتا ہے اور میری ریاست میں حاذق کامیابی مجموعی طور پر سارے ملک میں عام نووا کیے ہوئے راستے کھول دیں گے۔ اب ہمیں ان باتوں کا جائزہ لینا چاہئے کہ لوگوں کیلئے بامیں حاذق نے کتنی خدمات انجام دیں۔ اس سے ہمیں اور بھی تیزی سے آگے بڑھنے میں مدد ملے گی۔ ہم عوام کے مشکوک میں کہ دیگر ریاستوں کے لوگوں نے مغربی بنگال میں ہم اپنی اپنی ذمہ داریوں کو جس طرح نبھا رہے ہیں، ان کے سلسلے میں بہت افزا دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

۱۹۸۵ء کے انتخاب سے قبل ہنگو کو نے ۲۲ نکاتی پروگرام مرتب کیا تھا اور اب ان پروگراموں کے تحت اقدامات کر رہے ہیں۔ دوسری بار برسرِ اقتدار آنے کے بعد بامیں حاذق حکومت نے پہلی بار کے تجربہ کا دشنام لیا ہے ۲۲ نکاتی پروگرام پر نظر ثانی کی اور اس سے ۲۲ نکاتی پروگرام میں تبدیلی کی۔ ان نکات میں ان باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جس کی ادنیٰ ضرورت تھی

نہیں ہیں اس لئے اس سہم کے سلسلے میں ان منتخب نمائندوں کی تربیت کا بھی انتظام کیا گیا۔

محلی دیہی لوگوں کے لئے وسیع پیمانے پر کام کے کیئے خود کار پروگرام کو بروئے عمل لایا گیا تاکہ انہیں ملے ہوئے پروگرام کے تحت مشق سے سالانہ ۲۵۰ لاکھ کام کرنے کے دلچسپ رکھ سکے۔

یہاں میں اس سہمیت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۹ء میں مغربی بنگال میں تیار کن سیلاب میں پینچا تلوں کے منتخب عملوں نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ان پینچا تلوں نے وسیع پیمانے پر امداد تعمیر عمارت کے کام کو اپنا یا اور عرصہ وقت کے ساتھ اس کام کو انجام دیا اور خدمت کی ایسی مثال شاید ہی کہیں ملے۔ اس کے بعد بھی متواتر دو برس تک یعنی ۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۸ء میں مسلسل خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں بھی متاثرہ لوگوں کی امداد اور زندگی پیداوار میں ممکنہ انتہائی حد تک اضافہ کرنے کیلئے پینچا تلوں کی مدد سے ریاستی حکام نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ خشک سالی کے مسئلہ کا مقابلہ کرنے کیلئے بائیں محاذ کے تعاون اور تال میل کے اقدام کی میں ایک مثال پیش کروں گا۔ گذشتہ سال عربی ماحولیاتی کٹاؤں کے درمیان انڈیائی نام اشبار کی ۸ لاکھ جھوٹی تصویلات تقسیم کی گئیں۔ اس کے نتیجے میں ۸۲-۸۳ کے خریف موسم میں گذشتہ سال کے مقابلے میں ۱۲ ہزار میٹرک ٹن زیادہ کھاد استعمال کی گئی۔ اس طرح امداد اور دیگر تعمیراتی کام کو اس طرح مدد مل لایا گیا کہ اس سے زرعی اجرتوں میں کمی نہیں ہوتی۔

میں خصوصاً وہی منظر کا ذکر کر رہا ہوں کیونکہ ہماری کوششوں کے ذریعہ بائیں محاذ کے پروگراموں سے لوگوں کی اکثریت کو فائدہ پہنچنے کا مثال کے طور پر آزادی کی تیسری دہائی کے بعد بھی ابتدائی تقسیم کی طرف حسب خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ بائیں محاذ نے زیادہ سے زیادہ کٹوں کو ابتدائی تقسیم دینے کیلئے فوری اقدامات کئے۔ گذشتہ چھ برسوں میں ۲۶۰۰ نئے پرائمری اسکول کھولے گئے اور اب سات لاکھ سے زیادہ بچے پرائمری اسکولوں میں زیر تقسیم ہیں۔ اب تک چھ ماہانہ سیشن برس کے بچوں کی ۹۳ فیصد بچہ ابتدائی تقسیم سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اس طرح صنعت کے منظم سیکٹر میں محنت کش طبقہ کی طرف بائیں محاذ حکومت خصوصی توجہ دے رہا ہے کیونکہ یہی طبقہ نو صنعتی

انٹرنیشنل اور ملکی رابطہ کی بنیاد پر کام کر رہا ہے۔ حالانکہ اس کی حکومت نے اس کے کچھ اہل کاروں کو مناسب طور پر نہیں بھیجی۔ مالی نہیں رکھا۔ اہم اہم لیڈرز میں ترکیم لاکر، مزدوروں اور محنت کشوں کے امداد، تحفظ اور مراعات کا ستر سہو یاتیں فراہم کی گئیں۔ یہ سہو یاتیں پر بے روزگاری امداد اسکیم رائج کی گئی اور اسکے تحت ان خاندانوں کو جو عرصہ دراز سے بے روزگار ہیں مالی امداد فراہم کی جاتی ہے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ ریاستی حکومت نے مزدوروں پر پابندی عائد کرنے کیلئے ایسی ایسی ایم اے قانون کو بروئے عمل لانے سے انکار کر دیا۔

آپ لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ یہ ریاستی حکومت اور اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی ریاستی حکومتیں مالی امداد کے سلسلے میں یا نکلے بس ہیں کیونکہ انہیں وقفہ وقفہ سے امداد کے لئے مرکز سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود بائیں محاذ کی پالیسی کا رشتہ یہی ہے کہ دارجلنگ کے پہاڑی علاقے، جنوبی بنگال میں مسخین کے علاقے اڑیس اور بہار کی کھجور علاقے سے منتخب مغربی بنگال کے علاقے جہاں مشیہ ولز خراب و کاشت کی کافی تباہی ہے جیسے پس منظر علاقوں کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ ان کے مسائل کی شناخت کی گئی اور ان علاقوں میں آباد لوگوں کی بہت دنوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے معاشی بہتری اقتصادی سہولتوں وغیرہ کے لئے خصوصی پروگراموں کو بروئے عمل لایا جا رہا ہے۔ میں یہاں وہی علاقوں میں پینے کے پانی کی ضرورت کا ذکر کروں گا۔ اس مسئلہ کو ہم نے کس طرح حل کیا، اس سے یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ صنعت زدہ دیہی باشندوں کے مسائل کے سلسلے میں ہمارا رویہ کیا ہے۔ ہلوگوں نے گذشتہ چھ برسوں میں تقریباً نو ہزار گاؤں میں پینے کے پانی کی سہولت اور فراہمی کا انتظام کیا۔ ایسے گاؤں میں اس سے قبل ایسی سہولتیں فراہم نہیں تھیں۔

جیسا کہ میں نے شروع میں ذکر کیا تھا ہمارے محاذ کی بہت سیار اس ریاست کے خوام کی تیسرے پر ہے اور محاذ کی پالیسی بروقت رد و بدل کے پروگراموں سے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ ہلوگوں نے ترقی پر بندشیں اور دیگر کاؤنوں کو جن کی وجہ سے آزادی کے بعد سے لوگوں کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی، دور کرنے کا عزم اور عہد کیا۔ جو کہ عظیم مسائل اور کام کی صورت (۱۹۵۷ء)

ایک چادر میلی

کی کردار نگاری

ڈاکٹر اسلم آزاد، شعبہ ادب، پبلشنگ نیوز سٹی پشاور

راجندر سنگھ بیدی کی کہ ناولٹ ”ایک چادر میلی“ کا موضوع آزادی کے قبل کے پنجاب کا گواہ ہے۔ یہ ناولٹ کم و بیش گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ کہانی میں متعدد نقطے ابھرتے ہیں۔ مختلف کردار سامنے آتے ہیں اور گاؤں اور وہاں کی معاشرتی زندگی سے وابستہ تاریک گوشوں کو اجاگر کرتے چلے جاتے ہیں۔ رافو کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور ناولٹ کا تمام قصہ اسی کے چاروں طرف پھینکا اور سمٹا نظر آتا ہے۔

راجندر سنگھ بیدی پنجاب کی دھرتی سے بید متاثر ہیں پنجاب اور پنجابی کبھی ناش نہیں ہو سکتے۔ یہ معلوم انہوں نے کون سی امر کھائی ہے جس میں وہ اذیت بھی گئے اور پائی بھی گئے۔ پنی بھی گئے اور چھلکا بھی گئے۔ زندگی کے رونے دھونے سے ان کی ہنسیا پوری نہیں ہوتی۔ ہاں ہنسنے کیلئے کھانے پینے اور پھیننے ہی ان کی کوشش ہے۔

بیدی نے اپنے کرداروں کے ذریعہ اس قصہ کی تشکیل اس بیچ پر کہ ہے کہ قصہ کی قلم و پیچ کے ساتھ ساتھ ان کرداروں سے قریب ہو جاتے ہیں اور ان کے دکھ سکھ کے شریک بھی۔ اس ناولٹ کا مرکزی کردار رافو کی تصویر ہے جس کا نام تو جودی ہے۔ یہ سب جاندار اور نمایاں کردار ہیں لیکن رافو کی تصویر میں اتنا پریم چند کی نزاکت اور عصمت چغتائی کا دشمن کا طرز و انداز نہیں۔ اس کی صرف بنیاد کیا گیا ہے اس نے اس پر کرداری ناول بنانے کی کوشش کی۔ رافو کا تعلق اور زندگی سے بھری ہوئی فضا میں ایک محنت کش کی ہے۔ مصروف کی کہانیاں ہیں اور تندرست اس جہان کی جو کہانیاں ہیں۔ رافو کی کہانیاں ہیں۔ رافو کی کہانیاں ہیں۔ رافو کی کہانیاں ہیں۔

اور جودی کے جذبہ درمندی سے معمور ہے۔ وہ اپنا سب کچھ سوئپ کر بھی اپنے شوہر اور سماج سے کچھ نہیں پاتی۔ رافو کی کہانی دراصل نچلے طبقے کی ہمسہ ہندوستانی عورت کی کہانی ہے۔ مرکزی قصہ کے تین اہم کردار ہیں۔ رافو، تلو کا اور منگل۔ کرداروں کے اس منشی حلقے میں جودی دھری بہرہ داس، گنیشام، بابوہری داس، جندال، حفور سنگھ، پورن دتی، سلامتی، لگاؤں، سر پنچ گیان چند اور چند جھوٹے بھوٹے اور بھی کردار داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام کردار حقیقتاً رافو اور منگل کی کہانی کے اجزائیں ہیں کی بنیاد تلو کا اور رافو کا ابتدائی قصہ ہے۔ تلو کا اپنے بان ہے۔ دن بھر کی محنت کے بعد جو کچھ حاصل کرتا ہے اس سے گھر چلتا ہے۔ شراب کی لت میں مبتلا ہے جس سے اس کی بیوی رافو کو سخت نفرت ہے۔ اکثر و بیشتر ان دونوں میں شراب کو لے کر ہی جھگڑا ہوتا ہے۔ تلو کا رافو کو بے تحاشی بیٹھا ہے، رافو چپ چاپ مار کھاتی ہے۔ لہو لہان ہو جاتی ہے اور ہر معمول کے مطابق گھر کے کام کاج کو سنبھالنے میں لگ جاتی ہے۔ تلو کا جودی بہرہ داس اور گنیشام داس کا آلہ کار ہے جن کا دھرمشال میں اڈہ ہے۔ تلو کا اپنے راکے پر نوجوان ماترن کو دھرمشال پہنچانے کا کام انجام دیتا تھا۔ ایک روز رافو کی نوجوان ماترن کے بھائی کے ہاتھوں تلو کا قتل کر ڈالا گیا اور دونوں گرفتار ہوئے۔ دھرمشال کے جاری باواہر داس بھی ان دونوں کے ساتھ سزا یاب ہوئے۔ دھرمشال پنجپیت کی نگرانی میں چلا آیا۔ تلو کا کے قتل سے اس کے والدین حفور سنگھ اور جندال اس کی بیوی رافو اور اس کے بچے کی زندگی معاشی طور پر بالکل ابتر ہو گئی۔ خاقوں کی فوجت آنکھیں بندال اپنی بھوکے لبے مدد سخت ہو گئی۔ طنز اور طعنوں سے گھبرا کر رافو نے گھر چھوڑ دینا چاہا لیکن وہ جاتی کہاں؟ دنیا میں اس کا تھا ہی کون؟ تلو کا چھوٹا بیٹا منگل کی محبتوں سے بے فکر تھا۔ رافو نے اسے کھن سے پالا تھا۔ بھائی کے مرنے کے بعد وہ اس کے باگ در در سنبھال لیتا ہے۔ ماما سے لیکھ اپنے خرچ کے بعد جو خرچہ سے سے پیسے پنج جاتے ہیں وہی گھر پر لا کر دے دیتا ہے جس سے گھر کا کام کاج نہیں چل پاتا۔ ایک روز واپس آیا تو گھر میں سب کو ناقوں میں مبتلا پایا۔ اس کی ماں رافو سے جھگڑ رہی تھی اور اسے گایاں دے کر گھر سے نکل جانے کا حکم دے رہی تھی۔ رافو نے منگل کی جوف کو پریشانی کی تھی اس نے فطری طور پر منگل کو اس سے الیت تھی اور رافو کی شفقت آمیز سلوک کرتی تھی۔ یہ منظر منگل سے دیکھنا تھا گیا اور اس سے کہا،

مائی کیوں تو اس گریب کے ساتھ ایسا مسکراتی ہے۔
 کہہ سکتی تھی؟ آخر کیا ہلنے لگے ہلے؟

جس دلی کے جن چند جوں نے ناؤ کو سہلادیا۔ مشکل اس
 واقعہ کے بعد سے کچھ ذمہ داری محسوس کرتا ہے۔ رات کو گھنٹہ بھر کی مصیبت
 دیکھ کر اس کی پروں چوڑھنے ایک ہلکا سا یہ مشورہ دیا کہ وہ مشکل سے شادی
 کرے۔

چاندروال سے اس پر

رات کو نے یہ مشورہ ملنے پر متوجہ اور بعد از تباہی مس تھا۔ وہ
 یہ سوجھ بوجھ نہیں سکتی تھی اور یہ مشکل کے گوشہ خیال میں یہ بات آسکتی تھی۔
 رات کو خیر اور بد حال اس پر کچھ فرق کے پاس سے اٹھ گئی اور شدت سے اس نے
 اٹھ کر دیا۔ دوسری طرف یہ بات چوڑھنے پر نہ رہتا ہے کبھی بھی کاشوہر گریبان
 چند گاؤں کا سرخ تھا۔ پھر دیر تھیں اس شادی کو انجام دینے کے لئے اپنے
 شوہر کو رہا مند کر لیا۔ پنجاب میں لوگوں کا کہنا ہے۔ مشکل جیسے سو سامان
 کو کوئی نہ لگا دینے سے رہا۔ اس شادی کے ذریعہ رات کو گھر لے جاتے مگر
 رات کو آدہ کرنا آسان نہیں تھا۔ یہ مشکل اس طرح حل ہوئی کہ رات کو کاسی جندل
 رات کو بڑی بیٹی کو پانچ سو روپے میں فروخت کر دینے کا سودا کر لیا ہے۔ رات کو
 کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی بیٹی کی حفاظت کے لئے پوری شدت سے
 مخالفت کی۔ بیٹی تو اس کی نفوذ پس مگر فطرت بڑھ گئے اندھ دھیر سوچنے لگی
 کہ اس گھر میں حفاظت سے رہنے کا طریقہ یہی ہے کہ مشکل سے شادی
 ہو جائے پھر بھی وہ اپنے ذہن کو اس کے لئے آمادہ نہ کر سکی۔

بہر حال گاؤں کے سوجھ بوجھ ان چند نے ان دونوں کی شادی کر لینے
 کا حکم ملادہ کر لیا۔ مشکل سے بات کی گئی تو اسے اس تجربے سے وحشت بھی ہوئی
 اور صبر نہ کیا۔ اس نے عداوت اٹھ کر دیا لیکن شادی کے لئے طے شدہ تاریخ میں
 گیارہ چننے اپنے خرواروں اور گھوڑوں والوں کے در سے مشکل کو بچاؤ اسٹا گیا اور
 اسے تیار کر دیا کہ اس کا سارا جسم لہو لہاں ہو گیا۔ شادی کے وقت رات کو
 ہوش تھا اور مشکل نے جلد سے جلد۔ گاؤں والوں اور تمام عورتوں کو یقین تھا کہ لہو لہاں
 سب ٹھیک ہو جائے گا۔ شادی ہو گئی۔ ہفتوں رات کو اور مشکل ایک اور سر سے
 واقعہ اور غیر متعلق ہے۔ اس پر جگہ راجندر سنگھ بیدی نے نیا کال لکھا
 کہتے ہیں کہ بری خوشحالی کے ساتھ ان دونوں کے تعلقات کو اندازہ کر سکتے

کہ رات کو میں نے اس کے ساتھ ایک مسکراتی سی نظر کیا۔
 اتنی شہسوار اور کچھ بیویوں کے ساتھ لڑائی کی ہے کہ رات کو کی جن
 سوجھ بوجھ میں تھا۔ رات کو نے اس کے ساتھ ایک مسکراتی سی نظر کیا۔
 اور یہ سب کچھ اس کے ساتھ ہی ہوا۔ رات کو نے اس کے ساتھ ایک مسکراتی سی نظر کیا۔
 تو اس کے ہاتھوں نے تھوڑی سی دیر کے بعد اس کے ساتھ ایک مسکراتی سی نظر کیا۔
 شوہر کی خوشنودی میں اس کے لئے ہر ایک چیز کو اس کے ساتھ ایک مسکراتی سی نظر کیا۔
 تھی جبر کے استعمال کا اسے موقع ہی نہ ملا۔ شادی سے اسے سوتیلے بھتیجے
 اور جھگڑے کا سبب بنی۔ جتنی تھی۔ مشکل سے اس کی شادی ہوئی تو اس نے ہی
 اس کی خوب بیاہی کی لیکن رات کو کے خیرین عمل نے مشکل کو پھر اور راستہ لاکھڑا
 کیا۔ ایک ماں کی حیثیت سے اس کے اندر سنا کہ چند تباہی کے بعد سے کبھی
 اس کی ساس کا کسی کی بڑی بیٹی کا سودا کرتی ہے تو بھلے ہی وہ لگ بھگ جاتی ہے اور
 بیٹی کی حفاظت کئے ہرگز نہ رستہ اختیار کرتی ہے اور کامیاب ہو جاتی ہے۔

رات کو کے لئے اس کے ابتدائی مصیبت کا سر تھکا ہے۔ ناول کا اس
 قصہ رات کو کے لئے گھر کے گھر کا ہے۔ مشکل کو وہاں ہے۔ رات کو کی بیٹی بڑی
 ہوتی ہے لیکن فخرنا شاخاں نہیں۔ اپنے مقتول بھائی کے بچوں اور والدین کو
 قاتلوں سے بچا کر اس کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ وہ حالات پر
 قابو پانے کی کوششیں بھی کرتا ہے۔ شادی کے قبل رات کو کا بھی اقرار کرتا ہے
 رات کو شادی کا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا اس لئے جب شادی کی بات اسے
 کہی جاتی ہے تو رات کو کی شدت سے انکار کرتا ہے۔ وہ بچہ بچہ طور پر جوتے پہنا
 ان کا فیصلہ اصل فیصلہ ہوتا ہے جتنا ہی مشکل کی شادی کو گھنٹہ بھر میں رات کو کی
 اس نے بچ کے فیصلے سے بغاوت کی تو اس کے لئے لہو لہاں کر دیا گیا۔ شادی
 ہوئی تو اسے ایک عرصہ تک اس کا نفسی رابطہ نام نہاد اور غیر تعلقات قائم رہا
 مشکل نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض ادا کئے اور رات کو کی شادی
 بھی استہام سے کر دی لیکن رات کو کے لئے یہ شادی میں وقت صرف فراموش
 ہوتا ہے کہ رات کو اس کی بیٹی کی شادی جس رات کو سے ہو گیا تھا وہی خاص
 نے رات کو کے شوہر کو کا قتل کیا تھا۔ مشکل نے تاوقتیکہ شادی کے کو
 تھی اور وہ کایہ فیصلہ بھی ہو چکا تھا اور رات کو اس کی بیٹی کی شادی رات کو کے شوہر
 کو لیتا تھا۔

رات کو مشکل کے ساتھ ایک مسکراتی سی نظر کیا۔
 رات کو

—

حکومت کا عطیہ

ملائی میں رہتے کے دریا آب پاشی شری کوئی بھلائی
 ہے۔ یہاں کے برساتیوں کے سلسلے میں شری کوئی بھلائی
 آب پاشی کا سہولتیں فراہم کرنے کیلئے کھدائی آب پاشی پروجیکٹ کا افتتاح کیا
 پروجیکٹ نامدار طر سے دور میل کی دوری پر بارہ اڑائیں ۳۴ فوٹ
 اونچا مٹی کا بند تعمیر کیا گیا۔ اس بند کا رقبہ ۲۵ ایکڑ ہے۔ یہاں سے
 خریف کے موسم میں بڑا بڑا ترخانہ کے ۳۷ گاؤں کے ۲۷۰۰۰ ایکڑ حق طعات
 آرائی کو آب پاشی کے لئے پانی پہنچائی کیا جائے گا۔ اس بند سے ۳۷
 کیلو میٹر لمبی نہر اور چوبیس کلو میٹر لمبی ۷ میوٹی نہریں نکلی گئی ہیں۔
 گرچہ اسکیم میں درخت کے موسم میں آب پاشی کے لئے گنٹائش نہیں رکھی گئی تھی
 تاہم یہ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ بیج کے موسم میں بھی آب پاشی کی
 سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ اس بند میں ماہی پروری کا بھی کام کیا جائیگا۔ اس
 اسکیم پر ۲۴۴۲ روپے خرچ کئے گئے۔

تختی پود کی پیداوار کے ذریعہ دیہی ترقی

اس سال تو قیادی روزگار پر دو گرام کے تحت ریاست کے
تعلق خضر عیسیٰ صاحبی جنگلاتی کام کے ذریعہ ۱۰ ہزار کام کے ظاہر
کئے گئے۔ فی الحال ریاستی شعبہ جنگلات کو لاکھ روپے دئے گئے۔
شعبہ ریاست کے پورے جنگلاتی کام کو لاکھ روپے دئے گئے۔
راتے گئے اور ان کو لاکھ روپے دئے گئے۔ ہر ایک ایک لاکھ روپے دئے گئے
کئے۔

یہ پورے کاموں کے پورے شعبہ جنگلات کو لاکھ روپے دئے گئے
اور اس کے پورے کاموں کے پورے شعبہ جنگلات کو لاکھ روپے دئے گئے۔

4231

[شکوہ: پاسبان: ہنگامہ]

ترسیل از چاپخانه

پرنس مخبر

شعبه انكشاف و كليات و كليات

حکومت قریبی چلے

1992

شعبہ پنجایت نے پنجایت انتخاب نامی مسٹیک سے قبل
مذکورہ چھ بڑے سائز کے ترقیاتی بلاکوں کے بڑے سائز کی چھ پنجایت
سمیٹیوں کو ایک اعلان کے ذریعہ تعینم کر دیا تھا اور اس کے مطابق وہاں
انتخابات بھی ہوئے۔ نئے ترقیاتی بلاک اسمان دن سے کام کرنا شروع کریں
جس میں دن سے وہاں کی پنجایت سمیتیاں کام کرنے کا ذمہ دار کیے بن جائیں

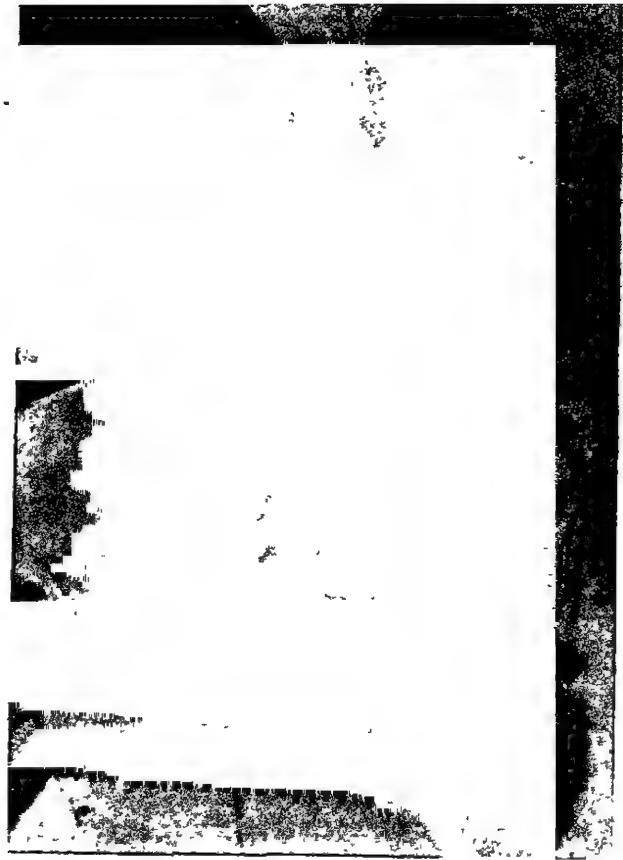
عاشیائی اور چھوٹے کاشتکاروں
کی مدد کیلئے پروجیکٹ

اس ریاست میں زرعی پیداوار میں اضافہ کرنے کے سلسلے میں
ماہنامہ پانی اور چھوٹے کسٹلر کے لئے مرکزی حکومت کے زیر اہتمام سرکاری
مداد کے پروجیکٹ کو روپیہ مل لایا جا رہا ہے۔ اسی پروجیکٹ میں چھوٹے پیمانہ
کے آب پاشی کیلئے امداد، جلاؤں کی نگوڑی کے لئے درختوں اور پل کے
درختوں کے پودوں کا شجرکاری اور بیج اور کھاد کی چھوٹی کمپنیوں کی مفت
تقسیم شامل ہے۔ اسی پروجیکٹ کے لئے اخراجات مرکزی اور ریاستی
حکومتیں مساوی طور پر برداشت کر رہی ہیں۔

مزدور سہیلی اس کیساتھ کہ ۲۵۵ اجنبی ترقیاتی
 اکوڑی سے ہر ایک کے متعلق ایک اکوڑی ہے جنہیں کہتے ہیں کہ یہ
 مینٹا ایجنسی کیوں کہتے ہیں اس کے لئے ۲۵۵ اکوڑی

علیحدہ میں ترقیاتی سرگرمیاں

زیر تعمیر سیالکوٹ سب ڈیو



مرکزہ ریاست
تعلقات پر از سر
نوغور کرنے کے مطابق
پر کلکتہ میں طلباء
اور نوجوانوں کا
مال سے مالی گنج
مکتبہ ابراہیم
کلیکٹور

MAGHREB BENGAL

1st NOVEMBER 1983

VOL. 30 No. 20

PRICE 12 Paise

ترقیاتی سرگرمیاں : کلکتہ میں ساٹھ لیک اسٹڈیم کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے

روشن کر سٹیم کلکتہ میں

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya Associate MD. Azam. Published by
the Information & Cultural Affairs. Dept. of Govt. of West Bengal and printed
by G. R. T. Printers, 54/1C, Shyampukur Street, Calcutta-700 004.



منہ سربنی بنگال

کلکتہ

پندرہ روزہ

انقلاب کبیر

جلد نمبر ۱۵، نمبر ۱۹۸۳، شمارہ نمبر ۲۱

سالانہ : ستین روپے
اس خصوصی شمارے کی قیمت : ۲۵ روپے

شرح
خریداری

مدیر اعلیٰ : پریم بنجامین
مدیر : دھرم چند رائے
مدیر معاون : شمس الدین



دیباچہ : روئے انقلاب کی کامیابی پر عوام کو مبارکباد دیتے ہوئے

انقلابی انقلاب

کمزیر تھا

روسیں میں ۶۶ سال قبل اشتراکیتی انقلاب کی
 مہیا بننے لگا انسان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا افسانہ لکھا۔ دنیا کے
 تمام ملکوں کو اس انقلاب کے اثر کا تجربہ حاصل ہوا۔ اسکی بین الاقوامی
 اہمیت کے سلسلے میں امریکہ کے سوشل پیور کی کے پروفیسر ایچ بی کوڈر نے
 نے لکھا کہ دنیا کی تاریخ میں کبھی بھی اتنے فتنہ مریض میں انسان کی زندگی
 اور سماجی نظام میں اتنی گہری تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ یہ ایک انوکھا
 واقعہ تھا اور ہم سب اب بھی اس کے دائرہ عمل میں ہیں۔ اس سیاسی
 زلزلہ کی جس کی گونج اب بھی ساری دنیا میں سنائی دے رہی ہے، تاریخی
 اہمیت یہ ہے کہ روس میں بالشیو کوڈ نے عنوان حکومت کو اپنے ہاتھوں
 میں لے لیا۔

اکتوبر انقلاب کی جس نے عالمی تاریخ کے دھارے پر گہرا
 اثر کیا، بہت دلچسپ ہوئی؟ یہ سوال اب بھی ایک عام آدمی کے لئے اور سماجی
 سائنس دانوں کے لئے پریشانی کا سبب ہے۔ بحث و مباحثے اب بھی ہوتے
 ہیں جنہیں حرکت کرنے والے یہ جانتے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیا اکتوبر
 انقلاب ایک حادثہ تھا یا اس کے لئے ٹھوس اور تاریخی شرائط تھیں۔
 اکتوبر انقلاب ایک ناگزیر واقعہ تھا بہت ساری
 تاریخی شرائط اور ماحول نے اسکی مہیا بنائی۔ معاشی اور سیاسی وجوہ
 کے بغیر اسے نہ سمجھا جاسکتا تھا۔ روس میں سماجی طرف اندرون
 ہوتے تھے۔ ان میں وہ بڑے آدمی، جمہوری انقلابیت (۱۹۰۵ء) میں اور ۱۹۱۷ء
 میں شامل ہیں۔

یہ سماجی انقلابی حتمال کو نہ دلتے سماج کے شدید
 فتنائی انقلابی حالات تھے۔ روس میں اکتوبر انقلاب کے قبل کے

عرصہ میں ایسے تضادات بہت شدید بن چکے تھے۔ قدیم روسی بڑے زرعی زمین
 دارانہ نظام کو عالمی سرمایہ داری اور اس کے کمزور ترین رشتہ کے تضاد
 کا مرکزی نقطہ بن جاتا تھا، اور ایسا کہنا صحیح بھی تھا۔ اس رشتہ کو ۱۹۱۷ء
 میں اکتوبر کے ناقابل فہم اغوش دنوں میں توڑ ڈالا گیا۔

فہم کشش طبقہ کی سربراہی بالشیو کوڈ کی انقلابی پارٹی نے
 کی۔ اس پارٹی نے جدوجہد کے مقاصد کو واضح طور پر دیکھ لیا تھا اور
 اس نے بلا خوف و خطر اس مقصد کی برادری کے لئے علم کو موثر دیا۔
 اکتوبر انقلاب کی کامیابی کے پیچھے ایک اور اہم نقطہ یہ ہے کہ اس کی
 کامیابی کے فوراً بعد ملک ایک نئے سیاسی انتظامیہ یعنی انقلابیوں کے
 قائم کردہ فہم کشوں، سپاہیوں اور کسانوں کی ڈیوٹیوں کی سوویتس سے
 روشناس ہوا۔ ایسے آلات کے بغیر فہم کش طبقہ کے لئے حکومت کو
 سنبھالنے کا ممکنہ نہیں تھا۔

سماجی ترقی کا سرگرمیولہ فہم کشوں کو گھن میں
 اشتراکیتی انقلاب کی ضرورت کا احساس پیدا کیا۔ منہج زمین داروں اور
 سرمایہ داروں کا سامراجی جنگ نے مزدوروں اور کسانوں کو مشکلات سے
 بھرے جوتے تھے، کی حالت کو اور بھی ابتر بنا دیا۔ فہم کشوں نے اس حالت
 کا منہ لہ کیا کہ جنگ ختم کر دی جائے، لیکن گھن میں جنگ کو جنگ کرتے
 بڑے آدمیوں نے دھمکی کر دی تھی جو عام کے فہم اور معصوم ہونے سے
 لطف لے رہے تھے نیز انہوں نے سمجھا کہ فہم کشوں کو کیا کرنا پڑے گا
 کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے کہ یہ جائیداد نظام اور
 ملک کی ایک ناممکن بات ہے۔

معروضی صورتحال نے یہ بات عیاں کر دی کہ اشتراکیت کی

کی بین الاقوامی حیثیت پر ہے۔ لیکن اس مسئلے میں یوں دو قسم ساز ہو چکا
۱۔ تمام اقوام کے لوگ اشتراکیت کو اپنائیں گے لیکن سب
اس منزل تک پہنچیں گے یا راستے سے نہیں پہنچیں گے۔ سماجی زندگی
کے مختلف پسوؤں میں ہر شخص کو اپنے لوہے پر جمبھوریت اور اشتراکیت کی تعمیر کی
کے کام کے لئے کہ نہ کہ خود ذات انجام دینا ہوں گی ۔

[باقی مضمون منبر پر]

فیض کی طرح سحر نامی شعری لہجہ بدیم، بدیم، دھما دھما
دل میں اتر جانے والا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فیض احمد فیض کے بعد اگر کوئی
اردو زبان داروب میں مقبول شاعر ہوا ہے تو وہ ہے سحر لہریاؤ کی جیسے
فلسفی دنیا سے باہر بھی شعری ادب میں خصوصی مقام حاصل تھا۔ وہ اپنی شعراء
کی صف میں آتا ہے جو کم کہتے ہیں لیکن سوچ سمجھ کر کہتے ہیں۔ اپنے فن کی
احساس کو نہایت خوبصورت شعروں میں ڈھالتے ہیں۔

یہ غیر اس کی طرف سے اتفاق نہ ہوا ہے، بنسیر آج بڑھتا نہیں
بنسیر، بشیر کو پانی کے استیسن کے عایضوں نے اپنا پارٹی کیستے
یہ نام منتخب کیا تھا، نعروں اور ملک کے انقلابی تغیراتی کے لئے اس کے
واقعہ پر وگرام نے لاکھوں نفٹ کشتوں کی متناؤں کی عکاسی کی۔ بشیر کو
کی کامیابی کا راز یہی ہے۔ انہوں نے عوام کی سربراہی کی جنہوں نے پرانے
سڑے تھے نظام کے مفلسوں، جدید جہد کی اور اسے صحیح معنوں میں عوام کے
انقلاب میں تبدیل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سوویت حکومت کا انہوں پر انقلاب
کے بعد کے پہلے چند مہینوں میں مسئلے ملک میں عظیم کامیابی کا سر

ہندوستان کی آزادی

اور
آئیے
لکھیں

عظیم اکتوبر انقلاب

سوویت یونین اور اس کے عوام سے تعلقات قائم کرنے کی کوششیں کیں۔ ہندوستان میں جو گرم جوشی کے ساتھ اکتوبر انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا۔ انقلاب کے دو سال کے بعد ہندوستان میں انقلابی تبدیلیاں آگئیں۔ اس پیغام میں سوویت حکومت کے پیسے فنانس کی خاص طور پر مدد کی تمام کے حقوق کے اعلانات کی، کافی تعریف کی گئی۔ اس فنانس میں روس کی تمام قرضوں کے لئے خود مختاری اور مساوات کے اصولوں کا اور اپنی بابت خود فیصلہ کرنے کے غیر منصف حقوق کا اعلان کیا گیا ہے اور اس نے قومی اور قومی سطح پر رعایتوں اور پابندیوں کو ختم کر دیا۔

اکتوبر انقلاب کے براہ راست اثر کے تحت ہندوستان کے زیادہ سے زیادہ لوگوں نے قومی آزادی تحریک میں شرکت کی اور سامراجیوں کے خلاف اقدامات نے صحیح معنوں میں عوامی نوعیت حاصل کر لی۔

یہ وہی وقت تھا جب عظیم رہنما لنین نے مشرق کے ان تمام ماتحت اور نوآبادیاتی ملکوں میں جہاں خاص طور پر اکتوبر انقلاب کے زیر اثر شہنشاہیت کے خلاف جدوجہد شروع ہو چکی تھی ہندوستان کو منتخب کیا۔ انہوں نے لکھا —

”برٹش ہندوستان ان ملکوں کے سر پر ہے اور وہاں انقلاب بھی ایک طرف منہنی اور دیرپے پرولتاریہ کی ترقی اور دوسری طرف برٹش کے ظلم و ستم میں افساد کے مناسب آہستہ آہستہ پختہ ہو رہا ہے۔“

ایشیا کے بڑے ممالک میں سے ہندوستان ہی میں لیتن کو یہ صورتحال نظر آئی کہ شہنشاہیت کے نوآبادیاتی نظام کو ختم کرنے میں ہندوستان رہنما کردار ادا کرنا چاہئے گا۔ ہندوستان کے لوگوں کی اپنی قومی آزادی کیسے جدوجہد کی بین الاقوامی اہمیت پر زور دیتے ہوئے لیتن نے اپنے ایک مختصر (۱۹۱۷ء)

7۱۔ ان یادگار دنوں کے تادم سال پورے ہو گئے جنہوں نے بقول جان آریہ ”دینا کر ہا دیا“ سوویت روس کے عوام اور دنیا کے تمام ترقی پسند لوگ ”۱۹۱۷ء کے عظیم اکتوبر اشتراکیتی انقلاب“ کا ۷۶ویں تقریب منارہے ہیں۔ انسانی تاریخ میں نئے دور کا آغاز کرتے ہوئے ہمارے دور کا یہ عظیم واقعہ صدیوں سے غیر ملکی حکمرانوں کی غلامی میں سے ہوئے عوام کی قومی آزادی کی جدوجہد کو اجاگر کرنے کی ایک فیصلہ کن تحریک تھا۔ اکتوبر انقلاب کے باشعور لیڈر لنین نے کہا:

”عصری انقلاب میں مشرق کی میدانری کے دور کے بعد ایک ایسا دور آ رہا ہے جس میں پوری دنیا کی قیمت کا فیصلہ کرنے کے لئے مشرق کے عوام شرکت کریں گے تاکہ وہ دوسروں کو الامال کرنے کے ذرائع نہ بن جائیں۔ مشرق کے لوگ تقویمیں اقدام کی ضرورت سے باخبر ہیں نیز وہ سب اس بات سے بجا واقف ہیں کہ نئی نوع انسان کی قیمت کو سونامی کے کام میں ہر قوم کو شرکت کرنے کی ضرورت ہے۔“

اکتوبر انقلاب نے دنیا کے شہنشاہی محاذ کو توڑ دیا اور اس نے سب سے پہلے اس پر ضرب کاری کی۔ نیز اکتوبر انقلاب نے قومی آزادی کی تحریک کے لئے اور اس کے فروغ و کامیابی کے لئے نئے اور موافق حالات پیدا کئے۔ نوآبادیاتی دنیا کے عوام کو اپنے گلے سے لٹوئی غلامی کو ہٹا کر پھینکنے کیلئے، قومی آزادی قائم کرنے کیلئے، نوآبادیات کا دھبہ پیدا کرنے والی پس ماندگی کو دور کرنے کے لئے نیز معاشی و سماجی ترقی کے میدان میں نمایاں ترقی حاصل کرنے کے لئے اپنی جدوجہد میں دنیا کے مزدور اور کسانوں کی پسپا ریاست کا مدد پر مدد کرنے کے کافی تقویت ملی۔

اکتوبر انقلاب کی کامیابی کی خبر پانے کے فوراً بعد تمام ماتحت اور نوآبادیاتی ملکوں کے وطن دوست لوگوں اور سیاسی جماعتوں نے

موت کا گہرے

نالہ ہے اثر اللہ کے بندوں کے لئے
صلہ دارورن حق کے رسولوں کے لئے
قصر شداد کا در بند ہیں بھوکوں کے لئے
پھونک دو قعر کو گرکن کا ٹمٹا ہے ہی
زندگیا حسین کو دنیا سے جو دنیا ہے ہی

سرخ کا آئین ان بہت کھیل چکا
ان انہ سے جو ان بہت کھیل چکا
ایسے جہاں سے سلیمان بہت کھیل چکا
وقت ہے آؤدو عالم کو درگوں کریں
قلب گیتی میں تب ہی کے شرار سے بھر دیں

زلزلو آؤ دہکتے ہوئے لاؤ آؤ !!!
بجلیو آؤ گر جدار گھٹ آؤ !!!
آندھیو آؤ جہنم کی ہواؤ آؤ !!!
آؤ یہ سکرہ تاپا کس جسم کر ڈالیں
کاسہ دھس کو معبود کرم کر ڈالیں

لمعت کھر کو اسان نہیں کہتے میں
مگب خوشوار کو انان نہیں کہتے میں
شمن مبال کو نگبان نہیں کہتے میں
مگب اٹھنے کو ہے اب فوں کا ملاطمہ بھو
ملک الموت کے چہرے کا یہ تہ کو بھو



خسرو مخی الدین

جان لو ہسر کا سیلاب کے کہتے میں
ناگبان موت کا گراب کے کہتے میں
قبر کے پہلوؤں کا داب کے کہتے میں
دور ناث او کو اب شاد کیا جائے گا
روح انہ کو آزاد کیا جائے گا

مارکس اور ہندوستان

از: آرون پرکاش چٹرجی

دستم اور جرائم کو انہوں نے کسی بھی فساد مویش نہیں کیا لیکن اس کے ساتھ ایک سماجی سائنس دان کی حیثیت سے انہوں نے یہ دیکھا کہ ایشیا کے ایک اشتراکیتی ملک میں بنیادی انقلاب لانے میں انگریز غیر شعوری طور پر تاریخ کا ہتھیار بن گئے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ انفرادی طور پر ہندوستان کے لوگوں کی بابت ان کے خیالات ہلکے پھلکے تھے۔ ہندوستان کے لوگوں کی وہ بہت قدر کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان کے لوگ گرجتا رہے ہیں، تاہم ان کی خاموشی میں ماحول غریب و شہید ہے۔ انہوں نے اس نقطہ کو آج بھی کہا کہ ہندوستانیوں کی پس در پی نے برٹش حکام کو حیرت میں ڈال دیا۔ انہوں نے اس ملک کو یورپی زبانوں اور مذہب کا بیج بتایا اور انہوں نے جات کو قدیم جرمن نژاد اور برہمن کو قدیم نیم یونان نژاد نسل قرار دیا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ مارکس کو یہ بات بالکل پسند نہ تھی کہ ہندوستانیوں کو ماتحت دست سوت کاتنے والے اور دستی بنکر لوں کی صف میں رکھا جائے۔ اسی لئے انہوں نے ہندوستان کے لوگوں کے لئے ایک روشنی منبج کی پیش گوئی کی تھی کہ ہندوستان کے لوگ ایک عظیم قوم بن جائیں گے۔ اور سرمایہ دارانہ صنعتیں جنہیں انگریزوں کو بیوروکریٹ ہندوستان کے ساتھ علاقوں میں پسپا کرنا پڑا، بڑی بڑی صنعتوں میں تبدیل ہو جائیں گی اور مغرب مستقبل میں ہندوستان کے لوگ اتنے طاقتور بن جائیں گے کہ وہ اپنے آزاد وطن میں اپنے مستقبل کے قلمب کے کام کو کمسن و فخری انجام دے سکیں گے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس بات کا امید کر سکتے ہیں کہ ہم مغرب مستقبل میں ایک عظیم ملک کی جگہ کے لوگ اٹھ کے باشندوں سے زیادہ بزرگ مزاج اور زیادہ مستعد ہیں، احیاء و نو کا منظر دیکھیں گے۔

انگریزوں نے سرمایہ دار کا بیج بویا، انہوں نے پھیلنے

میں یہاں اس بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ مارکس نے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل ہندوستان کی بابت کیا کہا تھا۔

مارکس نے ہندوستانی تواریخ میں اپنی بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ انہوں نے ہندوستان میں رہنا ہونے والے واقعات کا سائنسی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا اور ہندوستان کی آزادی کی پہلی جنگ، جسے انگریزوں کے غیر خواہ تاریخ دان سپاہیوں کی بغاوت کہتے ہیں، سے قبل ہندوستان کے لوگوں کی ترقی کا ایک خاکہ پیش کیا تھا۔ ان کے خیال کے مطابق ہندوستان کے لئے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ اس کا نام نہاد دیہی نظام بہت فرسودہ تھا۔ دیہی نظام نے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں ایک طرح سے مقید کر رکھا تھا اور انہیں پیچھے کی طرف ڈھکیں دیا تھا اور اس طرح انہیں شہنشاہ اور تاریخی قوتوں سے محروم رکھا تھا۔ مارکس کے مطابق یہ بات باعزت شان نہیں بلکہ باعزت افسوس ہے کہ ہندوستانیوں نے خود کو چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی تک مرکوز رکھا اور خاموشی کے ساتھ سلطنتوں کی تباہی، عوام پر ناگفتہ نظم اور بڑے شہروں کے لوگوں کے مستقبل عام کے منظر دیکھے اور ان تمام واقعات کو انہوں نے صرف تمدنی حادثات تصور کیا۔

ہندوستان کے لوگوں کے مستقبل سے انہیں بڑی دلچسپی تھی۔ اس لئے وہ ایشیا کے ایک اشتراکیتی ملک یعنی ہندوستان میں ایک بنیادی انقلاب کے خواہاں تھے۔ اس لئے ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کے ابتدائی مذہب انگریزوں کے مذہب کے انجمن نے جت بنکر دی اور تہذیب کو تباہ کر دیا۔ تو مارکس نے اس وقت کہا تھا کہ یہ سب ایشیا میں اور ہندوستان میں خاص طور پر سچا ہے۔ انگریزوں کے علم

ہیں گی کہ یہ انکی خواہشیں تھی، بلکہ انہیں اپنے مفاد کی خاطر ایسا کرنا پڑا۔ درحقیقت انہیں ہندوستان میں پیداواری صلاحیتوں کو پیدا کرنا پڑا کیونکہ یہ ان کے لئے کافی اہمیت کے حامل تھے۔ مارکس نے اپنی تحریروں میں اس حقیقت کو بالکل عیاں کر دیا کہ کس طرح انگریزوں نے اپنی حکومت کے اداکاروں میں دیہی صنعتوں کو تباہ کر کے اور اپنے ملک کی تیار کردہ مصنوعات کو ہندوستان میں برآمد کر کے، اپنے خزانوں میں گروٹلا کر ڈر روکے گا اضافہ کیا۔ بعد میں یہ بات عیاں ہو گئی کہ اس طریقہ کار سے انگریز کارخانہ داروں کو مسلسل فائدہ نہیں پہونچا کیونکہ آپ ایک ملک میں اپنی مصنوعات کی بھرپور نہیں کر سکتے، جب تک کہ آپ اس ملک میں کچھ درآمد نہ کریں۔ مارکس کے نظریہ کے مطابق ایک طرف صنعتی مفادات اور دوسری طرف روپیہ کمانے کی لالچ اور عہدہ کے درمیان ایک تنازعہ پیدا ہو گیا۔ اول الذکر کو تو اپنی مصنوعات کی فروخت سے دلچسپی تھی، لیکن ہندوستان میں تمام پیداواری سرگرمیوں کا گھونٹ دینے کی وجہ سے ان کی مصنوعات کی پیداوار میں تیزی سے کمی ہونے لگی۔ مارکس نے یہ دکھایا کہ ۱۸۴۷ء کو ختم ہونے والے چار برسوں میں ہندوستان میں برطانیہ سے ۲۶ کروڑ روپے کی مالیت کی مصنوعات درآمد کی گئی، اس کے بعد ۱۸۵۰ء کو ختم ہونے والے چار برسوں میں ایسی درآمدات کی مالیت کم ہو کر ۲۵ کروڑ روپے ہو گئی۔ نیز اول الذکر عرصہ میں ہندوستان سے ۲۴ کروڑ روپے کی مالیت کی مصنوعات کی برآمد کی گئی، جو بعد ازاں عرصہ میں کم ہو کر ۲۵ کروڑ روپے کی مالیت کی ہو گئی۔

اس لئے انگریز صنعت کاروں نے ہندوستان کو چند پیداواری صلاحیتیں واپس دینے کا ارادہ کیا۔ لیکن برٹو اسراہیل دارلہ نظریہ کے خلاف کسی اور نظریہ سے پیداواری صلاحیتوں کی بابت اور ایسی صلاحیتوں کی بحالی یا فروغ کی بابت وہ سوچ بھی نہ سکے۔

انگریزوں نے ہندوستان میں ریلوں کا انتظام کیا۔ مارکس اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں کہ ریلوں کی آمدورفت کے لئے فوری اور حالیہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جب ضروری صنعتی طریقہ کار رائج تھے بغیر اتنے بڑے ملک میں ریلوں کے مین لائن کا جال بچھا دینا ہے، کے اخراجات کو برداشت نہیں کیا جاسکتا، اس طرح ہندوستان میں ریلوں کے نظام کو جدید صنعتوں کا پیش رو بن سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مارکس کے

خیال کے مطابق ہندوستان کے لوگ سماج کے ان نئے عناصر سے جنہیں برٹش برٹرواؤں نے ہندوستان میں ادھر ادھر بکھر دیا تھا، اس وقت تک کافی مستعد ہوتے رہیں گے جب تک برطانیہ منظمی میں موجودہ حکمران طبقوں کی صنعتی پروتلا ریت محدود کرتے رہیں گے اور جب تک کہ ہندوستانی بذات خود اتنے طاقتور نہ بن جائیں کہ وہ انگریزوں کو یہاں سے نکال باہر کر دیں۔ اس کے ساتھ مارکس ایک بڑے ادد دلچسپ یعنی ہندوستانی اجماع کو دیکھنے کے منتھی تھے۔

جب ۱۸۵۷ء میں پہلی جنگ آزادی چھڑی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ مارکس اس کی رفت راہیت دلچسپی کے ساتھ جائزہ لیتے رہے۔ مارکس بہت نکتہ مند ہو گئے تھے اور انہیں اس بات کی امید تھی کہ انگریزوں کی دہلی پر قبضہ نہ کر سکیں گے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب مارکس نے برٹش کے دعوے کا مذاق اڑایا اور اسے سیواستوپول کا قریب کہا۔ لیکن جب دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو اس وقت مارکس نے اپنے دلی رنج کا اظہار کیا۔

برٹش حکام اس وقت سپاہیوں کی زیادتی کی من گھڑت کہانیوں کا پردہ پیگند کر رہے تھے۔ مارکس نے اپنے ایک مضمون میں اس کو پہلی جہنی جنگ میں برٹش کے ظلم و ستم سے تشبیہ دی۔ اس کے بعد انگریزوں نے اپنی شدید نفرت کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستانیوں پر ظلم و ستم کا بہاڑ توڑ دیا۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی، بچوں کو زور و کوب کیا گیا، لاکھوں کے گھرانے کو جلا ڈالا گیا۔ انگریزوں نے اسے ایک وحشت ناک کھیل سمجھا۔ اس کا ذکر کسی چینی عالم نے نہیں کیا بلکہ بذات خود برٹش انٹروں نے کیا۔

پہلی جنگ آزادی کے دوران ہندوستانیوں پر ڈھائے گئے ظلم و ستم کے سلسلے میں مارکس بنارس کے ایک انگریز افسر کا ذکر کرتے ہیں، اس افسر نے اپنے ایک خط میں جسے لندن ٹائمس میں شائع کیا گیا تھا، یوں کہا کہ یورپی سپاہی جب ان کا مقابلہ مقامی لوگوں سے ہوا تو سب ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔ وہ یہ کہانی بیان کرتے ہیں کہ ان طرح آدمی بے ضابطہ فوجیوں کو بے اختیار بنا دیا گیا، کیونکہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کی دہائی فوجیوں کو تبدیل نہیں کیا، حالانکہ انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان سے انتقام لینے کے لئے ان لوگوں کو نہ صرف غیر مسلح کیا گیا بلکہ ان

اس بات کے قابل ہو جائیں گے کہ جسے وہ قومی بغاوت کہتے تھے دراصل وہ قومی بغاوت تھی۔

مارکس یورپ کے ان گئے مجھے باشندوں میں سے ایک تھے جنہوں نے ہندوستانی مناظر کا سائنسی مانع سے تہذیبی اور ہمدردی کے ساتھ غائر معائنہ کیا۔ یقیناً انہیں بہت خوشی ہوئی اگر وہ یہ دیکھنے کے لئے زندہ رہتے کہ جن باتوں کی انہوں نے ۵۰ سال پہلے پیش گوئی کی تھی وہ صحیح ثابت ہوئیں۔ انہوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہندوستان کے لوگ بذات خود اتنے طاقت ور بن جائیں گے کہ وہ اپنے جسم سے انگریزوں کو تاراج کر سکیں گے۔

باقی صفحہ کا

جنگ کے خاتمے کا عوام کے خون اور ان کی بربادی پر پینے والے بورژوازی کو لگام دے جانے اور ڈری جاگیر داری کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔

لیکن نے انقلاب کے روح رواں اور قائد کارول ادا کیا۔ مزدوروں اور کسانوں کی تحریک سے، بلوشویک (کیمونسٹ) پارٹی کی سرگرمیوں سے لیکن کا نام الٹ طور پر بڑھا ہوا ہے۔ عوام کے انقلابی جوش و خروش میں لیکن نے عوام کی تحریک کو سمجھنے کی صلاحیت نے ان کے بنیادی مفادات کے احساس اور سماجی سلسلہ ہائے عمل کا روح کے گہرے ادراک نے لیکن کو انقلاب کی مندرجہ ذیل عقائد تک کر دہروں مزدوروں کی رہنمائی کرنے کے قابل بنایا۔

لیکن نے سمجھا تھا کہ اگر ترقی پسند ذہن رکھنے والے مزدور ایک سیاسی پارٹی میں متحد ہوں اور تمام قوت کشوں اور کچلے ہوئے لوگوں کی سرگرم مدد و حمایت سے ریاستی مشینری کو اپنے ہاتھ میں لے لیں اور عوام کے مفاد میں استعمال کرنے کے لئے تیار ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں ایک نئے سوشلسٹ زندگی کی تعمیر سے نہیں روک سکتی۔

سوویتوں کا دھرتی کے بعد کے واقعات نے لیکن کے خیالات کو صحیح ثابت کر دیا۔ نوبل انسانی کے ترقی پسند مفکرین کا خواب نہ رہ کر حقیقت بن گیا۔ آج بولپ، ایٹمی اٹمی اور افریقہ کے مکوں کی ایک بہت بڑی تعداد سوشلسٹ تعمیر کے راستے پر گامزن ہیں۔



کے کوٹ اور بوٹا تانے لگے۔ اس کے بعد انہیں دریا کے کنارے لے جایا گیا۔ وہاں انہیں کشتی میں بٹھا کر دریائے سندھ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس پرٹشس افسر نے جس کا ذکر مارکس نے کیا، یہ کہتے ہوئے اپنی مسرت کا اظہار کیا کہ ہر ماں کے بیٹے کو تیز رو بھرنے میں ڈوبنے کا موقع ملے گا۔ مارکس نے اس معنوں میں بہت سارے افسروں کا ذکر کیا جنہوں نے اپنے خوشیوں کا اظہار کیا کہ سطح ہندوستانی سپاہیوں کو سزا دی جا رہی ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "امکدن میں میں نہیں گزرتا کہ جب ہم دشمن ہندوستانی سپاہیوں کی چٹان نہیں اڑھیتے۔"

ایک اور افسر نے یوں لکھا: "ہوٹس تو روزانہ اینٹوں کی طرح سبیکوٹوں سپاہیوں کو پھانسی پر لٹکا دیتا ہے۔" برٹش حکام کیلئے ایسی لوگوں کو پھانسی پر لٹکا دینا تو خوشی کی بات تھی۔ ایک افسر رقمطراز ہے: "ہمسوگ تو چھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے عدالتی کام کیا کرتے اور میرے کالے سکوٹے کو پھانسی پر لٹکا دیتے یا بندوں سے مار ڈالتے۔" مارکس کو بنارس سے ایک خبر موصول ہوئی کہ تین سٹل زمیندار کو صرف اس شبہ پر پھانسی پر چڑھا دیا کہ ان لوگوں نے اپنے ہم وطنوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ ساتھ ہی انگریزوں نے اسکی بہانہ دیہاتوں کو بھلا کر خاک کر دیا۔

ہندوستانی تاریخ پر اپنے نوٹ میں مارکس یوں رقمطراز ہیں کہ بہادر شاہ دوم کو کورٹ مارشل کے سامنے لایا گیا اور عدالت نے انہیں سنگین جرم کی طرح موت کی سزا دی اور یہی بہادر شاہ دوم تھے جو نعل خانہ ان کے پیش قدمچراغ تھے۔ نعل خانہ ان کا دور ہندوستان میں ۱۸۵۷ء سے شروع ہوا تھا۔ ان دنوں یورپ میں ہندوستان کی بابت خبریں تھوڑی قطروں میں ملتی اور یہ خبریں سب کی سب پروپیگنڈہ میں لپیٹی ہوتیں، لیکن مارکس کا سائنسی مانع نام نہاد سپاہیوں کی بغاوت کی حقیقتی نوعیت کا تجزیہ کرنے میں ناکام نہیں رہا۔ انہوں نے بتا دیا کہ اتنے وسیع پیمانے پر قومی بغاوت کی شہادت ہے کہ مقامی باشندوں کی تائید اور اغراض کے بغیر اتنی بڑی بغاوت رونما نہیں ہو سکتی اور نہ اتنے وسیع پیمانے پر پھیل سکتی ہے۔

اس سے قبل کے اپنے ایک معنوں میں انہوں نے کہا تھا کہ ہندوستان اس قدر غریب اور پست ہے کہ جو لوگ بذات خود

عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی ۴۴ ویں سالگرہ کے سلسلے میں

از: ایس۔ قیصر ککو، چنانچہ ڈی (تاریخ)

تاریخ کا زہریلا واقعہ

داری کے تضادات کا بجا طور پر مرکز اور اس کی سب سے کمزور کڑی تصور کیا جاتا تھا۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء کے ناکام فیر ہوش دہانے اس کڑی کو توڑ دیا۔ مارکس نے لکھا تھا انقلاب تاریخ کے انجن ہوتے ہیں۔ وہ عوام انسان کو حرکت میں لاتے، نئی سماجی قوتوں کو متحرک کر دیتے اور نئی تاریخ مدت کے نئے سماج کے ارتقاء کی سمت کا تعین کرتے ہیں۔ یہ عالمی اہمیت کا حامل انقلاب تھا اور اس نے سرمایہ داری سے ایک نئے سوشلسٹ سماجی نظام میں نوع انسانی کے جموں کی ضروری تقاضوں کی ترجمانی کی۔

سوشلزم کے بدخواہوں کا کہنا ہے کہ اکتوبر انقلاب ناپاک تھا کیونکہ وہ مارکس کی اس پیش گوئی کے مطابق نہیں تھا کہ سوشلسٹ انقلاب سب سے پہلے کس انتہائی ترقی یافتہ سرمایہ دار ملک میں ہوگا۔ ان کا کہنا ہے کہ روس ایک پسماندہ ملک تھا جو سوشلزم کیلئے تیار نہیں تھا۔

یہ سچ ہے کہ روس انتہائی ترقی یافتہ ملکوں میں شامل نہیں تھا۔ وہ سرمایہ دارانہ ترقی کی درمیانہ سطح پر تھا۔ اس کی زراعت پچھڑی ہوئی تھی لیکن اس کے پاس جدید ترین صنعت تھی اور وہاں صنعتی پروڈکٹ تیار کرنے کا کافی تعداد میں موجود تھا۔ روسی مزدور طبقہ ایک زبردست طاقت اور انقلاب کی رہنمائی تھا۔ اکتوبر انقلاب کی کامیابی کے پیچھے ایک انتہائی اہم عنصر یہ تھا کہ اس کی فتح سے پہلے ملک میں ایک نئی ریاستی مشینری یعنی مزدوروں

سپاہیوں اور کسانوں کے نمائندہ دل پر مشتمل سوویتیں قائم ہو چکی تھیں۔ اس مشینری کے بغیر مزدور طبقہ اپنی حکومت کو برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کی شروعات کردہ تحریکات سامراجی جنگ نے مزدوروں اور کسانوں کی حالت بے انتہا خراب کر دی تھی۔

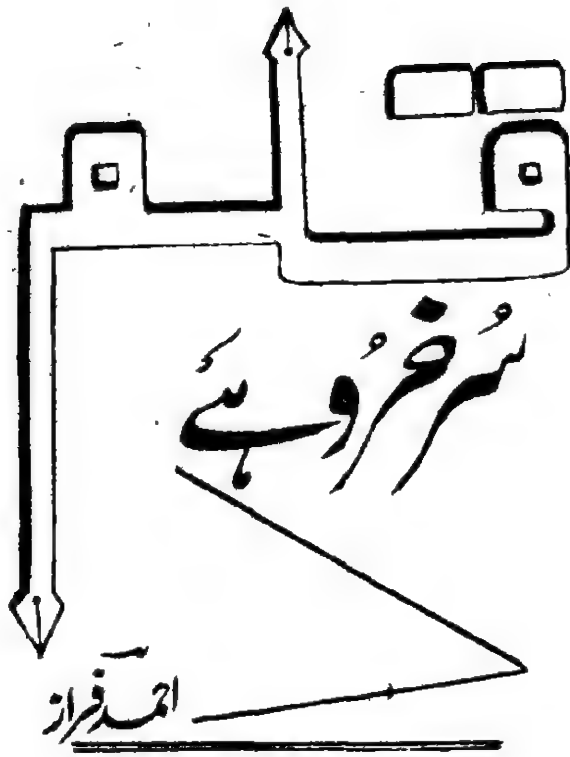
باقی صفحہ

روس کے فتح مند سوشلسٹ انقلاب نے نوع انسانی کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کیا۔ دنیا کے تمام ممالک اس انقلاب سے متاثر ہوئے۔ اسکا بین الاقوامی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے امریکی پروفیسر ایون گولڈسٹن لکھا کہ دنیا کی تاریخ میں اتنی تھوڑی مدت میں عوام کی زندگی اتنے سماجی نظاموں میں استبداد گہری تبدیلیاں پہلے کبھی نہیں آئی تھیں۔ یہ ایک انوکھا واقعہ تھا جو آج بھی ہماری توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

وہ لوگ جو عظیم اکتوبر انقلاب کے حشرچوں اور اسباب کی سائنسی اور تاریخی تشریح کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، انتہائی مختلف طرح کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ بعض کے مطابق اکتوبر انقلاب تاریخ کے قوانین کے خلاف تھا۔ دوسرے لوگ اکتوبر انقلاب کی کامیابی کی وجہ لیٹن کے داخلی ارادوں کو بتاتے ہیں جو ان کے بقول ”واقعات کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے فن کے ماہر تھے۔“

لیکن اکتوبر انقلاب ایک ناگزیر واقعہ تھا جو داخلی اور بین الاقوامی دونوں ہی نوعیت کے بہت سے سماجی، معاشی اور سیاسی عناصر کے تسلسل کاتی نتیجہ تھا۔ اس سے پہلے روس میں کتنی سماجی طوفان آئے تھے جن میں ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے بوریوشیا جمہوری انقلابات بھی شامل تھے۔

ہر سماجی انقلاب استحصال پر مبنی سماج کے سنگین طبقہ کی تضادات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ روس میں عظیم اکتوبر انقلاب سے قبل یہ تضادات انتہائی سنگین تھے۔ بڑے بڑے زمیندار اور جاگیر دارانہ روس کو عالمی سرمایہ



وہ بازو جو پتھر سے ہیرے تراشیں
 مگر بے نشان انگلاشیں
 وہی کوہکن، جن کے تیشے پہاڑوں کے دل چیر ڈالیں
 مگر خسروان جہاں انکی شیریں چرائیں
 وہی جن کے جھول کے پیوند اہل ہر سس کی تباہیں لگے تھے
 وہی سادہ دل جن کی نظریں فلک پر جھج تھیں
 تو کب منعوں کی بنیادیں لگے تھے
 اب ان کی شناس چار سو ہے
 قلم سرخِ رُوبِ ہے



قلم سرخِ رُوبِ ہے

کہ جو اس نے لکھا
 وہی آج میں ہوں، وہی آج تو ہے
 قلم نے لکھا تھا
 کہ جب بھی زباناں پہ پیرے لگے ہیں
 تو بازو سناں تولتے ہیں
 کہ جب بھی لبوں پر خوشی کے تالے پڑے ہوں
 تو زند لک کے دیوار و در بولتے ہیں
 کہ جب حرف زنجیر ہوتا ہے
 شمشیر ہوتا ہے آخر
 کہ جو حرف ہے زلیت کی آبرو ہے
 قلم سرخِ رُوبِ ہے

قلم نے لکھا تھا یہ دھرتی اسی کی ہے جو قلم کے موسموں میں
 سکھنے آسمانوں سے اس کی مٹی میں اپنا لہو کھولتا ہے
 جو اپنے لہو کا تمازت سے زلفیاں مٹو کی گرہ کھولتا ہے
 وہی جس کی لہروں کے میس سے سکوت زمیں بولتا ہے
 مگر جس نے لیا تھا کائنات
 اس کے مقتدر میں نائن جو تک نہ تھی
 جس کا پیکر مشقت سے پتھر اگیا
 اور جس کے لہو پر نہیں تک نہ تھی
 اسی سے عبادت یہ سب رنگ دلو ہے
 قلم سرخِ رُوبِ ہے، قلم سرخِ رُوبِ ہے
 اسی نے لکھا تھا

حکومت اور طبقاتی جدوجہد

طبقے کیا ہیں؟

اولین دور کے قبائلی سماج کو چھوڑ کر ہر سماج طبقات میں بٹا ہوا ہے۔ غلامی کے سماج میں یہ طبقے تھے غلام اور آفت۔ جاگیردار سماج میں یہ طبقے تھے جاگیردار اور رعیت یعنی ایسے اشخاص جن کی خدمات زمین کے ساتھ منسلک ہوتی تھیں۔ سرمایہ دار سماج میں یہ طبقے ہیں سرمایہ دار اور مزدور۔ لیکن انہیں کہا ہے کہ "طبقے لوگوں کے وہ بڑے بڑے گروہ ہیں جو پیداوار کے ایک تاریخی طور پر متعین نظام میں اپنے اپنے مقام کی وجہ سے ذرائع پیداوار کے ساتھ اپنے اپنے تعلق کی وجہ سے (جو اکثر صورتوں میں قانون کے تحت متعین اور منضبط ہوتا ہے) محنت کی سماجی تنظیم میں اپنے اپنے کرداروں کی وجہ سے اور اس لئے سماجی دولتوں اپنے اپنے حصے کے تناسب اور اسکو حاصل کرنے کے طریقے کی وجہ سے ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔"

لہذا نے طبقوں کی جو تعریف کی ہے وہ اہم ترین طبقاتی تعریفات کو اجاگر کرتی ہے جن کے ساتھ طبقوں کی تمام دوسری سیاسی، اخلاقی، نفسیاتی اور نظریاتی خصوصیات جڑی ہوئی ہیں۔

طبقوں کا وجود صرف ایسے سماج میں ہوتا ہے جہاں ذرائع پیداوار سے متعلق لوگوں کی جانوروں کے موقوف مختلف ہوتے ہیں۔ اولین دور کے سماج میں کج ملکیت نہیں تھی۔ اس لئے اس میں نہ طبقے تھے اور نہ ہو سکتے تھے۔ کج ملکیت کے ساتھ طبقے بھی وجود میں آتے اور جب اس قسم کی ملکیت مستحکم ہوتا ہے تو طبقے پھر رفتہ رفتہ مستحکم ہو جاتے ہیں۔

استعمال اور طبقاتی تسلط کا وسیلہ

چھوڑ دیا اور کے ذرائع

کے مالک ہوتے ہیں اس لئے ان کے ہاتھوں میں بے انتہا معاشی اقتدار ہوتا ہے جسے وہ سماج میں اپنی مرضی سے مسلط کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ ایک طبقاتی سماج میں سماجی تعلقات ایسے قانونی اصولوں اور قواعد و ضوابط کے تابع ہوتے ہیں جو مگر ان طبقے کی مرضی کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے مجموعہ کو قانون کہا جاتا ہے۔

لیکن جب ایسی مشینری نہ ہو جو قانون کی تعمیل کو اگر ضرورت و توفیق کے ذریعہ بھی یقینی بنانے کے قابل ہو تو پھر قانون کا قانون بالکل بے دست و پا اور لاچار ہوتا ہے۔ یہ کردار ریاست انجام دیتی ہے جو سیاسی اقتدار کی ایک تنظیم ہوتی ہے اور اس کے پاس پولس، فوج، عدالتوں اور جیلیوں جیسے قانون کو نافذ کرنے والے ادارے ہوتے ہیں۔ ہر ایسی سماجی۔ معاشی تشکیل میں جو کج ملکیت اور انسان کے ہاتھوں ان کے استعمال پر مبنی ہوتی ہے، ریاست استعمال کے کار لوگوں پر استعمال کاروں کے طبقاتی تسلط کا ایک آلہ ہوتی ہے۔

ریاست جب سے عالم وجود میں آئی ہے اس وقت سے لیکر آج تک کام انجام دیتا رہی ہے۔ ان کاموں کے بغیر سماج بڑی نہیں کر سکتا تھا۔ ان میں تعمیرات عامہ کی تنظیم (سڑکوں، آبپاشی کی سہولتوں، آفات ناگہانی سے بچاؤ کے ذرائع کی تعمیر، لوگوں کی خدمات، تجارت، معدنی برآمدات و درآمدات، امن عامہ کی برسرکاری وغیرہ شامل ہیں۔ مگر ان طبقے یا اثر پہلے کی کوشش کرتے ہیں کہ ریاست کا اصلی مقصد لوگوں کی فلاح و بہبود اور خوشحالی کو یقینی بنانا ہے۔ وہ اس سماجی نظام کو جو ریاست قائم کرتی ہے ایک انحرافی بنیاد اور درجہ دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر استعمال کار ریاست تمام مقصد

سماجی کام محنت کش عوام پر طرح طرح کے ٹیکسوں کا بھاری بوجھ لاد کر انجام دیتی ہے اور یہ کام بھی صرف اس حد تک کئے جاتے ہیں جو دولت کی بقا کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اس ریاست کا بنیادی فریضہ صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ غربت و انلاکس اور استحصال کے شکار و بے کئے لوگوں کو فوجیہ رکھے اور سکھراں طبقوں کے قائم کئے ہوئے نظام کی حفاظت اور بچھائی کرے۔

استعمال پر مبنی سماج میں سیاست بنیادی طور پر استعمال
کاروں کے تسلط کو تمام ادوار پر فساد رکھنے کا ایک آلہ جوتی ہے اور جوہریت
بھی اس تسلط کی ایک شکل جوتی ہے۔

دورانہ داران سے جیسے رہتے ہیں اور اپنی دولت اور اقتدار کو بھانسنے کے لئے لڑتے ہیں۔ چنانچہ طبقہ امراء نے اپنی مراعات کو برقرار رکھنے کے لئے سرکار کی باہمی اور بورژوا انقلابوں کی کثرت کو مخالفت کی۔ یہی حال موجودہ دور کے اجراء دار بورژوا کا بھی ہے۔ یہ سمجھنا عاقل ہے کہ یہ لوگ اپنی مرگ سے سرمایہ دارانہ نظام سے دستبردار ہو جائیں گے۔ اس کے برخلاف ان کے انقلابات بتاتے ہیں کہ وہ آخری دم تک اس نظام کی مخالفت کرتے رہیں گے۔ ایک سماجی نظام کی جگہ دوسرا بارہ انقلابی نظام خود بخود قیام نہیں ہو جاتا چاہے پرانے پیداوار سے تعلقات ترقی کے لئے رکاوٹ کیوں نہ بن گئے ہوں۔ اس لئے ان تعلقات کی مخالفت کرنے والے طبقوں کی مزاحمت کو توڑنا ضروری ہے۔ یہی محکوم و مظلوم طبقات کا انقلابی جدوجہد کا تاریخی مفہوم ہوتا ہے۔ وہ سماجی ترقی کے راستے کا ان رکاوٹوں کو جو رجعت پرست طبقے پیدا کرتے ہیں انہیں دفعتاً کی طرح دور کر دیتے ہیں۔ ہر ایسے سماج میں جو استعمار پر مبنی ہوتا ہے طبقاتی جدوجہد تاریخی کی محرک قوت ہوتی ہے۔ اس جدوجہد کے بغیر اس معاشرہ میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔

سماجی انقلابوں کے دور میں یہ جدوجہد اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہے۔

تاریخ میں ترقی اور انقلاب کے سماجی انقلاب :

دورانہ دارانے فرقہ مٹا ہے جن میں پورا سماجی نظام بنیادی طور پر یکایک تبدیل ہو جاتا ہے۔

سماجی سماجی نظام میں ایسی بنیادی تبدیلی کو جو ایک سماجی معاشی تشکیل کا جگہ دوکریاتی معاشی تشکیل کے قیام کا سبب بنتی ہے، سماجی انقلاب کہا جاتا ہے۔

معاشی اصلاحات میں سماجی انقلاب پیدا اور قوتوں اور پیداوار کی تعلقات کے درمیان بیکاروں کا کوہ سے جنم لیتا ہے۔ ترقی پسند سماج اس بیکاروں کو مل کرنے اور پرانے پیداواری تعلقات کو شادینے کا کوشش کرتے ہیں۔ لیکن رجعت پرست طبقے جو کسی ہی تبدیلی کو رکھنے کے لئے لڑتے ہیں، ان کی مزاحمت کرتے ہیں جن کو ان طبقہ انقلابی تحریک کو کچلنے کے لئے ریاستی اقتدار کا استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ اقتدار کا سوال ہی

انقلاب کا کلیدی سوال ہے۔ جب انقلابی طبقہ اقتدار حاصل کر لیتا ہے تو وہ اس اقتدار کو پرانے نظام کا ممکن خاتمہ کرنے اور ایک نیا نظام برپا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

تبدیل جاتی ہے کہ انقلابات کسی کے حکم یا فرمائش کے ذریعہ نہیں لائے جاسکتے۔ کسی انقلاب کے لئے سب سے پہلے ایک انقلابی صورت حال کا ہونا ضروری ہے۔ یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب سماج ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں حکمران طبقے پرانے طریقوں سے حکمرانی نہیں کر سکتے اور محکوم طبقے پرانے انداز میں زندگی گزارنا نہیں چاہتے۔

لیکن ہر انقلابی صورت حال انقلاب کی شکل اختیار نہیں کرتی۔ انقلاب اسی صورت میں آتا ہے جب کثیر سیاسی قوتیں مل کے لئے کمر بستہ ہوں۔ یہ طاقتیں ان طبقوں میں سے ابھرتی ہیں جو موجودہ نظام کا تختہ الٹنے سے دلچسپی اور انقلاب کو فتح سے ہم کنار کرنے کی قابلیت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ طبقہ انقلاب کے لئے محرک قوت ہوتے ہیں۔ انقلاب کی سیاسی قوتوں کو مقصد منظم انداز میں عمل بنانے کے لئے انقلابی طبقوں کو طبقاتی جدوجہد کا تجربہ ہونا چاہئے۔ سیاسی پارٹیاں اور تنظیمیں قائم کرنی چاہئے اور ایسے رہنما تیار کرنے چاہئیں جنہوں نے اپنی زندگیوں انقلابی مقصد کے لئے وقف کر دی ہوں۔

انقلابات کی فرہیت ان کے فریقوں کے لحاظ سے الگ الگ ہوتی ہے۔ اگر کوئی انقلاب سرمایہ دارانہ تعلقات رائج کرتا ہے تو وہ بورژوا انقلاب ہے اور اگر کوئی انقلاب سوشلسٹ نظام رائج کرتا ہے تو وہ سوشلسٹ انقلاب ہے۔

سماجی انقلابات میں استحصال اور استبداد کے حکمرانوں کا تسلیم کر دیا صرف طور پر آشکار ہوتا ہے۔ وہ اپنی شہنشاہی جدوجہد سے پرانے سماج کی بنیادوں کو مسدود دیتے ہیں۔ وہ انقلاب کی معنوی قوت ہوتے ہیں جو رجعت پرست طبقوں کے ریاستی اقتدار پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ انقلاب کو سن لائنوں کی مخالفتوں کے خلاف انقلابی کامیابیوں کی ہم مدافعت کرتے ہیں۔ دے اکیلے اور استبداد کے استحصال کے حکمران طبقے میں تمام تعلیم انقلابات کا اصل محرک قوت ہوتے ہیں۔





کون ہے شہر میں یوں گریہ کن رات گئے
کیس کے چھپتے سے یہ اٹھتا ہے دھول رات گئے

خواب ہے ساتھ حقیقت کے نہ منظر ڈھونڈو
لوگ سو جاتے ہیں بے خواب یہاں رات گئے

دن کی بیداری ہے بچ کہہ دو کہ اس سے پہلے
کلاٹ لی جاتے نہ بیباک زباں رات گئے

نفس فی سکوں کی جھنکار میں دب جاتی ہے
ظلم پروردہ جوانی کی نغماں رات گئے

ایک ہی سایہ نظر آتا ہے تاحہ نظر
دور تک مت نہیں تیرا نشان رات گئے

وہ قد آور تھا جبھی بچ میں محفوظ رہا
نذر آتشیں ہوا ایک ایک مکاں رات گئے

بے گن ہی ہے بڑا حیرم کہ مٹ جاؤ گے
ہر گنہ فرض سیاست ہے یہاں رات گئے

مصطفیٰ اکبر
گلستہ

غزل



مفتی محمد رفیع الدین

ہر کس کو معاشیات کے نئے اصول کے خالق ایک موشلٹ
ایک مؤرخ اور ایک انقلابی کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ آج ان کے
پیش کردہ نظریات دنیا کے ایک تہائی حصے میں حکومتوں کے اصول بن چکے
ہیں اور ان میں رو بہ عمل لا جا رہا ہے۔ انہوں نے منطقی آدیت کے مشہور
نقشہ کو اپنی قوموں کا سنبھالنے کے طور پر پیش کیا۔ انسان کو اپنی چند
سببوں سے آزاد کرانے کا یہ اور سہی ہی تاریخی حقیقت کی ضرورت
کی بنا پر کہ اس کے لیے یہ ادارے دراصل ہیں۔ لہذا ان کی زندگی کا

کی معاشی ساخت اور جائیداد کی ملکیت کی تقسیم میں عدم توازن،
جتنی اجنبیت پیدا کرتا ہے یا سماج کی تقسیم کرتا ہے اور اس طرح ایک
معاذ اللہ طبقہ کا جنم ہوتا ہے۔ طبقاتی تضاد اس عدم توازن کا لازمی
نتیجہ ہے۔ ان کے نظریہ کے مطابق کمیونسٹ انقلاب سرمایہ دارانہ
نظام کے داخلی تنازعات سے پیدا ہوگا۔ سرمایہ دارانہ سماج کی صورت میں
انسانی سماج کی ترقی اس تبدیلی کا پہلا دور ہے۔ اس لئے انہوں نے
قیاس آرائی کی کہ کمیونسٹ انقلاب پہلے مغربی یورپ اور شمالی امریکہ کے
سرمایہ دار ملکوں میں رونما ہوگا۔ انہوں نے ۱۸۴۸ء کے فرانس کمیون کی
حمایت کی اور اس کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا اور پہلا انٹرنیشنل
کے قیام میں یہ معاون ثابت ہوا۔ تاریخی لحاظ سے سرمایہ داروں سے
کمیونزم کی طرف تبدیلی کی جگہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ یہ عبوری دور تھا اور جاگیر
دارانہ سماج سے کمیونزم کی طرف یہ ایک پیش قدمی تھی۔

موجودہ صدی میں بین الاقوامی سطح پر چند اہم واقعات رونما
ہوتے۔ دو عظیم عالمی جنگوں کا ہوتا، فاشیزم، نازی ازم کا نمودار ہونا،
مثال افزائش جس کا ۱۹ ویں صدی کے درمیانی عرصے میں نام دٹن تک نہیں
تھا، جوہری سائنس، خلائی سائنس اور انکسٹریکس کے میدان میں بڑی تیزی
سے ترقی ہوئی۔ دوسری عالمی جنگ کے ختم ہونے کے بعد متعزیت کا بھی
خاتمہ ہو گیا۔ اس طرح اور بھی بدلت ساری تبدیلیاں رونما ہوئیں سرمایہ دارانہ
سماج میں پیداوار کے ذرائع کی ملکیت کی نوعیت میں بھی تبدیلی ہوئی۔ نو
آبادیاتی مسائل کو لوگوں کے براہ راست استعمال کا مسئلہ ختم ہو
گیا۔ مزدوروں کی حالت میں مادی طور پر کافی بہتری ہوئی۔ سرمایہ داری کا
انسزائش سے ان ملکوں میں فحش کشوں اور کانون کی حالت میں ابتری
پیدا نہیں ہوتی۔

دوسری طرف، تاریخ شاہد ہے کہ عظیم رہنماؤں اور
عالموں کی تعلیمات اور باتوں کی ان کے پیروکار اپنے اپنے طور پر تشریح
کرتے ہیں۔ مگر سیر حاصل ادیب تھے لیکن ان کے بعد ان کا تجربہ دہر
بہت زیادہ تجربہ ہوتا ہے۔ مارکسزم نہ صرف معاشی اور سماجی نظریہ ہے بلکہ
بہت سارے مسائل پر روشنی ڈالتا ہے۔ عام طور پر مارکس کے تجربہ
پر لکھی جاتی ہیں۔ جو کہ اس کے سوشل ڈیموکریٹک افسانے
جنگ عظیم کے بعد لکھی گئیں۔ ان پر ایک دوسرے سے اتفاق

نہ کر سکے۔ لیکن اور روسی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی بھی دو حصوں میں منقسم
تھے، خاص طور پر فوجوں کی فساد پارٹی اور پروڈنری ڈیپارٹمنٹ کی ضرورت
پر دونوں کے خیالات ایک جیسے نہ تھے۔ مارکس اور مارکسزم پر لینن کا اعتقاد
یہ تھا کہ انہیں منسوب بہند سیاسی اقدام کیلئے عملی تعورات میں تبدیل کر
دیا جائے۔ انہوں نے مادی سماجی تعلقات اور تعوراتی سماجی تعلقات کے
درمیان فرق پر زور دیا۔ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ روس میں سوشلسٹوں کے
لئے مارکس کی تعبیری کی آزادانہ تشریح کی خاص طور پر ضرورت ہے۔ پھر
ٹروٹسکی اور اسٹالن کے گھر ٹیو اور خارجہ پالیسیوں میں انقلاب کے کردار کی
بابت خیالات ایک جیسے نہ تھے۔ اس کے بعد ماؤ کے خیالات بھی کچھ مد تک
پے چیدہ اور مختلف تھے۔ انہوں نے مارکس کے اصولوں کو چینی خیالات اور
ثقافت کے مستقل بنیادی اصولوں کے ساتھ ملا دیا۔ اس نے یہ محسوس
کیا تھا کہ دو اقسام کی تعزیریں ہوتی ہیں۔ ایک معاذاً جسے انقلاب کے ذریعہ
ہی حل کیا جاسکتا ہے اور دوسرے غیر معاذاً جسے شدید براہ راست تنقید
اور تنقید خودی کے ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے۔ نیز چیٹو، کاسٹرو اور دیگر
یورپی کمیونسٹوں نے مارکسزم کی جو تشریح کی ہے اس میں بھی بہت اختلاف
ہے۔ مارکس کے خیالات کی بہت ساری تشریحات ہوتی ہیں۔ آج اس
بات کی تعریف کرنی مشکل ہے کہ مینے مغرب میں مارکسٹ کے کہتے ہیں۔

سادہ دینا میں کم و بیش ۹ بارٹیاں ہیں جو مارکسزم کی اشاعت کرتی ہیں۔ بعض
اوقات اسے ٹھکنی سماج کے خلاف وجودی احتجاج کی شکل میں دیکھا جاتا ہے۔

بہر حال آج جب ہم دنیا کے مناظر کو دیکھتے ہیں کہ کس قدر
کہیں اب سماج ملے جسے صحیح معنوں میں مارکسٹ یا سرمایہ دارانہ کہا جاتا
ہے۔ مارکس کی تعلیمات ساری دنیا میں پھیل گئیں اور یہ معاشی خیالات

اور سماج کو ایک نہ ایک طریقے سے متاثر کرتی ہیں۔ تمام مارکسٹ اور

سوشلسٹ ملکوں میں بھی جائیداد رکھنے کی اجازت ہے لیکن ان ملکوں میں بھی
جائیداد کی مختلف حدود مقرر کر دی گئی ہیں۔ انفرادی طور پر لوگوں کی آمدنی

کی سطحوں میں بھی کافی فرق ہے۔ ابتدائی نظریہ تو یہ تھا کہ مذہب تو
لوگوں کا اینٹن ہے اور اسی سے اسے ناپا دینے کی کوشش کی گئی تھی

اور اس پر عمل پیرا رہنے کی اجازت ختم کر دی گئی تھی۔ لیکن اب
ملکوں میں عام طور پر مذہب کی آزادی ہے۔ نیز تاریخی پس منظر کو مدنظر رکھتے

کے سوال کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے۔ ایک طرف تو

سکاری عطیات

● مغربی بنگال کی حکومت نے سید جوم کے ناظر لونان زندہ لوگوں کے مکانات کی تعمیر کے لئے زائد نفع کے طور پر ۵۱۹۰ روپے دینے کی منظوری دے دی۔ یہ روپے ضلع کے مجسٹریٹ کے حوالے کر دئے گئے۔

● ریاستی حکومت نے ۲۳ ہرگز کے نیم پیت میں واقع رام کرشنا اشترم کرشی وگیاں کنندہ کی اقتصادی ترقیاتی اسکیموں کو جو شیلڈ کاسٹ کے لوگوں کی مدد کے لئے ہیں، پائے تکمیل تک پہنچانے کیلئے ۲ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔
وہ اسکیمیں ہیں: سپاری کی کاشت، اسپالو کی کاشت اور باہی پروریکا۔

● حکومت مغربی بنگال نے نیابست خیراتی شفاخانے کو اس کے انتظامی اخراجات کے لئے ایک ہزار روپیہ بطور عطیہ دینے کی منظوری دے دی ہے۔

● مغربی بنگال کی حکومت نے پرولیا ضلع میں مشیلڈ ٹراب کے طالب علموں کی ہائیشی ہولٹوں کے پیش نظر کھروکتوچاؤنیز ہائی اسکول سے منسلک ایک ۲۰ بستروالے آسٹرم ہاسٹل کی تعمیر کے لئے ۴۰ ہزار روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دے دی ہے۔

● حکومت مغربی بنگال نے غیر مکرر عطیہ کے طور پر کلکتہ کے پالی سنگھی کوہو سویتھک خیراتی شفاخانے کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے ۱۹۸۰-۸۱ء میں ایک ہزار دو سو پچاس (۱۷۵۰) روپے کی منظوری دے دی۔

قائدان کو اپنے ملک میں شوشیکست سراج میں نراج تھوڑا کیا جاتا تھا۔ اب پھر سراج کی سیمکام کے لئے اعلیٰ بنیاد بنانا ہے۔ دوسری طرف کسی بھی سرمایہ دارانہ سراج کو جس میں محدود نجی ہائیت اور رکھنے کا جائز ہے اور پیداوار کے تمام ذرائع جائیداد رکھنے والوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہیں، سراج نہیں کہا جاسکتا۔ تقریباً ہر سراج پیداوار کے لئے خاطر خواہ علاقے کی مالک ہے۔ مزدوروں اور کارکنان کے حقوق کی مستحکم طور پر حفاظت کی جاتی ہے۔ مزدور طبقہ تو ایک زبردست طاقت ہے جسے کوئی بھی ادارہ مادی دولت کی تقسیم کرتے وقت نظر انداز نہیں کر سکتا۔

اسی کے باوجود اس سلسلے میں لوگوں کی رائیں مختلف ہیں کہ تمام مادی مراعات اور مادی انفرادی ہی انسان کی خوشی کے واحد ذرائع ہیں۔ ہم انکسریہ کہتے ہیں اور اس میں بہت حد تک حقیقت بھی پوشیدہ ہے کہ انسان صرف روٹی کے لئے ہی زندہ نہیں رہتا، اس تعمیر کی ممکن طور پر تائید کرنی بھی مشکل ہے کہ یہ بیداری نہیں جو وجود کا حسین کرتی ہے بلکہ یہ وجود ہے جو بیداری کا نفس کرتا ہے۔ جو سکتا ہے کہ مادہ اور توانائی کے درمیان کچھ رشتہ ہو سکتا ہے ہی سائنس دانوں، فلسفیوں اور سماجی مفکرین کو انسانی ذہن میں اور سراج میں بیداری کے کردار کی پوری طرح تحقیق و تفتیش کرنی چاہئے۔

مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ اس سیمینار کا اختتام کیا گیا اور اس کا افتتاح کرتے ہوئے مجھے کافی مسرت حاصل ہو رہی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ سراجوں کی بدستور اور انکی ضروریات نے معاشی و سیاسی اور سماجی شعبوں میں کافی گہرا اثر ڈالا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی ضروریات پر آزاد اور کٹھن گفت و شنید ہو، نیز اس بات پر بھی بحث و مباحثہ ہو کہ اس میدان میں مستقبل میں کتنی ترقی ہو سکتی ہے۔



سحر

لکھنؤ

کرن آویز

ایک مطالعہ

مافلد عیانوی، احمد باغن، حمید اختر، عجائب جتوکار، منیر بادری اور ہری کرشن آرٹسٹ ہوا کرتے تھے۔ ان کی اکثر نشستیں سحر کے مختصر مکان کے انگ کمرے میں ہوتی تھیں۔ اسی کمرے میں میری پہلی ملاقات عبد الحمید عدم سے ہوتی تھی۔

پھر ان دنوں مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ سحر ایک بہت بڑے جاگیر دار کا بیٹا ہے۔ فضل محمد نے ایک ہنس، دو ہنس بلکہ پوری گیارہ شادیاں کی تھیں اور گیارہ بیویاں شادی سے سحر پیدا ہوا تھا۔ دراصل مجھے بعد میں گیارہ شادیاں کرنے کی دلیل یہ بھی تھی کہ اس کے باپ کے کوئی اولاد نہ رہی تھی۔

چونکہ جاگیر دار باپ کے خیر میں عیاشی رہی بسی ہوتی تھی لہذا اس نے اپنی نایس بنی اور عیاشی کا انتہا کر دی تھی۔ وہ اکثر اپنی جاگیر کو دیکھنے نہایت قیمتی اور خوبصورت ٹھکانے پر چڑھ کر آتا تھا اور پھر ہفتوں روزانہ نہ گیس چڑھتیں، فجر سے جوتے اور طوائفوں کے نیچے لگے رہتے۔ رفتہ رفتہ اپنی عیاشیوں کے تقاضے پورا کرنے کے لئے اس نے اپنی زمین کو بھی فساد زد کرنا شروع کر دیا۔ سحر کی والدہ بہت روتی رہی لیکن عیاش باگیر دار فاضل محمد اپنی عادتوں سے باز نہیں آیا حتیٰ کہ سحر کی والدہ کے ساتھ ہی اس کا رویہ بد ہو گیا۔ رفتہ رفتہ گھر پر ناز سے عدالت میں پہنچ گئے اور نوبت طلاق تک آگئی!

اب سوال میاں، بیوی کی عیاشی کا نہیں تھا بلکہ اہم سوال یہ تھا کہ عبد الحمید عیاشی سحر کی تھیں یا نہ ہے۔ والدہ سحر کا اپنا قول یہ کہ سحر اپنی تعلیم و تربیت سے آراستہ نہ بن سکی تھیں۔ اس کے برعکس جب چھ بچے سحر کے والد فضل محمد جاگیر دار سے عدالت میں سوال کیا

تھا البتہ اس کی بات ہے۔ میں ابھی انھوں کی جانت کا طالب علم تھا۔ ان دنوں سحر لکھنؤ کی کچھ نظمیں گورنمنٹ کالج لکھنؤ کے ایک میگزین اور ایک غیر قانونی اخبار کرتی لہذا میں پڑھنے کو میں۔ بعد میں یہ نظمیں سحر کے کسی شعری مجموعے میں شامل نہ ہو سکیں۔ شاید اس لئے کہ وہ سحر کی شاعری کا عبوری دور تھا۔ بہر حال سحر کا شعری لہجہ مکمل باغیانہ تھا جو آنے والے دور میں سحر کے عوامی شاعر ہونے کی نشاندہی کرتا تھا۔

سحر لکھنؤ سے نکلنے کی خواہش ۱۹۴۴ء میں پوری ہوئی۔ میں ان دنوں دہلی میں رہتا تھا۔ سال میں دو چار مرتبہ اپنے شہر چلو رہی آتا تھا۔ (چلو لکھنؤ کا ہی حصہ معلوم ہوتا ہے)۔

ان دنوں نہایت اہتمام اور سلیقے سے چلتے پنا میری ایک عدالت تھی لیکن برصغیر کی تقسیم سے پہلے پنجاب میں چاتے پینے کا رواج آٹام نہ تھا۔ پنا بیوں کا قہری مشروب دودھ لورتی تھا۔ چاتے پنا ایک اسٹور کرکٹ سٹل سمجھا جاتا تھا۔ عام گھروں میں چاتے کی پتی ڈھونڈنے سے نہ ملتی تھی اور مسید گھر بھی کچا اسی قسم کا تھا۔ لہذا میں ہر شام کو چاتے پینے کی غرض سے لکھنؤ سحر کے پاس جاتا تھا جہاں سحر کی امی میرے لئے نہایت خلوص سے بھر پور نفیس چاتے اور کھانے کے لئے عمدہ بسکٹ بھیجتی تھیں۔ میں ان دنوں نہ تو سحر کا ہم سفر تھا اور نہ ہی دوست، میری عیادت ایک ایسے راج کی تھی جو اپنے محبوب شاعر کو دیکھنا اس سے ملنا اور باتیں کرنا پسند کرتا تھا۔ اور وہ بھی سحر میرا محبوب شاعر ہی تھا اور میرا آئینہ دل تھا۔ رفتہ رفتہ میں اس کے حلقے میں شامل ہوتا گیا۔

سحر کے دوستوں میں کامر پٹیل، لال دیوی، غلام مرتضیٰ

آپ عبدالحی کے والدین کیا آپ اسکا تعلیم و تربیت کھلا

تول کرتے ہیں؟

ساحر کے باپ نے جواب یہ دیا تھا کہ "مجھ جیسے جاگیردار کے بچے کو پڑھنے لکھنے کی کب ضرورت ہے؟ پڑھے وہ جسے نوکری کرنی ہو" ساحر جو قطعاً معصوم بچہ تھا۔ بچ کے پوچھنے پر کہ "بیشاکم کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہو" جواب دیا کہ

"میں ماں جی کے ساتھ رہوں گا"

فیصل بچ نے اپنے فیصلے میں لکھا

"جو باپ اپنے بیٹے کو جاگیرداری کے بل بوتے پر تعلیم سے محروم رکھنا چاہتا ہو اس سے کہیں بہتر ہے کہ بچہ اپنی ماں کے پاس رہے جو اسے تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے ایک اچھا شہری بنانا چاہتی ہے" مقدمے کا فیصلہ ہو گیا۔ میاں بوی میں طلاق ہو گئی۔ ساحر جن کا نام عبدالحی تھا ان کے ساتھ میں آگیا اور یہاں سے ساحر کی "تفہیم" کا آغاز ہوتا ہے۔

ساحر وہ بچہ جو بہت بڑے جاگیردار کا اکوٹا فرزند تھا۔ گھٹیا شادیوں کی واحد اولاد زیر سنہ۔ اس کے کیا نہ ناز اٹھاتے جاتے ہوں گے۔ لیکن حیف وہ چشم زند جب ساحر تھا معصوم بچہ تھا کہ ان باب کے علیحدگی ہو گئی اور ساحر سے وہ تمام لوازمات چھین گئے جن میں اسکی پرورش ہونا تھی۔

ساحر کو والدین العسائی اسکول میں داخل کرادیا گیا تو ساحر کے باپ نے ادھر ادھر کھڑا شروع کر دیا اتنے بڑے جاگیردار کے بیٹے کو اسکول جاتے شرم نہیں آتی

بالائے ستم اس نے ساحر کی والدہ کو کہ اس قسم کی دھمکیاں بھی دینا شروع کر دی تھیں کہ اقل تو وہ ساحر کا اخوا کر دے گا ورنہ اسے مرادے گا۔ وہ ہر قیمت پر چاہتا ہے کہ عبدالحی اسروار بیگم (ساحر کی والدہ) کے پاس نہ رہے۔

ان دھمکیوں کے پیش نظر ساحر کی امی ہمہ وقت گھبراتی جاتی اور سبھی سہمی کر رہتی تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی حفاظت کے لئے خواہ راز و نیاز کر کے لئے جو ہر لمحہ ساحر کی نگہبانی کرتے تھے۔ اسکول چھوڑ کر آنا اور ہر اسکول سے لے کر آنا ان کا سر فرض تھا۔ ماں بیٹے کی سرپرستی ساحر کے ماں عبد الرشید

(جو کہ ان دنوں فروٹ مرچنٹ تھے) نے اپنے ذمے لے لی تھی۔

ساحر نے والدین العسائی اسکول سے میٹرک پاس کر لینے کے بعد گورنمنٹ کالج لدھیانہ میں داخلہ لے لیا جہاں اس نے میٹرک کے نمائے میں کرکٹ لکھا۔ اپنی باہمی فوٹو گرافی لکھی اور بڑا ہو کر وکیل بننے کی خواہش ظاہر کی۔ مضامین انگلش، فارسی، فلاسفی، ہسٹری اور اردو لکھے۔

ساحر کا خاساں اپنے ماحول کے گرد پیش گوئی کرتا اور سوچتا کہ آخر معاشرے میں اس قسم بد عنوانی کیوں ہے۔ ساج میں عورت پر ظم کیوں لکھا جا رہا ہے؟ یہ دولت کی نامناسب تقسیم کیوں ہے؟ اسے اپنے بچپن کے ذاتی تجربات کی بنا پر جاگیرداری نظام سے نفرت ہو گئی تھی۔ کیوں کہ یہ فیوڈل نظام پرورش سامراج کا پیدا کردہ ہے لہذا کالج کے دنوں میں اس کے اندر کا شاعر سرحد صیاد کی بن کر بیدار ہو جیسی نے رشک سامراج اور مردہ فیوڈل سسٹم کے خلاف بغاوت کا علم بند کرتے ہوئے انقلابی نظمیں لکھنا شروع کر دی تھیں۔

یہ لہکتے ہوئے پودے یہ دھکتے ہوئے کھیت
پہلے اجہ داد کی جاگیر تھے اب میرے ہیں
میر جرائگاہ، یہ ریوڑ، یہ خوشی یہ کیا
سب کے سب میرے ہیں سب بچے میرے ہیں

میں ان اجہ داد کو بیٹا ہوں جنہوں نے پیہم
اجینی قوم کے سائے کی حمایت کی ہے
فدہ کماست بپا کے لیکر اب تک
ہر کر دے وقت میں سرکار کی خدمت کی ہے

(جاگائیں)

اسکی نظموں میں شدت سے عوامی اپیل ہوتی تھی لہذا وہ جلد ہی اسے کالج کا ہیرو بن گیا۔

ساحر کی شاعری ادبی شاعری سے قطعاً مختلف تھی۔ وہ محض اپنے احاس کی ترجمان نہ تھی بلکہ اسکی شعریہ کائنات اسکی جہوراء دختران جہور کے معنی کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو اور اپنے قلم کو وقف کر دیتا تھا۔

ریاستی حکومت کے مطالبات

سرگزشت ریاست تعلقات کسی از سر نو ترتیب اور عشاہ کسی فلاح و بہبود کے لئے مغربی بیگال کسی پیش
معاذ حکومت نے مرکزی حکومت کے پاس اپنے اہل و شکستہ مطالبات داخل کئے۔ مطالبات درج ذیل ہیں

امداد کے ساتھ آگے بڑھنا چاہئے اور اس سلسلے میں ریاستی حکومت اور مغربی
بیگال چلتے ترقیات کارپوریشن کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے کیونکہ چاہئے
بانات کو ان کے مالکان یا سکل براد کر رہے ہیں۔ مغربی بیگال میں بڑے پیمانہ کی
نئی صنعتیں ایسے ہالڈ پٹر و کیمیکل کو سلیکس، سالٹ لیک انکسٹرونک
کو سلیکس، انسٹانڈ میں صنعتی شہر کی آباد کاری اور رانی گینگ۔ آئی سول
کے علاقوں میں کوئلہ پر مبنی صنعتیں قائم کرنے کے لئے مرکز کی طرف سے صنعتی
لائسنس منظور اور جاری کئے جائیں اور مرکزی مالیاتی اداروں سے سرمایہ کاری
کے لئے رقم فراہم کیا جائے۔ اس ریاست میں بنیاد پرستوں کے احباب
نوس کے لئے اور مغربی تالہ بند سہا اور ہندی کی روک تمام کرنے کے لئے قومی
اندام کئے جائیں۔ آئی ڈی آر ایکٹ پر نظر ثانی کی جائے تاکہ ریاستوں
کو صنعتی مرکز میاں جاری رکھنے کے لئے سہولتیں فراہم ہوں۔

(۴) : ساری ریاست میں مناسب اور مقرر قیمتوں پر چوڑے
لازمی اشیاء کی مسلسل سپلائی کی ضمانت دی جائے تاکہ عوامی نظام تقسیم
موثر طور پر اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکے اور تینوں کو زیر برق بورڈ کھنا جا
سکے۔ یہ چوڑے لازمی اشیاء یہ ہیں :

چاول، گہوں، دال، ٹنک، چینی، سوتی کپڑے، کھانے کا
تیل، کراسن تیل، ڈیزل تیل، ٹامپس، کافنڈ اور کپڑا دھونے کا مایا۔

(۵) : کسی بھی سال اگر مالیات میں کمی ہو جائے تو اس کمی
کو مرکز اور ریاستیں مساوی طور پر برداشت کریں۔

(۶) : بنیادی آبکاری اور آمدنی ٹیکس کی نوعیت اور شرحوں کی
بابت مرکز ریاستوں سے صلاح و مشورہ کرے۔ مذکورہ آبکاری اور ٹیکس مرکز کا
کرتا ہے لیکن اس معاملے سے ریاستوں کے درمیان کوئی قسم کی بات نہ

(۱) : ایس لنڈ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ تمام ریاستوں
کو زیادہ قومی اور تعلقی اختیارات حاصل ہوں، مرکز ریاست تعلقات
کو از سر نو مرتب کیا جائے۔ ساتھ ہی ایس و سائل کی بہتر رسائی حاصل
ہو اور اس طرح وہ اپنے پروگراموں کو مناسب طور پر پایہ تکمیل تک
پہنچا سکیں، مالیاتی نظام، منصوبہ بندی اور معاشی تالیفیل امور خارجہ
غیر ملکی تجارت، دفاتر، ریل و سائل طریقہ جیسے چند موضوعات تک مرکز کے
اختیارات کو محدود کر دیا جائے۔ معاشی منصوبوں میں وسائل کو اکٹھا
کرنے کے فیصلہ کے کام کاج میں اور پانچ سالہ منصوبہ کو مرتب
کرنے میں ریاستوں کو اور بھی زیادہ موثر طور پر شامل کیا جائے۔ دستور
جنگی وقفہ ۱۹۴۷ء کو منسوخ کر دیا جائے، کیونکہ اس وقت کے تحت
مرکز کا متغیر ریاستی حکومتوں کو برہم ساخت کرنے اور صدارتی راج نافذ
کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس بات کی ضمانت دی جائے کہ ریاستی
اصوبوں کے منظور کردہ بجٹوں کو صدر کی منظوری حاصل کرنے کے لئے
روک کر رکھا نہیں جائے گا۔

(۲) : پارلیمنٹ کے اختیارات پر غور لگانے اور اس کے
وقت کو ٹیکس پونچانے کے طریقہ کار کو روک دیا جائے۔ بیرونی حید کے
محلہ کسی اور وجہ سے ملک بنیاد پرستی نافذ کرنے کی تمام دستوری گنجائشوں
کو روک دیا جائے۔ ایسا اور نا سا جیسے مجبوری قوانین کو منسوخ
کر دیا جائے۔

(۳) : پانچ جیسے بڑی بڑی صنعتوں کو قومیا لیا جائے۔ چاہے
بانات کے احباب نو اور ان کے منتظمین کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے
لئے حکومت ہند اور ہندوستان کے چاہے کارپوریشن کو وسیع پیمانہ پر

(۱۷) : اس کی ریاست میں ایک کمرشل بینک قائم کرنے کی ریاست مغربی بنگال کی تجویز کو مرکز اپنی منظور کر دے۔

(۱۸) : دستور میں اصلاحات کی چیزوں پر مزید آبگانی اور دیگر مستند قوانین کو فروغ دیا جائے تاکہ ریاستی حکومتوں کو یہ حقوق واپس مل جائیں کہ وہ تمباکو اور دیگر حکومتی محصولات پر سبسائڈ ٹیکس عائد کر سکیں۔

(۱۹) : دستور میں دفعہ کے تحت ریاستی حکومتوں کو برآمد کی جانے والے چیزوں پر سبسائڈ ٹیکس عائد کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے ریاستی حکومتوں کے معمول کی آمدنی میں جو کمی ہو رہی ہے اسے مرکز کی حکومت پر دیا کرے۔ دستور کا دفعہ ۲۶۹ میں رکھی گئی گنجائشوں کو زیادہ سے زیادہ بروئے کار لایا جائے۔ اس میں دفعہ میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ مرکز کی حکومت چند آبکاری اور ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔ لیکن ان سے حاصل کردہ تمام رقم کو مرکز کے ذریعہ یا تو ان کے زیرِ نگرانی کرنا ہوگا۔

(۲۰) : لوہا، اسپات اور کوئلہ کے لئے سودی کرایہ کی اسکیم کو دیگر مہیا دی چیزوں کے لئے بھی چالو کر دیا جائے۔ تمام ضرورت مند بڑے بڑے ساز و سامان اور اہم اشیاء کو سارے ملک میں یکساں قیمتوں پر فروخت کیا جائے۔

(۲۱) : تمام زرعی پیداوار خاص طور پر زرعی نقد پیداوار پر پائ کے لئے مناسب قیمتیں تقرر کی جائیں تاکہ پروڈیوسروں کے مفادات کا تحفظ ہو اور وہ معیشت میں بڑے کمزور اونسے پونے قیمتوں پر فروخت نہ کر سکیں۔

(۲۲) : دیہی اور چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کی حفاظت کے لئے مناسب قانونی تحفظ۔

(۲۳) : پارلیمنٹ اور دوسرے اداروں کے جبروں کو ختم کرنے کے لئے ووٹ ڈالنے والوں کی عمر کی انتہائی حد کو کم کر کے ۱۸ سال کر دیا جائے۔

(۲۴) : تعلیم اور شہری ترقی کے کام کے لئے تنظیم اور غیر تنظیم کے تحت فنڈز کو جمع کر دیا جائے تاکہ تعلیم کو مشترک فرسٹ سے نکال کر ریاست کی فرسٹ میں شامل کر دیا جائے۔

(۲۵) : صنعت کشی طبقہ میں سرکاری اور غیر سرکاری اداروں

میں کام کرنے والے ملازمین شامل ہیں، کے جمہوری حقوق کی اور ڈیڑھ یونین سرگرمیوں کی حفاظت کرنے کے لئے متعلقہ قوانین اور صنعتی تعلقات بن تربیت لائی جائیں۔

(۲۶) : سبھوں کیلئے روزگار کی اور بے روزگاروں کے لئے سہولتیں پیدا اور بے روزگاری بیمہ کی گنجائشیں رکھی جائیں۔

(۲۷) : دستور میں اصلاحات کی چیزوں پر مزید آبگانی اور دیگر مستند قوانین کو فروغ دیا جائے تاکہ ریاستی حکومتوں کو یہ حقوق واپس مل جائیں کہ وہ تمباکو اور دیگر حکومتی محصولات پر سبسائڈ ٹیکس عائد کر سکیں۔

(۲۸) : پناہ گزینوں کی بحالی کیلئے سفارشات کے مطابق پناہ گزینوں کی بحالی کے لئے کافی فنڈ کی منظوری دی جائے اور پناہ گزینوں کی اور حکومت کے زیرِ رستہ کامیابیوں میں رہنے والے باہر جانا کے قطعات آرائشی پر جہاں وہ رہتے ہیں، حقوق کی تصدیق کرنے کیلئے انتظامات کئے جائیں۔

سرکاری عطیہ

ریاستی حکومت نے شیلڈ ٹراپ کے لوگوں کی سہولت کیلئے خصوصی مرکزی اداری پروگرام کے تحت، ای پورٹ کی ایجنسیوں کی مل سیرائی کے لئے کل لاکھ روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دیدی۔ تمام رقم اضلاع کے مندرجہ ذیل ای پورٹ کے ان افسروں کے حوالے کر دی گئی ہے جو ان ایجنسیوں کو پانچ لاکھ روپے کی ذمہ داری نبھائیں گے۔ ہنگامی کے وضع ایجنسیوں کو ایک لاکھ روپے، برہون۔ ایک لاکھ روپے، می پور و مغرب پر پانچ لاکھ روپے اور برہون کے وضع ایجنسیوں کو ایک لاکھ روپے۔



ترسیل زر کا پست

بن لفس منیجر
حکومت مغربی بنگال
۳۳ رائے این کھر جی روڈ
کلکتہ

دعوت اور انکی مکتوب نگاری

مکتوب نگاری ایک ایسا فن ہے جس کیلئے نہ علم سیرینہ کی ضرورت ہے اور نہ علم سفینہ کی لیکن اس فن میں کمال حاصل کرنے کیلئے کچھ ضابطے ضرور ہیں۔ اچھے خطوط ادبی کارنامے ہوتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں لطف پیدا کر کے کاغذ میں بکھیر دینا اور اپنے رازداروں میں تقسیم کر دینا یہی اس فن کا حسن ہے۔ خطوط کو بھی ہونا چاہئے۔ نچی باتوں میں رنگدہنگی، دلچسپی، شوق اور غور محبت اور خوبی پیدا کرنا ایک اچھے مکتوب نگار کا کام ہے اور یہ سارے اوصاف فی طلب کے فنا کو بڑھ کر اور غور سے کر کے پیدا ہوتے ہیں جو پڑھنے والے کو اپنی داستان معلوم ہونے لگتے ہیں۔ نچی باتیں معمولی ہوتی ہیں لیکن یہ اس معنوں میں غریب معمولی ہوتی ہیں کہ انہی کی بدولت ایک فسر و منفرد ہو جاتا ہے۔

مکتوب نگاری جس قدر آسان نظر آتی ہے اس قدر آسان نہیں اس لئے ہمارے ادب میں اس کا ذخیرہ اس قدر ہے کہ بس انکلیوں پر لکھنے جاسکتے ہیں۔ ہماری زبان میں مکتوب نگاری کی ابتدا غالب سے ہوتی ہے۔ ان سے پہلے بھی یہ ذوق عام تھا لیکن وہ تمام خطوط فارسی کے ہیں اور اس کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔ غالب ہی اردو کے اول مکتوب نگار ہیں جن کے مکاتیب کتابی شکل میں ہمارے سامنے ہیں اور ان کے بعد جن لوگوں نے اردو ادب میں اپنے مکتوبات چھوڑے ان کے نام یہ ہیں: آزاد، حالی، شبلی، اکبر، بہت سی افادی، اقبال، نیاز، خیر، مگر ان کے علاوہ بھی کچھ اور مکتوبات ہیں جو کتابی شکل میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام "مکاتیب وحشت" ہے جسے محمد بن احمد عازم نے مرتب کیا ہے اور اشاعت دار لائٹ وٹ بزم شاکری کی ہے۔ "مکاتیب وحشت" میں حضرت علامہ رضا علی وحشت لکھنوی کے وہ خطوط ہیں جن میں انہوں نے دینے کو تمنا اپنے شاگردوں اور مرشد مسائیل کو تحریر کیا تھا۔

آئیے اب ذرا دیکھیں کہ وحشت اپنے مکاتیب کے آئینے میں کیا نظر آتے ہیں اور ان کا اسلوب بیان کیا ہے؟ یہ اسلئے بھی ضروری ہے کہ مکتوب نگار کا اسلوب بیان اسکی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے اور اسکی پوری شخصیت اس آئینے میں نظر آتی ہے اور اسلوب پر اثر انداز بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر غالب؟ کو لے لیجئے۔ انکی مکتوب نگاری اپنی فن کارانہ صفات کی بنا پر بڑی مہذب و مہذبہ نثر ہے جس میں تیار کی کو مضمون کے ساتھ ساتھ اسلوب کا بھی مزہ مہذبہ ہے جسکی تفصیل یہ کہہیں وہ شخص تاثرات کا اظہار کرتے ہیں اور اس تاثراتی خط کا اسلوب جدا ہے اور جب وہ اپنے مکتوب لکھتے ہیں تو اس کا اسلوب الگ ہے یا کبھی وہ تفسیری اور تہنیتی عناصر میں کرتے ہیں تو ان کے لئے الگ اسلوب اور زیادہ اثر انگیز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شبلی کے خطوط پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے رجحانات اور میلانات، پسند و ناپسند اور انکی مکتوب نگاری کے اسلوب ہی ان کے جو شیطانی فن کی غماز کرتے ہیں۔ ان کے خطوط سے انکی شخصیت کا بھی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہی حال حالی کا بھی ہے اور دوسرے مکتوب نگار کا بھی۔ اسی طرح وحشت بھی اپنے مکتوبات میں اسلوب کے لحاظ سے بالکل غالب کے پیر و نظر آتے ہیں جس کا اندازہ وہ شخص بخوبی کر سکتا ہے جس نے غالب کے پہلے اور غالب کے بعد ان مکاتیب کا جو کتابی صورت میں موجود ہیں مطالعہ کیا ہے۔ قدیم زمانے میں فارسی ادب کے زیر اثر لے لیے القاب داداد لکھے جاتے تھے اور نہ صرف طویل القاب بلکہ اس کے بعد بھی لمبی لمبی تمجیدیں ہوتی تھیں اور مدح مانگ پونچھنے سے پہلے بہت سی ایسی باتیں لکھی جاتی تھیں جن کا مقصد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ محض لفظی قلابازیاں تھیں۔ وحشت نے اس طریقے کو ترک ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے خطوط نگاری کا قدیم روش کو بدل کر خط لکھنے کا نیا طرز

اختیار کیا جسے غالب نے اپنے دور میں فروغ دیا تھا یعنی انہوں نے
 پچھلے خطوط نویسی کے مقابلے میں سادہ و سنجیدہ مکتوب نگاری شروع
 کی۔ دوسری خصوصیت یہ کہ وحشت نے مکتوب نگاری میں انداز و طبعی
 اظہار کے مختلف راستے پیدا کئے بلکہ انہوں نے خط نویسی کو ادب کی سرحد
 سے لاکر مکتوب نگاری کو غالب ہی کی طرح ادب بنادیا۔ غالب کے متعلق جو
 کہا جاتا ہے کہ انہوں نے محدث ہی روش ترک کر کے خطوط نویسی میں بے
 تکلفی کو رواج دیا تو یہ بالکل درست ہے اور وحشت نے بھی غالب ہی کی
 طرح مختصر اور سادہ القاب کو رواج دیا اور خطوط کے اندر جو آرائشی
 بیان اور صنعت گری کا قصہ تھا اسے ترک کر کے سیدھی سادی زبان میں
 سنجیدگی کو اظہار کا ذریعہ بنایا اور اس منیانہ روش کو بچ دیا جو ان کے
 ہمسایہ راجہ تھا۔ وحشت کے خطوط کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ غلب
 کی لفظیات، مکتوب الہ کے حالات اور ذہن و ذوق کا خیال بھی رکھتے ہیں
 اس لئے ان کے خطوط میں ایسی باتیں ملتی ہیں جو مکتوب الہ کے لئے فرحت
 انگیز ہیں۔ وہ اپنے خطوط میں ایسا طرز بیان اختیار کرتے ہیں جو بڑھنے
 والے کو خوشی دے۔ ایک اور چیز جس سے وحشت کے خطوط بہت
 خوشگوار ہو گئے وہ ان کی رفاقت کا جذبہ ہے۔ ان کے خطوط رفاقتوں
 سے لبریز ہوتے ہیں اور ان ہی رفاقتوں کو زندہ رکھنے میں وحشت کو بڑی خوشی
 ہوتی ہے۔ یہی رفاقت کا جذبہ وحشت کے خطوط کو شفقت اور محبت کی
 پہلوا بنادیتا ہے۔ جس طرح کسی خدا رسیدہ بزرگ کے خطوط میں
 ایک گھڑنے کا خوشبو پائی جاتی ہے ایسی ہی اور اس کی طرح کی خوشبو وحشت
 کے خطوط میں بھی ملتی ہے۔ ان کے خطوط میں نہایت ہی کار و فائز ہے اور زندہ
 ولی کا نمونہ بھی۔ ہمت و استقامت بھی اور صبر و تحمل بھی۔ وحشت کے خطوط
 سے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے وطن کلکتہ میں تھے تو ان
 کے احباب کی فصل آرائی جو ان کے گھر ہوا کرتی تھی ترک وطن کے بعد وہ ہم پریم
 ہو گئی، تنہائی کا احساس بری طرح کھینکے لگا اور احباب کی محبت میسر نہ
 ہونے سے احساس تنہائی کو شدت سے محسوس کرنے لگے جس کا
 ذکر انہوں نے اپنے خطوط میں بار بار کیا ہے جس سے ان کے احباب اور ہم وطن
 سے ذہنی وابستگی و مہمتری دلچسپی اور دلی لگاؤ کا قاری کو مکمل اندازہ ہوتا ہے۔
 علامہ وحشت لکھنؤی کے مکتوب سے اس بات کا بھی اندازہ
 ہوتا ہے کہ وہ اپنے وطن سے بھی بے پناہ شفقت سے پیش آتے تھے ساتھ

ہی کہ رکھ تو بھی تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ قلعہ یا بستاوٹ کہا جاسکے۔
 ان کے قول و فعل اور کردار کی جھلک ان کے خطوط میں صاف نظر آتی ہے۔
 ان کے یہاں خود داری یہ شکل اختیار کی پائی جاتی ہے مگر وہ خود داری وحشت
 میں نہیں جس میں خود پسندی شامل ہو اور ایک بڑی شخصیت کو علمی سطح سے
 محروم کر دے۔ انکی یہ روش جس سے انہوں نے اپنے خطوط میں اپنا یا ہے،
 دوسرے مکتوب نگاروں سے انہیں بلند کرتی ہے۔ اگرچہ ان کے خطوط کی سادگی
 بہت زیادہ سادہ نہیں بلکہ ایک علمی سطح کی سادگی ہے۔ وحشت اپنی سادگی
 کے خاطر نہ طوائف اور نہ روزمرے کو اپنی عبارت میں جگہ دیتے ہیں
 بلکہ ان کا انداز بیان سنجیدہ اور سادہ ہونے پر بھی ایک علمی نقش کا
 حامل ہے اور مکاتیب وحشت اردو ادب کا ایک قابل قدر سرمایہ ہے۔

ماہی پروری کیلئے عطیات

حکومت مغربی بنگال نے سٹیڈ ولڈ کاسٹ کے لوگوں
 یا نعوس ان لوگوں کی جو خصوصی مرکزی امداد پر دگرام کے تحت مغربی
 سے نیچی سطح پر زندگی گزار رہے ہیں، فلاح و بہبود کی کئی ماہی پروری
 اسکیموں کو پانچ تھیل تک پہنچانے کے لئے پندرہ لاکھ روپے
 بطور عطیہ دینے کی منظوری دے دی ہے اور ان روپے کو محکمہ
 ماہی پروری کے حوالے کر دیا گیا ہے اور ان کے توسل سے ماہی
 پروری کے مندرجہ ذیل افسروں کو یہ رقم فراہم کی جا چکی ہے : ۴۰ لاکھ
 (شمال) کے ضلع ماہی پروری افسر کو ایک لاکھ روپے، ۲۴ لاکھ (جنوب)۔
 ایک لاکھ روپے، جوڑہ۔ پچاس ہزار روپے، انگلی۔ پچاس ہزار
 روپے، بردوان۔ پچاس ہزار روپے، بیسہ بھوم۔ پچاس ہزار
 روپے، مدناپور (مشرق)۔ ایک لاکھ روپے، مدناپور (مغرب)۔
 دو لاکھ روپے، پردلیا۔ پچاس ہزار روپے، جنکوٹ۔
 پچاس ہزار روپے، اندیا۔ پچاس ہزار روپے، امرت آباد۔ پچاس ہزار
 روپے، المادہ۔ پچاس ہزار روپے، مغربی دیناج پور۔ پچاس ہزار
 روپے، دارجلنگ۔ پچاس ہزار روپے، جپائی گورڈی۔ دو لاکھ
 پچیس ہزار روپے، کوچ بہار۔ ایک لاکھ پچاس ہزار روپے، اور
 جن پت ماہی پروری سٹیشن ڈائریکٹر کو ایک لاکھ روپے۔

فدا دی زنجیر

رہنما راہ شگور

قیدی ان زنجروں میں تھے کس نے جکڑ کر رکھ دیا؟
میرے آگے کھانے پلانے کے لئے زنجروں میں باندھ دیا ہے!
میرے دل کی آرزو تھی کہ عزت و آبرو میں سب سے باری لے جاؤں
شان و شوکت میں میرے مقابلہ کا کوئی نہ رہے
اور وہ خراج مہبودیت جو میرے آقا کا حق تھا، میں نے مار لیا!
تو یہ ہوا کہ بدست قلعے آگ بجھے گھر لیا
اور اس سخت پر جرحہ پیشینے سے نہ چکا جو میرے آقا کا تخت تھا!
غفلت کا پردہ جو اٹھا تو دیکھا ہوں کہ اپنے ہی خزانے میں قید ہوں!
قیدی! یہ فولادی زنجروں کس نے بنائی؟
یہ زنجیر؟ یہ زنجیر میں نے دنیا فلک پسینہ بہا کر تیار کی تھی
خیال یہ تھا کہ اپنی قوت و شہرت کے بن پر اس دنیا کو عتلائی کی
زنجیروں میں باندھ کر اپنے قابو میں لاؤں
میں آزاد رہوں، دنیا میری غلامی میں رہے۔
اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے میں نے دنیا رات سخت محنت کی
کتنی ہی آگ کی بھٹیاں صرف ہوئیں
اور کیا کیا غضب کی پوٹیں! بیتا بیتا کر کس مشقت سے
اسے بنایا کہ اندازہ ہے؟
جب یہ سنگین زنجیر تیار ہو گئی تو دیکھا ہوں کہ
میرے ہی پاؤں میں آویزاں ہیں

میرزا محمد تقی



:- لٲن مءومطالعه :-

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya. Editor : Dharendra Dutta. Associate M D. Azam
published by the Information & Cultural Affairs Dept. of Govt. of West Bengal and printed by G. R. T.
Printers, 34/1C, Shyampukur Street, Calcutta-700 004.

Regd. No. WB/C C-52
Vol. 39 No. 21
PRICE 25 Paise

MAGHERI BANGAL
15th NOVEMBER 1963



۱۹۲۰ء میں سرور ڈکوا سکواڑ میں سپاہیوں کے اجتماع کا خطاب کرتے ہوئے

مغربی استیصال

مغربی استیصال
پیشوا بین الاقوامی اور خزانہ
نیلدیشیوں
کرسٹوف وینہ



ہندو روزہ مغربی بنگال

جلد نمبر ۳، یکم دسمبر ۱۹۸۲ء شمارہ نمبر ۲۲-۲۳

مدیر اصلی — پرتین بھٹا چلریہ
مدیر — دھرم چند رائے
مدیر معاون — محمد اعظم

سالانہ : تین روپے
اس خصوصی شمارہ کی قیمت : پچیس پے

شرح خریداری



بائیں محاذ حکومت

اپنے محدود وسائل کے باوجود بائیں محاذ حکومت نے مغربی بنگال میں گزشتہ چھ برسوں میں بچوں کی صلاح و بہبود کے لئے بہت سارے اقدامات کئے۔ بچوں کے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سماجی رفاہ، تعلیم، طبی خدمات کے میدان میں بہت سارے پروگراموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ ان میدانوں میں ریاستی حکومت کی کامیابیوں کی چند جھلکیاں درج ذیل ہیں:

سماجی رفاہی پروگرام: ریاستی حکومت کے سماجی رفاہ کے شعبے نے گزشتہ چھ برسوں میں بچوں کی بہتری کے لئے سالم پروجیکٹ (آئی سی ڈی پی) پر عمل درآمد کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس پروجیکٹ کا مقصد یہ ہے کہ ماں اور بچہ کو کافی اور مناسب تغذیہ فراہم ہو۔ اس طرح مزید ۲۲ پروجیکٹ بہت جلد چلا کر رہے جائیں گے۔ ان پروجیکٹوں سے تقریباً ۵ لاکھ بچوں کو فائدہ پہنچے گا۔

اس پروجیکٹ میں بچوں کی تغذیہ اسکیم، جس کی دیکھ بھال منسٹر برٹہ کرتے ہیں، کے تحت تقریباً ۳۳۳ بچوں کو لایا گیا ہے۔ نیز اس اسکیم کے پروجیکٹ سے مغربی بنگال سماجی رفاہ بورڈ نے تقریباً ۵۵۰ بچوں کی مدد کی۔

یونیسیف کی مالی مدد سے ۲۵ لاکھ روپے خرچ کر کے بچوں کی رفاہ کے ۱۵ مراکز مغربی بنگال کے ۱۰ اضلاع کے ۳۰ لاکھ بچوں کی رفاہ کے امدان تعمیر کئے گئے۔ ۱۹۸۱ء کے

شعبہ کن سیلاب سے ان مراکزوں کی عمارتوں کو کافی نقصان ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان علاقوں میں ۱۰۵۰ ٹیوب ویل بٹھانے اور ۸۲۵ برائری اسکولوں کی عمارتیں از سر نو تعمیر کی گئیں۔ ریاستی حکومت یکم جنوری ۱۹۸۱ء سے اس پروجیکٹ کے اخراجات بردار کر رہی ہے۔ سی ۱۰۷، آریا نے اپنے خوراک پروگرام سے تین لاکھ بچوں کو مستفید کیا۔

برسرِ روزگار عورتوں کے بچوں کی دیکھ بھال کرنے کا مغربی بنگال سماجی رفاہ بورڈ نے بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے مراکز کئے۔ اس اقدام سے ۲۰۰ عورتوں کے ۲۰۰ بچے مستفید ہوئے۔ نیز اس کام کے لئے ۶۰ افراد کو روزگار بھی فراہم کیا گیا۔

یتیم بچوں کو ان کی تعلیم کے لئے فی ماہی کس ۳۰ روپے کی منظوری دی گئی ہے۔ اس پروجیکٹ سے ۲۰۰ بچے مستفید رہے ہیں۔

غریب بچوں کو مفت رہائش اور تعلیم کی سہولتیں دے کرنے کے لئے جیاتی گوٹھی میں ایک "ہوم" تعمیر کیا گیا۔ اس ہوم میں ۵۰ بچوں کی رہائش کی سہولتیں فراہم ہیں۔ نیز اس "ہوم" میں تین کورڈنگار بھی فراہم کیا گیا۔

سرکاری مدد سے بہت ساری رفاہ کار تنظیمیں معیشت بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور ۱۹۷۵ء کے نصف میں انکی تعداد ۲۰۰ سے بڑھ کر ۱۰۰۰ ہو گئی۔

مرکزی حکومت کے پروجیکٹ میں بہت سارے رفاہ اداروں نے ۲۵۴۰ معیشت زدہ بچوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری لی ہے۔ ان اداروں کی تعداد ۲۰۰۰ تھی۔ ان اداروں کے ۲۵ فیصد اخراجات ریاستی حکومت نے پورے کئے۔

۱۹۷۹ء کو بچوں کا بین الاقوامی سال قرار دیا گیا۔ اس سال کو بہت ہی جوش و خروش کے ساتھ منایا گیا۔ اس موقع پر بچوں کو تعلیم تیار کی گئی تاکہ سماج کے ہر شعبے کے لوگوں کے سامنے بچوں مسائل کو پیش کیا جاسکے۔ ریاستی حکومت کے شعبہ اطلاعات و امور نے بچوں کے لئے منتخب نظموں کا مجموعہ "آؤر بچہ کنی" شائع کیا۔ سال کے دوران دارجلنگ میں بچوں کا ایک پارک تعمیر کیا گیا

جسٹس لحاظ سے معذور بچوں کی نقاشی

مغربی بنگال میں بچوں کا ایکٹ نافہ کر دیا گیا۔ بچوں کی حالت اور انہیں زیر حراست رکھنے کے ہجوم کی تعمیر کے لئے مالٹ لیک، ملکیت میں ایک ایکڑ قطعہ آرمی حاصل کر لیا گیا ہے۔ سماجی باہر بورڈ کی نگرانی کے تحت بچوں کی رہائش کے مزید ۴۰ ہیریڈجکٹ چالو کر دئے گئے ہیں۔

لا تا VIII کلاس کے معذور طلباء کو وظیفہ پروڈجکٹ کے تحت وظیفہ دئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ۱۹۶۶ء کے پہلے نصف میں ۱۱۹ معذور طلباء کو ۱۹۸۲ء میں ۲۶۳ طلباء کو اور اس طرح ۱۹۸۹ء تک کل ۱۰۵۰ معذور طلباء کو وظیفہ دئے گئے۔

بچوں کیلئے تعلیمی پروگرام: ابتدائی تعلیم: بچوں کی حکومت کا بہ عزم معجم ہے کہ تعلیم کو کام کو دیا جاتے اور عوام کے درمیان اسے پھیلا دیا جائے۔ گزشتہ چوبیس برسوں میں ۵ لاکھ بچوں کو ابتدائی تعلیم کے تحت لایا گیا اور اس مقصد کے لئے اس کی سہولت میں ۳۰۰۰۰۰ روپے خرچ کیے گئے۔ بچوں کی تعلیم مفت فراہم کی جاتی ہے اور ۵ لاکھ طلباء کو کتاب کی کتاب کی مفت فراہم کی جاتی ہے۔ تمام قریبی طالبات کو اسکول کی وٹا کیس مفت فراہم کی جاتی ہے۔ ۳۰ لاکھ طلباء کو دیہی کھانا

مفت فراہم کیا جاتا ہے۔ معاشی لحاظ سے پسماندہ طلباء کو وظیفہ دئے جاتے ہیں اور انہیں سلیٹ اور کامپیاں مفت سلائی کی جاتی ہیں۔ غیر رسمی تعلیم: غیر رسمی تعلیم نظام کا مقصد یہ ہے کہ ان بچوں کو تعلیمی سہولتیں فراہم کی جائیں جو سماجی اور معاشی رکاوٹوں کی وجہ سے اپنی تعلیم کو جاری نہ کر سکے۔ فی الحال مغربی بنگال غیر رسمی تعلیم کے ۵۲۰ مراکز کام کر رہے ہیں۔ ہر مرکز میں دو اساتذہ اور پچاس طلبہ جڑتے ہیں اور یہاں بہت ہی سیدھے سادے اور سلیط طریقے سے تعلیم دی جاتی ہے۔ وظیفہ کی بھی گنجائشیں رکھی گئی ہے۔ باتیں محاذ حکومت کے قبل کے عرصے میں غیر رسمی تعلیم مفت ۱۱ تا ۱۴ سال کی عمر کے بچوں کو دی جاتی تھی۔ ۱۹۸۰ء میں باتیں محاذ حکومت نے ۹ تا ۱۱ سال کے بچوں کے لئے بھی اس طرح کے تعلیمات کئے اور اس مقصد کے لئے ۱۱۲۴ نئے مراکز قائم کئے۔ ان مراکز میں انہیں ہنسیں دیا جاتی اور طلباء کو کتابیں اور لکھنے پڑھنے کی دیگر چیزیں مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ ۱۹۸۰ء سے اب تک اس اسکیم کے تحت ۱۳۵۴۴ روپے کو ایسے مراکز میں تعلیم دئے گئے ہیں جو اسلئے بنائے گئے تھے۔ بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں ان میں بچوں کے لئے لکچر پروڈجکٹ محاذ کی ذکر ہے۔ ۱۹۸۰ء میں ۸۳۵۰ بچوں کو ۵۲۰۰۰ روپے

مردہ کے لئے تاکہ اس کا جنازہ سر زمین میں بچوں کے لئے ہی طبعاً لا سبر ملے
 تمام کھیتیں بچوں کے لئے تیار کی جائیں تاکہ ہر معاشی لحاظ سے پسندیدہ علاقوں
 میں کافی تعداد کی حامل ہیں۔ ان بچوں کو 'جوانی و شہزادیوں کی وجہ سے کھاس
 لا کے بعد اپنی تعلیم کو جاری نہیں رکھ سکتے' اپنی تعلیم کے سلسلے
 کو جاری نہ کئے ہیں ایسی لائبریریاں کافی سودمند ثابت ہو رہی ہیں۔

بچوں کیلئے طبی دیکھ بھال خدمات:

دیگر ترقی پذیر ملکوں
 کی طرح ہندوستان میں ایک نوجوان ملک ہے۔ ہندوستان میں بچوں کی تعداد
 درج آبادی کی تعداد کی تقریباً ۲۱ فیصد ہے اور یہاں صحت کے نقطہ نظر
 سے بچے عام طور پر کمزور ہیں اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مشہر خوار
 چوں اور سات سال تک کے بچوں (یعنی اسکول جانے کا عمر سے کم عمر کے
 بچوں) کی طبی اور دیگر ضروری دیکھ بھال کی جائے۔ گزشتہ پانچ پچھالیس
 منصوبہ کے عرصے میں ترقی کے تمام شعبوں میں ہندوستان نے اہم کامیابیاں
 حاصل کیں اور اس سے بچوں کو بھی فائدہ پہنچا۔ بچوں میں امراض اور اموات
 کا تعداد کافی زیادہ ہے۔

بچوں میں پیشہ 'خونی پے چش'، سردی بنار، جلدی امراض
 سنس اور سینہ کے امراض بہت ہی عام ہیں اور ان سے بچوں کی
 نشا آتش پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ عیسائی تشفی بخش تغذیہ، دودھ
 سٹران، تغذیہ اور صحت کی بابت کم معلومات اور غیر مستند طبیوں
 علاج پر بھروسہ کرنا۔ ان تمام باتوں نے مسئلہ کو اور بھی شدید بنا
 ہے۔ معرکہ جنگوں کے مقابلے میں ہمارے ملک میں بچوں کی اموات
 تعداد زیادہ ہے۔

بچوں کیلئے صحت پروگرام:

بچوں کی اموات اور امراض کی
 شرحوں میں کافی حد تک کمی کرنے
 لئے خاندانی صلاح و بہبود اور ماں اور بچہ کی صحت خدمات میں مزید
 ترقی لانے کی طرف خاص طور پر دیہی علاقوں میں خصوصی توجہ دیکھ رہی ہے
 پروگرام حسب ذیل ہیں:

(۱) دائمی کی تربیت کا پروگرام: ہر عورت کے
 سن بچہ کی پیدائش کے وقت ایک تربیت یافتہ دائمی یا نرس
 رہنما ہو گا ہے۔ تربیت یافتہ نرس اور کو ضروری ساز و

سامان فراہم کئے جا رہے ہیں تاکہ وہ اپنے کام کا بھروسہ و خوا
 انجام دے سکیں۔ اس نفع کے لئے دایہ گری کرنے والی
 عورتوں کو دایہ گری کی تربیت دی جا رہی ہے تاکہ ہر گھرانہ میں ایک
 تربیت یافتہ دائمی دستاب ہو۔

(۲) خون کی کمی کے مریضوں میں اور بچوں کے علاج

اسی ملک میں بچہ جننے کی عمر کی عورتیں اور بچے بہت سارے امراض
 کے شکار بن جاتے ہیں۔ جسم میں خون کی کمی کے تو عام طور پر مریض ہوتے
 ہیں۔ خون کی کمی کی وجہ سے نہ صرف حاملہ عورتوں کی بلکہ جنم لینے والے
 بچوں کی صحت پر بہت ہی برا اثر پڑتا ہے۔ زچگی کے دوران خون کی کمی
 کی وجہ سے ماں کی موت واقع ہوتی ہے۔

چونکہ ماں اور بچوں میں مغزی غذا کی کمی کی وجہ سے خون کی
 کمی کی شکایت پیدا ہوتی ہے اس لئے انہیں ایک ٹکیا کھلائی جاتی ہے۔
 یہ ٹکیا لوسے اور فوٹک ایسڈ (فولیفیر ٹکیا) سے تیار کیا جاتا ہے اور
 کمزور ماں اور بچہ کو روزانہ ایک ٹکیا کھانی پڑتی ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا
 ہے کہ ان کے جسم میں ہیوگلوبین کو تازہ سب خمرہ کی سطح سے اوپر جاتا ہے
 عام طور پر ایک بچہ یا ایک ماں کو روزانہ ایک کے حساب سے ۱۰۰ دنوں
 تک ٹکیا کھانی پڑتی ہے۔

(۳) وٹامن 'اے' کی کمی کی وجہ سے بچوں میں نابینا

کی روک تھام کے لئے علاج: بہت سارے بچے وٹامن 'اے'
 کی کمی کی وجہ سے اندھے بن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ایک تاجہ
 سال کے بچوں کو ہر چھ مہینہ میں ایک بار وٹامن 'اے' محلول کی صورت میں
 پلایا جاتا ہے۔

(۴) بچوں کیلئے ڈی بی پی اور ڈی ٹی ٹیکس:

بچوں میں پیشہ، ہونگ کھانسی اور سناڑ (ٹے ٹے) کی شکایت عام
 ہوتی ہے۔ بچوں میں ان امراض سے بہت ساری اموات ہوتی ہیں۔ بچوں
 کو ان امراض سے محفوظ رکھنے کے لئے انہیں ڈی بی پی اینٹی جن انفیکشن
 جاتا ہے۔ بڑے بچوں میں ہونگ کھانسی کی شکایت نہیں ہوتی۔

(۵) حاملہ ماؤں کو بی ٹے ٹے ٹیکس سے محفوظ رکھنے کیلئے
 ٹے ٹے ٹیکس کو میڈیکیشن لگایا جاتا ہے۔ اس سے ماں اور نوزائیدہ بچے
 ٹے ٹے ٹیکس سے محفوظ رہتے ہیں۔

بچوں کو ہمیشہ کھانسی اور نئے ٹیٹس سے محفوظ رکھنے کے لئے ہائی ٹیکنیکل ویکسینا جاتا ہے

(۵) پرائمری ہیلتھ سنٹر میں کام کرنے والے ڈاکٹروں کو زچگی اور بچہ گارجہ بحال کے سلسلے میں تربیت دینے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں۔ تربیت دینے کا کام ۱۹۹۰ء سے شروع ہوا اور یونیسیف کی امداد سے ایمریہ باستان میں مرشد آباد میں برہم پور ضلع ہسپتال میں ایسی تربیت دی جاتی ہے۔

(۶) جسانی لحاظ سے معذور بچوں کے علاج کے لئے اخیلہ کے ہسپتالوں میں ایسے بچوں کی معذوری کے علاج کی ٹوٹ کھولنے کی ہمت افزائی کی جا رہی ہے۔ اس طرح کی یونٹوں میں ماہرین ڈاکٹروں کی خدمات فراہم کی جاتی ہیں، ساتھ ہی ان کے لئے آگ بستروں کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

سی ایم ڈی اے کی سرگرمیاں: ایک ترقیاتی ایجنسی ہونے

کے ناطے گلگتہ میٹروپولیٹن ڈسٹرکٹ بورڈ (سی ایم ڈی اے) اپنے وجود میں آنے کے بعد ہی سے بچوں کی فلاح و بہبود کے کام میں مشغول ہو گیا اور اس سلسلہ میں کئی اقدامات بھی کئے۔ سی ایم ڈی اے نے بہت سارے پارک اکیڈم کے میدان اور پرائمری اسکول تعمیر کئے۔

گزشتہ تیرہ برسوں میں سی ایم ڈی اے نے ۱۰۰ سے زیادہ نئے پرائمری اسکول تعمیر کئے اور ۶۰۰ سے زیادہ پرانے اسکولوں کی مرمت کی۔ اب بہت سارے اسکول سی ایم ڈی اے کے تحت زیر

تعمیر ہیں یا نئی مرمت کا کام جا رہی ہے۔

جاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بایں محاذ حکومت نے کلاسز لکھنک تعلیم مفت کر دی ہے اور سی ایم ڈی اے نے اب تک پرائمری اسکولوں کے لئے ۲۶ کروڑ روپے خرچ کئے۔

بچوں کی انفراسٹرکچر اور بہتری کے لئے کھیل کود اور اسپورٹس لازمی ہے۔ اس لئے سی ایم ڈی اے نے شہری علاقوں میں ایک سو سے زیادہ پارک اور کھیل کے میدان کی تعمیر کی اور اندر سیر نو طور پر مرمت کی۔ اس کام میں اس نے اب تک ۶ کروڑ روپے خرچ کئے۔ ڈسٹرکٹ محکمات میں ایک اور بالی بونس پلٹھ میں ایک پارک تعمیر کیا گیا۔ نیز گلگتہ میں اوکلینڈ اسکورٹس میں زمین دوڑ پلٹھ کے ریزرو آٹر کے اوپر بہت ہی خوبصورت پارک تعمیر کیا گیا۔ اس کے آس پاس کے علاقوں کے بچے اس پارک میں کھیل کود کرتے ہیں۔

سی ایم ڈی اے نے سالٹ لیک میں جیل ٹیل نامی ایک بہت ہی خوبصورت اور انوکھا پارک تیار کیا ہے۔ یہاں سالٹ لیک کے علاقے میں سانپوں کا پارک ہے۔ بچوں کی ریل گاڑی ہے۔ بچوں کا ایک چڑیا خانہ ہے اور چوٹی چوٹی پہاڑیاں بھی ہیں +

حال ہند میں گلکے میں منفقہ تیسرے بین الاقوامی نوجوان فلم فیسٹیول کا، شری ملک ارجن، مرکزی نائب وزیر برائے اطلاعات و نشریات، افتتاح کرتے ہوئے۔۔۔ تصویر میں شری کا نئی مجلس امور برائے قومی تعلیم، حکومت مغربی بنگال، شری پراجاسنی بھوویکر، وزیر ریاست برائے اطلاعات و ثقافتی امور اور ڈاکٹر دی۔ شانام رام دیکھے جاسکتے ہیں۔

گلکے میں تیسرے بین الاقوامی نوجوان مسابقتی فلم فیسٹیول

گلکے کے لوگوں کو حال ہی میں منفقہ تیسرے بین الاقوامی نوجوان مسابقتی فلم فیسٹیول کے دوران بہت ساری اچھی اچھی فلمیں دیکھنے کا موقع ملا۔ اس فیسٹیول کا انتظام بچوں کی فلم سوسائٹی نے حکومت مغربی بنگال اور ہندوستانی فلم صنعت کے ساتھ مل کر کیا تھا۔ ۱۲ نومبر ۱۹۸۳ء کو شری ملک ارجن، مرکزی نائب وزیر برائے اطلاعات و نشریات نے اس فیسٹیول کا افتتاح کیا۔ یہ فیسٹیول ۱۲ نومبر سے ۱۴ نومبر تک جاری رہا۔

اس فلم فیسٹیول میں ۶۶ فلمیں، جن میں ہندوستان ہی شامل ہے، نے حصہ لیا وہ ممالک یہ ہیں: آسٹریلیا، بھوٹان، برازیل، بنگالیہ، کیناڈا، عمان، جمہوریہ چینی، کیمبوڈیا، ٹائیوان، لیبیا، مصر، مغربی جرمنی، ہنگری، ایران، اٹلی، نیپال، نیوزی لینڈ، کوبا، برکمال، ارومانیہ، اسپین، شری لنکا، سویڈن، شام، برطانیہ، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، روس، ویت نام، یمن اور یوگوسلاویہ۔

مسابقتی سیکشن میں انعامات کے لئے فلموں کو منتخب کرنے کے سلسلے میں سب سے پہلے پرنسپل ایک جج کا کام تھا۔ اس کے سربراہ مشہور فلم نگار تھیں۔ سب سے پہلے شری ملک ارجن نے

(ہندوستان) شری پرمیتی اور روڈی گیس گودنور (اسپین)، شری میا میرا بیٹے سودا (ٹیکسو، میکسیکو)، شری ماٹ میک آرٹھی (برطانیہ) شری ونگ رنر ہینگ (عوامی جمہوریہ چین) اور شری تھامس (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) اس جوری کے جبران تھے۔

مسابقت میں شامل ہونے والی فلموں کو درجہ اولیٰ انعامات دے دیے گئے، ان میں بہترین فلم کے لئے سب سے زیادتی ایوارڈ، دوسری بہترین فلم کے لئے چاندی کا ایوارڈ، فخری جمہوری ایوارڈ، بہترین ڈائریکٹر، بہترین ایڈیٹر اور بہترین ایڈیٹر کے لئے بہترین موسیقی ڈائریکٹر کے ایوارڈ شامل ہیں۔

چینی فلم "بلنگ اسپرنگ" (Spring and Autumn) کو نوجوانوں کے تیسرے بین الاقوامی فلم فیسٹیول میں بہترین فلم قرار دیا گیا اور اسے سونے کا باغی کا انعام دیا گیا۔ شری کا فلم "انکپلیٹ" ایکسپس (Spring and Autumn) کو دوسری بہترین فلم کا ایوارڈ دیا گیا۔ روس کا فلم "آئی ڈنٹ ڈانٹ ڈو گرو آپ" (I Don't Want to Grow Up) کو بہترین موسیقی کا انعام دیا گیا۔

کونجو اولی کے تیسرے بین الاقوامی فلم فیسٹیول میں بہترین فلم قرار دیا گیا اور اسے سونے کا باغی کا انعام دیا گیا۔ شری کا فلم "انکپلیٹ" ایکسپس (Spring and Autumn) کو دوسری بہترین فلم کا ایوارڈ دیا گیا۔ روس کا فلم "آئی ڈنٹ ڈانٹ ڈو گرو آپ" (I Don't Want to Grow Up) کو بہترین موسیقی کا انعام دیا گیا۔

فلم فیسٹول کی افتتاحی تقریب
سے موقع پر پیش کردہ برطانیہ کی
تصویر کا لاگوٹہ کا ایک منظر

تقریب میں وزیراعلیٰ اشری جیوتی باس نے منتخب فلموں کے لئے انعامات تقسیم
کئے۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک ملک کی
حالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ثقافتی میدان میں وہ کچھ
کے لئے کیا کرنا چاہتا ہے۔

دیباگیا سارٹون فلم "فرکس اینڈ ہونڈ" (Freaks and Hounds) اور
ایم جی اے کو بہترین کارٹونی فلم کا انعام دیا گیا اور موسیقی کے لئے اسپین
کی فلم "گیٹی ورس ٹراویلس" (Gitty Vers Travels) کو
انعام دیا گیا۔
۳۱ نومبر کو انعامات کی تقسیم کے سلسلے میں منقرہ ایک

فلم فیسٹول میں پیش کردہ

مشیر فلم کا ایک منظر

بچوں کے کیلئے سلسلہ

از: پرابودھ مہترا

ہندوستان میں بچوں کی فلم تحریک کوئی پیمان
غیر بات نہیں ہے۔ یہاں تک کہ سوشلسٹ کے بچوں کے بین الاقوامی
سال میں بھی اس ضرورت کو لوگوں پر واضح طور پر عیاں نہیں کیا گیا تھا
کہ بچوں کے کاذب کے لئے ترجیحی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔
سیدھا سادی بات تو یہ ہے کہ بچوں کے لئے خاص طور پر کتبیں تو
لکھی جاتی ہیں اور بچوں کے لئے خاص طور پر سلیبس بھی بنی چاہتیں، اس
بات کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا۔

فلم ایسی کے ورلڈ گریڈ نے سستیہ جیت رائے
کے حوالہ سے اس حقیقت کو عیاں کیا کہ ہمارے ملک میں بچوں کے
لئے سینما گھروں کی کافی کمی ہے۔ شری رائے نے بھی اس امر پر انوکھا
نظر اصر کیا کہ اس عمومی میدان میں غفلت برتی گئی ہے اور اس
میدان میں خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پندرہ سال سے
زیادہ عرصہ قبل بچوں کی فلم سوسائٹی کی تفتیش کمیٹی نے اپنا رپورٹ میں
اس بات کا ذکر کیا اور صاف صاف غفلتوں میں اپنا ناشیخ کیا
اظہار کیا۔

اسی کے بعد کے عرصے میں بھی ضرورت کو پورا کرتے
کے لئے حسب فراہ اقدامات نہیں کئے گئے۔ بچوں کے بین الاقوامی
سال میں حکومت مغربی بھارت کی باغی کوششوں اور بچوں کی فلم سوسائٹی
کے ذریعہ فلموں کی تیاری اور ناشیخ نے کچھ حد تک اس عمل کو برسرِ حیات
ضرورت کا وسعت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اقدامات نے مسئلہ

کا حاشیائی ضرورت کو پورا کیا۔

۱۹۹۷ء میں اس تفتیش کمیٹی نے اپنا رپورٹ میں
کہا تھا کہ اس بات کا قریب کم ہے کہ اس میدان میں کوششیں
بہت زیادہ ہی خوش دھوئی پیدا ہو گا کیونکہ یہ ایک نفع بخش کوشش
نہیں ہوگی۔ یہ خیال اب بھی صحیح ہے۔ اس حقیقت کی شناخت کا
گتھی ہے کہ بنیادی طور پر یہ سماجی رونا اور تعلیمی سرگرمی ہے۔
لئے اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ حکومت اس کی سربراہی کو
گا۔ یہ بات باعث حیرت نہیں کہ دنیا کے مختلف سوشلسٹ ملکوں
بچوں کی فلم کے میدان میں گرانف درخشاں انجام دیں کیونکہ وہاں
حکومت کی سرپرستی نے انہیں ان ملکوں پر جہاں پرائیویٹ پروڈیو
اس موضوع کی طرف دھیان دینا بھی پسند نہیں کرتے، برتری ماحول
کرنے میں مدد دی۔

بچوں کی فلموں کی تحریک تو نصف سے زیادہ عرصہ
سے جاری ہے۔ دستاویزی فلموں اور فلم سوسائٹی تحریک کی طرح اس
کی شروعات بھی برطانیہ سے ہوئی۔ برطانیہ میں رہا ہی کارکن گھن، تعلیمی
اہرن اور فلم کے لوگوں نے مشترکہ طور پر نوجوانوں کی جوفت کے
لئے کچھ ٹھوس اقدامات کرنے کی ضرورت کو حکومت کے سامنے
اچاگر کیا۔ سینئر کی بیس کچوں کی میٹنی ٹور کی بقولیت سے برطانیہ میں فلم
تقسیم کرنے والے جنڈاسم لوگوں نے بھی اس بات کی تائید کی ۱۹۵۷ء
میں سرکاری طور پر بچوں کی فلم کی بنیاد قائم کی گئی۔ بعد میں سینما ڈوگراف
فلم ایکٹ ۱۹۵۷ء نے بچوں کی فلم کے مذکورہ اداروں کو فلم تیار کرنے
کے لئے سالانہ علیہ دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ چند ایکٹروں اور ڈائریکٹروں
نے کم نہیں پر کام کرتے پر رفا مندی کا اظہار کیا۔ ان اقدامات سے بچوں کے
لئے کم خرچ پر فلمیں تیار کرنے میں کافی مدد ملی۔

ہمارے ملک میں ایسی تحریکیں باثرب ثابت نہیں ہوئیں۔ مرکزی
حکومت نے پانچویں دہائی کے وسطی عرصے میں بچوں کی فلم سوسائٹی
قائم کیا تھا۔ یہاں ایک فراوسش کردہ حقیقت کا ذکر کرنا بیجا نہ
ہوگا کہ پانچویں دہائی کے آخری عرصے میں ملک میں بچوں کی ریاستی فلم
سوسائٹی قائم کی گئی اور اس نے ایک متعجب طور پر فلم تیار کرنے کے
بعد اپنے دورِ وارسے بند کر دیئے اور اس کے بعد سے بچوں کی فلم

کے لئے تحریک کا انتظام کرنے کے لئے مغربی جنگل میں منظم کوششیں نہیں کی گئیں۔ یہ تو صرف شیشہ میں ہی رہا جسے حکومت نے بچوں کے بین الاقوامی حال کے موثر پرزوں کے لئے نفع مند جن نہیں تیار کرنے کے لئے ایک پروجیکٹ پر عمل درآمد شروع کر دیا۔

بچوں کی منظم سوسائٹی کو اپنے قیام کے بعد پچیس سال سے زیادہ عرصے تک بہت ساری دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ وہی شانتارام کی سسرال ہی میں ابست مارے یا معنی کو کم کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن حقیقت بچوں کی توں رہ چکی یعنی ضرورت کو پورا نہیں کیا جا سکا۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر اس کے منکوں کی ناکش کا اسکول میں انتظام نہیں کیا جائے تو اس سے ایسی غلوں کے تیار کرنے کا فائدہ مست ہو جائے گی۔

بین الاقوامی منسٹرل نے جسکا بچوں کی منظم سوسائٹی نے انتظام کیا تھا، باہر کی دنیا کی کسٹمر کے گھول دی۔ ان برسوں میں ایسے فیسٹرل میں نہ صرف شرکت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ناکش کے لئے پیش کردہ منکوں کی کوالٹی میں بھی کافی بہتری ہوئی۔ اس سال کے فیسٹرل میں ۳۰ منکوں کی منسلک ناکش کی جائے گی۔ بچوں کو اس ناکش سے کافی فائدہ پہنچے گا ساتھ ہی منظم سائڈ کو بھی تقویت ملے گی۔

منظم مرکزوں میں ایسے فیسٹرل کے انعقاد کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ منظم سائڈ کو اس بات سے روشناس کرایا جائے کہ مختلف مناک کے بچوں کو کیسی کیسی منسلک پنڈ میں تاکہ وہ ایسی غلوں کی تیاری کا کام سنبھال سکے شروع کریں۔ اس سلسلہ میں یقیناً کچھ کمپنیاں مشکل ہو گا کہ ہمارے ملک میں بھی ایسا نہیں جو شاد و خوشی کے ساتھ تیار کی جائیں گی۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے شیل وینڈر ایسی منکوں کی ترقی کے لئے خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کر رہے ہیں حالانکہ جو سیدھی منک میں شیل وینڈر بچوں کی تفسیر اور تعلیم کا خاص منبہل رکھتے ہیں۔

اس ناکش کے منتظمین کے اوز بچوں کی کت بول کے ناکش کے گلے کے نیچے منکر گندہ ہیں۔ بچوں کو اس بات کا پوری

امید ہے کہ آئندہ بھی ان کی تفسیر اور تعلیم کے سلسلہ میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے گا۔
(بقیہ صفحہ ۱۱۱)

پانچ کی صنعت کا کارپوریشن کے انفرادی اخراجات اب تمام دسے رہا ہے۔ یہ کارپوریشن جوئی صنعت کو خام اشیا کی فراہمی اور بہت ساری سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ اس نے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے صنعتی اسٹیشن قائم کئے۔ مغربی جنگل کے چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں میں بہت اقام کی معنومات تیار کی جاتی ہیں۔ ان معنومات میں جدید ترین انگریزوں اور محلی اور انجینئرنگ کی معنومات شامل ہیں۔

بیمادرات : مغربی جنگل ہاٹ اپاٹے اور انجینئرنگ ہاٹ کو گئے دستکاری، چمڑے کی معنومات کو برادرات کے ذریعہ ملک کے لئے کافی غنیمت کی زربلہ کہتا ہے۔ مرت ہاٹ صنعت بڑھوت سے سالانہ تقریباً ۳۰۰ کروڑ روپے غیر ملکی زرمبادلہ کھاتی ہے۔ ہاٹ صنعت کے بعد چائے کا غنم آتا ہے۔ گلکے بندرگاہ میں حالیہ برسوں میں مزید بہتری لائی گئی ہے اور تقریباً بندرگاہ جلدیہ سے زیادہ سے زیادہ برادرات کا کام کیا جا رہا ہے۔ گلکے کے نزدیک ٹان میں ایک آزاد تجارتی علاقہ قائم کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

بقیہ : بچوں کی تعلیم کے

بینی بینا ہمارے زائد کت بول کی ناکش کا گتھی۔ بین الاقوامی ناکشی سیکشن نے بیرونی مناک کی کت بول شدہ کت بول کی ناکش کا اہتمام کیا۔ ہر ملک سے ۱۰ تا ۱۵۰ غزوات کی کت بول کی ناکش کی گتھی۔ سید کے لئے یہ خاص اہمیت کی بات تھا۔ یہ کت بھی فسادت نہیں کی گتھی۔

فیصل بک ٹرسٹ کی کت بول شدہ تقریباً ۵۰۰ کت بول کی ناکش کی گتھی۔ ان تمام کت بول کا موضوع "اشادت کے ذریعہ قومی یک جہتی" تھا۔

مشرقی علاقہ کے بڑے بڑے آرٹ اداروں کے تقریباً ۲۲ شرکار نے بچوں کی کت بول کے زمین کاروں کے لئے ساتھ ساتھ ورک شاپ میں شرکت کی۔ این۔ بی۔ ٹی نے یہ منصوبہ کیونکہ بچوں کی کت بول کی زمین کار کے لئے افادات دتے جائیں۔

یہ سید ہر نومبر ۲۰۲۳ تک جاری رہا۔

میں بچوں کا سہارا بنیں اتواری کتابی میلہ

گزشتہ چاروں برس کی سہرا پر کوہ بندر سہرا کے منعقد
کئے گئے ہیں جن میں شری برہمندر مترا نے پردیپ جلا کر اور مختلف رنگوں کے
خیرات اور خوشنیک بک ٹرسٹ کے زیر اہتمام بچوں کے بین الاقوامی
میلہ منعقد کیا۔ شری مترا نے اپنا اقتصادی تقصیر میں اس میلہ
میں شری منیہ قمر اور دیگر بچوں کے حروفہ بعید میں بچوں کے لئے وسیع
پیمانہ پر کتبوں کی نمائش کی گئی تھی۔ انہوں نے ٹرسٹ کو مشورہ
دیا کہ وہ بچوں کے لئے ہندوستان کی تمام زبانوں پر مشتمل ایک سالانہ میلہ
منعقد کرے۔

اس تقریب میں ہمایونی خصوصی معتمد بنگال کے وزیر
اعلیٰ اور کٹر انوک مترا نے بچوں کے اس کتابی میلہ میں بچوں کی عدم
حضور کو رنجیت کا اظہار کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ یہی مساعروں میں
میں اس طرح کے میلے کا اہتمام کیا جائے۔ خوشنیک بک ٹرسٹ کے
شریک سر کرشنا کرپانی ملائی کا درجہ سے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے
ان کی سال کردہ تقریر کو ٹرسٹ کے ڈائریکٹر شری لکھی ناتھ بھٹا چارہ
منعقد کر سکیا۔

میلہ کے پہلے دن بہت سی اچھی اچھی کن بولوں کی اشاعت
کا اہتمام میں سر منڈو یادھیا کی تعریف کردہ چوٹو دیو بنگلہ نامک
اور بھونکے نے بنگلہ نامک اسٹیل بندو یادھیا کی "ہری ناتھ دے"
سندھ ناتھ گھوش کی "ہندوستان کی لوک کہانیاں اور پریوں کے قصے"
اور شری ہندوستان کی لوک کہانیاں اور پریوں کے قصے" شامل
ہیں۔

اس کتابی میلہ میں ہندوستان بھر سے ناشرین، کتب
منعقد، فلمی ادب کے طالب، بچوں کے لئے پڑھنے لکھنے اور پڑھانے
کے سامان و اشتہارات کو منے والوں نے شرکت کی۔

خوشنیک بک ٹرسٹ کے ایک نمائندے نے بتایا کہ قومی
نمائندگی میں بچوں کے لئے انگریزی اور دوسری ہندوستانی زبانوں پر
۱۰/۱۱

گلتے میں منعقد بچوں کے کتابی میلہ میں ایک نوکھ پوسٹر کی نمائش



آئیے ہاتھ اٹھائیں مسم بھی
مسم جنہیں رسم دعا یاد نہیں
مسم جنہیں سوزِ محبت کے سوا
کوئی بت کوئی خدا یاد نہیں



۲

۱

۲

جن کا دہ پیسہ روٹی کذب و ریا ہے ان کو
ہمت کفر ہے، حسرتِ حقیقت طے
جن کے سرِ قفسِ شیخ جف میں ان کو
دستِ قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق ملے

آئیے مسم غزائیں کہ نگار، سستی
زمزمِ امروہ میں شیرینیِ فردا بھر دے
وہ جنہیں تابِ گراں باری آیامِ ہستی
ان کی پلٹوں پہ شبِ وروز کو ہکا کر دے

عشق کا ستر نہاں، جہانِ تباں ہے جس سے
آج اقرار کریں اور پیشِ میث جائے
حسرتِ حق دل میں کھٹکتا ہے جو کانٹے کی طرح
آج اظہار کریں اور غلطی مٹ جائے

جن کی آنکھوں کو ریحِ صبح کا بار بھی نہیں
ان کی راتوں میں کوئی شمعِ منور کر دے
جن کے قدموں کو کسی زہ کا سہارا بھی نہیں
ان کی نظروں پہ کرنی ماہِ اگر کر دے

۵

۳

فیض احمد فیض

شکار تو فی دینی

صحت عامہ

کے میدان میں مغربی بنگال کی بایں محاذ حکومت کی کاگذری

تین یا چار سال کی تاخیر ہو گئی اور پانچ سال ایم۔ بی۔ ایس کا کورس ۸ یا ۹ سال سے قبل ختم نہیں ہوتا لیکن مارچ ۱۹۸۴ء سے ان درخواستیوں کو دور کر دیا گیا اور اب امتحانات باق عہدہ وقت پر مدد سے ہیں اور نتائج بھی وقت پر شائع کئے جا رہے ہیں۔

بایں محاذ حکومت نے ۱۹۸۰ء میں ان تمام ڈاکٹروں کے لئے جنہوں نے ایم۔ بی۔ ایس پاس کرنے کے بعد ہسپتالوں میں بحیثیت ڈاکٹر ایک سال مکمل کر لیا، آؤس اسٹاف شپ کا کورس درجہ کیا۔ یہ کورس ایک سال کے لئے ہے اور ڈاکٹروں کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ نیز ریاستی حکومت تمام ڈاکٹروں کے لئے پوسٹ گریجویٹ تعلیم حاصل کرنے کی سہولتیں بھی فراہم کرتی ہے۔ ہندوستان کے بہت سے میڈیکل کالجوں میں ڈاکٹروں کا تربیتی عہدہ ہسپتالوں میں ایک سال ڈیوٹی کرنے کے بعد مکمل ہو جاتا ہے اور چند ہی ڈاکٹروں کو جنہوں نے امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کی یا جن کا تقرری دینے والے نظام کے ساتھ کچھ مروجہ معاملے ہیں، ہاؤس اسٹاف شپ کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں بہت ساری باسٹوں میں سروس ڈاکٹر ہی ہاؤس اسٹاف کا کام کرتے ہیں۔

۱۹۸۰ء میں وظیفہ یاب ہاؤس اسٹاف کے لئے مندرجہ سیکشن کمیٹی قائم کی گئی۔ یہ کمیٹی تعلیم اور ہسپتالوں میں سگنڈہ لویوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل اور قابل افراد کو ہاؤس اسٹاف کیلئے منتخب کرتا ہے۔

۱۹۷۹ء میں آئی۔ ایم۔ اے کی سربراہی کے تحت جنرل ڈاکٹروں کے عوامی وفد نے حکومت کے سامنے ایک میمورنڈم پیش کیا تھا۔ بایں محاذ حکومت نے اس بارداشت کے پیش نظر یکم اپریل ۱۹۸۰ء کو ایک وظیفہ کی شرحوں میں تبدیلی کی:

حکومت عامہ تو مرکزی اور ریاستی دونوں حکومتوں کی فہرستوں میں شامل ہے اور اس لئے یہ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ حکومت ہند کی فہرست پر مبنی قومی صحت پالیسی کے نہ ہونے سے اساتذہ ہی وقتاً فوقتاً جزوی پالیسی کا وجہ سے ہیکسٹل کے طریقہ کار میں تال میل میں کافی اختلاف ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں ریاستی حکومت کے لئے صحت عامہ پالیسی مرتب کرنی بہت ہی مشکل یاوں کہتے کہ ناممکن ہو جاتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ریاستی حکومت کے مالی اور استوری اختیارات بہت ہی محدود ہیں لیکن اس کے باوجود بایں محاذ حکومت نے مغربی بنگال میں صحت عامہ کے سلسلے میں نمایاں خدمات کئے۔ اس میدان میں ہمیں اور بھی زیادہ کامیابی حاصل ہوتی اگر ہم سب خواہ سیاسی بیداری اور صحت عامہ کے پروگرام کی تکمیل اور مصاف تاخیر کے ساتھ صحت عامہ کو اور بھی زیادہ اہمیت دیتے۔

بایں محاذ حکومت کی کامیابیاں : ۱۹۷۷ء میں مغربی بنگال میں بایں

ان حکومت نے برسرِ اقتدار آنے کے فوراً بعد ہی صحت عامہ خدمات ان ڈاکٹروں، جنرل ڈاکٹروں، طبی طلباء اور ہسپتالوں کے دیگر کارکنان کو جنہیں ایمر جنسی کے عرصے میں کام سے نکال باہر کر دیا گیا، معطل دیا گیا تھا یا قید کر دیا تھا، پھر ان کے عہدوں پر فائز کر دیا اور ان کے حقانوی جمہوری حقوق کو بحال کر دیا۔

میڈیکل کالجوں میں داخلہ کے وقت روٹنا ہونے والی بد حالی اور کئی پروردگی کو دور کر دیا گیا۔ انڈیگر کویت میڈیکل امتحان میں

ہسپتال کے رہنما ڈاکٹر کیلجے ۲۵۰ روپے کی جگہ ۲۰۰ روپے
جوئر ہاؤس اسٹان ۲۰۰ روپے کی جگہ ۵۰۰ روپے
سینئر آفس اسٹان ۲۵۰ روپے کی جگہ ۵۵۰ روپے

پھر برقی سسٹم میں حکومت مغربی بنگال نے جوئر ڈاکٹر
سکھنسل آف ایجنٹ (جے ڈی ایس) اور جوئر ڈاکٹر کی پیشکش
(جے ڈی ایف) کا داخل کردہ یا داشت پر غور و غوض کرنے کے بعد
مذکورہ ذیلیہ میں مزید اضافہ کیا۔

ہسپتال کے رہنما ڈاکٹر ۳۰۰ روپے سے بڑھاکر ۴۵۰ روپے
جوئر ہاؤس اسٹان ۵۰۰ روپے سے بڑھاکر ۶۰۰ روپے
سینئر آفس اسٹان ۵۵۰ روپے سے بڑھاکر ۶۵۰ روپے

۱۹۸۱ء میں پہلی بار مغربی بنگال کی بایں محاذ حکومت نے
۲۵ فیصد پوسٹ گریجویٹ طلباء کو ۶۰۰ روپے فی ماہ کی کس بطور ملے
رہنے کی منظوری دی۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔
نرسنگ (میلوں کی طبی تیار داری) کا تربیت کا ہولتوں میں
اضافہ کیا گیا۔ زیر تربیت نرسوں کے لئے ذیلیہ میں اضافہ کیا گیا اور اس
ذیلیہ کو ۳۰۰ روپے سے بڑھاکر ۲۵۰ روپے فی ماہ کر دیا گیا۔
جوئر ڈاکٹر اور میڈیکل طلباء کے لئے ہاسٹل میں رہائش
سہولتوں میں ۵۰ فیصد اضافہ کیا گیا۔ خصوصی ضرورتوں کے پیش نظر جن
ڈاکٹروں کو محاذ میں فراہم کی گئی تھیں ان میں سے زیادہ تر ڈاکٹروں کی
علازمتوں کو برقرار رکھا گیا۔

بیماری درجہ کے میڈیکل افسروں کو ۱۹۸۰ء میں ملازمت
پر برسر مددگار ہونے کے بعد ۵۰ روپے ماہوار خواہ دی جاتی تھی لیکن
اس ڈاکٹر کی خواہ اب ۱۶۵۰ روپے ہو گئی۔

طبی تعلیم، تربیت اور تحقیق کے معیار میں بہتری لانے کے
لئے حکومت مغربی بنگال نے ۱۹۸۲ء میں ایک اسکیم رائج کرنے کا کوشش
کی تھی۔ اس اسکیم کے تحت میڈیکل کالجوں کے اساتذہ کو پریکٹس کرنے
کی اجازت دینی ہوگی اور اس کے لئے پریکٹس نہ کرنے کے بعد کی انتہائی حد
کو ختم کر دیا جائے گا اس طرح ایسے اساتذہ کی خواہوں میں کافی اضافہ

ہوگا ساتھ ہی انہیں بہت ساری مراعات فراہم کی جائیں گی لیکن اس
اسکیم کو جاری نہیں کیا جاسکا کیونکہ بہت سارے اساتذہ نے اس
پیشکش کو مسترد کیا اسحاق کورٹ سے شکم اتھاری جاری کر دیا۔
حکومت مغربی بنگال نے اس بات کی زبردست کوشش
کی کہ مردوں اور شمالی بنگال میں میڈیکل کالجوں کی سرکاری حیثیت کو برقرار
رکھا جائے۔ حالانکہ بہت سارے پھر دیئے شہرہ بنگال بنگال اور
برودان میں مستقل میڈیکل کالجوں میں اپنی مستقل کے خلاف ہائی کورٹ
سے حکم اتھاری جاری کر دیا۔

یہ بات بسا قایل ذکر ہے کہ حکومت ہند نے اپنے
بنجہ لا منغوروں میں موت مارنے کے لئے فنقش رقوم میں کافی کمی
کر دی ہے۔ فنقش رقوم کا تفصیل درج ذیل ہے۔

منصوبہ — صحت عامہ کی تبدیلی کی اخراجات کا فیصد

۳۲۰	پہلا منصوبہ
۳۰۰	دوسرا منصوبہ
۲۶۰	تیسرا منصوبہ
۲۱۰	چوتھا منصوبہ
۱۵۴۰	پانچواں منصوبہ
۱۵۸۶	چھٹا منصوبہ

(بحوالہ "انڈیا" ۱۹۸۱ء، صفحہ نمبر ۹۹)

حکومت مغربی بنگال نے اپنے سالانہ صحت عامہ بجٹ میں
۶ فیصد سے ۱۲ فیصد بتدریج اضافہ کیا ہے۔ ۱۹۷۶ء میں صحت
عامہ کے بجٹ پر ۱۰۳ کروڑ روپے فنقش کئے گئے تھے اور ۱۹۸۳ء میں
اس پر ۲۰۲ کروڑ روپے فنقش کئے گئے۔ اس میں شہری پانی
کی سپلائی، پانی کی صفائی، دھوئیں اور عوام کی صفائی کے اخراجات شامل
ہیں۔ ان دونوں پر ۲۵ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی۔

نرسوں اور دیگر بحال کے کام میں ڈاکٹروں کے ساتھ تعاون
کرنے والے اسٹان کے لئے بہت سارے نئے پوسٹ قائم کئے گئے
اس کے علاوہ بایں محاذ حکومت نے گزشتہ پانچ برسوں میں میڈیکل افسروں
کی ۱۲۳۳ آسمانی پیدا کیا۔ اس کی مثال چند ممالک میں کی جاتی ہے

۱۹۹۹ء میں آلات کو درجہ اول سے آؤٹ ڈور ریفریج کے لئے فی کس ۱۵ پیسہ اور آؤٹ ڈور ریفریج کے لئے فی کس ایک روپہ اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا تھا اب موجودہ حکومت نے اس تخمینہ میں اضافہ کر کے اخراجات کو انتہائی زیادہ کر دیا اور چار روپہ کر دیا۔ گزشتہ چھ برسوں میں اس میں مزید اضافہ کر دیا گیا ہے کہ روپے کا اضافہ کیا گیا۔

فردی ادویہ کی باضابطہ سپلائی کو برقرار رکھنے کے لئے بہترین ۱۱۶ ادویہ کی فہرست تیار کی ہے۔ ماہرین نے "ہائی کمپٹی رپورٹ" اور "ڈیٹا بیس" اور "ایڈیٹڈ کمپٹی رپورٹ" کا جائزہ لیا ہے۔ بعد از کوہ فہرست تیار کی۔ ان ادویہ سے ہمارے ملک کے فوٹو فیصد لگ بھگ ۸۰ فیصد تک جاسکتا ہے۔

حکومت مغربی بنگال نے بہت ساری اہم ادویہ اور جان بچانے والی ادویہ پر پابندی لگائی ہے اور دیگر ادویہ میں سبسڈی کیسے کو فیصد سے کم کر کے ۴ فیصد کر دیا۔

ادویہ کی تیاری میں مسزوری طور پر خود کفیل ہونے کیلئے ریاستی حکومت نے بنگال کیمیکل اور بنگال ایٹومینٹی اور دروازہ کے دو بند کارخانوں کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے مرکزی حکومت سے بات چیت کی اور اس کام میں مرکز کے ساتھ تعاون کیا۔ نیز ریاستی حکومت نے دواسازی کے چھوٹے چھوٹے جوار کارخانوں کی ذمہ داریاں اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ ریاستی حکومت نے پودوں سے دوائی تیار کرنے والی پونٹوں کو ریاست میں منتقل کر دیا، ساتھ ہی ضلع دار جنگ میں بھی ایسی بہت ساری نئی پونٹیں قائم کیں۔

ادویہ کنٹرول شعبہ کو ضلع میں سب ڈویژن سطح تک لایا گیا اور ادویہ سٹور ہاؤس کے کام کو بج کی نگرانی کے لئے مزید ڈیپارٹمنٹ مقرر کئے گئے۔ ادویہ کا جانچ کرنے کی تجربہ کار کو وسیع بنا دیا گیا اور اسے جدید آلات سے لیس کر دیا گیا۔ نقلی ادویہ کی تیاری و تقسیم کے کام کی روک تھام کے لئے یہ اقدامات کئے گئے۔

ہسپتالوں میں زیر علاج مریضوں کی خوراک میں بہتری کے لئے عام مریضوں کے لئے مفت خوراک ۲ روپے سے بڑھا کر ۵ روپے فی کس اور سرجن کے امراض کے مریضوں کے لئے ۵ روپے سے بڑھا کر ۱۰ روپے

سے بڑھا کر ۵ روپے فی کس کر دیا گیا۔ ان مفت خوراکوں میں مزید اضافہ کرنے کا ضرورت ہے۔

میڈیکل اسٹڈنٹس کے تعلیمی جائزہ کا کام تقریباً آٹھ برسوں سے رہا ہے، لیکن گزشتہ چھ برسوں میں تین بار جائزہ کا کام کیا گیا اور ۱۹۹۹ء تک فہرست کو جدید بنایا گیا۔ مراتب کے لحاظ سے ترتیب دینے کی فہرست کی تیاری کا کام شروع کر دیا گیا۔

گزشتہ چھ برسوں میں ہسپتالوں میں بستروں کی تعداد کو ۸۰۰۰ سے بڑھا کر ۵۹۵۰ کر دیا گیا، نیز اس دوران مغربی بنگال میں ۳۰ نئے پرائمری مراکز، ۶۸ نئے میڈیسن مراکز، ۳۴ نئے ذیلی مراکز، ۶۸ نئے دیہی ہسپتال اور تین نئے شہری ہسپتال کھولے گئے۔ موت عام کے سلسلے میں مزید سہولتیں فراہم کرنے کے سلسلہ میں موجودہ ہسپتالوں میں بستروں کی تعداد میں کافی اضافہ کیا گیا اور بہت سارے پرانے اور بند ہسپتالوں کی ذمہ داریاں ریاستی حکومت نے اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔

ہسپتالوں کی کارگزاریوں میں بہتری لانے اور سہولتیں فراہم کرنے کے لئے مریضوں کی بہتر طبی دیکھ بھال کرنے، ہسپتالوں کے مختلف شعبوں اور سیکشنوں کے درمیان بہتر تال میل پیدا کرنے، ہسپتالوں کو کھاف سترار کھنے، بد عنوانی، چوری اور ہسپتالوں کے کپاؤنڈ میں سماج دشمن سرگرمیوں کو کم کرنے اور ہسپتال میں بہتر تعلقات عامہ کی افزائش اور بہتری کے لئے بڑے ہسپتالوں میں انتظامی اور فنانس کئے گئے ہیں۔ ضلع ہسپتالوں میں ضلع پریشیدوں اور اپیل پریشیدوں کی طرف سے ایسے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

ہسپتالوں کے کاؤنٹر پروڈکٹس کے لئے ہسپتال کے اموال اور دیگر ضروری تفصیلات کے سلسلہ میں ایک رہنما کتاب تیار کی جا رہی ہے۔ بانک پور میڈیکل کالج سے ملحق ایک دواسازی اور دوا سازی کا ایک اسکول چلا کر دیا گیا۔

سندھ بن علاقہ کے اندرونی حصے میں ندیوں کے ساحلوں پر واقع علاقوں میں پھر درجہ کی صحت کی دیکھ بھال کے کام میں بہتری لانے اور فائدہ مند افراد کے پروگرام کے لئے پہلی بار دو موٹر لائچ کا انتظام کیا گیا ایک لائچ میں تفتیش کے آلات اور ادویہ ہوں گا اور دوسرے میں فنانسنگ

نفاذ کے ساتھ سامان ہونے لگے۔

شہری اور دیہی علاقوں میں طبی دیکھ بھال اور طبی کارروائی قائم کرنے کے پیش نظر صحت بٹ پر نظر ثانی کی جائے گی۔
دراسی میں زیادہ سے زیادہ فنڈس فراہم کیا جائے گا۔
ہسپتالوں کی کٹریوں اور ایمبولنس گاڑیوں کی مرمت کے لئے ایک ٹاسک فورس قائم کی جائے گی۔

فی الحال ایس ایس کے ایم ہسپتال میں خون بنک، عکس روم، ای سی جی وغیرہ کی سہولتیں بروقت فراہم ہیں۔ پیچیدہ لیگیا ہے کہ ایسی سہولتیں میڈیکل کالج، آر جی کارڈ میڈیکل کالج ہسپتال میں بھی فراہم کی جائیں۔

ڈاکٹروں اور صحت عامہ شعبوں کے دیگر اسٹاف کی بے ضابطہ منتقلی کی روک تھام کرنے کے لئے ایک اصول مرتب کیا گیا ہے اور جسے ۱۹۸۲ء سے چالو کر دیا جائے گا۔

نروڈوں کی لب انداز مرگ طبی جانچ کرنے کے لئے ڈاکٹروں کے لئے مزید، ایسی آتی سہولتیں فراہم کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔
طبی دیکھ بھال کے سلسلہ میں انسدادی اقدامات کو اتنی اہمیت حاصل ہے اور صحت عامہ بٹ کی، اہمیت درجہ ان سب انسدادی اقدامات پر خرچ کرنے کے لئے فنانس کر دی گئی ہے۔ ان اقدامات کے تحت وسیع پیمانہ پر ٹیمپل انٹی جن انفیکشن دینے کی بجائے لوگ ختم کے لئے دوا، طبیسیریا، انالیریا، کوڑھ، تپ دق کی روک تھام کرنے کے لئے اور یہ کی تقسیم، انسدادی روک تھام کرنے کے کام میں کافی مدد ملے گی۔

عام بیماری کے علاج کے کام کو ترجیح دی جانی چاہیے۔ اتنی جلد لوگ، خاص طور پر وہ سب جو غربت کی سطح سے بھی نیچے سطح پر زندگی بسر کر رہے ہیں اور کتوں اور شہروں کی بستیوں میں رہتے ہیں، عام طور پر اس مرض کے شکار بن جاتے ہیں۔

طبی دیکھ بھال کے کام کو دیہی علاقوں اور شہری بستیوں کی طرف مرکوز کر دینا چاہئے۔ مرصہ دراز سے سیاسی حکومت شہری علاقوں میں طبی دیکھ بھال کے کام کے لئے بر سال بجٹ روپے فی کس اور یہی علاقوں میں ۵۰ روپے فی کس کے حساب سے خرچ کرتا ہے۔

اس منظم تقریب کو ختم کر دینا چاہئے۔

صحت انتظامیہ کو چھوڑ کر دیکھ بھال کرنا چاہئے۔ طبی دیکھ بھال کے شعبہ میں منصوبہ بندی کرنے سے یکساں تحفظ ملے گا۔
بہتر بنانے کے کام کے شعبہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شرکت کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں اور اس مقصد کے لئے جدت کئے جائیں کہ ایسے کام دیہی علاقوں میں پھیل جائیں اور شہری علاقوں میں لوگوں کو براہ راست شرکت کر سکیں۔

ہسپتال کے کام کا رجحان لوگوں بہتری لانے کے لئے اقدامات کرنے کا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایجنسی خدمات، ایمبولنس کی سہولتوں، انڈور اور آؤٹ ڈور میں طبی سہولتوں، صفائی، ہسپتالوں میں ڈسپنسن کی بحالی، لازمی اور دیگر کافی سپلائی اور صحت کے متعلق مشینوں کو اچھی حالت میں رکھنے کے سلسلہ میں ترجیحی اقدامات کرنے کا ضرورت ہے۔

ہر میڈیکل کالج کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ وہ تقویمی علاقہ میں صحت عامہ کے سلسلہ میں امراض کی روک تھام کرنے کے لئے انسدادی اقدامات کرے اور ریجنوں کو علاج کی سہولتیں فراہم کرے۔ نیز ایسے ہسپتال تمام متعلقہ ڈاکٹروں اور دیگر طبی طلباء اور افراد کے لئے تربیت گاہ کی سہولتیں فراہم کرے۔

شعبہ صحت عامہ میں اندرونی تعاون اور تمام سطحوں پر دیگر شعبوں سے باہمی تعاون کے نظام کو فروغ دیا جائے۔

پرائمری درجوں سے یونیورسٹی تک صحت کی تعلیم دی جائے اس تعلیم میں انسدادی صحت دیکھ بھال پر درجہ اول اور باضابطہ کثرت کو بھی شامل کر لینا چاہئے۔ ماڈل کی تقسیم صحت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے چاہئے۔

طبی دیکھ بھال کا کام الگ تنگ رہہ کو نہیں کیا جاسکتا۔ اس کام کو خوراک، پانی کی سپلائی، تعلیم، مکانات، روزگار، صحت مند ماحول اور تندرستی کی بابت بیداری کے کام کے ساتھ ساتھ انجام دینا چاہئے۔ اس کام میں کادیابی حاصل کرنے کے لئے وسیع پیمانہ کی عوامی صحت تحریک شروع کرنی چاہئے۔

ضروری اور دیگر کی پیداوار میں حکومت ہنسکو رفتہ رفتہ اضافہ

کنا چاہتے اور آج بھی ادویہ تیار کی جاتی ہیں ان سے چھ گنا زیادہ ادویہ تیار کر لی جاتے اور اس طرح ہمارے ملک میں مریضوں کا صوبہ خواہ علاج کیا جائے گا۔ ضروری ادویہ سستی قیمتوں پر سرکار میں کی جانی چاہیے۔ طبی تعلیم کو مکمل عام کر دینا چاہیے۔ طبی اور نیم طبی تعلیم، تحقیق کے کام میں بہتری لانے کے لئے بریکٹس نہ کرنے والے اساتذہ کی ضرورت ہے اس لئے مذکورہ عدالتی کارروائیوں کو ختم کرنے کی کوششیں کی جانی چاہئے۔

جن اداروں کی ذمہ داری حکومت نے سنبھالی ہے ان کے کام کاج میں بہتری لانے کے لئے اقدامات کئے جانے چاہئیں اور ایسے اداروں کو مناسب طور پر استعمال کرنا چاہئے۔

لوگوں، جمہوری عوامی تنظیموں، ڈاکٹروں، نرسوں، طبی کام کے معاونوں کے برخلاف تعاون کے بغیر ہسپتالوں اور طبی دیکھ بھال کرنے والے دیگر اداروں کے کام کاج میں بہتری لانا ممکن نہیں۔

ڈاکٹر، نرس، طبی کام کے معاون اور سماجی کارکنان سمجھیں کہ سماجی مفہد کو سامنے رکھنا چاہیے اور مریضوں کے سلسلہ میں ان کا نظریہ محدود رہنا چاہئے کیونکہ انہیں مریضوں کی زندگی اور موت کے نازک مسئلے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے انہیں کافی سماجی ذمہ داریوں کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دینا پڑتا ہے۔

ڈاکٹروں، نرسوں اور ہسپتال کے دیگر کارکنان کو تمام جمہوری حقوق مع کام بندی حق، حاصل ہونے چاہئیں۔ لیکن جب جیسے بات چیت، معروضات، احتجاج، بھڑکنا وغیرہ جیسی تحریکیں بے اثر ثابت ہوں تو آخری ہتھیار کے طور پر کام بندی یا گھیراؤ کرنا چاہئے۔

کام بندی یا گھیراؤ سے کسی تحریک کا آغاز نہیں ہونا چاہیے۔ ہسپتالوں میں ایمرجنسی سروس کو مکمل طور پر بند کر کے کام بندی قریب شروع کرنی نہیں چاہیے۔ ایمرجنسی سروس کو بند کرنا غیر اخلاقی اور انسان دشمنی کا کام ہے۔

ڈاکٹروں، نرسوں اور ہسپتالوں کے دیگر کارکنان کی جائز شکایتیں ہیں، جائز مطالبات ہیں تو انہیں فتنہ مچانے کے لئے نوری طور پر اور بے عرصے کے لئے یکے بعد دیگرے پورا کیا جاسکتا ہے۔ انکی سماجی حیثیت اور لوگوں کے ساتھ ان کے تعلقات کافی اہمیت کے حامل ہیں

اس لئے انہیں جمہوری طور پر شکایت کا معنی نہیں کرنی چاہئے۔ اور نہ سیاسی کارکنوں کو جو ان کے لئے کام کرنا چاہتے، کیونکہ ان کے ان اقدامات سے مریضوں کو معصوبہ انتہا کرنا پڑتا ہے اور عوام سے ان کے خوشگوار تعلقات پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ہسپتالوں کے ڈاکٹروں، نرسوں اور دیگر اسٹاف کو اپنے مطالبات کی بابت براہ راست مرکزی حکومت سے رجوع کرنا چاہئے اور انہیں حکومت ہند کے ہسپتال اور دیگر اداروں میں تنازعہ کے سمجھوتہ بل جاری کرنے کی کوشش کے خلاف احتجاج کرنا چاہئے کیونکہ اس بل سے جمہوری طور پر بات چیت کرنے کے لئے ان کے جمہوری حقوق پر کچھ پابندیاں عائد ہو جائیں گی معشرہ بنگال کی باتیں محاذ حکومت، معاشی، سماجی پابندیوں اور مرکز کے عدم تعاون کے باوجود مغربی بنگال میں صحت عامہ کے میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

سیلاب زدگان کی امداد کے اقدامات

حکومت مغربی بنگال نے ۹۶۵۰۰ روپے مرشد آباد اور والدہ کے منفعہ جسرٹوں میں سے ہر ایک کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ان رقم سے ۵۰ میٹرک ٹن گھوں خرید سکیں اور ان سے دونوں منطوق کے غریب سیلاب زدگان کے درمیان تقسیم کر سکیں۔ حکومت مغربی بنگال نے ان دونوں اضلاع کے منفعہ جسرٹوں کوئی کس مزید ۲۵۰۰۰ روپے دے تاکہ وہ ان اضلاع میں سیلاب امداد کے اقدامات سے وابستہ انفاقی اخراجات کو پورا کر سکیں۔

(باقی صفحہ منسلک)

روزگار کے میدان میں بے روزگاروں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا لیکن زیادہ سے زیادہ بے روزگاروں کے لئے روزگار فراہم کرنا ممکن نہ ہو سکا۔ یہ صورت حال تو بنیادی معاشی بحران کا نمونہ ہے۔



مغربی بینکال میں صنعتی تعلقات

مغربی بینکال میں بائیں محاذ حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے صنعتی تعلقات کی صورتحال میں کافی بہتری ہوئی۔ ساڈا ایمریکنی کے دوران ٹریڈ یونین تحریک کا حال میں سست ہو گیا تھا۔ اس لئے اس عرصہ میں یہ مزدوروں کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں اجتماعی طور پر بات چیت نہیں کر سکی۔ لیکن مغربی بینکال میں بائیں محاذ حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد صورت حال بالکل بدل گئی۔ یونینوں کی حکومت کا اہم مقصد یہ ہے کہ ایسی پالیسیاں مرتب کی جائیں اور انہیں رو بہ عمل لایا جائے جن سے فنت کش لوگوں کو فائدہ ہوئے اور انہیں عرصہ میں مزدوروں اور ملازمین کے ساتھ جو انصاف نہاں کی گئی ہے انہیں دور کر دیا جائے۔ فنت کشوں کے جائز مطالبات اور جدوجہد کی پوری تائید کرتے ہوئے بائیں محاذ حکومت نے ایسی پالیسی مرتب کی ہے جس سے ٹریڈ یونین آزادی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ ایسے اقدامات کے ذریعہ اس بات کی بھی کوششیں کی گئیں کہ ٹریڈ یونین حقوق اور تمام قانونی شکوک میں ٹریڈ یونین تحریکوں کی ضمانت دی جائے اور انہیں فروغ حاصل کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

بائیں محاذ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے فوراً بعد ہی اپنے شعبہ فنت کے ذریعہ آجروں کی تنظیموں کے نام گشتی خطوط جاری کئے کہ اپنے ان ملازمین کو جو مغربی بینکال میں ۱۹۷۲ء سے اس وقت کی ناراض سیاسی صورتحال کا دور سے اپنی ملازمت کے لئے عافری مدت کے لئے فنت کشوں کی فلاح و بہبود اور فلاحیت کے تعین کے لئے سب طرف بنیاد کے بورڈ جیسے فنت مشاورتی بورڈ

کی ایجاد نوادہ از سر نو تشکیل کی گئی۔ یونین ایجنٹ کی تربیت کے سلسلے میں حکومت فنت کے پاس مندرجات داخل کی گئیں۔ یونین کا ادائیگی کے لئے اقدامات یہ کئے گئے۔ یونین ایجنٹ میں تربیت کا دور سے اجتماعی بات چیت کی ہمت افزائی ہوئی۔ یونین کی ادائیگی کے سلسلے میں ریاستی فنت مشاورتی بورڈ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ باتیں جاری کی گئیں۔ بعد کے برسوں میں اس طریقہ کار کو رو بہ عمل لایا گیا اور یہ اقدام صنعتی امن اور فلاحیت کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوا۔

بائیں محاذ حکومت کے شعبہ فنت کی سرگرمیوں کے جائزہ سے یہ بات بیان ہو جاتی ہے کہ گزشتہ تھہ برسوں میں ہڑتال کے کیسوں کی تعداد میں کافی کمی ہوئی۔ ۱۹۷۲ء میں ہڑتال کے ۱۹۹ واقعات رونما ہوئے ان میں ۸۵۹۶۶ لوگوں نے شرکت کی، لیکن ۱۹۸۲ء میں ایسی ہڑتالوں کی تعداد کم ہو کر صرف ۲۹ ہو گئی اور ان ۸۱۱۳۳ مزدور شامل تھے۔ تالابندی کے واقعات بھی ۱۹۷۲ء میں ۱۵۲ سے کم ہو کر ۱۹۸۲ء میں ۱۱۵ ہو گئے۔ ۱۹۷۲ء میں بندی کے ۱۱۹ کیس ہوئے جن میں ۱۱۳۶۶ مزدور متاثر ہوئے، لیکن ۱۹۸۲ء میں بندی کے صرف ۳۶ کیس ہوئے جن میں ۲۱۸۵ مزدور متاثر ہوئے۔ ہڑتال، تالابندی اور بندی کے واقعات ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۶ء تک کے عرصہ میں اور پھر ۱۹۷۶ء کے عرصہ میں ان کے اعداد و شمار درج ذیل ہیں :

۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۶ء

کیسوں کی تعداد — متاثر مزدوروں کی تعداد

ہڑتال	۶۲۹	—	۱۵۹۲۰۰۰
تالابندی	۷۵۳	—	۲۰۱۰۰۰
بندی	۵۸۷	—	۹۵۸۲۷

۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۲ء

کیسوں کی تعداد — متاثر مزدوروں کی تعداد

ہڑتال	۵۸۹	—	۶۸۵۰۰۰
-------	-----	---	--------

منظم سیکٹر میں موجود ریاستی حکومت نے تنازعات کے تصفیہ کے طریقہ کار کے طور پر اجتماعی بات چیت کی ہمت افزائی کرنے کے سلسلہ میں اپنی پالیسی کو جاری رکھا ہے۔ ایسی اجتماعی بات چیت کی ہمت افزائی کرنے کے سلسلہ میں حکومت کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور اس کے نتیجے میں اس حکومت کے دور میں انجینئرنگ، صنعت، اپٹ صنعت، سوتی کپڑوں کی صنعت اور میدہ یوں میں ۱۹۷۹ء میں اجرت کے سلسلہ میں ہاتھوں اور مزدوروں کے درمیان سمجھوتے ہو گئے۔ اس طرح ۱۹۸۰ء میں چائے صنعت سے متعلقہ صنعتوں میں بھی ایسے سمجھوتے ہوئے۔ مذکورہ چار بڑی صنعتوں میں معاہدے کی معاہدہ پوری ہو چکی اور اس لئے ان صنعتوں کے مزدور بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر اجسروں پر نظر ثانی کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ مزدوروں کی طرف وہ دہیود کے سلسلہ میں ریاستی حکومت کی پالیسی اور پروگرام یہ ہیں کہ مزدوروں کو ہدایتیں اور کام کرنے کے حالات میں بہتری لائی جائے اور ان کے جمہوری حقوق کو بحال کیا جائے اور ان کی حفاظت کی جائے۔ اس پالیسی کے پیش نظر ریاستی حکومت نے مذکورہ بالا چار بڑی صنعتوں کے مزدوروں کے مطالبات کے فرمان پر مذکورہ صنعتوں کے متعلق پارٹنوں اور انفرادی سے بات چیت شروع کر دی ہے۔

حکومت کشمیر کے لوگوں کو بہتر طور پر مدد و تحفظ اور مراعات فراہم کرنے کے مد نظر باہمی تعاون حکومت نے مزدور سے متعلق اہم قوانین میں مناسب ترمیمات لانے کے لئے ہمیشہ کوشش کی ہے اور اب بھی کر رہی ہے۔

صنعتی تنازعات ایکٹ ۱۹۴۷ء میں جہاں تک اس کا اطلاق مغربی جگہاں پر ہوتا ہے، ترمیمات لائی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ مددگار کامدواری میں ترمیم لائی جائے اور ان کی کارروائیوں کے لئے مدت مقرر کی جائے۔ ساتھ ہی مختلف حالتی فیصلوں کو بہتر طور پر پابند کھینچ کر جو پہلے سے غیر واضح ایکٹ میں مندرجہ ان حالات کے خلاف تحفظ

اور ایکٹ کو دوبارہ عمل لانے کے لئے غلو کو دور کرنے کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس ایکٹ میں ان باتوں کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ ہندی سے پہلے آجری کو ہندی معاوضہ اور اگر ناپڑے گا اور اس ایکٹ کے وی۔ پی باب کے دائرہ عمل میں بہت ساری باتوں کو لایا جا رہا ہے کیونکہ ان کا کام سے ہندو اپنے باجیٹائی کرنے سے قبل غصوں حکام کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

صنعتی تنازعات ایکٹ ۱۹۴۷ء میں مزید تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس ایکٹ کی دفعوں کے تحت زیادہ سے زیادہ مزدوروں کو اور روزگار فراہم کرنے سے انکار کے مسئلہ کو حل کر لیا جائے۔ اس ایکٹ کی دفعوں میں بھی ترمیم لائی گئی ہے تاکہ انفرادی تنازعات کو لیسر انڈسٹری ٹرائی بولس میں آسانی سے لایا جا سکے۔ رہنمائی اقدامات اور روزگار کے تحفظ کے سلسلے میں غیر محفوظ مزدوروں کی حفاظت کے لئے ریاستی اسمبلی میں منڈل مزدوروں کی پاسکی کر گیا۔ بایں نماز حکومت نے گھر کا کرایہ اور انس ایکٹ میں بھی ترمیم کر دیا۔ الٹا گھر کے کرایہ الاؤنس کو ۲۲ فیصد سے بڑھا کر پانچ فیصد کر دیا۔ پیشہ ورانہ اداروں کے ملازمین کو دکان اور ادارہ ایکٹ کے دائرہ عمل میں لایا گیا، اس مقصد کے لئے مذکورہ ریاستی ایکٹ میں ترمیم لائی گئی۔ ریاستی حکومت نے ۱۹۷۹ء میں ٹریڈ یونین میں ترمیم لائی اور اس میں ہاتھوں سے بات چیت کرنے والے ایکٹوں کے انتخاب کی گنجائش رکھی گئی۔ اس ترمیمی میں کو صدر ہند کی منظوری کے لئے بھیج دیا گیا، لیکن ابھی تک اسے صدر کی منظوری کا انتظار ہے۔ ریاستی حکومت اب اس بات پر اصرار نہیں کر رہی ہے کہ اس سلسلہ میں مزید قانون مرتب کئے جائیں یا نہیں۔ دیگر ریاستوں سے اگر اس ریاست میں کام کرنے والے مزدوروں کو زیارتی بار رکھنے اور ان کے لئے مقامی اقدامات کرنے کے سلسلے میں ریاستی حکومت نے بین ریاستی باہر مزدور قوانین مرتب کئے۔ بنگالہ کے مددگار کے سلسلے میں حکومت نے ریاستی مزدوروں کا مشاورتی بورڈ قائم کیا ہے۔ اس بورڈ کے ذریعے یہ کام دیا گیا ہے کہ وہ مزدوروں کے مسائل کا حل تازہ لے اور ان کے تحفظ اور فائدہ کے لئے تحجب ضروری اقدامات کی تجویز پیش کرے۔

غیر منظم سیکٹر میں حکومت نے مزید نوآبادی کے کام کو جاری رکھا ہے

حکم مسبروں کی شرح میں مقرر کردہ اور مزید اضافہ کے لئے
 ہے کہ عورت کی شرح میں اضافہ کی۔ بیڑی بنانے والوں اور مزدوروں
 لم سے کم شرحوں میں اضافہ کرنے کے بعد اضافہ کر دیا گیا۔ کم
 کم اجرت ایک ۱۹۴۵ء کی پندرہ روپے تک کے لئے ہمارے پر کم
 کم اجرت انسپکٹروں کی تقریری کا نتیجہ تاکہ مضافاتی کارکنوں کو
 حکومت کا مقررہ شرحوں پر کم سے کم اجرت میں۔

زیر خود موجود میں ہاؤس میں رہائشی سہولتیں اسکیم کے میدان میں
 کی ترقی کی گئی۔ اس اسکیم کے تحت پندرہ گھنٹہ کا تعداد ۶۰۰
 سے بڑھ کر ۱۱۲ لاکھ اور اسکیم سے مستفید ہونے والوں کی
 اور ۴۲ لاکھ سے بڑھ کر ۵۲ لاکھ ہو گئی۔ اس عرصہ میں ای۔ ایس۔ آئی
 سہولتوں کی تعداد اور پندرہ مریضوں کے علاج کیلئے بستروں کی تعداد
 ترتیب ۱ سے بڑھ کر ۱۲ اور ۲۰۵۵ سے بڑھ کر ۳۱۵۵ ہو گئی تھا کہ
 مریض ۳۳ پر گئے ہیں۔ ۳ بستروں کا ایک ای ایس آئی ہسپتال
 پر گئے کا کام جاری ہے۔ ہسپتالوں میں بہتر طبی سہولتیں فراہم
 کرنے کے لئے نظر ہسپتال سے بہتر ڈاکٹروں کی کافی تعداد میں تقرری
 ہے۔ مرکزوں پر گئے شیشوں کی جاری ہیں۔ ایسے ہسپتالوں کی کارگزاری
 پر دیکھنے کے لئے مشاہدہ کی گئی ہیں تمام کا نتیجہ ہے۔ بایں عائد حکومت نے
 علاج اور اس ریاست میں مسئلہ سے منکر اسکیم کے تحت آؤٹ
 علاج کی سہولتیں فراہم کیں۔ یہ کام اب بھی جاری ہے۔ اس مقصد کے
 تحت ایک ۱۶ سو سو شہانہ قائم کیے گئے۔ اس عرصہ میں مریض ۱۵
 ہزار اور یہ کی دکانیں کھولی گئیں۔ ایپولس گاڑیوں کی تعداد بھی گیارہ
 سے بڑھ کر پچاس ہو گئی۔

۱۹۶۵ء میں بایں خانہ تیار شدہ کار کے ذرائع کو ذریعہ
 بنی بھرتی کی پالیسی کو اپنایا اور اس پالیسی کو رو بہ عمل لایا جا رہا ہے
 اس پالیسی کا عمل کے لئے ضروری انتظامی اقدامات کیے گئے ہیں۔
 وزیر کے مشاوریوں کے لئے اس حکومت نے مریض ۲۵ سہولتیں
 وزیر کے دفاتر اور مریض ۳۲ روز گھبراہٹ اور لاہور روکھ لئے۔
 ریاستی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر سب ڈویژن میں
 باؤڈرڈ روزگار کام سے کم ایک دفتر قائم کیا جائے۔ اس فیصلہ کو عملی
 طور پر رو بہ عمل لایا گیا۔ ہر مرکز میں کام کرنے کی دیکھ بھال کے لئے ایک

مشاہدہ کی گئی بھرتی کی گئی۔ اس میں ریاست میں ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۶ء
 کے دوران تیار کردہ روزگار کے ذرائع کے ذریعہ... سب سے زیادہ
 کے لئے روزگار فراہم کیا گیا۔ بایں عائد حکومت کا بے روزگار امداد
 اسکیم پر کم اپریل ۱۹۶۵ء سے عمل درآمد ہوا ہے۔ اس اسکیم
 سے ۲۰۰۰ لاکھ روپے روزگار کو مستفید ہونے والوں کی سہولتیں
 حکومت نے ۱۹۶۵-۶۰ کو مقررہ شرحوں کے لئے روزگار کو اسکیم
 سے مستفید ہونے والے تقریباً ۱۵ لاکھ افراد کو مختلف کام کے
 پروگرام سے وابستہ کر لیا اور اس طرح تقریباً ۱۵ لاکھ کام کے دن
 پیدا کئے جاسکے۔

ترقیہ تنظیم کو مستحکم بنایا گیا۔ ہر پیشہ ورانہ کام
 کے ایسے نئے نوٹوں میں تربیت کا انتظام کیا گیا۔ ایسی تربیت سے
 تربیت یافتگان کو ملازمت پانے میں یا خود روزگار کام کرنے میں آسانی
 ہوگی۔ اس مقصد کے لئے بہت حد تک صنعتی تربیتی اداروں کو مرکزوں
 میں تربیت کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ ان پیشہ ورانہ کام میں جن کی
 تربیت کے لئے صنعتی تربیتی اداروں میں بھی سہولتیں فراہم نہیں
 ہیں۔ تربیت دینے کے لئے ایک نیا بنیادی تربیتی ادارہ قائم کیا گیا
 ہے۔ ریاستی حکومت نے ملک کے نزدیک ممالک کے علاقہ
 میں مرکز کو ۱۲۰ ایکڑ قطعہات آراضی دے تاکہ یہاں مریض / اسٹاف تربیتی
 اور تحقیقی انسٹی ٹیوٹ قائم کر سکے۔

مزدوروں کو اور بھی زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کے پیش
 نظر مریض بنگال مزدور رفاہ بورڈ نے تین اور فٹیل سکات تعمیر
 کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ مزدوروں کی مزید فلاح و بہبود کے
 لئے یہ بورڈ اور موڈل دیفینس سہولتوں کے تحت چیت کر رہا ہے۔
 اپنا گھنٹہ تعمیر کر کے اسکیم کے تحت اس بورڈ نے بیڑی بنانے والے
 مزدوروں کو ۲۰۰۰ روپے دئے۔

مزدوروں کی فلاح و بہبود کے انتظامی میدان میں مختلف
 سہولتوں کو جاری نہ کرنے کے لئے ریاستی حکومت کو بہت حد تک
 بنیادی کام کے تحت کام کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ریاستی ممالک
 چیت کو تعمیر و مرمت کے لئے حکومت کی سہولتوں کو شیشوں کی دکانوں
 اس عرصہ میں عام طور پر تربیت کے شعبہ کو کافی فائدہ پہنچا
 (بائی مشاہدہ)

احسان دانش کا شاعری

احسان الحق کا وطن باغیت فصیح میرٹھ ہے۔ ان کے والد کا نام قاضی دانش علی تھا۔ احسان کی پیدائش کا محض معلوم نہیں ہے۔ والدین کے نامساعد حالات کی بنا پر احسان کی تعلیم چوتھی جماعت سے زیادہ نہ ہو سکی۔ اس زمانے تک مرثی اور فارسی زبانوں میں کچھ استعداد پیدا ہو چکی تھی اور وہ تعلیم کو نامکمل چھوڑ کر محاش کے لئے نکل پڑے۔ کاندھل اور دی میں چند طرح کے دھندے کرتے رہے۔ بعد لاہور چلے آئے اور مستقل سکونت اختیار کر لی۔ لاہور میں انہوں نے مکتبہ دانش قائم کیا اور یہیں لاہور میں ۲۲ مارچ ۱۹۸۲ء میں انتقال کیا۔

احسان دانش کا پہلا مجموعہ کلام "حدیث ادب" کے نام سے مکتبہ دانش سے شائع ہوا۔ اسی مجموعے کے نشر و اجراء سے مکتبہ دانش کی بنیاد لاہور میں پڑی تھی اور اس کے بعد حسب ذیل مجموعے شائع ہوئے۔

درِ زندگی، فطرت، چہراخان، نوائے کارگر، آتش خاموش، جاہِ نو، زخم و میر، شمشیرِ اڑہ، مقامات اور گویا۔

احسان دانش کا شاعری کا احوال یہ ہے کہ ایک نظم کا نام تھا ہندستان میں ایک مخصوص بیدار کا پیلہ رہی تھی اور انقلابی رجحانات پر تھی تیزی سے شاعری میں لہجہ بڑھتا ہے اور سماجی دیکھ بھال کا جبر پورا نظر آتا ہے۔ دور کا شاعری کا طوق اختیار نہیں ہوتا۔ اس نے احسان شعری مقبول رنگ سے متاثر ہوئے اور زیادہ تر اپنے شعروں اور شاعروں کے مجوز پر گرا ہونے اپنی شاعری کا موضوع بنی۔ مزید کہ زندگی گزار دیا، ایک دیکھی طبیعت کی ترغیبی شاعر کی فن کاری بھی تھی اور اس کے غوص میں شاعر بھی تھی۔ اس نے ان کی شان

کو زبردست مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ سب سب سے پہلے ایک مزدور تھے، پھر ایک شاعر مزدور بن گئے۔ احسان نے ان کے شاعری میں پڑھنے والوں کے درمیان احسان کا نام سیر فہرست شاعر کیا جاتا ہے۔ شعر و شاعری کے کاموں پر تنقیدی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احسان دانش ۱۹۳۶ء میں اردو شاعری کا آئینہ ہوا تھا۔ ان کے اور چھپنے لگے اور وہ سارے ہندستان کے ایک مزدور شاعر قرار دئے گئے۔ احسان ذاتی تجربات کی بنا پر مزدور طبقہ کی ترجمانی اور مزدور طبقہ کی زندگی کی عبرتناک تصویریں منظر کشی کرنے میں شعر و شاعری کے شعرا سے آگے نکل گئے ہیں۔ یہ میس ہے کہ ترقی پسند شعرا کلمے ہندوں مزدور کی جلتی پھرتی زندگی پر بہت اچھی شاعری پیش کرتے ہیں اور بالائی ترقی پسند شعرا مزدور کی المناکیوں پر غفلت قبر ہے شاعری میں بہت اچھی طرح سے منظر کشی کرتے ہیں مگر احسان کے یہاں ایک دوسری بات ہے، ایک امر ضروری دہلا دلا دیا کہ "ہر مزدور سپردگی" ہے۔ اردو شعرا کی کم تعداد ایسی ہے جنہوں نے اپنا زندگی مزدور دنیا کی زندگی کی طرح بسر کی ہو اور وہ شعرا کی ایک بڑی اکثریت مزدور دنیا کی المناک زندگی کی داستان سے صرف متاثر ہوئی ہے اور بس۔ مگر احسان کے یہاں سارے تجربات اور مشاہدات ایک مزدور کے ہیں جو شاعری کی زبان سے ادا ہوتے ہیں اور شاعری کی فوج گزری اور آپ میری شاعری کے گنگ و جمن میں شہر و شکر ہر طرف ہیں۔

نظم "مزدور قدرت" میں ایک دو شہزادہ مزدور کا تعارف کرتے ہوئے احسان لکھتے ہیں۔

یہ سماں اور اس میں ایک دوشیزہ گھبراہتی ہوئی
شکر میں کھوئی ہوئی، اس کا کھائی ہوئی

دوست یہ شام اودھ بے کیف ہے تیرے بغیر
 یہ عشق کے سرخ سائے یہ گلابی سبز و زار
 جھاروں پر سانس لیتا رہ گزاروں کا غبار
 شکرین خردوں کی کتابانی یہ منکینی کا ہر
 دوست یہ شام اودھ بے کیف ہے تیرے بغیر

احسان نے غزلیں بھی کبھی حسیں مگر ان کی غزلیں انکی نظموں کے
 قابضے میں پھنسی ہیں، وہ جس تعصیل و وضاحت کے عادی ہو چکے ہیں وہ غزل
 کو بے کیف و بے رنگ بنا دیتی ہے، تاہم ان کی غزلوں میں جذبات کی آئینہ
 داری ضرور ملتی ہے۔ بالخصوص نظمیں ہند کے بعد انکی غزلوں میں ایک طرح
 کا کھل پھل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ یہاں ایک غزل کے دو اشعار مثال کے
 لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

تجھے کس طرح بتاؤں کہ ہے مضمم کہاں تک
 میرے عشق کی نظریں تو نے مسن کلاں نہ
 یہ اڑی اڑی سی رنگت یہ کھلے کھلے سے گیمو
 خری مچ کہ رہی ہے تیرے رات کا فسانہ

ان کی تازہ غزلوں میں تعون تو نہیں مگر معرفت و آگہی کی جھلک
 سرور پائی جاتی ہے جو ان کے فنون کو ایک جداگانہ رنگ دیتی ہے۔
 دراصل ان کی ایک غزل کے یہ اشعار ہیں۔

کیا فسون تجھ میں لگاؤ نہ گسٹا نہ تھا
 لاکھ فساد افلا سے فزائے ترا دیوانہ تھا
 دیدہ ہوئی یہ تیری اس طرح کچھ برقی طور
 کوئی مجھے مضطرب خود مودہ جان نہ تھا

ترجمہ ان کے کلام کا یہ ہے، انہیں لطیف و مادر شجاعت
 و استعدادت کے حامل نہ تھے نہ صرف حاصل ہے اور حسی اجڑتی
 نہیں و انہیں نے ایسا استعمال کیا ہے کہ وہ حسی ہوتا ہے انداز کی

زبان بڑی شگفتہ اور پاکیزہ ہے۔
 احسان و انیسویں صدی کی دورانی کی ایک بڑی متغزل غزل ہے
 اور بہت مشہور ہے۔ اس غزل کے چند اشعار آنکھوں کو فہرہ
 کر دیتے ہیں۔

میں نے کہا کہ ہم ایشیہ طوطہ جانا نہ ہم
 آشنائے آشنائے گانہ کے بے گانہ ہم
 سچہ کو کہا معلوم گزری کس طرح فرقت کی رات
 کہہ پھرے اک اک شاعر سے ترا افسانہ ہم
 یہ ارادہ ہے سن کر اک گدیانہ لباس
 خلق کو تیرا میں کہہ کہہ کر ترا افسانہ ہم
 ہے دم آخر سر پہانے لڑیاں دیتی ہے موت
 سختے سختے کاش مویا میں ترا افسانہ ہم

یہاں ان کے جذبات تعسزل و ترقم کے کوثر و نسیم میں ڈوبے
 ہوئے ہیں اور غزل پڑھنے والے ہرگز پر یہ احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے غزل کی
 ایک نئی سی سیلی دریافت کر لی ہے۔

احسان و انیسویں صدی نے اردو نظموں میں اپنے کو پایا تھا۔ وہ نظموں
 کی وجہ سے ایک شاعر مزدور پہچانے گئے۔ انہوں نے دعائی نظمیں بھی لکھی ہیں۔
 انکی روحانی نظموں میں غزل کے حسن پائے جلتے ہیں، وہ اپنی روحانی نظموں میں
 جس تعصیل و وضاحت سے مناظر فطرت اور حسن و عشق کا بیان کرتے
 ہیں، ان کا اردو غزل میں عاظم شکل ہے۔ وہ اپنی انقلابی نظموں کے ذریعہ غزل و
 نادر مزدور کی زندگی کی اصلاح کے سہی ہیں۔

احسان دانش نے غزل میں بھی اپنا جدید رنگ تعزل و دیانت کی تھا انکی
 غزلوں کی کمالات ان کی نظموں کے مقابلے میں کم ہیں مگر انہوں نے زندگی کے ہر دور میں غزل
 کی آبرو کی لاج رکھی، وہ غزل کے میدان میں بڑی آن بان سے آتے اور انہوں نے غزل
 عشق کی حریت سے اپنی گہری شغلی اور دلچسپی کا ثبوت دیا ہے۔ آج وہ دنیا سے
 اردو سے رخصت ہو چکے ہیں مگر ان کے منفرد رنگ سخن کی گات خری کے گہرے
 نقوش کو آپ اردو سے نہ مٹ سکیں گے۔
 (شکوہ ہلسبان چلے گئے)



بڑی اور متوسط درجہ کی صنعتوں کیلئے سہولتیں :

معذرت اور بکلی :

مفسرینِ نیکال میں ہمیں ملا حکومت کی صنعتی پالیسی کے بنیادی مقاصد یہ ہیں کہ صنعتی افزائش کی ہمت افزائی کی جائے، بے روزگاری میں کمی کی جائے، اور ملک کے مواصلاتی فراہم کئے جائیں اور چوٹی اور ریویں صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔

گورنر جنرل جنرل جی۔ بی۔ کلاپٹن نے اس صورتحال کا مقابلہ
 یا سہارا دیا۔ حکومت نے اس صورتحال کا مقابلہ
 کے لئے چند ایسے اقدامات کیے جنہوں نے
 چند روٹیں چلا کر جو کچھ اس طرح گزشتہ پانچ برسوں میں
 ملی کی پیداوار میں ۵۵۰ میگا واٹ کا اضافہ ہوا۔ چھٹے منصوبہ میں
 ۷۸۸ میگا واٹ بجلی پیدا کرنے کے لئے پلانٹ کی تنصیبات کی
 نشاندہی کی گئی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ چھٹے منصوبہ کے آخر میں ملی
 مسئلہ حل ہو جائے گا۔

منشی افزائش کی تیز رفتاری کی وجہ سے امیدداشت
 اسٹیم پورٹ روزگار کے دنوں کی تعداد ۱۹۷۹ء میں ۸۷۵
 ۱۹۸۰ء میں ۸۷۵ لاکھ سے بڑھ کر ۱۹۸۱ء میں
 ۸۷۵ لاکھ ہو گئی۔ اس ریاست میں منظم سیکٹر میں برسر روزگار افراد
 تعداد ۱۹۷۹ء میں ۲۶ لاکھ ۱۹۸۰ء میں ۲۵ لاکھ اور
 ۱۹۸۱ء میں ۲۶ لاکھ تھی۔ ریاستی حکومت کے دفاتروں میں ۱۹۷۹ء اور
 ۱۹۸۰ء کے درمیان تقریباً ۵۰ ہزار مزید خالی آسامیاں پیدا کی گئیں۔
 ۱۹۸۰ء میں ۷۶ ہزار بے روزگار رجسٹرڈ افراد کو بے روزگاری امدادی

بانت، انجینئرنگ اور بنیادی تیل کی ۲۱ بیار صنعتوں کی
 ہدایاں ریاستی حکومت نے سنبھالی ہیں۔ اس اقدام سے تقریباً
 ۳۰۰ ہزار مستفید ہو رہے ہیں۔ ان بیار صنعتوں میں سے بہت ساری
 خلیں اب آہستہ آہستہ محبت باب ہوتی جا رہی ہیں۔

قانونی ٹریڈ یونین ازم اور معاملات
منشی تعلقات : کے ذریعہ تنازعات کے تعفیہ کی جیت
 نثرانی کرنے کی سرکاری پالیسی کی وجہ سے اس ریاست میں منشی
 تعلقات کا بہت ہی اچھا اور سازگار ماحول پیدا ہو گیا۔ اس کے
 نتیجے میں ہڑتال، تالہ بندی اور ہڑتال کا اور کام سے بھاڑینے کے
 اوقات کی تعداد میں کافی کمی ہو گئی ہے۔

۱۹۸۱ء کے درمیان ہڑتال کی تعداد ۷
 سے کم ہو کر ۳۱۱ تالہ بند کی تعداد ۱۳۵ سے کم ہو کر ۱۲۲ اور چٹائی کی

۱۹۸۱ء کے درمیان ہڑتال کی تعداد ۷
 ۱۹۸۱ء کے درمیان ہڑتال کی تعداد ۷

دیہی اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں : دیہی صنعت اور دستکاری
 خاص طور پر ہتھ کر گئے اربشم، چمڑا، کانہ، پتیل، مٹی کے کھونڈے
 باقی دانت کی مصنوعات وغیرہ تو مغربی بنگال کی میراثی صنعتیں ہیں۔ ہتھ
 کر گئے میں جو اس ریاست کی سب سے اہم دیہی صنعت ہے، پیداوار
 ۸۰-۸۱ء میں ۲۸ کروڑ میٹر سے بڑھ کر ۸۲-۸۳ء میں ۳۱
 کروڑ میٹر ہو گئی۔ اسی طرح خام اربشم کی پیداوار بھی ۸۰-۸۱ء میں
 ۵۵ لاکھ کیلوگرام سے بڑھ کر ۸۱-۸۲ء میں ۷۷ لاکھ کیلوگرام ہو گئی۔
 چمڑے کی صنعت نے بھی کافی ترقی کی۔ گزشتہ چند برسوں میں اس صنعت
 کی یونٹوں کی تعداد میں اور پیداوار میں کافی بہتری ہوئی اور اس میں
 برسر روزگار افراد کی تعداد میں بھی کافی اضافہ ہوا۔ دیہی صنعتوں کے
 فروغ میں امداد باہمی شعبہ پر ریاستی حکومت نے خصوصی زور دیا ہے اور
 دیہی صنعت کاروں کو بہت ساری سہولتیں بھی ریاستی حکومت فراہم
 کر رہی ہے۔ حکومت کے زیر انتظام ہتھ کر گئے، بجلی کر گئے،
 دست کاری، چمڑا وغیرہ کی صنعتی یونٹوں کی رفتار ترقی کافی نشانی بخش
 ہے۔

چھوٹے پیمانے کی صنعت کی رجسٹرڈ یونٹوں کی تعداد میں
 ۸۰-۸۱ء میں ۱۱۵۲۹۲ سے بڑھ کر ستمبر ۱۹۸۲ء میں ۱۲۳۹۰۲
 اس میں مزید ۱۵۰۰۰ سے زیادہ لوگوں کے لئے روزگار فراہم کیا گیا
 ریاستی حکومت نے چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں کی بہتری اور ترقی کیلئے
 بہت سارے خصوصی پروگراموں کو برسر عمل لایا۔ ریاستی حکومت نے
 یونٹوں کے لئے صرف مالی سہولتیں اور خام اشیاء فراہم کرتی ہے
 بلکہ وہ انکی مصنوعات کی فروخت کا بھی انتظام کرتا ہے۔ مغربی بنگال کی
 حکومت چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں کو کام کرنے کے سہاویہ بلورٹ میں
 مشاورتی خدمات، بجلی کی فراہمی، سیلس ٹیکسی، انٹری ٹیکسی کے
 سلسلے میں حباب و کتاب، کھانا کے شعبہ کا کرایہ وغیرہ کے سلسلہ
 میں سہولتیں فراہم کرتی ہے۔ چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹ کو فروغ
 دینے کے لئے ریاستی حکومت کی ایجنسیاں کے طے پر مغربی بنگال چھوٹے
 (قانونی مٹا ہے)

عوامی تعطیلات ۱۹۸۳ء

حکومت سندھ نے سالانہ اپنے شعبہ مالیات کے اعلانہ نمبر ۱۳۲۲۱ ایف کے ذریعہ ۱۹۸۳ء سال کے مندرجہ ذیل دنوں کو عوامی تعطیلات کے دن قرار دیا۔

نیستانی کا جنم دن۔ ۲۳ جنوری، یوم مجبور۔ ۲۶ جنوری، شہری بچی۔ ۷ فروری، دکن مبارک۔ ۷ مارچ، پنجگوتے سال کا پہلا دن۔ ۱۴ اپریل، گذشتہ۔ ۲۰ اپریل، یوم مکی، یکم مئی، بینک اکاؤنٹس کی نصف سالہ بندی۔ ۳۰ جون، یوم آزادی۔ ۵ اگست، عید الاضحیٰ، ۷ ستمبر، ہلالہ۔ ۲۴ ستمبر، درگا پوجا، پتھی، یکم اکتوبر، درگا پوجا، اشٹمی اور گاندھی جی کا جنم دن۔ ۲ اکتوبر، درگا پوجا، فونی (تولی)۔ ۳ اکتوبر، درگا پوجا، اشٹمی اور مہینہ دن۔ ۴ اکتوبر، خستہ مہر اکتوبر، مکشی پوجا۔ ۷ اکتوبر، کالی پوجا۔ ۲۳ اکتوبر، اگر دناک کا جنم دن اور پارسی نانا کا رتہ جاتا۔ ۸ نومبر، میلاد النبیؐ۔ ۱۲ دسمبر، مارکس ڈے۔ ۲۵ دسمبر، بینک اکاؤنٹس کی سالانہ بندی۔ ۳۱ دسمبر۔

نوٹ: لافنی۔ این آئی ایکٹ کے تحت اتوار تعطیل کے دن ہوتے ہیں۔

۱۔ اگر مسلمانوں کا ہوا اس دن نہ ہو جس دن کا ذکر مذکور بالا فہرست میں کیا گیا ہے نو مسلمان سرکاری ملازمین کو اس دن کو روزہ دن کے ساتھ ساتھ اس دن بھی شعبہ جاتی چٹا دی جائے گی جس دن وہ ہوا رہا تھا۔

۲۔ چونکہ ۱۹۸۳ء میں جنم اشٹمی (۱۹ اگست) اور عید الفطر و یکم جولائی اتوار کے دن ہیں اور این آئی ایکٹ کے تحت یہ تعطیلات کے دن ہیں، اس لئے انہیں عوامی تعطیلات کے دنوں میں شمار نہیں کیا گیا۔

نیز دی اور حسب ذیل کے دنوں کو سرکاری دن قرار دیا گیا۔
۱۹۸۳ء سال کے مندرجہ ذیل دنوں کو سرکاری دن قرار دیا گیا۔

۵۰۔ اس کا اطلاق ان سرکاری دفاتر میں ہوگا جہاں ہینہ کے دوسرے سینئر اور چھ سینئر کو پوری تعطیل نہیں ہوتی۔

ریاستی حکومت نے اپنے اعلانہ نمبر ۱۳۲۲۱ ایف کے تحت ۲۴ نومبر ۱۹۸۳ء کے تحت یہ اعلان کیا کہ ۱۹۸۳ء میں مندرجہ ذیل دنوں میں، جنہیں عوامی تعطیلات کا دن قرار نہیں دیا گیا ہے، ان کے لئے آف ایڈرنس اور اسٹامپ ریونیو کے محکمہ کے دفاتر کے علاوہ حکومت مغربی بنگال کے دیگر دفاتر بند رہیں گے۔

رہنما ناٹہ شیت گور کا جنم دن۔ ۸ مئی، درگا پوجا۔ ۱۵ جولائی اور ۸ اکتوبر ۱۹۸۳ء۔

اعلانہ نمبر ۱۳۲۲۸ ایف، مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۳ء کے تحت ریاستی حکومت نے مزید اعلان کیا کہ مندرجہ ذیل دنوں میں مختلف فرقوں کے ملازمین کے لئے شعبہ جاتی تعطیلات ہوں گی:

ایسٹرسٹڈس (صرف میسائیوں کیلئے)۔ ۲۱ اپریل
بڈہ پرنیا (صرف بدھ مت والوں کے لئے)۔ ۵ مئی
بیاکھی (سکوں کے لئے)۔ تدریج کا اعلان بدھ کی کیا جائے گا۔
نورٹھ: ۱۹۸۳ء سال میں ہادیو جینی (جینوں کے لئے شعبہ جاتی تعطیل)۔
ہنگو سال کے پچھلے دن (۱۴ اپریل) کو ڈٹا ہے اور ۲۴ اپریل کو عوامی تعطیل کا دن قرار دیا گیا ہے۔ اس سے تدریج بدھ جینی کو نہ کوئی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا۔

تریل آرکائیو

یونس جنرل حکومت مغربی بنگال
۲۴ اپریل ۱۹۸۳ء

Accession Number.

Date.

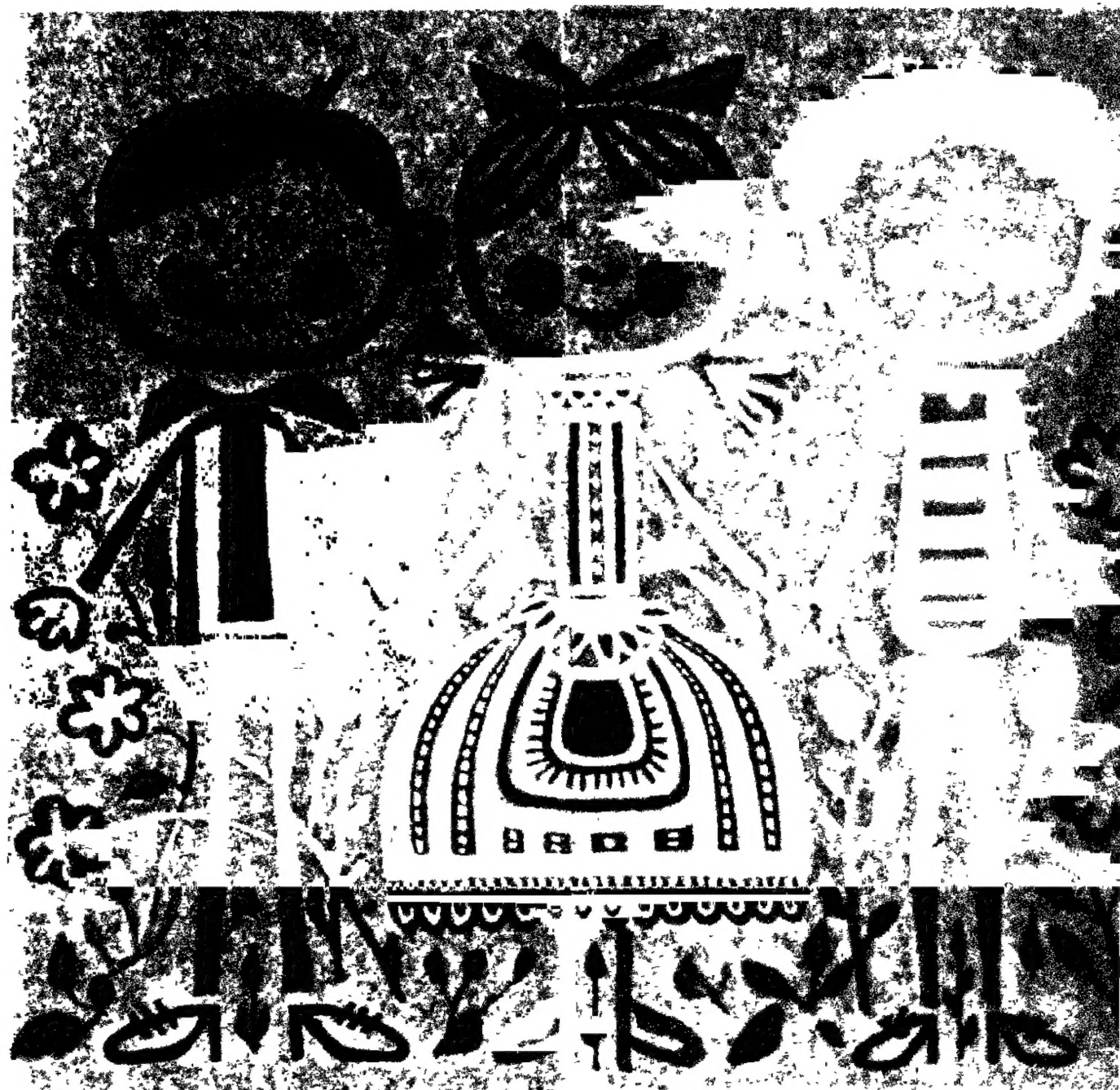


روسہا کرکس ٹیم فلکستہ میں



MAHARISHI KALPA
15th DECEMBER 1993

Regd. No. WB/C C
Vol. 30 No. 23
PRICE 25 Paise



Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya Editor - Dharendra Dutta. Associate M D. Azam
published by the Information & Cultural Affairs Dept. of Govt. of West Bengal and printed by G. R. T.
Printers, 54/1C, Shyampur Street, Calcutta-700 014.

